قرآن کریم کی مستند عربی تفسیر پہلی مرتبہ اُردو میں

تفسیرِ بغوی اُردو

المعروف مَعَالِمُ التَّنْزِیل

از امام الکبیر ابو محمد حسین بن مسعود الفرأ بغوی شافعی رحمہ اللہ متوفی ۵۱۶ھ

جلد چہارم... سُورۃ مریم تا سُورۃُ العنکبوت

بشمول قرآنی فضائل و خواص

از ابو محمد عبداللہ یافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۸ھ)

وحضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ

(تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ)

تعارف تفسیر

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عُثمانی مدظلہم

خصوصیات

- قرآنی متن ترجمہ اور تفسیر جلی حروف میں
- ترجمہ از حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ
- فقہی احکام اور مسائل کا التزام
- مفسرین کے متعدد اقوال ایک ہی جگہ پر
- تفسیر کے علاوہ قرآنی الفاظ کی علیحدہ تشریح و تفسیر
- قرآنی واقعات کی متعدد روایات یکجا
- صرفی نحوی لغوی تحقیق کے ساتھ مستند تحقیقی تفسیر
- تفسیر کے مطابق قرآنی متن و ترجمہ اپنی جگہ پر

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفِیّہ

چوک فوارہ مُلتان پاکستان

0322-6180738, 061-4519240

قرآن کریم کی مستند عربی تفسیر پہلی مرتبہ اردو میں

المعروف معالم التنزیل

از امام الکبیر محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء بغوی شافعی رحمہ اللہ متوفی ۵۱۶ھ

جلد چہارم... سورۃ مریم تا سورۃ العنکبوت

خصوصیات

- قرآنی متن ترجمہ اور تفسیر جلی حروف میں
- آسان ترجمہ از حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ
- فقہی احکام اور مسائل کا التزام
- مفسرین کے متعدد اقوال ایک ہی جگہ پر
- عام تفسیر کے علاوہ قرآنی الفاظ کی علیحدہ تشریح و تفسیر
- قرآنی واقعات کی متعدد روایات یکجا
- صرفی نحوی لغوی تحقیق کے ساتھ مستند تحقیقی تفسیر
- تفسیر کے مطابق قرآنی متن و ترجمہ اپنی جگہ پر
- منتخب قرآنی آیات کے فضائل وخواص

بشمول قرآنی فضائل وخواص

از امام ابو محمد عبداللہ یافعی رحمہ اللہ (متوفی ۷۶۸ھ)
وحضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ
(تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ)

تعارف تفسیر

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
کے قلم سے

ترجمہ از
اشرفیہ مجلس علم وتحقیق

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(0322-6180738, 061-4519240

تفسیر بغوی اردو

تاریخ اشاعت.........رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ
ناشر.........ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت.........سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ

قانونی مشیر
محمد اکبر ساجد
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ملتان)

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان
مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار......لاہور — دارالاشاعت.......اُردو بازار..........کراچی
مکتبہ علمیہ..............اکوڑہ خٹک.......پشاور — مکتبہ رشیدیہ.......سرکی روڈ.....کوئٹہ
اسلامی کتاب گھر.....خیابان سرسید......راولپنڈی — مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار......پشاور
ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K — 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE — BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

فہرست عنوانات

سُورَةُ مَرْيَم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مکی سورت ہے اور اس کی اٹھانوے آیات ہیں

كٓهٰيٰعٓصٓ ❶ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ❷ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ❸ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ❹ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ❺ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ❻

ترجمہ کھیعص یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی مہربانی فرمانے کا اپنے بندہ زکریا پر جبکہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پوشیدہ طور پر پکارا (جس میں) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں (بوجہ پیری) کے کمزور ہو گئیں اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گئی اور (اس کے قبل کبھی میں) آپ سے مانگنے میں اے میرے رب ناکام نہیں رہا ہوں اور میں اپنے بعد (اپنے) رشتہ داروں کی طرف سے اندیشہ رکھتا ہوں اور میری بی بی بانجھ ہے سو (اس صورت میں) آپ مجھ کو خاص اپنے پاس سے ایک ایسا وارث (یعنی بیٹا) دے دیجئے کہ وہ (میرے علوم خاصہ میں میرا وارث بنے یعقوبؑ کے خاندان کا وارث بنے اور اس کو اے میرے رب (اپنا) پسندیدہ بنایئے

تفسیر ❶ "کٓھٰیٰعٓصٓ" ابوعمرو نے ھاء کے کسرہ اور یٰ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابن عامر اور حمزہ نے دونوں کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ کسائی، ابوبکر اور دوسرے قراء نے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ یہ قرآن کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ سورۃ کا نام ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ قسم ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے قسم اُٹھائی تھی۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ "کٓھیعص" میں کاف سے مراد کریم، کبیر ہے اور ھاء سے مراد ھادِ (ہدایت دینے والا) اور یٰ سے رحیم عین سے علیم و عظیم اور صاد سے صادق ہے۔ کلبی کا بیان ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو کافی ہے اور اپنے بندوں کو ہدایت دینے والا، ان کے ہاتھوں پر اُس کا ہاتھ، تمام عالم کو جاننے والا اور اپنے وعدہ میں صادق ہے۔

❷ "ذِكْرُ" وہ جو ہم آپ کے سامنے ذکر کریں گے۔ "رَحْمَتِ رَبِّكَ" اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ "ذکر ربک" تمہارے رب کا ذکر "عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا" ان کو اپنی رحمت ملنے کی وجہ سے عبد کہا۔

③ ''اِذْنَادٰی '' جب پکارا'' رَبَّهٗ '' محراب سے ''نِدَآءً خَفِیًّا'' آہستہ آواز رات کے نصف حصے میں۔

④ ''قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ'' جب وہ بوڑھے اور کمزور ہوگئے۔'' اَلْعَظْمُ مِنِّیْ'' ہڈیاں بوڑھی ہوگئیں۔قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد دانتوں کا گر جانا ہے۔''وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ'' جب سر کے بال سفید ہوگئے۔''شَیْبًا'' وہ سفید ہوگیا۔''وَلَمْ اَکُنْ م بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا'' پہلے زندگی میں جو میں نے تجھ سے دُعائیں مانگیں تو نے قبول فرمائیں، میری دُعا کو قبول کرنا تیرا معمول رہا ہے اس معاملے میں تم نے مجھے رُسوا نہیں کیا۔بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب تو نے مجھے ایمان کی طرف دعوت دی، میں نے تیری دعوت قبول کی، ایمان کو ترک کر کے بد بخت اور نامراد نہیں ہوا۔

⑤ ''وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ'' موالی چچا کے بیٹوں کو کہتے ہیں یا وہ لوگ جو میرے بعد میری اُمت کے درستگی کے متولی ہوں گے۔مجاہد کا بیان ہے کہ اس سے مراد عصبات ہیں۔ابو صالح کہتے ہیں کہ اس سے مراد کلالہ ہے۔کلبی کا قول ہے کہ اس سے مراد ورثہ ہیں۔''مِنْ وَّرَآءِیْ ''میری موت کے بعد۔ابن کثیر نے ''مِنْ وَّرَآءِیَ '' یاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔''وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا'' جو بچے نہ جنتی ہو۔'' فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ'' اپنی طرف سے مجھے عطا کیجئے۔''وَلِیًّا''

⑥ ''یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ'' ابو عمرو اور کسائی نے ثاء کے جزم کے ساتھ دُعا کے جواب میں فرمایا اور دوسرے قراء نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے حال اور صفت ہونے کی وجہ سے یعنی ''ولیًا وارثًا''

وراثت کے متعلق ائمہ کے اقوال

وراثت میں مفسرین کا اختلاف ہے۔حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جو میرے مال اور آل یعقوب کا وارث ہو جو ان کا ذمہ دار اور متولی ہو اور خاندان یعقوب کا بھی صحیح متولی ہو۔بعض نے کہا کہ میراث سے مراد نبوت اور علم کی میراث ہے۔

اور بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد احبار کی وراثت ہے کیونکہ حضرت زکریا علیہ السلام احبار کے بڑے تھے۔زجاج کا قول ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ یہاں اس کو محمول کیا جائے غیر مال پر کیونکہ تمام نسل یعقوب کا میراث کا وارث ہونا تو ممکن ہی نہیں تھا اور حضرت زکریا علیہ السلام نبی برحق تھے آپ علیہ السلام کی شان سے بعید تھا۔اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ میں خوف کرتا ہوں کہ اللہ کا دین ان کے ہاتھوں متغیر نہ ہو جائے اور احکام کو تبدیل نہ کرلیں جس طرح کہ بنی اسرائیلیوں نے اللہ کے احکام کو تبدیل کر کے پھر انبیاء علیہم السلام کو بھی قتل کیا۔میں اپنے رب سے نیک صالح اولاد کا سوال کرتا ہوں جس سے ان کی اُمت محفوظ وسلامت رہے اور وہ میری نبوت کا وارث ہو اور اس پر عمل کا وارث ہو۔''وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا'' یعنی تو اس کو اپنا پسندیدہ بنانا اور ان کے قول وعمل کو پسند فرمانا۔

یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ ن اسْمُهٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا ⑦ قَالَ رَبِّ اَنّٰی

یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّا ⑧ قَالَ کَذٰلِکَ قَالَ رَبُّکَ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَکُ شَیْئًا ⑨ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَۃً ؕ قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا ⑩

ترجمہ: اے زکریا ہم تم کو ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا اس کے قبل ہم نے کسی کو اس کا ہم صفت نہ بنایا ہوگا زکریاؑ نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے اولاد کس طور پر ہوگی حالانکہ میری بی بی بانجھ ہے اور (ادھر) میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں ارشاد ہوا کہ حالت (موجودہ) یونہی رہے گی (اور پھر اولاد ہوگی اے زکریا) تمہارے رب کا قول ہے کہ یہ (امر) مجھ کو آسان ہے اور میں نے تم کو پیدا کیا حالانکہ تم (پیدائش کے قبل) کچھ بھی نہ تھے (تب) زکریا نے عرض کیا کہ اے میرے، رب میرے لئے کوئی علامت مقرر فرما دیجئے ارشاد ہوا کہ تمہاری (وہ) علامت یہ ہے کہ تم تین رات (اور تین دن تک) آدمیوں سے بات نہ کرسکو گے حالانکہ تندرست ہوگے۔

تفسیر ⑦ " یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ" اس میں اختصار ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ نے ان کی دُعا کو سن لیا اور فرمایا اے زکریا! (علیہ السلام) ہم آپ کو اس غلام کی خوشخبری دیتے ہیں۔ "بِغُلٰمٍ" اس سے مراد لڑکا ہے۔ "اسْمُہٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا" قتادہ اور کلبی کا بیان ہے کہ اس کا معنی ہم نام ہے اور صراحت کی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے پہلے کسی کا نام یحییٰ نہیں رکھا۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اور عطاء کا قول ہے کہ اس سے شبیہ اور مثل مراد ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "ھل تعلم لہ سمیا" اس کی مثال اور اس کی شبیہ کو جانتے ہو۔ معنی اس کا یہ ہے کہ اس کا کوئی مثل نہیں کیونکہ اس نے نہ کبھی نافرمانی کی اور نہ ہی نافرمانی کا ارادہ کیا اور بعض نے کہا کہ انہوں نے کبھی عورتوں کی طرف میلان نہیں کیا کیونکہ یہ سید اً و حصوراً ہیں۔

علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تفسیری قول نقل کیا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے پہلے کسی بانجھ کے ایسا لڑکا پیدا نہیں ہوا جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے مثل ہوتا اور بعض نے کہا کہ جو فضائل حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اندر موجود تھے وہ فضائل کسی اور نبی میں نہیں تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بحیثیت مجموعی تمام گزشتہ انبیاء سے افضل ہوں گے کیونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ ان سے پہلے گزر چکے تھے جو ان سے افضل ہیں۔

⑧ "قَالَ رَبِّ اَنّٰی" وہ کہاں سے آئے گا۔ "یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّا" انتہا کی بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں۔ قتادہ کا قول ہے کہ کیا ہماری ہڈیوں کو واپس جوان کیا جائے گا۔ جیسے کہا جاتا ہے "عتا الشیخ یعتو عتیا" جب وہ انتہائی بڑھاپے میں پہنچ جائے تو اس کے اعضاء وغیرہ کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ عاتی وہ بوڑھا آدمی جس کی ہڈیاں خشکی کی طرف مائل ہو جائیں، سوکھنے لگیں "عتا الشیخ" اس بوڑھے کی عمر انتہا کو پہنچ گئی۔

⑨ " قَالَ کَذٰلِکَ قَالَ رَبُّکَ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ " بمعنی آسان ہے۔ "وَّقَدْ خَلَقْتُکَ" حمزہ اور کسائی نے "خلقناک"

پڑھا ہے۔نون اور الف کے ساتھ تعظیم کے معنی میں ہے۔" مِنْ قَبْلُ "حضرت یحییٰ علیہ السلام سے پہلے۔" وَلَمْ تَکُ شَیْئًا"

⑩ " قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْ اٰیَةً "میری بیوی کے حمل کی کوئی نشانی بتلا دیجئے۔" قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا "ایسی حالت میں کہ وہ صحیح سالم ہوگا۔یعنی کوئی بیماری لاحق نہ ہوگی گونگا پن نہیں ہوگا۔مجاہد نے کہا کہ کلام سے روکنے والا کوئی مرض نہیں ہوگا۔بعض نے سویا کا ترجمہ کیا ہے مسلسل متواتر،اوّل ترجمہ صحیح ہے۔روایات میں آتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام تین دن تین رات کسی سے بات نہیں کرسکے،صرف اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا ⑪ یٰیَحْیٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا ⑫ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِیًّا ⑬ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَیْهِ وَلَمْ یَكُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا ⑭ وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا ⑮ وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مَرْیَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِیًّا ⑯

ترجمہ پس حجرے میں سے اپنی قوم کے پاس برآمد ہوئے اور ان کو اشارے سے فرمایا کہ تم لوگ صبح اور شام خدا کی پاکی بیان کیا کرو اے یحییٰ کتاب کو مضبوط ہو کر لو اور ہم نے ان کو (ان کے) لڑکپن ہی میں (دین کی) سمجھ اور خاص اپنے پاس سے رقت قلب اور پاکیزگی (اخلاق کی) عطا فرمائی تھی اور وہ بڑے پرہیزگار اور اپنے والدین کے خدمت گزار تھے اور وہ (حق کے ساتھ) سرکشی کرنے والے (یا حق تعالیٰ کی) نافرمانی کرنے والے نہ تھے اور ان کو (اللہ تعالیٰ کا) سلام پہنچے جس دن کہ وہ پیدا ہوئے اور جس دن کہ وہ انتقال کریں گے اور جس دن (قیامت میں) زندہ ہو کر اٹھائے جاویں گے اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس کتاب میں مریم کا ذکر بھی کیجئے جبکہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ (ہو کر) ایک ایسے مکان میں جو مشرق کی جانب میں تھا (غسل کے لئے) گئیں پھر ان (گھر والے) لوگوں کے سامنے سے انہوں نے پردہ ڈال لیا۔

تفسیر ⑪ "فخرج علی قومه من المحراب" لوگ مسجد کے باہر منتظر تھے کہ زکریا علیہ السلام اندر سے دروازہ کھولیں تو وہ اندر جا کر نماز پڑھیں۔اچانک زکریا علیہ السلام دروازہ کھول کر باہر آ گئے،چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا،لوگوں نے کیفیت دریافت کی تو آپ نے اشارے سے ان کو تسبیح و تنزیہ کا حکم دیا۔"فاوحی الیهم" مجاہد فرماتے ہیں کہ اوحی کا مطلب یہ ہے کہ زمین پر لکھ دیا۔"ان سبحوه" کہ اللہ کے لیے نماز پڑھو۔"بکرۃ" صبح کے وقت "وعشیا" میرے ساتھ۔جب حضرت زکریا علیہ السلام صبح و شام اپنی قوم پر نکلتے تو وہ ان کو تسبیح و صلوٰۃ کا حکم دیتے۔جب ان کی زوجہ کو حمل ہوا تو ان کو بات کرنے سے روکا گیا۔پھر یہ نماز وغیرہ کا حکم اشارے کے ساتھ کرتے تھے۔

⑫ "یایحیی" اس میں حذف کلام ہوا ہے۔پورا کلام اس طرح تھا زکریا علیہ السلام کی بیوی حاملہ ہوگئی،پھر یحییٰ علیہ السلام

پیدا ہوگئے، پھر جب وہ بولنے کے قابل ہوئے تو ہم نے ان کو خطاب کیا۔ "خذ الکتاب" تورات کو پکڑو۔ "بقوة" کوشش کے ساتھ۔ "واتیناه الحکم" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد نبوت ہے۔ "صبیًا" اور وہ تین سال کے تھے۔ بعض نے کہا کہ حکم سے مراد کتاب کی سمجھ، وہ تورات پڑھتے تھے بچپن میں۔ بعض سلف وصالحین کا قول ہے کہ جس نے بلوغت سے پہلے قرآن یاد کرلیا، سیکھ لیا، وہ ان میں سے شمار ہوگا جن کو بچپن میں حکمت عطا کی گئی۔

⑬ "وحنانًا من لّدنا" ہماری طرف سے رحمت۔ "وزکاةً" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ زکوٰۃ سے مراد اخلاص اور فرمانبرداری ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس سے عمل صالح مراد ہے۔ یہی امام ضحاک کا قول ہے۔ آیت کا معنی ہوگا کہ ہم نے اس کو اپنی طرف سے رحمت عطا فرمائی، وہ اپنے بندوں پر دل کی نرمی سے پیش آتے ہیں تاکہ وہ لوگوں کو اس کی طاعت کی طرف بلائیں اور ان کے ذریعے لوگوں سے عمل صالح کروائیں۔

کلبی کا بیان ہے کہ زکوٰۃ سے مراد ہے محض عطیہ الٰہی جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والدین کو بصورت یحییٰ عطا ہوا تھا۔ "وکان تقیا" وہ اطاعت شعار، طاعت گزار جس نے نہ کبھی گناہ کیا نہ گناہ کا ارادہ کیا۔

⑭ "وبرًّا بوالدیه" والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا، ان پر بوجھ بننے والا نہیں تھا بلکہ ان پر احسان کرنے والا۔ "ولم یکن جبارًا عصیا" اس سے مراد جبار متکبر ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ جبار وہ شخص ہے جو شدت غضب سے مارتا اور قتل کرتا ہو۔

⑮ "وسلام علیه" ہر دُکھ اور اذیت سے اللہ کی طرف سے اس کے لیے سلامتی ہے۔ "یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیًا" سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ انسان کے یہ ہی تین عجیب احوال ہوتے ہیں۔ ماں کے پیٹ کو چھوڑ کر باہر اس دُنیا میں آتا ہے دُنیا سے نکل کر دوسرے عالم میں پہنچتا ہے جہاں اس کو وہ اشخاص ملتے ہیں جو اس دُنیا میں اس کو کبھی نظر نہیں آئے۔ زندہ ہوکر میدان حشر میں پہنچے گا اور ایسا میدان اور اجتماع اس نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ ان تینوں حالات و مقامات میں محفوظ رہنے کی خصوصیت اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی۔

⑯ "واذکر فی الکتاب" کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ "مریم اذ انتبذت" الگ ہوگئیں اور دور ہوگئیں۔ "من اهلها" اپنی قوم سے "مکانًا شرقیا" مکان کے مشرقی حصہ میں ایک جگہ چونکہ سردی کا زمانہ اور سرد دن تھا۔ اس لیے حضرت مریم علیہا السلام مکان کی شرقی جانب سر میں کنگھا کرنے کے لیے بیٹھیں اور بعض نے کہا کہ حیض سے طہارت کا غسل کرنے کے لیے سب سے الگ اور دور چلی گئیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس وجہ سے عیسائی مشرق کی طرف منہ کرکے عبادت کرتے ہیں۔

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ⑰ قَالَتْ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ⑱ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ⑲ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ⑳ قَالَ كَذٰلِكِ

قَالَ رَبُّکِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وَّلِنَجْعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَکَانًا قَصِیًّا ﴿۲۲﴾

ترجمہ: پس (اس حالت میں) ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتہ جبرئیلؑ کو بھیجا اور ان کے سامنے ایک پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا کہنے لگیں کہ میں تجھ سے (اپنے خدائے) رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو (کچھ) خدا ترس ہے (تو یہاں سے ہٹ جاوے گا) فرشتہ نے کہا کہ میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں تا کہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں وہ (تعجباً) کہنے لگیں کہ (بھلا) میرے لڑکا کس طرح ہو جاوے گا حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں فرشتہ نے کہا کہ یونہی (اولاد) ہو جاوے گی تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بات مجھ کو آسان ہے اور اس طور پر اس لئے پیدا کریں گے تا کہ ہم اس فرزند کو لوگوں کے لئے ایک نشانی (قدرت کی) بنادیں اور باعث رحمت بنائیں اور یہ ایک طے شدہ بات ہے (جو ضرور ہوگی) پھر ان کے پیٹ میں لڑکا رہ گیا پھر اس حمل کو لئے ہوئے (اپنے گھر سے) کسی دور جگہ میں الگ چلی گئیں۔

تفسیر ⑰ "فاتخذت" پس ڈال دیا۔ "من دونهم حجابًا" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حجاب سے مراد پردہ ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ دیوار کی اوٹ میں بیٹھ گئیں۔ مقاتل کا بیان ہے کہ وہ پہاڑ کی اوٹ میں بیٹھ گئیں۔ عکرمہ کا قول ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام مسجد میں رہتی تھیں لیکن ایام حیض میں مسجد سے ہٹ کر اپنی خالہ کے گھر چلی جاتی تھیں اور فراغت کے بعد پھر مسجد میں آ جاتی تھیں۔ اتفاقاً ایک روز کپڑے اُتارے، غسل کر رہی تھیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک خوش رو بے ریش و برودت، روشن چہرہ، گھنگھریالے بال متناسب القامت نوجوانوں کے بھیس میں آ کھڑے ہوئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فارسلنا الیها روحنا" اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ "فتمثل لها بشرًا سوّیا" بعض لوگوں نے کہا کہ روح سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح ہے جو بشر کی شکل میں آ گئی تھی۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ مریم علیہا السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا اور ان کو آدمی ہی خیال کیا تو دور سے ہی پکارا۔

⑱ "قالت انی اعوذ بالرحمٰن منک ان کنت تقیا" اگر تو مؤمن مطیع ہے۔ سوال یہ ہے کہ فاجر شخص سے تعوذ طلب کیا جاتا ہے پھر حضرت مریم علیہا السلام نے کیسے فرمادیا۔ "انی اعوذ بالرحمٰن منک ان کنت تقیا" اس کا جواب دیا گیا۔ یہ اس قول کی طرح ہے جیسے کوئی کہنے والا یہ کہے کہ اگر تو مؤمن ہے تو تم مجھ پر ظلم نہیں کرو گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مناسب ہے کہ تمہارا ایمان ظلم سے مانع ہو۔ اسی طرح یہاں بھی ہے کہ مناسب یہ ہے کہ تمہارا تقویٰ تمہارے لیے فجور سے مانع ہو۔ خلاصہ جواب کا یہ ہوا کہ اگر تو پرہیز گار بھی ہے تب بھی میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں اور اگر پرہیز گار نہیں ہے بدکار ہے تب تو اللہ کی پناہ کی خواستگار بدرجہ اولیٰ ہوں۔

⑲ "قال" حضرت مریم علیہا السلام کو جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ "انّما انا رسول ربّک لاهب لک" نافع اور اہل

بصرہ کی یہی قرأت ہے "لیھب لک" تاکہ تجھے تیرے رب کی طرف سے ہبہ کروں۔ دوسرے قراء نے "لاھب لک" پڑھا ہے فعل کی نسبت رسول کی طرف کی ہے۔ اللہ کی طرف ہبہ کی نسبت اس لیے کی کیونکہ فرشتہ اللہ کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ "غلامًا زکیا" نیک صالح لڑکا جو گناہوں سے پاک ہے۔

⑳ "قالت" حضرت مریم علیہا السلام نے کہا "انّی" وہ کہاں سے آئے گا۔ "یکون لی غلام ولم یمسسنی بشرٌ" مجھے کسی بشر نے نہیں چھوا، یعنی میرا کوئی شوہر نہیں جس نے میری قربت کی ہو۔ "ولم اک بغیًا" اور نہ ہی میں گناہ گار عورت ہوں۔ حضرت مریم علیہا السلام کی مراد یہ تھی کہ لڑکے کا ہونا یا تو نکاح کی وجہ سے ہوتا ہے یا برے کام سے جبکہ یہاں دونوں نہیں۔

㉑ "قال" حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا "کذلک" بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اے مریم! (علیہا السلام) جس طرح آپ کہتی ہو اسی طرح ہوگا لیکن "قال ربک" تمہارے رب نے کہا "ھو علیّ ھیّن" کہ وہ بغیر باپ کے پیدا کرنا میرے لیے آسان ہے۔ "ولنجعلہ ایۃ" علامت بنادیں گے۔ "للنّاس" جو ہماری قدرت پر دلالت کرنے والی ہوگی۔ "ورحمۃ منا" اور نعمت بنادیں گے جو اس کے دین کی تابعداری کرے گا۔ "وکان" اور یہ کام "امرًا مقضیا" یہ فیصلہ ہو چکا اور لوح محفوظ میں لکھ دیا جاچکا نہ اس کام کو رد کیا جائے گا اور نہ ہی تبدیل کیا جائے گا۔

㉒ "فحملتہ" بعض حضرات کا قول ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کرتے کے گریبان کو چٹکی سے پکڑ کر کھینچا اور پھر گریبان پر پھونک ماردی، جب انہوں نے وہ کرتا پہنا تو وہ حاملہ ہوگئیں اور بعض نے کہا کہ حضرت مریم علیہا السلام کے دوپٹہ کو انگلی سے پکڑ کر کھینچا اور اس پر پھونک ماردی۔ بعض نے کہا کہ قمیص کی آستین میں پھونک ماردی۔ بعض نے کہا کہ حضرت مریم علیہا السلام کے منہ میں پھونک ماردی اور بعض حضرات نے کہا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دور سے ان کے گریبان میں پھونک ماردی۔ "فانتبذت بہ" جب وہ حاملہ ہوگئیں تو حمل کو لیے ہوئے گھر سے دور چلی گئیں۔ "مکانًا قصیا" اپنے گھر والوں سے دور ہوگئیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وادی بیت المقدس کے آخری حصے میں چلی گئیں تاکہ لوگ بدنام نہ کریں تہمت سے بچنے کے لیے وہ سب سے علیحدہ چلی گئیں۔ ان کے مدت حمل اور وضع حمل میں آئمہ کے مختلف اقوال ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حمل اور ولادت ایک ہی گھڑی میں ہوئی۔ بعض کا قول ہے کہ ان کی مدت حمل نو ماہ ہوئی جیسے عام عورتوں کی مدت حمل ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ آٹھ ماہ حمل کی مدت رہی۔ دوسری آیت میں ہے کہ کوئی بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں آٹھ ماہ زندہ نہیں رہتا۔ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ رہے، اتنی مدت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے پیٹ میں رہے اور پیدا ہوئے۔ بعض نے چھ ماہ کا قول نقل کیا ہے۔ مقاتل بن سلیمان کا قول ہے کہ وہ ایک ساعت میں حاملہ ہوئیں۔ دوسری ساعت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت بنی اور تیسری ساعت میں زوال کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوگئے۔ اس وقت حضرت مریم علیہا السلام کی عمر دس سال کی تھی اور حاملہ ہونے سے پہلے دوبار حیض ہو چکا تھا۔

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِىْٓ اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾

ترجمہ: پھر دردزہ کے مارے کھجور کے درخت کی طرف آئیں (گھبرا کر) کہنے لگیں کاش میں اس (حالت) سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور ایسی نیست و نابود ہو جاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی پس جبرئیل نے ان کی (اس) پائیں (مکان) سے ان کو پکارا کہ تم مغموم مت ہو تمہارے رب نے تمہاری پائیں میں ایک نہر پیدا کر دی ہے اور اس کھجور کے تنہ کو (پکڑ کر) اپنی طرف کو ہلاؤ اس سے تم پر خرمائے تر و تازہ جھڑیں گے پھر (اس پھل کو) کھاؤ اور (وہ پانی) پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو پھر اگر تم آدمیوں میں سے کسی کو بھی (اعتراض کرتا) دیکھو تو کہہ دینا کہ میں نے تو اللہ کے واسطے روزے کی منت مان رکھی ہے سو آج میں کسی آدمی سے نہیں بولوں گی پھر وہ ان کو گود میں لئے ہوئے اپنی قوم کے پاس لائیں لوگوں نے کہا اے مریم تم نے بڑے غضب کا کام کیا اے ہارون کی بہن تمہارے باپ کوئی برے آدمی نہ تھے اور نہ تمہاری ماں بدکار تھیں۔

تفسیر: ﴿٢٣﴾ "فاجاء ھا" درد ولادت نے ان کو مجبور کیا اور ان کو لے آیا۔ "المخاض" ولادت کا درد "الی جذع النخلة" یہ کھجور کا درخت صحرا میں سخت گرمی کی وجہ سے خشک کھڑا تھا اور اس پر کوئی پتہ وغیرہ نہیں تھا کہ جس سے سایہ حاصل کر سکیں اور بعض نے کہا کہ درد ان کو لے آیا، درخت کے ایک تنے کی طرف تا کہ وہ اس کے ساتھ سہارا بھی لگائیں اور اس سے پردہ بھی کریں۔ "قالت یالیتنی مت قبل ھذا" وہ موت کی تمنا کرنے لگیں، لوگوں سے حیا کرنے کی وجہ سے اور رُسوائی کے خوف سے "و کنت نسیا" حمزہ اور حفص نے (نسیا) نون کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس میں دونوں لغتیں ہیں جیسے وَتر اور وِتر، جَسر، جِسر، وہ چیز جو بھولی جا چکی ہو، لغت میں نسی وہ چیز جو پھینک دی گئی ہو اور حقیر ہونے کی وجہ سے ذکر کے قابل نہ ہو۔ "منسیا" چھوڑی ہو (بھولی بسری) ایسی چیز جو نہ پہچانی جائے اور نہ ہی اس کا تذکرہ کیا جائے۔ عکرمہ اور ضحاک کا قول ہے اور مجاہد کا قول ہے کہ مُردار جو پھینک دیا گیا ہو۔ بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کاش! میں پیدا ہی نہ ہوتی۔

﴿٢٤﴾ "فناداھا من تحتھا" ابو جعفر، نافع، حمزہ اور کسائی نے "من تحتھا" کے میم و تاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ حضرت مریم علیہا السلام ایک ٹیلہ پر تھیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام ٹیلے سے پیچھے نشیبی جانب سے حضرت مریم علیہا السلام کی بے صبری اور بے قراری سن کر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آواز لگائی غمگین نہ ہو۔

بعض حضرات نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آواز لگائی "الا تحزنی" یہ قول مجاہد اور حسن کا ہے۔ اول قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ یہی قول امام سدی، قتادہ، ضحاک کا بھی ہے اور ایک جماعت کا قول ہے کہ جب حضرت مریم علیہا السلام کی جزع فزع سنی۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آواز لگائی کہ غمگین نہ ہو۔ "قد جعل ربّک تحتک سریًا" والسری چھوٹی نہر کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ اگر تو حکم دے گی تو چشمہ جاری ہو جائے گا اور رُکنے کا حکم دے گی تو رُک جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پاؤں مارا جس سے شیریں پانی کا چشمہ برآمد ہو گیا اور بہنے لگا اور بعض حضرات نے کہا کہ وہاں پر خشک نہر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس نہر کو جاری کر دیا اور اس نہر کی وجہ سے خشک کھجور کا درخت تروتازہ ہو گیا اور پھل دار ہو گیا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سری تھے یعنی عالی قدر سردار تھے۔

㉕ "وهزی الیک" حضرت مریم علیہا السلام کو کہا گیا کہ وہ اس کو حرکت دیں۔ "بجذع النخلة" عرب کہتے ہیں کہ "هزه وهزّبه" جیسا کہ کہا جاتا ہے "حزّ رأسه و حزّ برأسه" اس نے سر ہلایا اور اس نے اپنے سر کو جھکایا۔ "تساقط علیک" تاء کے فتحہ کے ساتھ معروف قرأت ہے۔ تاء اور کاف کے فتحہ کے ساتھ اور سین کی تشدید کے ساتھ۔ یہ اصل میں "تتساقط" یہاں پر دو تائیں میں ادغام کیا۔ مطلب یہ ہوگا کہ اس کھجور کے تنہ کو ہلاؤ گی تو اس سے تر کھجوریں گریں گی۔ حمزہ نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور تاء کو حذف کیا ہے۔ حضرت حفص نے تاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور قاف کے کسرہ کے ساتھ تفاعل کے وزن پر اس صورت میں تساقط بمعنی "أسقط" کے ہوگا۔ اس میں تانیث نخلۃ کے مؤنث ہونے کی وجہ سے ہے۔ یعقوب نے (یساقط) پڑھا ہے یاء کی تشدید کے ساتھ اس صورت میں یہ جذع کی طرف راجع ہوگی۔ "رطبا جنیا" بمعنی "مجنیًا" کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا کہ جنی اس کو کہتے ہیں جو انتہائی درجہ تک پہنچ جائے۔ ربیع بن خیثم کا قول ہے۔

㉖ "فکلی واشربی" اے مریم! ان تر کھجوروں سے کھاؤ اور اس پانی کی نہر سے پیو۔ "وقری عینا" اس سے اپنے آپ کو خوش کر بعض نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "قرّ الله عینک" اللہ تیری آنکھ کو قرار دے۔ یعنی آنکھ کو صاف رکھے یا اللہ تیرے دل کو قرار دے خوش کرے اور خوش کن مناظر دکھائے۔ بعض نے کہا کہ تمہیں اللہ اس سے سلا دے۔ کہا جاتا ہے کہ "قرّ یقرّ اذاسکن" جب آنکھ سے خوشی کے آنسو نکلتے ہیں تو ٹھنڈے ہوتے ہیں اور غمی کے آنسو گرم ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اللہ نے ان کی آنکھ ٹھہرادی، یعنی سلا دیا۔ "فاما ترینّ من البشر أحدًا" اس پر نون تاکید داخل ہو گیا تو یاء کو کسرہ دے دیا۔ "التقاء ساکنین" کی وجہ سے۔ "فقولی انی نذرت للرحمٰن صومًا" اس سے مراد خاموش رہنا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ صوم لغت میں مطلق رکنے کو کہتے ہیں کھانے پینے اور کلام سے۔ سدی کا قول ہے کہ بنی اسرائیل میں جو لوگ زیادہ مجاہدہ کرتے تھے وہ جس طرح روزہ میں کھانا نہیں کھاتے تھے، کلام بھی کسی سے نہیں کرتے تھے

شام تک خاموش رہتے تھے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مریم کو یہ بات اشارہ سے کہنے کا حکم دیا تھا۔ بعض حضرات نے کہا کہ زبان سے صرف اتنی ہی بات کہنے کا اللہ کی طرف سے حکم ہوا تھا اس کے بعد خاموش رہنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ "فلن اکلم الیوم انسیًا" کہا جاتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام ملائکہ سے بات کرتی تھی انسان سے بات نہیں کرتی تھی۔

27 "فاتت به قومها تحمله" بعض نے کہا کہ ولادت کے بعد فوراً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُٹھائے قوم والوں کے پاس حضرت مریم علیہا السلام آئی تھیں۔ حضرت کلبی کا بیان ہے کہ یوسف نجار نے حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے عیسیٰ کو ایک غار میں لے جا کر رکھا تھا وہاں آپ چالیس دن تک رہیں جب ایام نفاس ختم ہوگئے تو عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر نکلیں، راستے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا، اماں تم کو بشارت ہو میں اللہ کا بندہ اور مسیح ہوں جب وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُٹھائے ہوئے قوم والوں کے پاس پہنچیں، وہ لوگ بڑے دیندار اور نیکوکار تھے۔ مریم علیہا السلام کے پاس بچے کو دیکھ کر اتنے رنجیدہ ہوئے کہ رو پڑے اور ان کے گھر والے صالحین میں سے تھے۔

"قالوا یا مریم لقد جئت شیئًا فریًّا" بڑا منکر کام۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ کلام ہو یا عمل جو بھی فائق یا عجیب ہو اس کو فریٌ کہا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: "فلم ارٰی عبقریا یفری فریة" کہ میں نے کوئی کامل حاذق ایسا نہیں دیکھا جو عمر کے عمل کی طرح عجیب تعجب آفریں عمل کرتا ہو۔

28 "یا اخت هارون" مراد اس سے حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دینا۔

یا اخت هارون سے کون مراد ہیں؟

قتادہ کا قول ہے کہ بنی اسرائیل میں ہارون بہت نیک صالح شخص تھا۔

روایت میں آتا ہے کہ جب یہ نیک صالح شخص مرا تو اس کے جنازے میں چالیس ہزار ہارون نام کے شامل ہوئے دوسرے لوگوں کے علاوہ۔ حضرت مریم علیہا السلام بھی بڑی عبادت گزار تھیں، نیکی اور عبادت کی وجہ سے ان لوگوں نے مریم علیہا السلام کو ہارون کی بہن کہہ دیا۔ نسبی بہن مراد نہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے "انّ المبذرین کانوا اخوان الشیاطین" فرمایا ہے اور فضول مال برباد کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا۔ یعنی شیطانوں کی طرح نہ کہ شیطان کا نسبی بھائی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں خراسان پہنچا تو اہل خراسان نے مجھ سے کہا کہ تم قرآن میں "یا اخت هارون" پڑھتے ہو حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام سے اتنا اتنا (یعنی بہت مدت) پہلے تھا۔ میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ اپنے انبیاء اور گزشتہ نیک لوگوں کے ناموں پر اپنا نام رکھتے تھے۔

کلبی کا بیان ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے علاتی بھائی کا نام ہارون تھا۔ بنی اسرائیل میں وہ بہت ہی بزرگ اور نیک آدمی تھا۔ سدی کا قول ہے کہ اخت ہارون کہنے سے ان کی مراد تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام

کی نسل میں سے ہونا۔ تمیم کے قبیلہ کے فرد کو اخو تمیم کہا جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک بڑا بد چلن آدمی تھا جس کا نام ہارون تھا۔ "ما کان ابوک" اس سے مراد حضرت عمران ہیں "امرأ سوء" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس کا معنی زانیا ہے "وما کانت امک" ماں سے مراد حضرت حنا ہیں "بغیا" اس سے مراد زانی ہے تو یہ بچہ کہاں سے لائی ہو۔

فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ ط قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ط اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾

ترجمہ پس مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کر دیا وہ لوگ کہنے لگے کہ بھلا ہم ایسے شخص سے کیونکر باتیں کریں جو ابھی گود میں بچہ ہی ہے خود بھی بات چیت کرتا ہو اور یہ بچہ بات چیت پر قادر نہیں اس سے کیا بات کریں وہ بچہ (خود ہی) بول اٹھا کہ میں اللہ کا (خاص) بندہ ہوں۔ اس نے مجھ کو کتاب (یعنی انجیل) دی اور اس نے مجھ کو نبی بنایا (یعنی بناوے گا)

تفسیر ⑳ "فاشارت" حضرت مریم علیہا السلام نے اشارہ کیا۔ "الیہ" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف تاکہ وہ کلام کریں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا تاکہ عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ان کی صداقت کی دلیل بن جائے۔ روایت میں آتا ہے جب حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا تو قوم والے غصہ ہونے لگے اور کہنے لگے کہ ایک تو تم نے جرم کیا اور دوسرا ہمارے ساتھ مذاق کر رہی ہو۔ پھر فرمایا "قالوا کیف نکلم من کان فی المهد صبیا" آپ کی گود میں کون ہے؟ مہد سے مراد گود ہے۔ کان بمعنی ھو کے ہے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ کان صلہ ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ بچہ گود میں کیسے کلام کرے گا۔ بعض جگہ آیا کہ کلام میں یہ زائد معنی کا اعتبار ہے، اس کا کوئی معنی نہیں۔ جیسا کہ ان کا قول "هل كنت الا بشرًا رسولًا" اس کا مطلب ہے "هل انا" کیا میں ہوں۔ سدی کا قول ہے کہ جب حضرت مریم علیہا السلام نے ان کا کلام سنا تو دودھ پینا چھوڑ دیا اور قوم کی طرف رُخ کر کے بول اُٹھے اور بعض روایات میں آتا ہے کہ جونہی حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا تو آپ نے فوراً منہ پستان سے ہٹالیا اور بائیں طرف کو ذرا سہارا لے کر قوم کی طرف متوجہ ہو کر دائیں ہاتھ سے اشارہ کیا۔

⑳ "قال انی عبداللہ" وہب نے کہا جب حضرت مریم کی قوم سے گفتگو ہو رہی تھی تو حضرت زکریا علیہ السلام آ گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا، اگر تجھے حکم دیا گیا ہے تو اپنی دلیل بیان کر اور بول اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول اُٹھے، اس وقت آپ چالیس دن کے تھے۔ حضرت مقاتل کا بیان ہے کہ پیدا ہوتے ہی آپ نے اپنی عبدیت کا اظہار کیا اور سب سے پہلے یہی کلام کیا تھا تاکہ لوگ آپ کو اللہ نہ سمجھنے لگیں۔

"اتانی الکتاب وجعلنی نبیا"، بعض حضرات نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم آپ کو عنقریب کتاب دیں گے اور آپ کو اپنا نبی منتخب کریں گے۔ بعض نے کہا کہ یہ وہ خبر ہے جو لوح محفوظ میں لکھی گئی ہے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب

دریافت کیا گیا کہ آپ نبی کب ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اس وقت نبی تھا جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ اکثر علماء کے نزدیک اس سے مراد انجیل ہے کہ بچپن میں ہی آپ کو انجیل عطا کردی گئی تھی جب کہ آپ مردانہ عقل کی حد تک پہنچے بھی نہ تھے اور حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ان کو تورات اس وقت عطا کی گئی تھی جب یہ اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے۔

وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمْتُ حَیًّا ﴿31﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿32﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ﴿33﴾ ذٰلِکَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْہِ یَمْتَرُوْنَ ﴿34﴾ مَا کَانَ لِلّٰہِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَہٗ اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ﴿35﴾ وَاِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿36﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَیْنِهِمْ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿37﴾

ترجمہ: اور مجھ کو برکت والا بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں اور اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں (دنیا میں) زندہ ہوں اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا اور اس نے مجھ کو سرکش بدبخت نہیں بنایا اور مجھ پر (اللہ کی جانب سے) سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مروں اور جس روز میں (قیامت میں) زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم میں بالکل سچی بات کہہ رہا ہوں جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ (کسی کو) اولاد اختیار کرے وہ (بالکل) پاک ہے وہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بس اس کو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو سو وہ ہو جاتا ہے اور بیشک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو (صرف) اسی کی عبادت کرو یہی (دین کا) سیدھا راستہ ہے سو (پھر بھی) مختلف گروہوں نے (اس بارے میں) باہم اختلاف ڈال دیا سو ان کافروں کیلئے ایک بڑے دن کے آنے سے بڑی خرابی (ہونے والی) ہے جس روز یہ لوگ (حساب وجزا کے لئے) ہمارے پاس آویں گے۔

تفسیر: 31 ”وجعلنی مبارکا اینما کنت“ جس طرف آپ متوجہ ہوں گے اس جانب کو ہم آپ کیلئے نافع بنادیں گے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس سے معلم خیر ہونا مراد ہے۔ عطاء نے کہا اللہ کی توحید و عبادت کی طرف بلانے والا۔ بعض نے کہا مجھے اللہ نے ان لوگوں کے لیے جو میری پیروی کریں مبارک بنایا ہے۔ ”واوصانی بالصلاۃ والزکاۃ“ مجھے ان دونوں کا حکم دیا گیا۔

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس مال نہیں تھا، پھر زکوٰۃ کا حکم کیسے دے دیا؟

جواب 1: بعض حضرات نے کہا کہ اگر آپ مالدار ہوتے تو پھر زکوٰۃ ہوگی۔

2 آپ کو زکوٰۃ کا حکم دیا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ اس کا حکم آگے جاری کریں۔ جو صاحب استطاعت ہوں وہ اپنی زکوٰۃ نکالیں۔ 3 بعض نے کہا زکوٰۃ سے مراد اس جگہ مالی زکوٰۃ نہیں بلکہ بکثرت بھلائی کرنا مراد ہے۔ ”ما دمت حیا“

32 "وبرًا بوالدتی" اور مجھے اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا بنا۔"ولم یجعلنی جبارًا شقیا" اور اپنے رب کا نافرمان نہ بنا اور بعض نے کہا کہ شقی وہ ہے جو گناہ تو کرے لیکن توبہ نہ کرے۔

33 "والسلام علیّ یوم ولدت" پیدائش کے وقت شیطان کی چونک سے محفوظ رہے۔"ویوم اموت" اور موت کے وقت شرک سے حفاظت کروں گا۔"ویوم ابعث حیًا" اور اُٹھائے جانے والے ہول سے حفاظت کروں گا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کلام کیا تو اس کلام کے بعد سب لوگ سمجھ گئے کہ مریم گناہ سے پاک ہیں۔ اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام خاموش ہو گئے اور اس عمر تک کوئی بات نہیں کی جس عمر تک معمولاً بچے بات نہیں کرتے۔

34 "ذلک عیسی بن مریم" زجاج کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا "أنی عبداللہ عیسی بن مریم"...... "قول الحق" ابن عامر عاصم، یعقوب نے لام کے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ نصب مصدر کی وجہ سے ہے۔ بعض نے کہا کہ اس نے حق کہا۔"الذی فیہ یمترون" اس کا معنی ہے اس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ کہنے والے نے کہا کہ نعوذ باللہ وہ اللہ کا بیٹا ہے اور بعض کہنے والوں نے کہا کہ وہ نعوذ باللہ اللہ ہے اور بعض نے نعوذ باللہ کہا کہ وہ ایک جادوگر ہے اور دوسرے قراء نے لام کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے، یعنی وہی حق ہے۔ قول کی اضافت حق کی طرف کر دی۔ جیسے کہا جاتا ہے "حق الیقین، وعد الصدق" اور بعض نے کہا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفت ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ برحق ہیں۔ وہ جس میں لوگ شک کرتے ہیں اور اس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور وہ اس کو ناحق سمجھتے تھے۔ پھر اپنے سے ولد کی نفی کرتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں:

35 "ما کان للہ أن یتخذ من ولد" اللہ کے لیے کسی طرح زیبا نہیں کہ وہ اپنے لیے کوئی اولاد اختیار کرے۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہ لام منقول ہے۔"ای ما کان اللہ أن یتخذ ولدًا"......"سبحانہ اذا قضی أمرًا" جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔"فانما یقول لہ کن فیکون"

36 "وان اللہ ربی وربکم" اہل حجاز اور ابوعمرو نے "ان اللہ" الف کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں یہ ماقبل جملہ کی طرف لوٹے گا۔"و اوصانی بالصلوٰۃ والزکاۃ" اور اس وجہ سے کہ اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ اہل شام کوفہ، یعقوب نے الف کے کسرہ کے ساتھ جملہ مستانفہ نقل کیا ہے۔"فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم"

37 "فاختلف الاحزاب من بینھم" اس سے مراد یہودی و عیسائی یا نصاریٰ کے تینوں فرقے مراد ہیں۔ عیسائیوں کے تین بڑے فرقے ہو گئے۔ نسطوریہ، ملکانیہ، یعقوبیہ۔"فویل للذین کفروا من مشھد یوم عظیم" یوم سے قیامت کا دن مراد ہے۔

اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿38﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿39﴾

ترجمہ: کیسے شنوا اور بینا ہو جاویں گے لیکن یہ ظالم آج (دنیا میں کیسی) صریح غلطی میں ہیں اور آپ ان لوگوں کو

جائے گا۔ تا کہ اس کو معلوم ہو جائے کہ اگر وہ نیکی کرتا (تو اس کو یہ ملتا) اس کو اس پر حسرت ہوگی۔

حضرت یحییٰ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اُبی سے کہا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر مرنے والے کو پشیمانی ضرور ہوگی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا پشیمانی کیسی؟ فرمایا اگر نیکوکار ہوگا تو اس کو اس بات کی پشیمانی ہوگی کہ اس نے اس سے زیادہ نیکی کیوں نہیں کی اور بدکار کو اس بات کی پشیمانی ہوگی کہ وہ بدکاری سے باز کیوں نہ رہے۔ "وھم فی غفلة" آخرت میں ان سے جو معاملہ کیا جائے گا اس کی طرف سے بھی غافل ہیں۔ "وھم لا یؤمنون" اس کی تصدیق نہیں کرتے۔

اِنَّا نَحۡنُ نَرِثُ الۡاَرۡضَ وَمَنۡ عَلَیۡهَا وَاِلَیۡنَا یُرۡجَعُوۡنَ ⑩ وَاذۡكُرۡ فِی الۡكِتٰبِ اِبۡرٰهِیۡمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا ⑪ اِذۡ قَالَ لِاَبِیۡهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا یَسۡمَعُ وَلَا یُبۡصِرُ وَلَا یُغۡنِیۡ عَنۡكَ شَیۡـًٔا ⑫ یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡ قَدۡ جَآءَنِیۡ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَمۡ یَاۡتِكَ فَاتَّبِعۡنِیۡۤ اَهۡدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا ⑬ یٰۤاَبَتِ لَا تَعۡبُدِ الشَّیۡطٰنَ ۬ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ عَصِیًّا ⑭ یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ فَتَكُوۡنَ لِلشَّیۡطٰنِ وَلِیًّا ⑮ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنۡتَ عَنۡ اٰلِهَتِیۡ یٰۤاِبۡرٰهِیۡمُ ۚ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهِ لَاَرۡجُمَنَّكَ وَاهۡجُرۡنِیۡ مَلِیًّا ⑯

ترجمہ تمام زمین اور زمین کے رہنے والوں کے ہم ہی وارث (یعنی آخر مالک) رہ جاویں گے اور یہ سب ہمارے پاس لوٹائے جاویں گے اور اس کتاب میں ابراہیمؑ کا (قصہ) ذکر کیجئے وہ بڑے راستی والے اور پیغمبر تھے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے (جو کہ مشرک تھا) کہا اے میرے باپ تم ایسی چیز کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ کچھ سنے اور نہ کچھ دیکھے اور نہ تمہارے کچھ کام آسکے اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم پہنچا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا تو تم میرے کہنے پر چلو تم کو میں سیدھا رستہ بتلاؤں گا اے میرے باپ تم شیطان کی پرستش مت کرو بیشک شیطان رحمٰن کا نافرمانی کرنے والا ہے اے میرے باپ میں اندیشہ کرتا ہوں کہ تم پر رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب نہ آپڑے پھر تم (عذاب میں) شیطان کے ساتھی ہو جاؤ باپ نے جواب دیا کہ تم میرے معبودوں سے پھرے ہوئے ہو اے ابراہیمؑ اگر تم باز نہ آئے تو میں ضرور تم کو مارے پتھروں کے سنگسار کردوں گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مجھ سے برکنار رہو۔

تفسیر ⑩ "انا نحن نرث الارض ومن علیھا" جب زمین میں رہنے والے سب کو موت دی جائے گی اور سب کو ہلاک کر دیا جائے گا اللہ رب العزت اکیلے رہ جائیں گے جس طرح مورث کے مرنے کے بعد وارث رہ جاتا ہے۔ "والینا یرجعون" ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیں گے۔

⑪ "واذکر فی الکتاب ابراھیم انه کان صدیقا نبیًا" صدیق کہا جاتا ہے جو بہت سچ بولنے والا ہو اور اس پر وہ قائم ہو۔ بعض نے کہا کہ صدیق اس کو کہا جاتا ہے جو اللہ کی وحدانیت اور انبیاء اور رسولوں کی تصدیق کرتا ہو اور قیامت پر بھی ایمان رکھتا ہو اور

جن امور کے کرنے کا حکم دیا ہے اس کو بجالائے ، وہ صدیق ہے ، نبی وہ ہوتا ہے جس کو براہ راست اللہ کی طرف سے خبر دی جاتی ہے۔

㊷ "اذ قال" جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا "لابیہ" اپنے والد آذر سے جو بتوں کی پوجا کرتے تھے "یا ابت لم تعبد مالا یسمع" جو آواز نہیں سنتے۔ "و لا یبصر" اور کوئی چیز نہیں دیکھتے۔ "و لا یغنی عنک" نہ وہ ان کو کفایت کرے۔ "شیئاً"

㊸ "یاابت انی قد جاء نی من العلم" اللہ کی ذات وصفات کا جو علم مجھے ملا ہے "مالم یأتک فاتبعنی" میرے دین پر "اھدک صراطًا سویا" اس سے صراط مستقیم مراد ہے۔

㊹ "یا ابت لاتعبدالشیطان" آپ شیطان کی پیروی نہ کریں کیونکہ وہ آپ کے سامنے کفر وشرک کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ "ان الشیطان کان للرحمٰن عصیا" اس سے مراد نافرمان ہے۔ کان حال کے معنی میں ہے یعنی وہ اسی طرح ہے۔

㊺ "یا ابت انی أخاف" میں جانتا ہوں۔ "أن یمسک" آپ کو پہنچ جائے۔ "عذاب من الرحمٰن" اگر آپ کفر پر قائم رہیں۔ "فتکون للشیطان ولیا" وہ دوزخ میں ساتھی ہوگا۔

㊻ "قال" ان کے والد نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جواب دیتے ہوئے عرض کیا: "اراغب أنت عن الھتی یا ابراھیم لئن لم تنتہ" اگر تو میرے لیے خاموش نہ ہوا اور میرے معبودوں کے عیوب کا تذکرہ کیا یا ان کو برا بھلا کہا "لارجمنک" کلبی مقاتل اور ضحاک کا قول ہے کہ میں تجھے گالیاں دوں گا اور سخت سست کہوں گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ تجھے بہت سخت ماروں گا۔ حسن کا قول ہے کہ میں تمہیں پتھروں سے زخمی کر دوں گا۔ "واھجرنی ملیا" کلبی کا بیان ہے کہ مجھ سے الگ ہو جاؤ طویل مدت تک۔ مجاہد اور عکرمہ رحمہما اللہ کا قول ہے کہ ملیا کا ترجمہ ہے وقت، سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے ہمیشہ، اس کا اصل معنی ہے ٹھہرنا اور اسی لیے کہا جاتا ہے "تملیت حینًا" ملوان کہا جاتا ہے دن ورات۔ قتادہ اور عطاء کا قول ہے صحیح سالم الگ ہو جا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ میرے پاس سے صحیح سالم چلا جا ورنہ تجھے میری طرف سے دُکھ پہنچے گا۔

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيۡكَ سَاَسۡتَغۡفِرُ لَكَ رَبِّىۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِىۡ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَاَعۡتَزِلُكُمۡ وَمَا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَاَدۡعُوۡا رَبِّىۡ عَسٰٓى اَلَّاۤ اَكُوۡنَ بِدُعَآءِ رَبِّىۡ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعۡتَزَلَهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلۡنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبۡنَا لَهُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِنَا وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ لِسَانَ صِدۡقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾ وَاذۡكُرۡ فِى الۡـكِتٰبِ مُوۡسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ مُخۡلَصًا وَّكَانَ رَسُوۡلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيۡنٰهُ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ الۡاَيۡمَنِ وَقَرَّبۡنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾

ترجمہ: ابراہیم نے کہا میرا سلام لو تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت کی (اس طرح) درخواست کروں گا بیشک، وہ مجھ پر بہت مہربان ہے اور میں تم لوگوں سے اور جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کر رہے ہو ان سے کنارہ کرتا ہوں اور (علیحدہ ہو کر اطمینان سے) اپنے رب کی عبادت کروں گا امید ہے کہ اپنے رب کی عبادت کر کے محروم نہ رہوں گا۔

پس جب ان لوگوں سے اور جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے ان سے علیحدہ ہوگئے (تو) ہم نے ان کو اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا فرمادیا اور ہم نے (ان دونوں میں) ہر ایک کو نبی بنایا اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت کا حصہ دیا اور (آئندہ نسلوں میں) ہم نے ان کا نام نیک اور بلند کیا اور اس کتاب میں موسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر کیجئے وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے خاص کیے ہوئے (بندے تھے اور وہ رسول بھی تھے نبی بھی تھے اور ہم نے ان کو کوہ طور کی داہنی جانب سے آواز دی اور ہم نے ان کو راز کی باتیں کرنے کے لئے مقرب بنایا۔

تفسیر 47 "قال سلام علیک" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کو مجھ سے سلامتی ہو میں آپ کو کوئی ناپسندیدہ امر (جس سے آپ کو تکلیف ہو) نہیں پہنچاؤں گا۔ یہ اس لیے فرمایا کہ ان کو اس وقت ان کے کفر کی وجہ سے قتال کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہ جدائی اور مفارقت کا سلام تھا۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہ سلام نیکی اور لطف کا تھا۔ یہ جواب حلم ہے جو بے وقوف کو دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلامًا"...... "سأستغفر لک ربّی" اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں اللہ سے مشرک باپ کی مغفرت کی دُعا کروں گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ میں اپنے رب سے دُعا کروں گا کہ وہ آپ کو شرک و کفر سے توبہ کرنے اور اسلام و ایمان اختیار کرنے کی توفیق دے جو امر موجب مغفرت ہو اس کے حاصل ہونے کی توفیق ملنے کی دُعاء مشرک کے لیے کی جاسکتی ہے۔ "انه كان بی حفیا" وہ مجھ پر بڑی مہربانیاں اور کرم کرنے والا ہے۔ کلبی کا قول ہے کہ وہ عالم ہے میری دُعاء کو جانتا اور قبول فرماتا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس نے مجھے دُعاء کا عادی بنادیا ہے۔

48 "وأعتزلكم وما تدعون من دون الله" میں کنارہ کشی کرتا ہوں ان معبودوں کی جن کی تم پوجا کرتے ہو۔ مقاتل کا بیان ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے جدائی اختیار کرکے ارض مقدسہ کی طرف چلے گئے۔ "وادعوا ربّی" کہ میں اپنے رب کی عبادت کروں گا۔ "عسى أن لا اكون بدعاء ربی شقيا" جس طرح تم اپنے بتوں کی پوجا کرکے اور ان کو پکارنے کے بعد بھی ناکام رہتے ہو اس طرح میں اپنے رب کو پکار کر اور اس کی عبادت کرکے نامراد نہیں رہوں گا۔ بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اُمید ہے کہ جب میں اس سے دُعاء کروں تو وہ میری دُعاء قبول کرے گا اور تمہارے معبود تمہاری دعا قبول نہیں کرتے۔

49 "فلما اعتزلهم وما يعبدون من دون الله" وہ یہاں سے ہجرت کرکے چلے گئے۔

50 "ووهبنا لهم من رحمتنا" ہمیں انعام دیا۔ کلبی کے نزدیک رحمت سے مال اور عزت مند اولاد مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ کتاب و نبوت مراد ہے۔

"وجعلنا لهم لسان صدق عليا" یعنی وہ باتیں جن کی تمام مذاہب والے تعریف کرتے ہیں اور ان پر فخر کرتے ہیں ان کی ایسی خوبیاں ہیں جو امتداد زمانہ کے باوجود پوشیدہ نہیں ہیں۔

51 "واذكر في الكتاب موسى انه كان مخلصا" اللہ عزوجل کی خالص عبادت جس میں کسی قسم کا کوئی دکھاوا نہ ہو۔ اہل کوفہ نے "مخلصاً" لام کے فتحہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو کسی داغ وغیرہ سے خالص کردیں گے۔ "وكان رسولاً نبیاً"

(52)"ونادیناہ من جانب الطور الایمن" وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دائیں جانب تھا، مصر اور مدین کے درمیان ایک پہاڑ تھا جس کو طور کہا جاتا ہے۔ بعض علماء نے اس پہاڑ کا نام زبیر کہا ہے۔ حضرت موسیٰ مدین سے واپس آرہے تھے۔ مصر کی طرف جانے کا ارادہ تھا، دور سے آپ نے آگ روشن دیکھی اور ندا آئی "یا موسیٰ انّی انا اللّٰہ رب العالمین"......"وقربناہ نجیّا" ان کے ساتھ مناجات کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے معنی اس کا یہ ہے کہ اس کو قریب کیا اور ان کے ساتھ کلام کیا۔ تقرب کا معنی ہے کہ اس کا کلام انہوں نے سنا اور بعض نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اتنے مقرب ہوئے کہ قلم سے لکھنے کی آوازیں آئیں۔

وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا (53) وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا (54) وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا (55) وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (56) وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (57)

ترجمہ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر عطا کیا اور اس کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کیجئے بلاشبہ وہ وعدے کے (بڑے) سچے تھے اور وہ رسول بھی تھے نبی بھی تھے اور اپنے متعلقین کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے رہتے تھے اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے اور اس کتاب میں ادریسؑ کا بھی ذکر کیجئے بیشک وہ بڑے راستی والے نبی تھے اور ہم نے ان کو (کمالات میں) بلند مرتبہ تک پہنچایا۔

تفسیر (53)"ووھبنا لہ من رحمتنا أخاہ ھارون نبیًّا" جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دُعاء کی اور کہا "واجعل لی وزیرًا من اھلی ھارون أخی" اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا سن لی اور ان کو حضرت ہارون علیہ السلام عطا کیے اور اسی وجہ سے ان کو ہبہ کیے گئے تھے۔

(54)"واذکر فی الکتاب اسماعیل" اس سے حضرت اسماعیل علیہ السلام مراد ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں۔ "انہ کان صادق الوعد" مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ آپ وعدے کے سچے تھے جب بھی کوئی وعدہ کرتے اس کو پورا کرتے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ حضرت اسماعیل نے ایک شخص سے وعدہ کیا کہ جب تک تو واپس نہیں آئے گا میں اس جگہ سے نہیں ہٹوں گا، وہ شخص تین روز میں یا بر قول کلبی سال کے بعد واپس آیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس جگہ منتظر پایا۔ "وکان رسولاً" جرہم قبیلے کی طرف بھیجا گیا تھا۔ "نبیًّا" اللہ عزوجل نے اس کی خبر دی۔

(55)"وکان یامر أھلہ" انہوں نے اپنی قوم کو حکم دیا۔ بعض نے کہا کہ آپ نے اپنے اہل وعیال اور پوری اُمت کو حکم دیا۔ "بالصلاۃ والزکاۃ" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو شریعت فرض کی ہے اور جس کی تعمیل اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام پر فرض کی تھی اور وہی ملت حنفیہ ہم پر بھی فرض ہے۔ "وکان عند ربہ مرضیا" اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم اور اعمال وافعال کی استقامت کے پابند تھے۔ اس لیے اللہ ان سے راضی تھا۔

⑯"واذكر في الكتاب ادريس" یہ حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا تھے۔ ان کا نام اخنوح تھا۔ کتب کے زیادہ پڑھنے کی وجہ سے ان کا نام ادریس پڑ گیا۔ حضرت ادریس علیہ السلام قلم سے لکھنے اور کپڑے سینے اور سلا ہوا کپڑا پہننے کے موجد ہیں۔ آپ سے پہلے لوگ کھالوں کو بطور لباس استعمال کرتے تھے۔ آپ ہی نے سب سے پہلے ہتھیار بنائے اور کافروں سے جنگ کی۔ علم نجوم اور اس کے حساب کے بھی آپ ہی موجد تھے۔"انه كان صديقًا نبيًّا"

مکانًا علیًّا کی مختلف تفسیریں

⑰"ورفعناه مكانًا عليًّا" اس سے مراد جنت ہے اور بعض حضرات کے نزدیک دُنیا میں بلند مرتبہ کا حاصل ہو جانا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد چوتھے آسمان پر اُٹھایا گیا یہ ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا تھا۔ یہ حدیث سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ نجم میں بیان کر دی گئی۔

کعب احبار کا بیان ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام ایک روز دن بھر چلے اور دھوپ کی تیزی اور تپش سے آپ کو تکلیف ہوئی۔ بارگاہ الٰہی میں عرض کیا، میرے رب ایک روز دھوپ کی تپش میں چلنے سے مجھے اتنی تکلیف ہوئی، پانچ سو برس کی مسافت جو ایک دن میں چلنے پر مجبور ہو اس کی کیا حالت ہوگی؟ اے میرے رب! اس سورج کی گرمی ہلکی کر دے اور جو فرشتہ اس کو چلاتا ہے اس کا بار کم کر دے۔ دوسری صبح کو فرشتہ کو محسوس ہوا کہ سورج میں گرمی ہلکی ہوگئی جو روز کے معمول کے خلاف تھی۔ عرض کیا اے میرے رب! تیرے اس حکم (تخفیف) کی کیا وجہ ہے؟ اللہ نے فرمایا، میرے بندے ادریس نے درخواست کی تھی کہ میں سورج کی گرمی کم کر کے تیرے اوپر سے اس کا بار ہلکا کر دوں، میں نے اس کی دُعا قبول کر لی، فرشتہ نے عرض کیا، پروردگار! میری اس سے دوستی کرا دے، اللہ نے اجازت دے دی، آفتابی فرشتہ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس آیا۔ ادریس علیہ السلام نے اس سے دریافت کیا اور کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو بڑا معزز فرشتہ ہے اور ملک الموت کے پاس تیری بڑی عزت ہے تو ملک الموت سے میری سفارش کر دے کہ وہ میری موت میں کچھ مدت ڈھیل کر دے تاکہ میں اللہ کے شکر و عبادت میں مزید اضافہ کر سکوں۔ فرشتے نے کہا آئی ہوئی اجل کو تو اللہ کسی کے لیے نہیں ٹالتا۔ بہرحال میں ملک الموت سے کہوں گا۔ اس کے بعد آفتابی فرشتہ ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھا کر لے گیا اور طلوع آفتاب کے مقام کے قریب ان کو ٹھہرایا۔ پھر ملک الموت سے جا کر کہا، میرا آپ سے ایک کام ہے بنی آدم میں سے میرا ایک دوست ہے جس نے مجھ سے سفارش کرائی ہے کہ آپ اس کی موت کو کچھ پیچھے کر دیں۔

ملک الموت نے کہا مجھے اس کا اختیار نہیں، ہاں اگر تم چاہتے ہو تو اتنا کر سکتا ہوں کہ اس کو اس کے مرنے کی اطلاع پہلے سے دے دوں تاکہ وہ پہلے سے تیاری کر لے۔ آفتابی فرشتے نے کہا اچھا ملک الموت نے اپنے رجسٹر میں ادریس علیہ السلام کا نام دیکھا، دیکھ کر بولا، آپ نے مجھ سے ایسے شخص کے متعلق گفتگو کی ہے جو میرے خیال میں آئندہ کبھی نہیں مرے گا (کیونکہ اس کا

نام زندوں کے اس رجسٹر میں نہیں ہے جو مرنے والے ہیں) آفتابی فرشتے نے کہا یہ کیسے ملک الموت نے کہا، میں نے اپنے رجسٹر میں یہ بات پائی کہ وہ آدمی طلوع آفتاب کے قریب مرے گا (چنانچہ وہ مر گیا اب زندہ نہیں ہے) آفتابی فرشتے نے کہا میں جو آپ کے پاس آیا ہوں تو اس کو چھوڑ کر آیا ہوں ملک الموت نے کہا اب جا کر دیکھو تم اس کو مردہ پاؤ گے اس کی زندگی کا کوئی حصہ باقی نہیں ہے، فرشتے نے جا کر دیکھا تو ادریس علیہ السلام کو مردہ پایا۔

آسمان پر کون سے انبیاء زندہ ہیں

وہب بن منبہ نے کہا آسمان پر ادریس علیہ السلام زندہ ہیں یا مردہ علماء کے اقوال اس کے متعلق مختلف ہیں۔ایک جماعت نے کہا وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں اور صرف وہی ہی نہیں بلکہ چار انبیاء زندہ ہیں خضر اور الیاس زمین پر اور ادریس وعیسیٰ علیہم السلام آسمان پر۔وہب نے بیان کیا آسمان پر روزانہ ادریس علیہ السلام کی اتنی عبادت پہنچتی تھی جتنی ساری زمین کے باشندوں کی، فرشتوں کو اس پر تعجب ہوا اور ملک الموت کو ادریس علیہ السلام سے ملنے کا شوق ہوا اور اللہ سے اجازت لے کر وہ ادریس علیہ السلام کی ملاقات کو آدمی کی شکل میں آیا۔ادریس علیہ السلام ہمیشہ روزے رکھتے تھے جب افطار کا وقت آیا تو ملک الموت کو بھی انہوں نے کھانے پر بلایا، ملک الموت نے کھانے سے انکار کر دیا، تین روز ایسا ہی ہوتا رہا، اب ادریس علیہ السلام کو ملک الموت کا انکار نا گوار ہوا اور تیسری شب کو ملک الموت سے پوچھا میں جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کون ہیں؟

ملک الموت نے کہا میں موت کا فرشتہ ہوں، اپنے رب سے آپ کے ساتھ رہنے کی اجازت لے کر آیا ہوں۔ادریس علیہ السلام نے کہا میرا آپ سے ایک کام ہے، ملک الموت نے کہا کیا کام ہے؟ ادریس علیہ السلام نے کہا کہ آپ میری روح قبض کر لو، فرشتے نے روح قبض کر لی، پھر تھوڑی دیر کے بعد اللہ نے روح واپس کر دی۔ملک الموت نے پوچھا، آپ نے جو روح قبض کرنے کی درخواست کی تھی اس کی غرض کیا تھی؟ ادریس علیہ السلام نے کہا میں موت کی تکلیف اور گہرائی کا مزہ چکھنا چاہتا تھا (بالکل مر جانا میرا مقصد نہیں تھا) تا کہ موت کے لیے میری قابلیت زیادہ قوی ہو جائے (یعنی آئندہ جب مجھ پر موت آئے تو میرے اندر اس کی تکلیف اُٹھانے کی صلاحیت کامل ہو اور کیفیت موت سے میں آشنا ہو چکا ہوں) اس کے بعد حضرت ادریس علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا میرا آپ سے ایک کام اور ہے، ملک الموت نے پوچھا وہ کیا ہے؟

ادریس علیہ السلام نے کہا آپ مجھے آسمان پر لے جائیں تا کہ میں وہاں کے احوال دیکھ لوں اور جنت ودوزخ کی طرف بھی لے جائیں۔اللہ نے ملک الموت کو ادریس علیہ السلام کی درخواست پوری کرنے کی اجازت دے دی۔چنانچہ ملک الموت ادریس علیہ السلام کو لے گئے، دوزخ پر پہنچے تو ادریس علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا، آپ مالک (دوزخ کے داروغے) سے کہہ کر دوزخ کے دروازے کھلوا دیجئے کہ میں (اندر جا کر اور) اتر کر دیکھ لوں؟ ملک الموت نے ایسا ہی کر دیا۔ادریس علیہ السلام نے کہا دوزخ تو آپ نے دکھا دی اب جنت بھی دکھا دیجئے؟ ملک الموت جنت کی طرف لے گئے اور جنت کے

دروازے کھلوا کر اندر لے گئے، اندر پہنچ گئے تو فرشتے نے کہا اب یہاں سے باہر نکلو اور اپنی اصلی قرار گاہ پر واپس جاؤ، ادریس علیہ السلام ایک درخت کی ٹہنی پکڑ کر چمٹ گئے اور بولے اب میں یہاں سے باہر نہیں جاؤں گا (دونوں میں گفتگو کا ردّ و بدل ہونے لگا) اللہ نے فیصلہ کرنے کے لیے ایک فرشتہ کو بھیجا۔

فرشتے نے آ کر ادریس علیہ السلام سے پوچھا، آپ باہر کیوں نہیں جاتے؟ ادریس علیہ السلام نے جواب دیا وجہ یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے ہر شخص موت کا مزہ چکھنے والا ہے، میں موت کا مزہ چکھ چکا اور اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تم میں سے ہر شخص دوزخ میں ضرور اُترے گا تو میں دوزخ میں اُتر چکا اور اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ جنت سے باہر کبھی نہیں نکالیں گے اس لیے میں اب نہیں نکلوں گا۔ اللہ نے ملک الموت کے پاس وحی بھیجی، میری اجازت سے یہ جنت میں داخل ہوا اور میری اجازت (حکم) سے باہر نکلے گا (تم نکالنے کی کوشش مت کرو) یہی وجہ ہے کہ ادریس علیہ السلام وہاں زندہ ہیں۔ "وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا" کی یہی تشریح ہے۔

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا (آیت سجدہ) ۵۸

ترجمہ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے (خاص) انعام فرمایا ہے منجملہ (دیگر) انبیاء کے آدمؑ کی نسل سے اور ان کی نسل سے جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کی نسل سے اور (یہ سب حضرات) ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت فرمائی اور ان کو مقبول بنایا جب ان کے سامنے (حضرت) رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے (زمین پر) گر جاتے تھے۔

تفسیر ۵۸ "اولئک الذین أنعم اللّٰہ علیھم من النّبیین من ذریۃ آدم" یعنی حضرت ادریس اور حضرت نوح علیہما السلام "وممن حملنا مع نوح" میری ذریت جو میرے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے خصوصاً خود نوح علیہ السلام کی نسل سے جیسے ابراہیم واسرائیل جو سام بن نوح کی نسل سے تھے۔

"ومن ذریۃ ابراھیم" اس سے مراد حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق علیہما السلام اور یعقوب علیہ السلام ہیں۔ "واسرائیل" اسرائیل کی اولاد میں سے موسیٰ، ہارون علیہما السلام، زکریا اور یحییٰ علیہما السلام ہیں۔ "وممن ھدینا واجتبینا" یہ وہ شخصیات ہیں جن کو ہم نے چنا اور ہم نے ان کو اعزاز نبوت سے نوازا۔

"اذا تتلٰی علیھم آیات الرحمٰن خروا سجدًا وبکیا" سجداً ساجد کی جمع ہے اور "بکیا" جمع ہے "باکٍ" کی۔ اللہ کی رحمت کی طلب میں سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور عذاب کے ڈر سے روتے ہیں۔

فَخَلَفَ مِنْ م بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿59﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ﴿60﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ط اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿61﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ط وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿62﴾

ترجمہ پھران کے بعد (بعضے) ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا اور (نفسانی ناجائز) خواہشوں کی پیروی کی سو یہ لوگ عنقریب (آخرت میں) خرابی دیکھیں گے ہاں مگر جس نے توبہ کرلی۔ اور ایمان لے آیا اور نیک کام کرنے لگا سو یہ لوگ جنت میں جاویں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جاوے گا وہ ہمیشہ رہنے کے باغ جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے (اور) اس کے وعدے کی ہوئی چیز کو یہ لوگ ضرور پہنچیں گے اس (جنت) میں وہ لوگ کوئی فضول بات نہ سننے پاویں گے بجز سلام کے اور ان کو ان کا کھانا صبح وشام ملا کرے گا۔

تفسیر ﴿59﴾ "**فخلف من بعدھم خلف**" پھر ان مذکورہ انبیاء کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوں گے، برے لوگ آئیں گے "خلف" لام کے فتحہ کے ساتھ اچھا جانشین اور لام کے جزم کے ساتھ برا جانشین مراد ہے۔ سدی کا قول ہے اس سے مراد یہودی ہیں۔ مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ کا بیان ہے کہ اس اُمت کے لوگ ہیں۔ "**اضاعوا الصلٰوۃ**" جنہوں نے فرض نماز چھوڑ دی تھی۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے، نماز وقت کو ٹال کر پڑھی۔ سعید بن مسیب نے اس کی تشریح میں فرمایا کہ ظہر کی نماز عصر کی نماز آنے سے پہلے نہ پڑھی جائے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھی جائے جب سورج غروب ہونے لگے۔ "**واتبعوا الشھوات**" اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور شراب پی۔ انہوں نے اپنی خواہش نفس کا اتباع کیا اور اللہ کی اطاعت سے منہ موڑا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس قوم کا ظہور آخری زمانہ میں ہوگا۔

غیًّا کی تفسیر

"**فسوف یلقون غیًّا**" وہب بن منبہ کا قول ہے کہ غی جہنم کے اندر ایک بہت گہری وادی کا نام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جہنم کے اندر ایک ایسی وادی ہے کہ جہنم بھی اس کی گرمی سے پناہ مانگتی ہے۔ عادی زناکاروں کے لیے، دوامی شراب خوروں کے لیے اور ان سود خوروں کے لیے جو سود خوری سے باز نہیں آتے اور ماں باپ کی نافرمانی کرنے والوں کے لیے اور جھوٹے گواہوں کے لیے اس کو تیار کیا گیا ہے۔ ابن مردویہ نے یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے مرفوعاً نقل کی ہے۔ بغوی نے عطاء کا قول نقل کیا ہے کہ غی جہنم کے اندر ایک وادی ہے جس کے اندر بجائے پانی کے پیپ اور خون بہتا ہے۔ کعب نے کہا غی جہنم کے اندر ایک بہت ہی گہری اور گرم ترین وادی ہے جس کے اندر ایک کنواں ہے

کنویں کو بہیم کہا جاتا ہے۔ دوزخ کی آگ جب کچھ بجھنے لگتی ہے تو اس کنویں کا منہ کھول دیا جاتا ہے جس کی آگ سے دوزخ پھر بھڑ کنے لگتی ہے۔ بغوی نے بروایت زکریا بن ابومریم خزاعی بیان کیا کہ حضرت ابوامامہ باہلی نے فرمایا، جہنم کے بالائی کنارہ سے گہرائی تک اتنی دوری ہے کہ موٹی دس ماہ عظیم الجثہ اونٹنیوں کے برابر اگر کوئی پتھر یا چٹان اوپر سے نیچے کو لڑھکائی جائے تو ستر برس کی مسافت طے کر کے نیچے پہنچے۔ یہ سن کر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کے آزاد کردہ غلام نے دریافت کیا حضرت کیا اس کے نیچے بھی کچھ ہے؟ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں غی اور اثام ہے۔

ضحاک نے کہا کہ اس سے مراد گمراہی اور خسارہ ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد ہلاکت ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد عذاب ہے۔ "**فسوف یلقون غیا**" اس کا معنی یہ نہیں کہ فقط وہ دیکھیں بلکہ معنی یہ ہے کہ اجتماع ملابست ہے رؤیت کے ساتھ ساتھ۔

⑥⓪ "**الا من تاب و امن وعمل صالحا فاولئک یدخلون الجنة ولا یظلمون شیئا**"

⑥① "**جنات عدن التی وعد الرحمٰن عبادہ بالغیب**" جوانہوں نے نہیں دیکھی۔ "**انہ کان وعدہ ماتیا**" مفعول بمعنی فاعل کے ہے۔ یہاں اتیاذ کرنہیں کیا کیوں کہ جو آتا ہے وہ پہنچ ہی جاتا ہے۔ عرب کے ہاں بھی کہنے والے کا قول کے اعتبار میں کوئی فرق نہیں جیسے کوئی کہے "**اتت علیّ خمسون سنة**" اور اس قول کے درمیان کہ وہ کہے "**اتیت علی خمسین سنة**" کہ مجھ پر پچاس سال گزر گئے یا میں پچاس سال پر گزر گیا اور اس طرح کوئی کہے "**وصل الی الخیر ووصلت الی الخیر**" ابن جریر کا قول ہے کہ وعدہ کا معنی ہے موعود پورا کیا ہوا اور وہ جنت ہے جس میں اولیاء اور فرمانبردار ضرور آئیں گے۔

⑥② "**لایسمعون فیھا**" اس جنت میں نہیں سنیں گے۔ "**لغوا**" باطل فحش لغو کلام۔ مقاتل کا بیان ہے وہ جھوٹی بات نہیں سنیں گے۔ "**الا سلاما**" غیر جنس سے استثناء ہے۔ صرف جنت میں سلام ہی سنیں گے ان کا قول سلام ہی ہوگا۔ سلام خیر کے لیے جامع نام ہے کیونکہ یہ سلامتی کو متضمن ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ جنتی لوگ گناہ کی کوئی بات نہیں سنیں گے بلکہ وہ سنیں گے جو ان کو سلام کریں گے۔ وہ اللہ کی طرف فرشتوں کی طرف سے اور باہم ایک دوسرے کی طرف سے سلام کی آواز سنیں گے۔ "**ولھم رزقھم فیھا بکرة وعشیا**" بعض اہل تفسیر کا قول ہے کہ جنت میں رات نہیں ہوگی جس کی وجہ سے صبح یا شام کا ادراک کیا جا سکے بلکہ ان کے لیے نور ہی نور ہوگا بلکہ ان کو دن کے بقدر رزق دیا جائے گا اور بعض نے کہا کہ جنتی وقت کا ادراک کر لیں گے، پردے کے اُٹھنے کے بعد اور رات کا وقت پردے کے پڑ جانے کے ساتھ پہچان لیں گے۔ بعض نے کہا کہ اس سے عیش و آرام ہے اور رزق کا کشادہ ہونا ہے بغیر تنگی کے۔ حضرت حسن کی روایت بیان کی گئی ہے، عرب لوگ اس عیش کو نہیں جانتے جو رزق سے افضل ہو، صبح و شام سے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو اس کے ساتھ موصوف کیا۔

تِلْکَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ کَانَ تَقِیًّا ⑥③ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ لَهٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَیْنَ ذٰلِکَ وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا ⑥④

ترجمہ: یہ جنت (جس کا ذکر ہوا) ایسی ہے کہ ہم اپنے بندوں میں سے اس کا مالک ایسے لوگوں کو بنادیں گے جو کہ خدا سے

ڈرنے والا ہو اور ہم (یعنی فرشتے) بدوں آپ کے رب کے حکم کے وقتاً فوقتاً نہیں آسکتے اسی کی (ملک) ہیں ہمارے آگے کی سب چیزیں ہمارے پیچھے کی سب چیزیں اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں۔

تفسیر ⑥③ "تلک الجنة التی نورث من عبادنا" جو ہم ان کو دیتے ہیں اور جو ان پر نازل کرتے ہیں۔ بعض علماء کا بیان ہے کہ مؤمنوں کو جنت کے اندر بعض ایسے مکان بھی ملیں گے جو واقع میں ان دوزخیوں کے لیے تھے۔ اگر وہ کفر نہ کرتے تو ان مکانوں کے مالک وقابض ہوتے "من کان تقیا" اس سے مراد اپنے متقین بندے ہیں۔

"وما تتنزل الا بامر ربّک" سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے جبرئیل علیہ السلام کس چیز نے آپ کو ہم سے زیارت کرنے سے روکا آپ تو ہماری کثرت سے زیارت کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "وما تتنزل الا بامر ربّک له مابین ایدینا وما خلفنا" یہی جواب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا۔ ضحاک، عکرمہ، مقاتل اور کلبی کا بیان ہے کہ جب قوم والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب کہف اور ذوالقرنین اور روح کے متعلق سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں کل کو بتاؤں گا، اس وعدے کے ساتھ ان شاء اللہ نہیں فرمایا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کافی مدت تک نہیں آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل علیہ السلام کے نہ آنے کی وجہ سے تکلیف ہونے لگی۔ پھر کچھ دنوں کے بعد جب جبرئیل علیہ السلام آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، آپ نے بہت دیر کردی؟ میرا خیال تو خراب ہونے لگا تھا، میں آپ کا بے چینی کے ساتھ انتظار کرتا رہا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا میں بھی آپ سے ملنے کا مشتاق تھا لیکن میں حکم کا بندہ ہوں، مجھے جب بھیجا جاتا ہے، آجاتا ہوں، روک دیا جاتا ہوں، تو رُک جاتا ہوں۔ اس پر یہ آیت اور "والضّحٰی واللّیل اذا سجی ما ودّعک" پڑھی۔ "له مابین ایدینا وما خلفنا وما بین ذلک" اس کے پاس وہ علم ہے جو ان کے درمیان ہے۔

مابین ایدینا وما خلفنا کی مختلف تفسیریں

اس معنی میں مفسرین کرام کا آپس میں اختلاف ہے کہ سعید بن جبیر، قتادہ اور مقاتل کا بیان ہے کہ "مابین ایدینا" سے مراد آخرت کا امر ثواب اور عقاب ہے۔

"وما خلفنا" سے مراد جو دُنیا میں گزر چکا اور ان کے درمیان فی الحال جو کچھ ہو رہا ہے اور بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ "مابین ایدینا" سے مراد جو کچھ آخرت کے امور میں سے ہے اور "وما خلفنا" سے مراد دُنیاوی امور ہیں۔ "وما بین ذلک" سے مراد دونوں نفخوں کے درمیان کا وقت ہے۔ ان دونوں کے درمیان چالیس سال کا عرصہ مراد ہے۔

اور بعض نے کہا کہ "مابین ایدینا" سے مراد جو دُنیا میں باقی ہے۔ "وما خلفنا" سے مراد جو دُنیا میں گزر گیا۔ "وما بین

ذلک" سے مراد دُنیاوی زندگی ہے اور بعض نے کہا کہ "ما بین ایدینا" سے مراد مرنے کے بعد "وما خلفنا" سے مراد پیدائش سے پہلے "وما بین ذلک" سے مراد ان دونوں کے درمیان کی زندگی ہے اور بعض نے کہا کہ "مابین ایدینا" سے مراد زمین ہے کہ جب اس زمین پر انسان کا نزول ہوا۔ "وما خلفنا" سے مراد آسمان ہے جب اس سے اُترے "وما بین ذلک" سے مراد ھواء ہے۔ مراد اس سے ہر چیز ہے کوئی بھی اس پر قادر نہیں مگر اللہ ہی کے حکم سے۔ "وما کان ربک نسیا" وہ بھولنے والا کہا جاتا ہے کہ آپ کا رب آپ کو بھولا نہیں۔ مطلب یہ کہ اس نے آپ کو نہیں چھوڑا اور جو بھولنے والا ہوتا ہے وہ چھوڑ دینے والا ہوتا ہے۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۚ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَ اِذَا مَامِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾

ترجمہ وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان سب چیزوں کا جو ان کے درمیان میں ہیں سوائے مخاطب تو اس کی عبادت کیا کر اور اس کی عبادت پر قائم رہ بھلا تو کسی کو اس کا ہم صفت جانتا ہے اور انسان (منکر بعث) یوں کہتا ہے کہ میں جب مر جاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے (قبر سے) نکالا جاؤں گا کیا (یہ) انسان اس بات کو نہیں سمجھتا کہ ہم اس کو اس کے قبل (عدم سے) وجود میں لا چکے ہیں اور یہ (اس وقت) کچھ بھی نہ تھا سو قسم ہے آپ کے رب کی ہم ان کو (اس وقت میں) جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی پھر ان کو دوزخ کے گرداگرد اس حالت سے حاضر کریں گے کہ گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے پھر (ان کفار کے) ہر گروہ میں سے ان لوگوں کو جدا کریں گے جو ان میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے سرکشی کیا کرتا تھا پھر ہم (خود) ایسے لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو دوزخ میں جانے کے زیادہ (یعنی اول) مستحق ہیں اور تم میں کوئی بھی نہیں جس کا اس پر سے گزر نہ ہو یہ آپ کے رب کے اعتبار سے لازم ہے جو (ضرور) پورا ہو کر رہے گا پھر ہم ان لوگوں کو نجات دیں گے جو خدا سے ڈر کر ایمان لاتے تھے اور ظالموں کو اس میں ایسی حالت میں رہنے دیں گے کہ (مارے رنج و غم کے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔

تفسیر ⑥⑤ "رب السموٰت والارض وما بینھما فاعبدہ واصطبر لعبادتہ" آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے، اس پر صبر کریں اور جس سے روکا گیا۔ "ھل تعلم لہ سمیا" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد مثال ہے۔ سعید

بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس کا معنی عدل ہے۔ کلبی کا بیان ہے کہ کیا تم کسی کو جانتے ہو، اللہ کے سوا جو اس کا ایسا نام ہو، یا ایسا مثل جو عبادت کیے جانے اور الٰہ کہلانے کا مصداق ہو۔

⑯ "ویقول الانسان" اس سے مراد ابی بن کعب جمحی ہے جو بعثت کا منکر تھا۔ یہ کہتا تھا "ء اذا مامت لسوف اخرج حیا" قبر سے زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا، یہ بطور استہزاء اور بعثت کی تکذیب کے طور پر کہی۔

⑰ "اولا یذکر" اس کو یاد کرو اور اس پر غور وفکر کرو۔ یذکر تخفیف کے ساتھ ہے۔ "الانسان" اس سے ابی بن خلف مراد ہے۔ "أنا خلقناہ من قبل ولم یک شیئًا" اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس پر غور وفکر نہیں کرتے کہ تم اس کے پیدا کرنے پر انکار کرتے ہو جس نے ابتداءً پیدا کیا، کیا وہ دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں۔ پھر اپنے نفس کی قسم کھائی اور پھر ارشاد فرمایا۔

⑱ "فوربک لنحشرنھم" ہم ان کو جمع کر دیں گے وعدہ کے دن۔ مشرکین اور منکرین بعثت کو۔ "والشیاطین" شیاطین کے ساتھ یہ اس وجہ سے کیونکہ اس دن ہر کافر کو اس کے شیطان کے ساتھ زنجیروں میں جکڑ کر لایا جائے گا۔ "ثم لنحضرنھم حول جھنم" بعض نے کہا کہ ان کو جہنم میں جمع کیا جائے گا۔ "جثیا" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد جماعت در جماعت ہے جثوۃ کی جمع ہے۔ حسن اور ضحاک کا قول ہے کہ جاث کی جمع ہے۔ زانو کے بل بیٹھے ہوئے سدی نے ترجمہ کیا تنگی مقام کی وجہ سے زانو کے بل کھڑے ہوئے۔

⑲ "ثم لننزعن" پھر ہم ان کو ضرور بضرور نکالیں گے۔

"من کل شیعۃ" ہر اُمت میں سے اور کفار میں سے سب اسی میں شامل ہوں گے۔ "ایھم اشد علی الرحمٰن عتیا" بے جا غرور کو کہا جاتا۔ یہ اصل میں "عتوًا" تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس کا معنی جرأت ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس کا ترجمہ فجور ہے۔ کلبی کا بیان ہے کہ ان کا قائد اور ان کے سردار شریر ہوں گے، ان کو جہنم میں داخل کریں گے اور آخر میں بہت سخت ہیں اور بعض آثار میں آیا ہے کہ وہ سب کے سب جہنم کے کنارے حاضر ہوں گے پھر کافر پھر ان کے بعد کافر جمع کیے گئے (یعنی کفر کے بقدر ان کو جہنم کے باہر کھڑا کیا جائے گا)...... "أیھم" کا معنی "الذی" ہے۔ ان کو کہا جاتا ہے کون ہے سخت جو رحمٰن پر زیادہ سرکشی کرتا تھا اور بعض نے کہا کہ جملہ مستانفہ ہے۔

⑳ "ثم لنحن أعلم بالذین ھم أولٰی بھا صلیا" آگ میں داخل ہونے کا زیادہ حق دار ہے۔ کہا جاتا ہے "صلی یصلی صلیا" یہ ایسے ہے "لقی یلقی لقیا" اور "صلی یصلی صلیا" جیسے معنی "یمضی مضیا" جب وہ آگ میں داخل ہوں گے اور جل جائیں گے۔

㉑ "وان منکم الا واردھا" نہیں ہے کوئی جو اس کے اوپر سے نہ گزرے اور بعض نے کہا کہ اس میں قسم پوشیدہ ہے اس کا معنی ہے "واللہ ما منکم من أحد الا واردھا"

وان منکم الا واردھا کی مختلف تفسیریں

وارد کہتے ہیں مکان کا موافق آجانا۔ ورد کے معنی میں آئمہ مفسرین کا آپس میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور اکثر مفسرین کا قول ہے کہ ورد کا معنی دخول ہے اور کنایۃ یہ راجع ہے، آگ میں دخول کے ساتھ اور ان لوگوں نے کہا کہ معنی یہ ہوگا کہ اس آگ میں نیک اور فاجر سب داخل ہوں گے۔ پھر اللہ متقین کو نجات دے دیں گے اور اس آگ سے نکال دیں گے۔ اس دلیل کا حاصل یہ ہوگا کہ ورد سے مراد دخول ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے بارے میں کہا "**یقدم قومہ یوم القیامۃ فاوردھم النّار**"

ابن عیینہ سے مروی ہے کہ عمرو بن دینار کی روایت سے بیان کیا کہ نافع بن ارزق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ورد کے معنی کی تشریح میں کچھ اختلاف کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک کہ اس کا معنی دخول ہی ہے۔ نافع کا قول ہے وہ کہتے ہیں کہ یہاں ورد سے مراد دخول نہیں۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے استشہاد کے لیے یہ آیت تلاوت کی "**انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم انتم لھا واردون**" کہ اس میں وہ داخل ہوں گے یا داخل نہیں ہوں گے۔ پھر فرمایا، اے نافع! تم اور میں سب اس میں داخل ہوں گے مجھے تو اُمید ہے کہ اللہ مجھے نکال لے گا لیکن میرا خیال ہے کہ تجھے نہیں نکالے گا کیونکہ تو داخل ہونے کا ہی منکر ہے۔

ایک قوم کا قول ہے کہ اس سے مراد دخول ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ مؤمن کبھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "**ان الذین سبقت لھم منّا الحسنیٰ اولئک عنھا مبعدون لایسمعون حسیسھا**" اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ جن کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا وہ کبھی باہر نہ نکل سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "**وان منکم الا واردھا**" کا یہی مطلب ہے۔ اس سے اس میں حاضر ہونا اور دیکھنا مراد ہے نہ کہ اس میں داخل ہونا ہے۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان "**ولما ورد ماء مدین**" اس سے مراد وہاں حاضر ہونا ہے۔ عکرمہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت مذکورہ کی تشریح میں فرمایا، دوزخ میں داخل ہوئے بغیر کوئی نہیں رہے گا۔ اس سے کنایۃ یہ مراد لیا ہے کہ اس کی طرف لوٹے گا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آیت "**وان منکم الا واردھا**" کے متعلق بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب لوگ دوزخ پر اُتریں گے۔ اس کے بعد اپنے اپنے اعمال کے موافق وہاں سے نکال لیے جائیں گے۔ اوّل شخص بجلی چمکنے کی طرح پھر ہوا کی طرح، پھر گھوڑے کی تیز دوڑ کی طرح، پھر اونٹ کی دوڑ کی طرح جس پر سامان لدا ہوا ہو، پھر آدمی کے دوڑنے کی طرح، پھر آدمی کی معمولی رفتار کی طرح۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ "**وان منکم الا واردھا**" سے مراد قیامت ہے۔ اوّل زیادہ صحیح ہے۔

اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے کہ پہلے سب کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ پھر اہل ایمان کو دوزخ سے نکال دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے "**ثم ننجی الذین اتقوا**" جو شرک سے بچتے رہے وہی مؤمنین ہیں اور نجات کسی چیز کے

دخول کے بعد ہوتی ہے نہ کہ اس کے اوپر سے گزرنے کے ساتھ۔ سعید بن مسیب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا نہیں ہوگا کہ کسی مسلمان کے تین بچے مرجائیں اور وہ آگ میں داخل ہو۔ وہاں صرف قسم پوری کرنے کے لیے اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔ "وان منکم الا واردھا"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ دوزخ سے اس شخص کو بھی نکالا جائے گا جو لا الٰہ الا اللہ کہے اور اس کے دل میں ایک جَو کے دانے کے برابر نیکی ہو اور آگ سے اس شخص کو بھی نکالا جائے گا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں گندم کے ایک دانے کے برابر خیر ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے نکال دیں گے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں نیکی کا ایک ذرّہ موجود ہو۔ ابان عن قتادہ سے منقول ہے کہ ان کے نزدیک من ایمان کی جگہ من خیر ذکر کیا ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص دوزخ میں ایک ہزار سال تک آواز دیتا رہے گا، اے حنان! اے منان! اللہ عزوجل جبرئیل علیہ السلام کو فرمائیں گے کہ جاؤ اور اس شخص کو میرے پاس لے آؤ۔ کہتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام اس شخص کو پائیں گے جو رو رہے ہوں گے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام واپس لوٹیں گے۔ اللہ عزوجل کو اس کے متعلق بتلائیں گے۔ فرمایا کہ جاؤ وہ فلاں فلاں جگہ پر ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ جائیں گے۔

پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام اس شخص کو لے کر اللہ رب العزت کے پاس پہنچیں گے۔ اللہ رب العزت اس شخص سے کہیں گے کہ تم نے اپنی جگہ اور اپنے ٹھکانے کو کیسے پایا، وہ کہے گا اے میرے رب! وہ برا مکان اور برا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہیں گے میرے بندے کو واپس لوٹا دو، وہ بندہ کہے گا کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ جس شخص کو ایک دفعہ دوزخ سے نکال دیا جائے۔ اس کو واپس نہیں لوٹایا جاتا۔ اللہ عزوجل فرمائیں گے فرشتوں سے کہ میرے بندے کو بلاؤ۔ اللہ عزوجل کے فرمان "لایسمعون حسیسھا" کا یہی مطلب بیان کیا ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں اس وقت کا تذکرہ کیا کہ جنت میں لوگ اس وقت بری بات نہیں سنیں گے اور یہ بات جائز ہے کہ وہ یہ بات جنت میں دخول سے پہلے سن لیں کیونکہ اس بات کا تذکرہ نہیں کہ وہ بری بات نہیں سنیں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جنت میں دخول کے وقت یہ بات سن لیں کیونکہ جنت میں دخول کے بعد ان کو سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔

خالد بن معدان کا قول ہے کہ اللہ رب العزت جنتیوں سے فرمائیں گے کہ کیا تمہارے رب نے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تمہیں آگ پر سے وارد ہونا ہے۔ ان کو کہا جائے گا کیوں نہیں لیکن تم اس کے اوپر سے گزر گئے ہو اور ایک حدیث میں منقول ہے کہ آگ مؤمنین سے کہے گی کہ تمہارا یہ بدلہ ہے کہ تمہیں بچانے کے لیے ہمارے نور (تپش) کو ختم کر دیا گیا۔ مجاہد سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کا قول ہے "وان منکم الا واردھا" کہ مسلمانوں کے لیے اس گرمی کو ٹھنڈا کر دیا جائے گا۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ حمی بخار کو کہتے ہیں جو جہنمیوں کو دیا جائے گا اور مؤمنین کو بھی تھوڑا سا آئے گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بخار جہنم کی تپش ہے، اس کو پانی سے بجھاؤ۔ "کان علی ربک حتما مقضیا" کہ تمہارا دوزخ کے اوپر سے گزرنا پختہ ہے اور اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

⑦② "ثم ننجی الذین اتقوا" شرک سے بچو۔ کسائی نے ننجی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ "ونذر الظالمین فیھا جثیا" اس کا معنی ہے "جمیعًا" بعض نے کہا کہ وہ گھٹنوں کے بل آئیں گے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں سب داخل ہوں گے۔ پھر اس سے متقین کو نکالا جائے گا اور دوزخ میں ظالمین اور مشرکین کو چھوڑ دیا جائے گا۔

سعید بن میسب اور عطاء بن یزید کا قول ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان دونوں نے خبر دی کہ لوگ کہتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول! کہ کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھ سکیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو جب کوئی بادل نہیں ہوتا تو لوگوں نے کہا جی ہاں اے اللہ کے رسول! پھر فرمایا کہ کیا تم سورج کو دیکھتے ہو، جب بادل نہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اسی طرح قیامت کے دن اس کو دیکھو گے قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا جو شخص جس کی عبادت کرتا تھا وہ اسی کو اپنے ساتھ لائے گا۔ ان میں سے بعض وہ ہوں گے جو سورج کی پوجا کرتے ہیں اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو چاند کی پوجا کرتے ہیں اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور اس اُمت کے منافقین رہ جائیں گے ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا۔ اللہ فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں۔

جب اللہ عزوجل ان کے سامنے آئیں گے تو وہ پہچان لیں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں تمہارا رب ہوں، وہ کہیں گے آپ ہمارے رب ہیں اور پل صراط ان کے پیچھے ہوگی۔ میں اس اُمت میں سے پہلا شخص ہوں گا جس کو قیامت کے دن بولنے اور شفاعت کی اجازت ملے گی اور اس دن کوئی بھی بات نہیں کر سکے گا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس دن رسولوں کا کلام سلم سلم ہے اور جہنم میں کلالیب ہوں گے۔ نیز جہنم میں سعدان کے کانٹوں جیسے آنکڑے ہوں گے، ان آنکڑوں کی لمبائی اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ کیا تم نے "شوک السعدان" دیکھے ہیں۔ وہ کہیں گے جی ہاں! پھر فرمایا "شوک السعدان" کے مثل ان کی عظمت کی قدر اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہوگی۔ لوگوں کو ان کے اعمال کے مناسب اُٹھایا جائے گا۔ ان میں سے بعض جو اپنے اعمال کی وجہ سے منہ کے بل گریں گے اور ان میں بعض جو تھوڑی دیر اس میں گریں گے پھر نجات پالیں گے۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی نکالنے کا ارادہ کرے گا جس نے یہ کہا ہوگا "اشھد ان لا الہ الا اللہ" اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہیں گے ان کو دوزخ سے نکالو جو میری عبادت کرتے تھے۔

چنانچہ فرشتے ان لوگوں کو دوزخ سے نکالیں گے اور ان کی پیشانیوں پر سجدہ کے نشانات کے ذریعہ ان کی شناخت کریں گے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ پر یہ حرام کردیا ہے کہ وہ سجدوں کے نشان کو کھائے۔ اس لیے دوزخ کی آگ ابن آدم کے سارے جسم کو کھا جائے گی مگر سجدوں کے نشان کو نہیں کھائے گی۔ بہر حال وہ لوگ دوزخ سے اس حالت میں باہر لائے جائیں گے کہ وہ آگ میں جل کر سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ پس ان پر آب حیات چھڑکا جائے گا اور وہ اس طرح تر و تازہ ہو جائیں گے جس طرح سیلاب کے کوڑے کچرے میں پڑا ہوا دانہ اُگ آتا ہے۔

سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونیوالے شخص کا رب کے ساتھ مکالمہ

اور ایک شخص جو دوزخیوں میں سے جنت میں داخل ہونے والا آخری شخص ہوگا، جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا رکھا جائے گا، اس کا منہ دوزخ کی طرف ہوگا، وہ عرض کرے گا کہ میرے پروردگار میرا منہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے، دوزخ کی آگ کی بدبو نے مجھے سخت اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے اور اس کے شعلوں کی تیزی و گرمی مجھے بھسم کیے دے رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اگر میں ایسا کر دوں تو ہوسکتا ہے کہ تو پھر کچھ اور بھی مانگنے لگے۔ وہ شخص عرض کرے گا کہ تمہیں تمہاری عزت کی قسم! میں اور کچھ نہیں مانگوں گا، پھر وہ کچھ عہد و پیمان کرے گا جو اللہ تعالیٰ چاہے گا اور اللہ تعالیٰ اس کا منہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے گا مگر جب اس کا منہ جنت کی طرف پھیر دے گا اور وہ جنت کی زیبائش و آرائش اور تر و تازگی دیکھے گا تو اس وقت تک خاموش رہے گا جب تک خدا چاہے گا اور پھر عرض کرے گا کہ میرے پروردگار! مجھے جنت کے دروازے تک پہنچا دے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو نے عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ تو اپنی اس درخواست کے علاوہ کوئی درخواست پیش نہیں کرے گا، وہ گڑگڑائے گا کہ میرے پروردگار! تو مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ بنا مگر جب وہ جنت کے دروازے تک پہنچے گا اور جنت کی چمک دمک اور اس کے اندر کی چیزوں کے ٹھاٹ باٹ دیکھے گا تو پہلے اس وقت تک خاموش رہے گا جب تک خدا چاہے گا اور پھر عرض کرے گا کہ میرے پروردگار! مجھے جنت کے اندر پہنچا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

ابن آدم! افسوس تو کس قدر عہد شکن ہے اور وعدہ فراموش ہے؟ کیا تو نے عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ تو اپنی اس درخواست کے علاوہ جو تیری خواہش کے مطابق منظور کر لی گئی تھی کوئی اور درخواست پیش نہیں کرے گا۔ وہ عرض کرے گا کہ میرے پروردگار! مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ بنا! غرضیکہ وہ اسی طرح گڑگڑاتا رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ جب راضی ہو جائے گا تو اس کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دے گا۔ پھر فرمائے گا کہ تو اور جو کچھ آرزو اور خواہش رکھتا ہو تو اس کو ظاہر کر اور جو کچھ مانگنا چاہتا ہے مانگ لے۔ چنانچہ وہ اپنی آرزوئیں بیان کرے گا اور جب اپنی آخری آرزو بھی پوری کرالے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ فلاں فلاں چیز کی بھی خواہش کیوں نہیں ظاہر کرتا! گویا پروردگار اس کو یاد دلانا چاہے گا کہ تو نے فلاں فلاں چیز تو مانگی ہی نہیں، ان چیزوں کو بھی مانگ لے، میں آج تجھے ہر چیز عطا کروں گا، یہاں تک کہ جب وہ آرزوئیں بھی پوری ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ نہ صرف یہ تمام چیزیں تیرے لیے ہیں بلکہ ان ہی جیسی مزید نعمتیں تجھے عطا کی جاتی ہیں اور حضرت ابوسعید کی روایت میں یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا نہ صرف یہ تمام چیزیں تیرے لیے ہیں بلکہ ان کے ساتھ دس گنا اور نعمتیں تجھے عطا کی جاتی ہیں۔

اس پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کے یہ الفاظ بہت خوب یاد ہیں کہ آپ نے فرمایا تھا (لک ذلک) "و مثلہ معہ" ابوسعید فرماتے ہیں کہ میں نے اسی طرح سنا اور میں نے

آپ سے یہ الفاظ اس طرح نقل کیے "لک وعشرۃ امثالہ" اور محمد بن اسماعیل بخاری نے یہ روایت اس طرح نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے پاس آئیں گے۔ ایسی صورت کے ساتھ جس سے وہ پہچان نہیں سکیں گے۔ اللہ ان سے کہے گا میں تمہارا رب ہوا۔ وہ کہیں گے ہم اس جگہ سے پناہ مانگتے ہیں۔

یہاں تک کہ ان کو رب کے پاس پہنچایا جائے گا۔ جب وہ اللہ رب العزت کے پاس آئیں گے ان کو پہچان لیں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اس صورت میں ان کے سامنے آئیں گے کہ یہ لوگ ان کو پہچان لیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں تمہارا رب ہوں تو وہ کہیں گے کہ تو ہمارا رب ہے تو اس کی پیروی کرنے لگیں گے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اہل توحید کو جہنم میں سزا دی جائے گی۔ یہاں تک کہ وہ کوئلہ ہو جائیں گے۔ پھر ان پر رحمت پڑے گی۔ فرماتے ہیں کہ وہ جہنم سے نکلیں گے اور جنت کے دروازوں کے سامنے ان کو ڈال دیا جائے گا۔ فرمایا کہ اہل جنت ان پر پانی پھینکیں گے تو وہ اس طرح اُگیں گے جس طرح گارے سے دانا اُگتا ہے۔ پھر ان کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

سب سے ادنیٰ جنتی کو بھی جنت میں دس گنا عطا کیا جائیگا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں جس شخص کو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا۔ اس کو کہا جائے گا اس طرف سے پھر جا اور جنت میں چلا جا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، وہ جائے گا تاکہ جنت میں داخل ہو جائے، وہ دیکھے گا کہ لوگوں نے تو اپنی اپنی جگہیں سنبھال لی ہیں، وہ لوٹ آئے گا اور کہے گا اے میرے رب! لوگوں نے تو اپنی اپنی جگہیں سنبھال لی ہیں، اس کو کہا جائے گا کہ کیا تمہیں وہ زمانہ یاد ہے جس زمانے میں تو نے گزارہ کیا، وہ کہے گا جی ہاں، اس کو کہا جائے گا کہ تو تمنا کر، پس وہ تمنا کرے گا اس کو کہا جائے گا وہ تیرے لیے ہے جو تو نے تمنا کی اور اس سے دس گنا تیرے لیے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ کہے گا اے میرے رب! تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ یہاں تک کہ ان کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ اگر اللہ چاہے تو شہداء بدر اور حدیبیہ والے دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اللہ تعالیٰ نے ارشاد نہیں فرمایا "وان منکم الا واردھا کان علی ربّک حتما مقضیا" فرمایا کہ کیا تو نہیں سنتی یہ کہتے ہوئے "ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیھا جثیا"

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿73﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿74﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۭ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿75﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۭ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿76﴾ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿77﴾

ترجمہ اور جب ان (منکر) لوگوں کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ کافر لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں دونوں فریقوں میں مکان کس کا زیادہ اچھا ہے اور محفل کس کی اچھی ہے اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے ایسے ایسے گروہ ہلاک کئے ہیں جو سامان اور نمود میں ان سے بھی (کہیں) اچھے تھے آپ فرما دیجئے کہ جو لوگ گمراہی میں ہیں (یعنی تم) رحمٰن ان کو ڈھیل دیتا چلا جا رہا ہے یہاں تک کہ جس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے جب اس کو دیکھ لیں گے خواہ عذاب کو (دنیا میں) خواہ قیامت کو (دوسرے عالم میں) سو (اس وقت) ان کو معلوم ہو جاوے گا کہ برا مکان کس کا ہے اور کمزور مددگار کس کے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کو ہدایت بڑھاتا ہے اور جو نیک کام ہمیشہ کے لئے باقی رہنے والے ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں اور انجام میں بھی بہتر ہیں بھلا آپ نے اس شخص (کی حالت) کو بھی دیکھا جو ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ کو (آخرت میں) مال اور اولاد ملیں گے۔

تفسیر 73 "و اذا تتلٰی علیهم آیاتنا بینات" اس سے مراد واضح آیات ہیں۔ "قال الذین کفروا" اس سے مراد نضر بن حارث اور قریش کے بڑے سردار ہیں۔ "للذین آمنوا" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غرباء صحابہ جو پراگندہ خشک بال، زندگی بدحال، فرسودہ لباس اور مشرک مال دار تھے۔ بالوں میں تیل ڈالتے، کنگھا کرتے اور اعلیٰ لباس وعمدہ لباس پہنتے۔ ان لوگوں نے مؤمنین سے کہا "ای الفریقین خیر مقامًا" ان کی جگہ اور ان کا مقام اور اقامت کی جگہ بہتر ہے۔ ابن کثیر نے "مُقامًا" میم کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ جائے اقامت "واحسن ندیا" ندیا بمعنی مجلس کے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کی تردید کرتے ہوئے جواب دیا:

74 "وکم اهلکنا قبلهم من قرن هم احسن أثاثًا" اس سے سامان اور اموال ہیں۔ مقاتل نے کہا کپڑے اور لباس "ورء یا" اکثر قراء نے پڑھا منظر اور دکھاوٹ۔ ابن عامر، ابوجعفر اور نافع نے "ی" مشدد کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کا معنی سیرابی ہے یعنی نعمتوں سے سیری۔

75 "قل من کان فی الضلالة فلیمدد له الرحمٰن مدًّا" یہ امر بمعنی خبر کے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص گمراہی میں اندھا ہوا ہوتا ہے، اللہ اس کو اور ڈھیل دیتا ہے اور گمراہی کے اندر اس کو بڑھاتا ہے اور مہلت دیتا رہتا ہے۔ "حتّٰی اذا رأوا ما یوعدون اما العذاب" ان کو قید کرنا اور دُنیا میں قتل کرنا ہے۔ "واما الساعة" اس سے قیامت مراد ہے وہ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ "فسیعلمون"

اس وقت وہ جان لیں گے "من ھو شر مکانًا" وہ جگہ "واضعف جندًا" ان کے مددگار کم ہوں گے اور مؤمنین امن میں ہوں گے کیونکہ کفار تو دوزخ میں اور مؤمنین جنت میں ہوں گے۔ یہاں پر رد ہے۔ "ای الفریقین خیر مقاما و احسن ندیا"

76 "ویزید اللّٰہ الذین اھتدوا ھدی" اللہ ان کے ایمان اور یقین میں مزید اضافہ کریں گے۔ "والباقیات الصالحات" اس سے مراد اذکار اور اعمال صالحہ ہیں جن کا فائدہ کرنے والوں کو ہمیشہ ہمیشہ پہنچتا رہے گا۔ یعنی کافروں کو جو نعمتیں اللہ نے عطا فرمائی ہیں وہ فانی بھی ہیں۔ "خیر عند ربک ثوابًا و خیر مردًا" ان کا انجام اور ان کا ٹھکانا۔

77 "افرأیت الذی کفر بایاتنا وقال لاوتین مالا وولدًا" مسروق سے روایت ہے کہ وہ خباب نے بیان کیا۔ حضرت خباب نے بیان کیا کہ میں لوہاری کا کام کرتا تھا۔ میں نے عاص بن وائل کا کچھ کام بنایا اور میری مزدوری اس کے پاس جمع ہوگئی۔ ایک روز مزدوری مانگنے میں اس کے پاس گیا۔ عاص نے جواب دیا، خدا کی قسم! جب تک تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار نہیں کرے گا میں تیرا قرض ادا نہیں کروں گا۔ میں نے کہا خوب سن لے، خدا کی قسم! جب تک تو مر کر دوبارہ زندہ ہو کر اُٹھے گا اس وقت تک میں بھی کفر نہیں کروں گا۔ عاص بولا کیا میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اُٹھایا جاؤں گا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "افرأیت الذی کفر بایاتنا وقال لاوتین مالا وولدًا"

اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿78﴾ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿79﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿80﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿81﴾ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿82﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿83﴾

ترجمہ: کیا یہ شخص غیب پر مطلع ہوگیا ہے یا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد (اس بات کا) لے لیا ہے ہرگز نہیں محض غلط کہتا ہے (اور) ہم اس کا کہا ہوا بھی لکھے لیتے ہیں اور اس کے لئے عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے اور اس کی کہی ہوئی چیزوں کے ہم مالک رہ جائیں گے اور وہ ہمارے پاس (مال و اولاد سے) تنہا ہو کر آوے گا اور ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود تجویز کر رکھے ہیں تا کہ ان کے لئے وہ (عنداللہ) باعث عزت ہوں (ایسا) ہرگز نہیں (ہوگا بلکہ) وہ تو ان کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں گے اور ان کے مخالف ہو جاویں گے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیاطین کو کفار پر (ابتلاءً) چھوڑ رکھا ہے۔

تفسیر 78 "اطلع الغیب" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کیا اس نے لوح محفوظ میں دیکھ لیا ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ کیا اس کو علم غیب حاصل ہوگیا ہے کہ وہ آخرت میں مال و اولاد حاصل ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔

"ام اتخذ عندالرحمٰن عھدًا" عہد سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے۔ قتادہ نے کہا کہ عہد سے مراد ہے کہ اس نے جو نیک

عمل کیا اور اس کو آگے بھیجا۔ کلبی کا قول ہے کہ عہد سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔

79 "کلاّ" ہرگز ایسا نہیں ہے۔ "سنکتب" ہم اس کو محفوظ کریں گے۔ "ما یقول" ہم اس کو آخرت میں بدلہ دیں گے اور بعض نے کہا کہ ہم ملائکہ کو حکم دیا ہے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں ان کو لکھ دو۔ "و نمد له من العذاب مدًا" ہم ان کے لیے عذاب کو مزید زیادہ کریں گے اور بعض نے کہا کہ ہم ان کے مدت عذاب کو مزید طویل کریں گے۔

80 "و نرثه ما یقول" ان کے پاس جو مال و اولاد ہے اور جن کی ملکیت کا دعویٰ ہے ہم اس کو ہلاک کر کے وہ مال و اولاد ہم اپنے قبضہ میں لے لیں گے کیونکہ ان کا یہ گمان تھا کہ یہ مال و اولاد ہمیں آخرت میں کام آئیں گے۔ ہم نہ قیامت کے دن ان کو یہ مال عطا کریں گے اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی اور کو دیں گے اور بعض نے کہا کہ ان کے اس قول کا معنی "و نرثه ما یقول" کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں ہم اس کو اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم ان کو بدلہ دیں گے۔ "و یاتینا فردًا" ان کو قیامت کے دن اکیلا اکیلے لائیں گے نہ تو ان کے پاس مال ہوگا اور نہ ہی اولاد۔

81 "واتخذوا من دون الله آلهة" اس سے مراد مشرکین قریش ہیں جنھوں نے بتوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ "لیکونوا لهم عزًا" ان کو روکنے والے۔ یہ لوگ ان بتوں کی اس وجہ سے پوجا کرتے ہیں کہ انہوں نے ان کو سفارشی بنایا ہوا ہے کہ قیامت کے دن یہ بت ان کے گمان کے مطابق ان کی سفارش کریں گے۔

82 "کلاّ" ایسا امر نہیں جیسا کہ ان لوگوں کا گمان ہے۔ "سیکفرون بعبادتهم" اس وقت یہ بت اور معبود ان سے انکار کر لیں گے اور ان سے برأت کر لیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی "تبرأنا الیک ما کانوا ایانا یعبدون"

"ویکونون علیهم ضدًا" کافروں کے باطل معبود قیامت کے دن ان کے دشمن اور مخالف ہو جائیں گے۔ ان کی تکذیب اور ان پر لعنت کریں گے اور بعض نے کہا کہ قیامت کے دن یہ کافر اپنے اللہ کے مخالف ہو جائیں گے۔ دُنیا میں تو ان کی پوجا کرتے تھے لیکن آخرت میں منکر ہو جائیں گے۔

83 "الم تر أنا ارسلنا الشیاطین علی الکافرین" یعنی شیطانوں کو ہم نے کافروں پر مسلط کر رکھا ہے۔ یہ اس وقت ہے جب شیطان سے فرمایا "واستفزز من استطعت منهم بصوتک"...... "تؤزهم ازًا" یعنی جھوٹ فریب دے کر گناہوں پر آمادہ کرنا اور بہکا کر خواہشات کے پیچھے لگا دینا۔ "ازّ" اور "والهزّ" حرکت دینے کو کہتے ہیں۔ یعنی ان کو حرکت دیتے، آمادہ کرنے اور گناہوں پر آمادہ کرنا۔

فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿84﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿85﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿86﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿87﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿88﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ﴿89﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ

مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝۹۰ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝۹۱

ترجمہ کہ وہ ان کو (کفر وضلال پر) خوب ابھارتے رہتے ہیں سو آپ ان کے لئے جلدی نہ کیجئے ہم ان کی باتیں خود شمار کر رہے ہیں اور جس روز ہم متقیوں کو رحمٰن (کے دار النعیم) کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں گے اور مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے (وہاں) کوئی سفارش کا اختیار نہ رکھے گا مگر ہاں جس نے رحمٰن کے پاس (سے) اجازت لی ہے اور (کافر) لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد (بھی) اختیار کر رکھی ہے (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) تم نے (جو) یہ (بات کہی تو) ایسی سخت حرکت کی ہے کہ اس کے سبب کچھ بعید نہیں کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین کے ٹکڑے اڑ جائیں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں اس بات سے کہ وہ لوگ خدا کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں۔

تفسیر ⑧④ "ولا تعجل علیھم" ان کی سزا کو نہ طلب کرو۔ "انما نعدلھم عدًا" کلبی کا قول ہے کہ اس سے مراد راتیں، دن اور مہینے ہیں اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد انفاس ہے کہ دُنیا میں اپنی زندگی کی بقدر وہ سانسیں لیتے ہیں، اپنے عذاب کے آنے تک۔

⑧⑤ "یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدًا" یاد کیجئے اے محمد! اس وقت کو جس دن سب لوگوں کو جمع کیا جائے گا جس شخص نے دُنیا میں رحمٰن کی اطاعت کو اختیار کیا وہ جنت میں گروہ درگروہ جائیں گے۔ وفد بمعنی جماعات کے ہے۔ جیسے راکب جمع ہے رکب کی۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کا معنی سوار ہو کر کرنے سے کرتے ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ وہ اونٹوں پر سوار ہو کر جنت میں جائیں گے۔ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا خدا کی قسم! کہ ان کو پیدل نہیں لیجایا جائے گا بلکہ ایسی اونٹنیوں پر جن کے کجاوے سونے کے ہوں گے، سوار کیا جائے گا اور ان اصیل گھوڑوں پر سوار کر کے لیجایا جائے گا جن کی زینیں یاقوت کی ہوں گی، اگر اہل جنت چاہیں گے تو سواریاں اُڑنے لگیں گی۔

⑧⑥ "ونسوق المجرمین" جھوٹے کافروں کو "الی جھنم وردًا" اس کا معنی پیدل ہے اور بعض نے کہا کہ وہ پیاسے آئیں گے کہ شدت پیاس سے ان کی گردنیں ٹوٹ رہی ہوں گی، ورد کہتے ہیں پانی پر اُترنے والی جماعت کو۔

⑧⑦ "لایملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمٰن عھدًا" اس سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ شفاعت نہیں کریں لیکن وہ جن کا اللہ کے ہاں عہد ہے اور وہ مؤمنین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "لایشفعون الا لمن ارتضٰی من رسول" اور بعض نے کہا کہ کوئی شفاعت نہیں کر سکتا مگر جس شخص نے یہ گواہی دی لا الٰہ الا اللہ۔ الحاصل مؤمن کے بغیر کوئی گواہی نہیں دے سکتا۔

⑧⑧ "وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدًا" اس سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں اور وہ لوگ جن کا یہ گمان تھا کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ حمزہ اور کسائی نے "وُلدًا" واؤ کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس جگہ پر اور سورۃ زخرف اور سورۃ نوح میں۔ ابن کثیر، ابو عمرو اور یعقوب قراء کے ساتھ سورۃ نوح میں ان کی متابعت کی ہے اور دوسرے قراء نے واؤ کے فتحہ سے پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں جیسے عرب والعرب اور عجم والعجم ہے۔

⑧⑨ "لقد جئتم شیئًا اِدًّا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہمانے "اِدًّا" کا ترجمہ منکر سے کیا ہے۔ یعنی بُری، مجاہد اور قتادہ نے اس کا معنی سخت بُری کیا ہے۔ مقاتل نے اس کا معنی کیا ہے، بہت بڑا، عربی زبان میں اِدّ کا معنی ہے، بہت بڑا حادثہ۔

⑨⓪ "تکاد السموات" نافع اور کسائی نے (یکاد) پڑھا ہے اور "حمعسق" فعل کی تقدیم کی وجہ سے اس طرح پڑھا ہے اور باقی قراء نے (تکاد) تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

"یتفطرن منه" یہاں پر اسی طرح ہے جبکہ "حمعسق" میں نون کے ساتھ (انفطار) ذکر کیا ہے۔ ابوعمرو، یعقوب، ابوبکر نے ابن عامر اور حمزہ کی موافقت کی ہے اور باقی قراء نے تاء کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ تفطر سے ان دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ "انفطر الشیٔ وتفطر" وہ ٹوٹ جائیں گے۔

"وتنشق الارض وتخر الجبال هدًّا" وہ ٹوٹ جائیں گے بکھر جائیں گے۔ بعض نے کہا کہ "تنشق الارض" سے مراد زمین میں دھنس جانا۔ "انفطار فی السماء" آسمان پھٹ کر اس پر گر جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر جائیں گے۔

"ان دعوا" تا کہ ان کو بنالے "للرحمٰن ولدًا" ابن عباس وکعب رضی اللہ عنہم کا قول ہے سوائے جن وانس کے آسمان، زمین، پہاڑ اور ساری مخلوق اس قول سے خوف زدہ ہوگئی۔ قریب تھا کہ سب اپنی جگہ سے ہٹ جائیں۔ فرشتے بھی غضبناک ہوگئے اور جہنم بھی بھڑک اُٹھی۔ جب انہوں نے کہا "اتخذ اللّٰه ولدًا" پھر آنے والی آیات میں اس کی نفی فرمائی۔

وَمَايَنْبَغِىْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِى الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ. هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾

ترجمہ: حالانکہ خدا تعالیٰ کی شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے (کیونکہ) جتنے بھی کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب خدا تعالیٰ کے روبرو غلام ہو کر حاضر ہوتے ہیں (اور) اس نے سب کو (اپنی قدرت میں) احاطہ کر رکھا ہے اور سب کو شمار کر رکھا ہے اور قیامت کے روز سب کے سب اس کے پاس تنہا تنہا حاضر ہوں گے۔ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت پیدا کردے گا سو ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں اس لئے آسان کیا ہے کہ آپ اس سے متقیوں کو خوشخبری سنادیں اور (نیز) اس سے جھگڑالو آدمیوں کو خوف دلادیں اور ہم نے ان کے قبل بہت سے گروہوں کو (عذاب وقہر سے) ہلاک کردیا ہے (سو) کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا ان کی کوئی آہستہ آواز سنتے ہیں۔

تفسیر 92 "وما ینبغی للرحمٰن أن یتخذ ولدًا" مناسب یہ ہے کہ اس کے لیے ولد قرار نہ دیا جائے اور نہ ہی اس کی طرف نسبت کی جائے۔

93 "ان کل من فی السموات والارض الّا آتی الرحمٰن" وہ آئے گی قیامت کے دن۔ "عبدًا" ذلیل ورسوا ہوکر کیونکہ ساری مخلوق اسی کی غلام ہے۔

94 "لقد احصاھم وعدھم عدًا" سب کو اس نے گن کر رکھا ہے ان کے نفسوں کو ان کے دنوں کو اور ان کے آثار کو شمار کر رکھا ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔

95 "وکلھم آتیہ یوم القیامۃ فردًا" وہ اکیلا آئے گا اس کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

96 "ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمٰن ودًا" اس سے مراد محبت ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ بھی اپنے مؤمن بندوں سے محبت رکھتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب اللہ اپنے بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبرئیل علیہ السلام سے کہتے ہیں کہ میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں۔ آپ بھی اس کے ساتھ محبت کرو، اس کے ساتھ حضرت جبرئیل علیہ السلام محبت کرتے ہیں۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان میں آواز لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ آپ بھی ان کے ساتھ محبت کرو، آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اس کی قبولیت آسمان میں سے زمین کی طرف ڈالی جاتی ہے۔

ھرم بن حیان کا قول ہے جس بندے کا دل اللہ کے نزدیک مقبول ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے کی دل کی محبت مؤمنین کے دل میں ڈال دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کو محبت دی جاتی ہے۔

97 "فانما یسرناہ بلسانک" کہ ہم نے قرآن کو آپ کی زبان پر آسان کردیا اے محمد! "لتبشر بہ المتقین" اس سے مؤمنین مراد ہیں۔ "وتنذر بہ قومًا لدًا" سخت جھگڑالو، یہ الد کی جمع ہے۔ حسن کا قول ہے کہ حق سے بہرا ہونا مجاہد کا قول ہے کہ اللاس ظالم کو کہتے ہیں جو کبھی راہِ راست پر نہ آئے۔ ابو عبیدہ کا قول ہے الدوہ شخص ہے جو باطل کا مدعی ہو اور حق کا منکر ہو۔

98 "وکم اھلکنا قبلھم من قرن ھل تحس" بعض نے کہا کہ کیا تم دیکھتے ہو۔ بعض نے کہا کہ کیا تم پاتے ہو۔ "منھم من احد أو تسمع لھم رکزًا" آواز کو کہا جاتا ہے اور یہ پست آواز کو کہتے ہیں۔ حسن کا قول ہے وہ سب ظاہر ہو جائیں نہ ان میں کوئی باقی بچ جائے گا اور نہ ہی ان کا کوئی نشان باقی ہوگا۔

سُوْرَۃ طٰہٰ

مکی سورت ہے۔اس میں ۱۵۳ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰهٰ ① مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ② اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ③ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ④ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ⑤ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ⑥

ترجمہ طٰہٰ (کے معنی تو اللہ کو معلوم ہیں) ہم نے آپ پر قرآن (مجید) اس لئے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کے لئے (اتارا ہے) کہ جو (اللہ سے) ڈرتا ہو یہ اس ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے (اور) وہ بڑی رحمت والا عرش پر قائم ہے اسی کی ملک ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو چیزیں ان دونوں کے درمیان میں ہیں اور جو چیزیں تحت الثریٰ میں ہیں۔

تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے سورت دی گئی جو سورۃ بقرہ سے پہلے ذکر کی گئی اور مجھے طٰہٰ اور طواسین دی گئی جو موسیٰ علیہ السلام کے الواح میں سے تھی اور مجھے فاتحۃ القرآن اور خواتیم السورۃ دی گئی۔سورۃ بقرہ عرش کے خزانوں میں سے ہے اور مفصلات زائد عطا کی گئیں۔

① "طٰہٰ" ابو عمرو نے طا کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور ھاء کے کسرہ کے ساتھ۔حمزہ،کسائی،ابوبکر نے دونوں کے کسرہ کے ساتھ ذکر کیا اور دوسرے قراء نے دونوں کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔بعض نے کہا کہ یہ لفظ قسم ہے۔بعض نے کہا کہ اللہ کے اسماء میں سے ہے۔مجاہد،عطاء،ضحاک کا قول ہے کہ "طٰہٰ" کا معنی ہے اے مرد! قتادہ نے کہا سریانی زبان میں اس کا معنی ہے اے مرد! کلبی کا قول ہے کہ قبیلہ عک کے محاورے میں "طٰہٰ" کا ترجمہ ہے اے انسان! مقاتل کا بیان ہے کہ طٰہٰ کا معنی ہے زمین کو اپنے دونوں قدموں سے پامال کرو یعنی تہجد کی نماز میں۔محمد بن کعب قرظی کا قول ہے کہ یہ قسم ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُٹھائی ہے۔سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ طاء سے طاہر اور ھا سے مراد ھاد ہے۔کلبی کا بیان ہے کہ جب مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پروحی نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں زیادہ سرگرم رہنے لگے۔ نماز میں طویل قیام کی وجہ سے کبھی ایک پاؤں ٹیکتے کبھی دوسرا اُٹھاتے اور دوسرا ٹیکتے تو پہلا اُٹھا لیتے تھے اور رات بھر نماز میں مشغول رہتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حکم ہوا کہ اپنے نفس کیلئے تخفیف کریں۔

② "ما انزلنا علیک القرآن لتشقی" بعض نے کہا کہ جب مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت میں بہت زیادہ مشغول دیکھا تو وہ کہنے لگے کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے اوپر قرآن نازل ہوا، آپ کو اس نے مشقت میں ڈال دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہم نے اس قرآن کو آپ کی مشقت کے لیے نازل نہیں فرمایا۔ شقی اصل میں سختی اور تنگی کو کہتے ہیں۔

③ "الا تذکرة لمن یخشی" اس کا نازل ہونا نصیحت ہے جو شخص ڈرا اور بعض نے کہا کہ تقدیری عبارت یوں ہوگی کہ ہم نے اس کو اس وجہ سے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں بلکہ اس لیے نازل کیا تا کہ اس سے نصیحت حاصل کرے وہ شخص جو ڈرے۔

④ "تنزیلا" تذکرۃً کے بدلے میں ذکر کیا۔ "ممن خلق الارض" اس ذات کی طرف سے ہے جس نے زمین کو پیدا کیا۔ "والسموات العلیٰ" اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا۔ "العلیٰ" جمع ہے علیا کی جیسے کبریٰ جمع ہے کبر کی۔......

⑤ "الرحمٰن علی العرش استویٰ"

⑥ "له ما فی السموات وما فی الارض وما بینهما" اس سے مراد ہوا ہے۔ "وما تحت الثریٰ" ثریٰ سے مراد نمناک جو مٹی کے نیچے ہوتی ہے۔ ضحاک کا قول ہے جو مٹی کے نیچے چھپی ہوئی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ زمینیں مچھلی کی پشت پر ہیں اور مچھلی سمندر پر اور مچھلی کی دُم اور سر عرش کے نیچے باہم مل گئے ہیں۔ سمندر پتھر کی ایک آسمانی رنگ کی چٹان پر ہے۔ یہ چٹان وہی ہے جس کا ذکر حضرت لقمان کے قصہ میں اللہ نے کیا ہے "فتکن فی صخرة" چٹان بیل کے سینگ پر رکھی ہوئی ہے اور بیل ثریٰ پر قائم ہے اور ثریٰ سے نیچے کیا ہے۔ اسے سوائے اللہ کے اور کوئی واقف نہیں۔ بیل منہ کھولے ہوئے ہے جب اللہ سب سمندروں کو ملا کر ایک سمندر کر دے گا تو یہ سب سمندر اس بیل کے منہ کے اندر جا کر پیٹ میں اُتر کر خشک ہو جائیں گے۔

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ⑦ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ⑧ وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ⑨ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْۤ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ⑩ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ⑪ اِنِّيْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ⑫ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ⑬ اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ⑭

ترجمہ: اور (علم کی یہ شان ہے کہ) اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ چپکے سے کہی ہوئی بات کو اور اس سے بھی زیادہ مخفی کو جانتا ہے وہ اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے اچھے اچھے نام ہیں اور کیا آپ کو موسیٰ (علیہ السلام کے قصہ)

کی خبر بھی پہنچی ہے جبکہ انہوں نے (مدین سے آتے ہوئے رات کو) ایک آگ دیکھی سو اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ تم ٹھہرے رہو میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید میں اس میں سے تمہارے پاس کوئی شعلہ لاؤں یا (وہاں) آگ کے پاس رستہ کا پتہ مجھ کو مل جاوے سو وہ جب اس (آگ) کے پاس پہنچے تو ان کو منجانب اللہ) آواز دی گئی کہ اے موسیٰ میں تمہارا رب ہوں پس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو (کیونکہ) تم ایک پاک میدان یعنے طویٰ میں ہو (یہ اس کا نام ہے) اور میں نے تم کو (نبی بنانے کے لئے) منتخب فرمایا ہے سو (اس وقت) جو کچھ وحی کی جارہی ہے اس کو سن لو (وہ یہ ہے کہ) میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تم تو میری ہی عبادت کرو اور میری ہی یاد کی نماز پڑھا کرو۔

تفسیر ❼ ......"وان تجهر بالقول" اگر تم اس کا اعلان کرو گے۔ "فانه یعلم السر واخفی"

سر اور اخفی کی تفسیر

حسن کا قول ہے کہ سر وہ خفی بات ہے جو آدمی چپکے سے دوسرے سے کہہ دیتا ہے اور اخفی وہ پوشیدہ بات جس کو اپنے دل ہی میں چھپائے رکھتا ہے۔

حضرت ابن عباس اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم نے فرمایا سر وہ پوشیدہ بات ہے جو آدمی اپنے دل میں رکھتا ہے اور اخفی وہ بات جو آئندہ اللہ دل میں پیدا کر دیتا ہے اور اس وقت کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ آئندہ اللہ کی طرف سے دل میں کیا بات پیدا ہوگی ہم آج جس چیز کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھتے ہیں اس سے تو واقف ہوتے ہیں لیکن کل کو ہمارے دل میں کیا بات آئے گی اس سے ناواقف ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آج کے پوشیدہ خیال سے بھی واقف ہے اور آئندہ جو کچھ ہم دل میں پوشیدہ رکھیں گے اس سے بھی واقف ہے۔

علی بن طلحہ کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس طرح آیا ہے کہ سر وہ پوشیدہ بات ہے جو آدمی اپنے دل میں چھپائے رکھتا ہے اور اخفی وہ بات ہے جو آدمی کو خود بھی نہیں معلوم کہ وہ آئندہ کیا کرے گا جب تک کر نہ لے، اس کو معلوم نہیں ہوتی۔

مجاہد کا قول ہے سر وہ پوشیدہ کام ہے جس کو تم لوگوں سے چھپاتے ہو اور اخفی سے مراد وہ وسوسہ ہے۔

بعض علماء نے کہا سر سے مراد ہے عزیمت کسی بات کا پختہ ارادہ اور اخفی وہ خیال ہے جو دل میں گزرتا ہے مگر اس کا پختہ ارادہ نہیں ہوتا۔

زید بن اسلم نے کہا کہ اللہ پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور اپنے بندوں سے ان کو پوشیدہ رکھا ہے۔ کسی کو اپنے اسرار پر واقف نہیں۔

❽ ......"اللّٰہ لا الٰہ الاّ ہو لہ الاسماء الحسنٰی"......

❾ "وھل اتک حدیث موسٰی" استفہام تقریری ہے۔ یقیناً موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تمہیں پہنچ گیا ہے۔

❿ "اذ رای نارًا" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام سے مصر لوٹ کر جانے کی اجازت طلب کی تا کہ اپنی والدہ اور بہن کی زیارت کر سکیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اجازت دے دی۔ آپ اپنی بی بی کے ساتھ چل پڑے

،سردی کا موسم تھا، بادشاہان شام کے خوف سے آپ عام راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلنے لگے۔ بیوی ایام سے تھیں، صبح شام کا بھروسہ نہ تھا، راستوں سے واقف نہ تھے، صحرا میں بغیر جانے ایک راستے پر چل پڑے، وہ راستہ کوہ طور کے دائیں مغرب جانب جاتا تھا، رات تاریک اور فضا ٹھنڈی تھی، راستہ میں بیوی کو دردزہ ہونے لگا۔ آپ نے چقماق کو رگڑا، اس سے آگ نہیں نکلی۔ بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام غیرت مند آدمی تھے چونکہ بی بی ساتھ تھی اس لیے رفقاء سفر کے ساتھ رات کو چلتے تھے اور دن کو علیحدہ ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ اتفاقاً راستہ بھٹک گئے، تاریک رات تھی اور برف زدہ بھی، چقماق کو رگڑا، آگ نہیں نکلی، نظر اُٹھائی تو دور آگ روشن دکھائی دی جو طور کی جانب سے راستہ کے بائیں طرف تھی۔

"فقال لاهله امکثوا" آپ یہیں ٹھہرو۔ حمزہ نے ھا کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ "انی آنست" کہ میں نے دیکھی ہے۔ "نارًا لعلی آتیکم منها بقبس" آگ کا ایک ٹکڑا لے آؤں۔ قَبس کہتے ہیں آگ کے انگارے کو۔ آگ کا وہ تھوڑا حصہ جو زیادہ آگ سے حاصل کیا جائے۔ "او اجد علی النار هدی" یا میں اس آگ کے پاس کسی سے راستہ کا پتہ معلوم کرلوں۔

⑪ "فلما اتاها" جب موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے آپ نے ایک درخت کو دیکھا جو اوپر سے نیچے تک بالکل سبز تھا اور اس کے گرد اگرد شفاف سفید، آگ اس کو گھیرے ہوئے تھی جو بہت زیادہ روشن تھی نہ درخت کی سبزی آگ کی روشنی اور سفیدی میں مخل آتی، نہ آگ کی نورانیت درخت کی سبزی نمایاں ہونے سے مانع تھی۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ درخت کا رنگ گندمی سبز تھا۔

قتادہ، مقاتل اور کلبی کا بیان ہے کہ وہ عوسج کا درخت تھا اور بعض نے کہا کہ وہ عناب کا درخت تھا۔ یہی ابن عباس سے بھی مروی ہے۔ اہل تفسیر یہ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے جس کو آگ سمجھا تھا وہ آگ نہ تھی نور تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو آگ ہی خیال کیا تھا اس لیے اللہ نے بھی اس کو نار ہی فرمایا۔ اکثر مفسر اس بات کے قائل ہیں کہ وہ نور رب تھا۔ یہ قول ابن عباس، عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ کا تھا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ حقیقت میں آگ ہی تھی۔ آگ ہی چہرہ خداوندی کا حجاب ہے، جس پر حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کا حجاب آگ ہے، اگر اس حجاب آتشیں کو کھول دے تو اس کی تجلی جمال اس تمام مخلوق کو سوختہ کردے جو اس کی حد نگاہ تک ہو۔

اس قصہ میں آیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کچھ خشک گھاس لے کر آگ کی طرف بڑھے تو آگ دور ہوگئی جس قدر اس کے قریب جاتے تھے وہ اور دور ہٹ جاتی تھی اور جب موسیٰ علیہ السلام پیچھے ہٹ جاتے تھے تو آگ قریب آجاتی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام حیران ہو کر کھڑے ہوگئے۔ آپ نے وہاں ملائکہ کی تسبیح کی آواز سنی، اس وقت آپ کے اوپر سکینہ کا القاء ہوا۔ (نودی یا موسیٰ)

⑫ "انی انا ربک" ابوجعفر، ابن کثیر، ابو عمرو نے اسی طرح پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے الف کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ کہا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا گیا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ وہب کا بیان ہے کہ درخت سے آواز آئی کہ میں تیرا رب ہوں۔ جب کہا گیا اے موسیٰ! تو انہوں نے بہت جلدی جواب دیا، وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کو کہاں سے پکارا جارہا ہے۔ کہا میں آپ کی آواز سن رہا ہوں لیکن آپ کی جگہ معلوم نہیں، آپ کہاں ہیں؟ آواز آئی میں آپ کے اوپر، آپ کے ساتھ، آپ کے سامنے اور آپ کے

پیچھے اور آپ کے نفس کے زیادہ قریب ہوں، اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین ہوا کہ یہ اللہ ہے، یہ شان تو اسی کی ہے۔

"فاخلع نعلیک" اس کا سبب وہ ہے جو ہم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جوتے مُردار گدھے کے چمڑے سے بنے ہوئے تھے اور ایک روایت میں آتا ہے کہ وہ چمڑا غیر مدبوغ تھا۔ عکرمہ اور مجاہد کا قول ہے کہ ننگے پاؤں ہو جانے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ اس پاک زمین کی خاک سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدم محروم نہ رہیں، پاک سرزمین کی برکت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدموں کو حاصل ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فوراً جوتے اُتار کر وادی کے دوسری طرف پھینک دیے۔ "انک بالواد المقدس" کہ آپ پاک وادی میں ہیں۔ "طوی" یہ وادی کا نام ہے۔ اہل کوفہ اور شام نے طویً تنوین کے ساتھ پڑھا ہے اور سورت نازعات میں بھی اور دوسرے قراء نے تنوین کے بغیر پڑھا ہے کیونکہ یہ طاو سے معدول ہو کر آیا۔ ضحاک کا قول ہے کہ وادی طویٰ گہری تھی اور طور کی طرح متدیر تھی۔

⑬ "وانا اخترتک" اور ہم نے آپ کی رسالت کو شمار کیا۔ حمزہ نے نون کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ بطور تعظیم کے ہم نے آپ کو چنا۔ "فاستمع لما یوحی" جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے اس کو غور سے سنو۔

⑭ "اننی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی" میرے علاوہ کسی اور معبود کی عبادت نہ کریں۔ "واقم الصلوٰۃ لذکری" مجاہد کا قول ہے کہ نماز قائم کریں تاکہ اس کے ذریعے سے میری یاد ہو۔ مقاتل کا بیان ہے کہ جب تم نماز چھوڑو، پھر مجھے یاد کرو، اس کو قائم کرو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص نماز سے بھول جائے جب اس کو یاد آئے تو اس کو پڑھ لے، اس کا کفارہ یہی ہے۔ پھر میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے فرمایا: "اقم الصلوٰۃ لذکری"

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ ۢ بِمَا تَسْعٰى ⑮ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ فَتَرْدٰى ⑯ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ⑰ قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ⑱

ترجمہ اور دوسری بات یہ سنو کہ) بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اس کو (تمام خلائق سے) پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ مل جاوے سو تم کو قیامت سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پاوے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی (نفسانی) خواہشوں پر چلتا ہے کہیں تم (اس بے فکری کی وجہ سے) تباہ نہ ہو جاؤ اور یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا چیز ہے۔ (اے موسیٰ انہوں نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے (کبھی اس پر سہارا لگاتا ہوں اور (کبھی) اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کام (نکلتے) ہیں۔

تفسیر ⑮ "ان الساعۃ آتیۃ اکاد اخفیھا" اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت آنے والی ہے، میں اس کے مقررہ وقت کو پوشیدہ رکھوں گا۔ اکاد صلہ ہے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ میں اس کو اپنے آپ سے بھی پوشیدہ رکھتا۔ اسی طرح ابی بن کعب

رضی اللہ عنہ کے مصحف میں بھی ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں بھی اسی طرح ہے کہ اگر میں اس کو اپنے سے بھی پوشیدہ رکھتا تو مخلوق کو کیسے پتہ چلتا اور بعض قرأت میں ہے کہ پھر تمہارے لیے کیسے ظاہر ہوتی۔ عرب کی عادت ہے کہ جب وہ کسی چیز کے پوشیدہ ہونے میں مبالغہ کرتے تو کہتے کہ میں نے اس چیز کو اپنے آپ سے بھی چھپا رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں اور کہا اکاد میں ارادہ کرتا ہوں۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ قیامت آنے والی ہے۔ میرا ارادہ اس کو مخفی رکھنے کا ہے۔ اس کے چھپانے اور پوشیدہ رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ جب لوگ اس کے وقوع کا علم نہیں جانیں گے تو ہر وقت اسی کا خوف ان کے دامن گیر رہے گا۔

حسن نے الف کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کا معنی ہوگا کہ میں ظاہر کر دوں۔ جیسے کہا جاتا ہے "خفیت الشیء" کہ میں نے اس چیز کو ظاہر کر دیا "اخفیته" میں نے اس کو چھپا دیا۔ "لتجزی کل نفس بما تسعی تمہارے عمل کا بدلہ دیں خواہ وہ نیک ہوں یا بد۔

⑯ "فلا یصدنک عنها" قیامت کے بارے میں لوگوں کے مختلف سوالات کی وجہ سے اپنے ایمان سے نہ پھر جانا۔ "من لا یؤمن بها و اتبع هو اه" اللہ کے حکم کے خلاف "فتر دی" اس کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں۔

⑰ "وما تلک بیمینک یا موسی" اس سوال میں یہ حکمت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو مانوس بنانے اور ان کی وحشت خاطر کو دور کرنے کے لیے یہ سوال کیا گیا کیونکہ جب اس لاٹھی کو سانپ کی شکل دی جائے گی تو یہ معلوم کر لیں کہ یہ عظیم معجزہ ہے۔ عرب کے ہاں بھی یہ عادت تھی کہ کسی کی بات کو پختہ کرنے کے لیے کہا جاتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے تا کہ اس کو بعد میں شک نہ ہوتا کہ اس کے ذریعے سے قلب کی معرفت زبان سے ادا ہو۔

⑱ "قال هی عصای" اس کا بالائی سرا دو شاخہ تھا اور نچلی جانب برچھی پیوست تھی۔ مقاتل نے کہا اس لاٹھی کا نام تبعہ تھا۔ "اتو کأ علیها" کہ جب میں چلتا ہوں تو اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور جب میں تھک جاتا ہوں تو اس پر ٹیک لگا کر کھڑا ہوتا ہوں۔ "و أهش بها علی غنمی" اس کے ذریعے سے میں درخت پر مارتا ہوں اور اس سے سوکھے پتے جھڑتے ہیں جن کو بھیڑ بکریاں کھاتی ہیں۔ عکرمہ اس کو "اهس" سین کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کے ذریعے سے بکریوں کو چلاتا ہوں۔ ھس کہتے ہیں بکریوں کو زجر کرنا۔ "ولی فیها مآرب اخری" اس لاٹھی کے ذریعے اور کام بھی سرانجام دیتا ہوں اور منافع بھی اس سے حاصل کرتا ہوں۔ "مآرب" جمع "ماربة" کی راء کے فتحہ کے ساتھ۔ مآرب سے مراد وہ امور ہیں جو سفر میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ مثلاً اس کے ذریعے سے زاد و راحلة کا لٹکانا اور اس کے ساتھ رسی کا باندھ دینا اور کنویں سے پانی نکالنا اور اس کے ذریعے سے موذی جانور سانپ اور درندوں کو مارنا اور اس کے ذریعے سے گرمی میں سر پر چھاؤں کرنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس لاٹھی پر اپنا زاد و راحلة اور پانی کا مشکیزہ بھی لٹکایا کرتے تھے۔ اس کے ذریعے سے وہ ٹیک لگا کر چلتے اور اسی سے اور کام بھی سرانجام دیتے تھے۔ اس لاٹھی کو زمین پر مارتے تھے اور اس سے اس دن کا طعام نکل جاتا اور اس کو گاڑتے تھے، اس کے ساتھ اس سے پانی نکلتا تھا۔ جب اس کو اٹھاتے تھے تو وہ پانی بند ہو جاتا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی پھل کے کھانے کی خواہش کرتے تو اس کو گاڑتے تو وہ

سرسبز ٹہنی بن جاتی اور اس پر پتے لگتے اور پھل لگتے اور جب پیاس لگتی تو کنویں سے پانی نکالنے کے لیے اس لاٹھی کو کنویں میں ڈالتے تو اس لاٹھی میں اس طرح پانی آجاتا جیسے ڈول میں آجاتا ہے۔ پھر اس سے پیتے تھے اور رات کے وقت وہ لاٹھی چراغ کا کام دیتی اور جب کوئی دشمن آجائے تو اس لاٹھی کے ذریعے اس دشمن کو مار دیتے۔

قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ⑲ فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ⑳ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ㉑ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ㉒ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ㉓

ترجمہ ارشاد ہوا کہ اس کو (زمین پر) ڈال دو اے موسیٰ سو انہوں نے اس کو ڈال دیا یکا یک وہ (خدا کی قدرت سے) ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا ارشاد ہوا کہ اس کو پکڑ لو اور ڈرو نہیں ہم ابھی اسکو اس کی پہلی حالت پر کر دیں گے اور تم اپنا (داہنا) ہاتھ اپنی (بائیں) بغل میں دے لو (پھر نکالو) وہ بلا کسی عیب (یعنی) بلا کسی مرض برص وغیرہ) کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا کہ یہ دوسری نشانی ہوگی۔ تا کہ ہم تم کو اپنی (قدرت کی) بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دکھلائیں۔

تفسیر ⑲ "قال" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "القها يا موسٰى" اس کو ڈال دے۔ وہب کا بیان ہے کہ پھینک دینے کا حکم سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سمجھے کہ اس لاٹھی کو بھی جوتوں کی طرح پھینک۔

⑳ "فالقاها" جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پھینک دیا، پھر تعمیل حکم کے بعد نظر موڑ کر دیکھا تو کیا "فاذا هي حية" زرد رنگ کا بڑا سانپ "تسعى" وہ زمین پر بڑی تیزی کے ساتھ چل رہا تھا۔ دوسری جگہ میں اس طرح ذکر کیا گیا "كانها جانٌّ" چھوٹے سانپ کو کہا جاتا ہے جو بہت خفیف الحرکت ہوتا ہے اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا "ثعبان" اس کا ترجمہ ہے اژدھا جو سانپوں میں سب سے بڑا ہوتا ہے۔ لفظ "حية" کا اطلاق سانپ پر ہوتا ہے، بڑا ہو یا چھوٹا ہو یا مادہ ہو یا نر۔ جان سانپ کی ابتدائی حالت کو کہتے ہیں، پھر وہ لاٹھی کی طرح بڑا ہونے لگا، پھر وہ بڑھتا گیا اور پھولتا گیا حتیٰ کہ اژدھا بن گیا اور ثعبان انتہائی حالت کی وجہ سے کہا اور بعض نے کہا کہ بڑا جثہ ہونے کے اعتبار سے اس کو ثعبان کہا اور تیزی میں چلنے کی وجہ سے جان کہا۔

محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی لاٹھی کو دیکھا تو ان کو بجائے لاٹھی کے ایک بڑا اژدھا نظر آیا۔ لاٹھی کا دوشاخہ سانپ کی دو باچھیں بن گیا تھا اور لاٹھی کی موٹھ سانپ کی گردن ہوگئی تھی جس کے سر پر بال بھی تھے، انگارے کی طرح اس کی دونوں آنکھیں دہک رہی تھیں اور اس کے دانتوں کے رگڑنے کی کرکری کی طرح آواز سنائی دے رہی تھی۔ تیزی کے ساتھ اِدھر اُدھر دوڑ رہا تھا، بڑی چٹان پر منہ مارتا تھا تو اس کو بھی لقمہ بنا لیتا تھا اور بڑے بڑے درختوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھ کر ڈر کر پشت پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن پھر ان کے دل میں اپنے رب کا خیال آیا تو شرمندہ ہو کر رُک کر کھڑے ہوگئے، آواز آئی۔

㉑ "قال خذھا" دائیں ہاتھ سے اس کو پکڑ لیجئے "ولا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولیٰ" ہم اس کو پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔ اس کو عصا بنا دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت اونی چغہ پہنے ہوئے تھے، جب حکم ہوا "خذھا" اس کو پکڑ لو تو آپ نے چغہ کا دامن ہاتھ کو لپیٹ کر پکڑنا چاہا، اللہ نے حکم دیا کہ ہاتھ کھول دو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ سے اس کو کھول دیا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ پر دامن کا چغہ لپیٹ لیا تو فرشتے نے کہا، دیکھو آپ کو کس بات کا خوف ہے؟ اگر اس کے واقع ہو جانے کا اللہ حکم دے دے تو کیا یہ چغہ اس کو دور کر سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں لیکن میں کمزور ہوں اور میرا ضعف خلقی ہے اس کے بعد آپ نے ہاتھ کھول کر سانپ کے منہ میں دے دیا۔ یکدم سانپ لاٹھی بن گیا اور ویسی ہی کھڑی ہوگئی جیسے پہلے تھی اور لاٹھی کا وہ دوشاخہ سرا ہاتھ میں آ گیا جس پر سہارا دے کر آپ کھڑے ہوتے تھے۔ مفسرین کا قول ہے کہ اللہ نے یہ نشان قدرت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس لیے دکھایا کہ جب فرعون کے سامنے موسیٰ علیہ السلام یہ معجزہ دکھائیں تو خود خوف زدہ نہ ہو جائیں۔ "سیرتھا" منصوب ہے الی کے حذف ہونے کے ساتھ۔

㉒ "واضمم یدک الی جناحک" اپنی بغل سے اپنے ہاتھ نکالیں۔ مجاہد کا بیان ہے کہ اپنے پہلو سے نکالو۔ جناح آدمی کا بازو بغل کے اندر تک جناح کہلاتا ہے۔ "تخرج بیضاء" وہ چمکتا ہوا نظر آئے گا۔ "من غیر سوء" بغیر کسی کے عیب سے سوء سے مراد یہاں برص ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے روشن، چمک دار نور برآمد ہوتا تھا جو دن میں یا رات میں ہر وقت چاند سورج کی طرح جھلکتا تھا۔ "آیۃ اخریٰ" یہ دوسری نشانی ہے آپ کی صداقت پر عصا کے علاوہ۔

㉓ "لنریک من آیاتنا الکبریٰ" کبر ذکر نہیں کیا اور بعض نے کہا کہ اس میں اضمار ہے۔ اس کا معنی یہ ہوگا تا کہ ہم اس کے ذریعے سے بڑے بڑے معجزے دکھائیں۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر بڑی بڑی نشانیاں واضح ہوئیں۔

اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی ㉔ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ㉕ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ ㉖ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ㉗ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ㉘ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ㉙ هٰرُوْنَ اَخِی ㉚ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِیْ ㉛ وَاَشْرِكْهُ فِیْٓ اَمْرِیْ ㉜

ترجمہ (اب یہ نشانیاں لے کر) تم فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت حد سے نکل گیا ہے عرض کیا کہ اے میرے رب میرا حوصلہ فراخ کر دیجئے اور میرا (یہ) کام (تبلیغ کا) آسان فرما دیجئے اور میری زبان پر سے بستگی (لکنت کی) ہٹا دیجئے تا کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے واسطے میرے کنبہ میں سے ایک معاون مقرر کر دیجئے۔

تفسیر ㉔ "اذھب الی فرعون انه طغی" وہ نافرمانی میں حد سے تجاوز کر چکا ہے۔ اس کو میری عبادت کی طرف دعوت دو۔

㉕"قال" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "رب اشرح لی صدری" حق کے لیے میرے سینے کو کشادہ کردے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ کہنا چاہتے تھے کہ میں تیرے سوا کسی سے بھی نہ ڈروں۔ بات یہ تھی کہ فرعون اور اس کے لشکر اور اقتدار کی وہ شان وشوکت تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اس سے خوف محسوس ہوتا تھا۔ اس لیے آپ نے شرح صدر اور بے خوف ہوجانے کی دُعا کی۔

㉖"ویسرلی امری" فرعون کو تبلیغ ودعوت دینے کے امر میں میری مدد اور آسانی فرما۔ "واحلل عقدة من لسانی" یہ اس وجہ سے کہ بچپن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی پرورش میں تھے کہ آپ نے اس کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ مارا اور اس کی داڑھی نوچ ڈالی۔ فرعون نے اپنی بیوی آسیہ سے کہا کہ یہ میرا دشمن ہے میں اس کو قتل کروائے دیتا ہوں۔ آسیہ نے کہا کہ یہ بچہ ہے، بے سمجھ، اس کو کچھ تمیز نہیں، اچھے اور برے کو نہیں پہچانتا۔

㉗ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپ کو دودھ چھڑایا تو واپس لاکر آسیہ کو دے دیا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے فرعون اور اس کی بیوی کی گود میں پرورش پائی۔ دونوں نے آپ کو بیٹا بنالیا۔ ایک روز فرعون کے سامنے کھیل رہے تھے اور ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، یکدم چھڑی فرعون کے سر پر ماردی، فرعون نے غضبناک ہوکر قتل کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ آسیہ نے کہا بادشاہ سلامت یہ بے سمجھ بچہ ہے، اگر آپ چاہیں تو تجربہ کرلیں۔ چنانچہ آسیہ نے دو طشت منگوائے، اس میں ایک کے اندر انگارے بھر دیئے اور دوسرے میں جواہرات اور یاقوت وغیرہ اور دونوں طشت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھ دیئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ بڑھا کر جواہرات کے طشت میں ڈالنا چاہا لیکن حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر انگاروں والے طشت میں ڈال دیا، آپ نے انگارا پکڑ کر منہ میں رکھ لیا جس سے آپ کی زبان جل گئی اور زبان میں گرہ پیدا ہوگئی۔

㉘"یفقھوا قولی" میری اس گرہ کو کھول دیجئے تاکہ وہ میرا کلام سن سکیں۔

㉙"واجعل لی وزیرًا" میرے لیے وزیر اور مددگار بنایئے۔ "من اھلی" وزیر یوازرک سے ہے۔ ایسا وزیر جو میرے ساتھ کچھ بوجھ اُٹھالے۔ پھر بیان کیا کہ وہ وزیر کون ہوگا۔

㉚"ھارون اخی" حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چار سال بڑے تھے اور وہ فصیح لسان تھے اور خوبصورت تھے۔ سفید رنگ کے تھے اور موسیٰ علیہ السلام حضرت آدم کی طرح۔

㉛"اشددبه ازری" اس کے ذریعے سے میری کمر کو مضبوط کردے۔

㉜"واشرکه فی امری" میری نبوت اور تبلیغ رسالت میں ہارون کو میرا ساتھی بنادے۔ بعض قراء نے ہمزہ کے فتحہ سے پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے اس کو دُعاء اور سوال پر محمول کیا۔ جیسا کہ ماقبل میں گزرا ہے۔ "رب اشرح لی صدری و یسرلی امری"

کَیْ نُسَبِّحَکَ کَثِیْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْکُرَکَ کَثِیْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّکَ کُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ

سُؤْلَکَ یٰمُوْسٰی ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْکَ مَرَّۃً اُخْرٰی ﴿۳۷﴾ اِذْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی اُمِّکَ مَا یُوْحٰی ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ ﴿۳۹﴾ اِذْ تَمْشِیْٓ اُخْتُکَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَنْ یَّکْفُلُهٗ فَرَجَعْنٰکَ اِلٰٓی اُمِّکَ کَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰکَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰکَ فُتُوْنًا فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْٓ اَهْلِ مَدْیَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوْسٰی ﴿۴۰﴾

ترجمہ یعنی ہارون کو کہ میرے بھائی ہیں ان کے ذریعہ سے میری قوت کو مستحکم کردیجئے اوران کو میرے (اس تبلیغ کے) کام میں شریک کردیجئے تا کہ ہم دونوں آپ کی خوب کثرت سے پاکی (شرک کے نقائص سے) بیان کریں اور آپ کا خوب کثرت سے ذکر کریں بیشک آپ ہم کو خوب دیکھ رہے ہیں ارشاد ہوا کہ تمہاری (ہر) درخواست منظور کی گئی اے موسٰی اور ہم تو ایک دفعہ اور بھی (اس کے قبل بے درخواست ہی) تم پر احسان کر چکے ہیں جبکہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات الہام سے بتلائی جو الہام سے بتلانے کی تھی (وہ) یہ کہ موسیٰ کو (جلادوں کے ہاتھوں سے بچانے کیلئے) ایک صندوق میں رکھو پھر ان کو دریا میں ڈال دو پھر دریا ان کو (مع صندوق کے) کنارے تک لے آوے گا (آخرکار) ان کو ایک شخص پکڑ لے گا جو (کافر ہونے کی وجہ سے) میرا بھی دشمن ہے اوران کا بھی دشمن ہے اور میں نے تمہارے اوپر اپنی طرف سے ایک اثر محبت ڈال دیا (تا کہ جو تم کو دیکھے پیار کرے) اور تا کہ تم میری نگرانی میں پرورش پاؤ (یہ قصہ اس وقت کا ہے) جبکہ تمہاری بہن چلتی ہوئی آئیں پھر کہنے لگیں کیا تم کو ایسے شخص کا پتہ دوں جو اس کو اچھی طرح) پالے رکھے پھر (اس تدبیر سے) ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پھر پہنچا دیا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اوران کو غم نہ رہے اور تم نے (غلطی سے) ایک شخص (قبطی) کو جان سے مار ڈالا پھر ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی اور ہم نے تم کو خوب خوب محنتوں میں ڈالا پھر (مدین پہنچے اور) مدین والوں میں کئی سال رہے پھر ایک خاص وقت پر تم (یہاں) آئے اے موسیٰ۔

تفسیر ③③ "کی نسبحک کثیرًا" کلبی کا قول ہے کہ تسبیح سے نماز پڑھنا۔

③④ "ونذکرک کثیرًا" ہم تیری حمد کرتے ہیں اور تیری ثناء کرتے ہیں جن نعمتوں کا ولی بنایا۔

③⑤ "انک کنت بنا بصیرًا" احوال کو جاننے والا۔

③⑥ "قال" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "قد اوتیت" تو نے عطا کیا۔ "سوء لک" وہ تمام اشیاء جن کا میں نے تم سے سوال کیا۔ "یاموسٰی"

③⑦ "ولقد مننا علیک" ہم نے آپ پر نعمت دی۔ "مرۃ اخریٰ" یعنی اس سے پہلے ایک اور وقت بعض نے کہا کہ یہ ایک ہی بار مراد ہے۔ ③⑧ "اذ اوحینا الی امک" یہ وحی الہام ہے۔ "ما یوحی" جو الہام ہوتا ہے۔ پھر الہام کی تفسیر بیان کی اور آپ پر جو نعمتیں کی ہیں ان کو شمار کیا۔

㊴"ان اقذفیه فی التابوت" ہم نے ان کو الہام کیا کہ اس کو تابوت میں ڈال دو۔ "فاقذفیه فی الیم" اس کو نیل کے سمندر میں ڈال دے۔ "فلیلقه الیم بالساحل" دریا اس کو نہر میں لا ڈالے گا یہ امر ہے بمعنی خبر کے۔ یعنی دریا اس کو لا ڈالے گا۔ "یاخذه عدوّلی وعدوّله" فرعون جو اس کا اور میرا دشمن ہے اس کو لے لے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ایک صندوق لے کر اس کے اندر دھنی ہوئی روئی بچھائی اور موسیٰ علیہ السلام کو اس میں رکھ کر سرپوش ڈھانک کر تمام دراڑیں اور شگاف روغن قیر سے بند کر کے صندوق کو نیل میں ڈال دیا، نیل سے ایک نہر نکل کر فرعون کے مکان کے اندر جاتی تھی۔ صندوق بہتا بہتا اس شاخ کے اندر چلا گیا، فرعون اپنی بی بی آسیہ کے ساتھ اس وقت نہر کے دہانے پر بیٹھا تفریح کر رہا تھا کہ بہتا ہوا صندوق اندر آ گیا۔ فرعون نے باندیوں اور غلاموں کو حکم دیا کہ اس کو نکال لائیں۔ خادم صندوق کو پکڑ لائے، سرپوش کھول کر دیکھا تو اندر سے ایک نہایت شگفتہ رنگ کا خوبصورت بچہ برآمد ہوا۔ فرعون دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گیا اور ایسا بے قابو ہو کر ضبط نہ کر سکا۔ اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ "والقیت علیک محبة منّی" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ میں نے اس سے محبت کی۔ پس مخلوق کی نظر میں بھی اس کو محبوب بنا دیا۔ عکرمہ کا قول ہے جو بھی اس بچے کو دیکھتا تھا پیار کرنے لگتا تھا۔ قتادہ کا قول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں عجیب ملاحت تھی کہ جو بھی آپ علیہ السلام کو دیکھتا عاشق اور فریفتہ ہو جاتا۔ "ولتصنع علی عینی" اس کی خوب خدمت کی اور نگہداشت کی۔ ابو جعفر نے جزم کے ساتھ پڑھا ہے۔

㊵"اذ تمشی أختک" ان کا نام مریم تھا۔ ان کی خبر لینے کے لیے ان کے پیچھے پیچھے چلتی تھیں۔ "فتقول هل ادلکم علی من یکفله" ایسی عورت پر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلائے اور اس کو اپنے ساتھ لائے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی عورت کا دودھ نہیں پی رہے تھے تو جب انہوں نے ان کی بات سنی تو کہنے لگے کہ ان کو لے آئیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ آئیں انہوں نے دودھ پلایا تو وہ پینے لگے۔

"فرجعناک الی أمک کی تقر عینها" تمہاری ملاقات سے "ولا تحزن" تاکہ اس سے غم چلا جائے۔ "وقتلت نفسًا" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ فرمایا کہ ایک قبطی کافر کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قتل کروا دیا۔ کعب احبار کا بیان ہے اس وقت آپ کی عمر بارہ سال کی تھی۔ "فنجیناک من الغم" حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کے قتل کرنے کے بعد اللہ کا خوف تھا۔ "وفتناک فتونًا"

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ ہم نے آپ کی خوب آزمائش کی۔ ضحاک اور مقاتل کا بیان ہے کہ ہم نے آپ کی خوب جانچ کر لی۔ مجاہد کا قول ہے کہ ہم نے خالص بنا لیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے جو سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا قول نقل کیا کہ فتون سے مراد ہے مصیبتوں میں پڑنا جن سے بالآخر اللہ نے آپ کو نجات عطا فرما دی۔ پہلی مصیبت یہ تھی کہ آپ اس سال ماں کے پیٹ میں آئے جو سال فرعون کی طرف سے نوزائیدہ لڑکوں کے قتل کا تھا۔ دوسری مصیبت یہ تھی کہ آپ کو صندوق میں رکھ کر دریا میں پھینک دیا گیا۔ تیسرا امتحان کا موقع وہ تھا کہ آپ نے ماں کے سوا کسی اور

عورت کی پستان منہ میں بھی نہیں لی۔ چوتھا نزول مصیبت وقت وہ تھا کہ آپ نے فرعون کی داڑھی پکڑ لی تھی اور فرعون نے آپ کو قتل کر دینے کا ارادہ کرلیا تھا لیکن آسیہ کی سفارش سے جب آپ کے پاس ایک طشت میں انگارے اور ایک میں یاقوت لائے گئے اور آپ نے انگارہ پکڑ لیا تھا۔ پانچویں مصیبت قبطی کو قتل کرنے اور مدین کی طرف بھاگ کھڑے ہونے کی تھی۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قصہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔ اس جگہ "فتناک" کا معنی "خلصناک" سے کیا۔ ان مشکلات سے جیسا کہ سونے کو آگ سے پگھلانے سے اس کی ساری کھوٹ دور ہو جاتی ہے، فتون مصدر ہے۔ "فلبثت" پھر وہ کچھ عرصہ وہاں ٹھہرے رہے۔ پھر وہ مصر کی سرزمین سے نکل کر مدین کی طرف آئے وہاں رہے۔ "سنین فی اھل مدین" انہوں نے دس سال وہاں بکریاں چرائیں۔ مدین حضرت شعیب علیہ السلام کا شہر تھا اور یہ مصر سے آٹھ کوس دور تھا۔ وہب کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس اٹھائیس برس رہے۔ دس سال تو مہر زوجہ کے عوض اور اٹھارہ سال اس کے بعد، آپ کی اولاد وہیں ہوئی۔ "ثم جئت علی قدر یا موسٰی" مقاتل کا بیان ہے یہ ہمارا ان کے ساتھ وعدہ ہے اور یہ مقررہ مدت کا وعدہ اللہ کی تقدیر میں تھا۔

محمد بن کعب کا بیان ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے پاس وحی بھیجنے کا اندازہ عمر جو مقرر کر دیا گیا تھا تم اس کو پہنچ گئے۔ انبیاء علیہم السلام کے پاس وحی چالیس سال کی عمر میں آتی تھی جبکہ ان کے پاس اس عمر سے کم میں سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسی کے پاس نہیں آئی۔ یہی قول عبدالرحمٰن بن کیسان کا ہے اور یہ معنی اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور اس کی قدرت یہی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو رسالت چالیس سال کے بعد دیتا ہے۔

وَاصْطَنَعْتُکَ لِنَفْسِیْ ﴿۴۱﴾ اِذْھَبْ اَنْتَ وَاَخُوْکَ بِاٰیٰتِیْ وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْ ﴿۴۲﴾ اِذْھَبَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰی ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَآ اَوْ اَنْ یَّطْغٰی ﴿۴۵﴾ قَالَ لَاتَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی ﴿۴۶﴾ فَاْتِیٰہُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّکَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ. وَلَا تُعَذِّبْھُمْ قَدْ جِئْنٰکَ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکَ. وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿۴۸﴾

ترجمہ: اور (یہاں آنے پر) میں نے تم کو اپنے لئے منتخب کیا (سواب) تم اور تمہارے بھائی دونوں میری نشانیاں (یعنی معجزات) لے کر جاؤ اور میری یادگاری میں سستی مت کرنا دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت نکل چلا ہے پھر اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ (برغبت) نصیحت قبول کرلے یا (عذاب الٰہی سے) ڈر جائے دونوں نے عرض کیا کہ ہمارے پروردگار ہم کو یہ اندیشہ ہے کہ (کہیں) وہ ہم پر زیادتی نہ کر بیٹھے یا یہ کہ زیادہ شرارت نہ کرنے لگے ارشاد ہوا کہ تم اندیشہ نہ کرو (کیونکہ) میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سب سنتا دیکھتا ہوں سو تم اس کے پاس جاؤ اور

(اس سے) کہو کہ ہم دونوں تیرے پروردگار کے فرستادے ہیں (کہ ہم کو نبی بنا کر بھیجا ہے) سو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے اور ان کو تکلیفیں مت پہنچا ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے (اپنی نبوت کا) نشان (یعنی معجزہ بھی) لائے ہیں اور ایسے شخص کے لئے سلامتی ہے جو (سیدھی) راہ پر چلے ہمارے پاس یہ حکم پہنچا ہے کہ (اللہ کا) عذاب اس شخص پر ہوگا جو (حق کو) جھٹلا دے اور (اس سے) روگردانی کرے۔

تفسیر ⓐ "**واصطنعتک لنفسی**" یعنی ہم نے آپ کو اپنے لیے منتخب کرلیا اور چن لیا اپنی وحی اور اپنی رسالت کو۔ یہ سب کچھ آپ کو اس لیے دیا کہ آپ نے کامل محبت صرف اللہ ہی سے کی۔ زجاج کا قول ہے کہ آپ نے ہمارے حکم کو اختیار کیا اور تمہیں اپنی حجت کے لیے قائم کردیا اور مخاطب ہمارے اور مخلوق کے درمیان آپ کو بنایا۔

ⓑ "**اذهب انت واخوک بایاتی**" میری دلالت سے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ آیات سے مراد وہ نو معجزات ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے تھے۔ "**ولا تنیا**" اور تم دونوں میرے ذکر میں سستی نہ کرنا۔ سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میرے ذکر میں کمی نہ کرنا۔ محمد بن کعب کا بیان ہے کہ سستی نہ کرنا۔ "**فی ذکریٰ**"

ⓒ "**اذهبا الی فرعون انه طغی**" ابوعمرو اور اہل حجاز نے اسی طرح پڑھا ہے۔ "**لنفسی اذهب**"...... "**فی ذکری اذهبا**"...... "**انّ قومی اتخذوا**"...... "**من بعدی اسمه**" سب مقامات میں یاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی قراء نے اس کو یاء ساکن کے ساتھ پڑھا ہے۔

ⓓ "**فقولا له قولا لینا**" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ بات کرنے میں درشتی نہ کرنا۔ سدی اور عکرمہ کا بیان ہے کہ کنیت کہہ کر کلام کرنا چونکہ فرعون کی کنیت ابوالعباس یا ابوالولید تھی۔ مقاتل نے کہا کہ نرم کلام کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس طرح کہنا "**هل لک الی ان تزکی واهدیک الی ربک فتخشی**" اور بعض نے کہا کہ نرم کلام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ فرعون کے زیر پرورش موسیٰ علیہ السلام رہ چکے تھے اسی کو حق تربیت حاصل تھا۔ سدی کا بیان ہے کہ نرم کلام یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے وعدہ کرلیا تھا کہ اگر تم ایمان لے آئے تو تم کو دوبارہ ایسی جوانی مل جائے گی جو کبھی پیری میں تبدیل نہیں ہوگی اور مرتے دم تک تمہاری حکومت قائم رہے گی اور کھانے پینے کی لذت اور صنفی مقاربت کی کیفیت وقت موت تک تم کو حاصل ہوتی رہے گی اور مرنے کے بعد جنت ملے گی۔ فرعون کو موسیٰ علیہ السلام کی یہ بات پسند آ گئی لیکن وہ ہامان کے کسی مشورے کے بغیر عمل نہیں کرتا تھا۔ ہامان اس وقت موجود نہیں تھا جب آیا اور فرعون نے اس سے موسیٰ علیہ السلام کی باتیں نقل کیں اور مشورہ لیا اور قبول کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو ہامان نے کہا کہ میں آپ کو دانش مند اور صاحب رائے سمجھتا تھا، کیا آپ رب ہو کر مربوب بننا چاہتے ہیں۔ اب تک آپ کی پوجا ہوتی ہے تو کیا آپ دوسرے کی عبادت کرنے کے خواہش مند ہیں۔ غرض ہامان نے فرعون کی رائے پلٹ دی۔

حضرت ہارون علیہ السلام اس دن مصر میں تھے۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کریں اور وہ موسیٰ علیہ السلام سے ایک منزل دور تھے اور ان کو خبر دو کہ میری طرف اللہ نے وحی کی ہے۔ "**لعله یتذکر او یخشی**" اس کو

نصیحت کریں شاید کہ وہ اللہ کے خوف سے ڈر جائے اور اسلام لے آئے۔ سوال کیا جائے کہ یہ کیسے فرمادیا "لعله يتذكر" حالانکہ ماقبل میں یہ بات گزر چکی ہے کہ نہ اُس کو نصیحت کام کرے گی اور نہ ہی وہ اسلام لائے گا۔ اس کا جواب بعض حضرات نے دیا کہ تم دونوں اس کے پاس جاؤ، شاید کہ اس پر تمہاری سچائی ظاہر ہو جائے اور وہ طمع کرنے لگ جائے، آپ دونوں کے کام کے پیچھے اللہ کا فیصلہ ہے۔

حسین بن فضل کا بیان ہے کہ شاید وہ غیر فرعون کی طرف لوٹ جائے۔ مطلب یہ کہ وہ نصیحت حاصل کرلے یا ڈر جائے۔ جب وہ آپ کی رائے اور آپ کے لطف سے کہ اس کو کس نے پیدا کیا اور اس پر اللہ کی نعمت، پھر اس کو ربوبیت کی دعوت دینا۔ ابوبکر محمد بن عمر الوراق کا بیان ہے کہ "لعلّ" جب اللہ تعالیٰ کیلئے آئے تو وجوب کو ظاہر کرتا ہے اور یقیناً اس کو نصیحت تو آ گئی جب اس کو سمندر میں ڈالا گیا تو کہنے لگا کہ "أنه لا اله الا الذى آمنت به بنى اسرائيل و انا من المسلمين" یحییٰ بن معاذ کے سامنے جب یہ آیت پڑھی گئی تو وہ زار و قطار رونے لگے اور عرض کیا اے اللہ! یہ تیری نرمی تو اس شخص کے ساتھ ہے جو اپنے بارے میں کہتا ہے "انا الٰہ" کہ میں معبود ہوں اس کے ساتھ تیری نرمی کا معاملہ کیا ہوگا جو کہتا ہے "انت الا له" کہ تو میرا معبود ہے۔

㊺ "قالا" حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام دونوں کہنے لگے "ربّنا اننا نخاف ان يفرط علينا" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ "ان يفرط علينا" کا مطلب یہ ہے کہ تکمیل دعوت اور اظہار معجزات سے پہلے ہی کہیں وہ ہم کو قتل کرنے اور عذاب دینے کا حکم نہ دے بیٹھے۔ عربی محاورے میں فرط علیہ کا معنی ہوتا ہے دُکھ پہنچانے میں، جلدی کرنا۔ اصل میں یہ فرط کا معنی ہے آگے بڑھ گیا، فارط آگے بڑھنے والا۔ "او ان يطغىٰ" اس کا مطلب یہ ہے کہ کہیں وہ اور زیادہ سرکش نہ ہو جائے تیری شان میں مزید گستاخی کرنے لگ جائے۔

㊻ "قال لا تخافا اننى معكما أسمع و ارى" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسمع کا معنی ہے کہ میں سننے والا ہوں تمہاری دُعاؤں کو ان کو قبول کروں گا۔ "و ارى" جو تمہارے خلاف ارادہ کیا جائے۔ بس میں رُکاوٹ ڈالنے والا ہوں، میں تمہارے احوال سے بے خبر نہیں تم پرواہ نہ کرو۔

㊼ "فاتيه فقولا انا رسولا ربّك" ہم دونوں کو تیری طرف بھیجا ہے۔ "فارسل معنا بنى اسرائيل" یعنی ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو ملک شام چلے جانے کی اجازت دیں۔ ان کو اپنی ماتحتی سے آزاد کردے۔ "و لا تعذبهم" ان کو سخت تکلیفیں اور دُکھ نہ دے۔ فرعون بنی اسرائیل سے دُشوار ترین مشقت کے کام لیا کرتا تھا۔ "قد جئناك باية من ربّك" فرعون نے کہا کہ وہ نشانی کیا ہے؟ اس کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ نکالا، وہ چمکنے لگا جیسے سورج چمکتا ہے۔ "والسلام على من اتبع الهدىٰ" اس سلام سے مراد سلام تحیہ نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اسلام لاتا ہے وہ اللہ کے عذاب سے سلامت رہتا ہے۔

㊽ "انا قد اوحى الينا أن العذاب على من كذّب وتولى" بے شک اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دیتا ہے جو اس کی طرف سے دی ہوئی نشانیوں کو جھٹلاتا ہے اور اس سے اعراض کرتا ہے۔

قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِىْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَىْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّىْ فِىْ كِتٰبٍ لَا يَضِلُّ رَبِّىْ وَلَا يَنْسَى ﴿۵۲﴾ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۚ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ﴿۵۴﴾

ترجمہ وہ کہنے لگا پھر (یہ بتلاؤ) تم دونوں کا رب کون ہے اے موسیٰ۔ موسیٰ نے کہا (ہمارا سب کا) رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی پھر رہنمائی فرمائی فرعون نے کہا کہ اچھا تو پہلے لوگوں کا کیا حال ہوا موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ ان لوگوں کا علم میرے پروردگار کے پاس دفتر اعمال میں (محفوظ) ہے میرا رب نہ غلطی کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے وہ (رب) ایسا ہے جس نے تم لوگوں کے لئے زمین کو (مثل) فرش (کے) بنایا اور اس (زمین) میں تمہارے (چلنے کے) واسطے راستے بنائے اور آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعہ سے اقسام مختلفہ کے نباتات پیدا کیے (اور تم کو اجازت دی کہ) خود (بھی) کھاؤ اور اپنے مواشی کو (بھی) چراؤ ان سب چیزوں میں اہل عقل کے واسطے (قدرت الٰہیہ کی) نشانیاں ہیں۔

تفسیر ﴿۴۹﴾ "قال فمن ربکما یا موسٰی" تم دونوں کا رب کون ہے کس نے تمہیں میرے پاس بھیجا ہے۔

﴿۵۰﴾ "قال ربنا الذی اعطی کل شیء خلقه ثم هدی" حسن اور قتادہ کا بیان ہے اس نے ہمیں ہر چیز عطا کی ہے جس میں ہماری بھلائی اور بہتری کا سامان تھا۔ پھر اس کو اس چیز کے حصول کا جس میں اس کی بھلائی ہے راستہ بتا دیا۔ مجاہد کا بیان ہے کہ اللہ نے ہر چیز کو اس کے مناسب صورت عطا فرمائی، آدمی کی شکل جانوروں جیسی اور جانوروں کی شکل انسان جیسی نہیں بنائی، پھر کھانے پینے اور قربت صنفی کرنے کی طرف اس کی رہنمائی کی۔

ضحاک کا بیان ہے اس نے ہر چیز پیدا کی وہ ہمیں عطا کی۔ اس سے مراد ہاتھ، چھونے کے لیے پاؤں، چلنے کے لیے زبان، بولنے کے لیے آنکھ، دیکھنے کے لیے اور کان سننے کے لیے بنائے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے خلق سے مراد ہے ہر چیز کو اس کا ہم جنس جوڑا دیا، مرد کو عورت، اونٹ کو اونٹنی، گدھے کو گدھی اور گھوڑے کو گھوڑی، پھر صنفی قربت کا طریقہ اس کو فطرتاً بتا دیا۔

﴿۵۱﴾ "قال" فرعون نے کہا "فما بال القرون الاولی" یہاں بال سے مراد حالت ہے یعنی گزری ہوئی قوموں کا کیا حال ہوا جیسے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور دوسری اقوام کا کیا ہوگا جو بت پرستی اور منکر قیامت تھی ان کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔

﴿۵۲﴾ "قال" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا "علمها عند ربی" ان کے اعمال اللہ کے ہاں محفوظ ہیں وہی ان کو بدلہ دے گا۔ بعض نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی نسبت اللہ کی طرف اس لیے کی کہ وہ اس کے متعلق نہیں جانتے تھے کیونکہ تورات تو فرعون کے غرق ہونے کے بعد نازل ہوئی۔

"في كتاب" لوح محفوظ میں "لا يضل ربي" وہ غلطی کرنے والا نہیں اور بعض نے کہا اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ "ولا ينسى" وہ ان کے اعمال کو بخوبی جانتا ہے یہاں تک کہ ان کو بدلہ دے گا اور بعض نے کہا کہ وہ انتقام ضرور لے گا وہ انتقام لینے سے نہیں بھولا اور مؤمن کو اچھا بدلہ دے گا۔

⑬ "الذي جعل لكم الارض مهدًا" قراء اہل کوفہ نے "مهدًا" نقل کیا ہے اور سورۃ زخرف میں مصدر ذکر کیا ہے۔ اس سے مراد فرش ہے اور دوسرے قراء نے "مهادًا" پڑھا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "الم نجعل الارض مهادًا" اس کو بچھونا بنایا، یہ اس بچھونے کا نام ہے جیسے باسط اس کا نام ہے جس کو بچھایا جاتا ہے۔

"وسلك لكم فيها سبلا" سلک کہتے ہیں ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے تمہارے لیے زمین میں راستے داخل کردیئے تاکہ تم ان پر چلو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ تمہارے لیے راستہ ہے اس پر تم چلو۔ "وانزل من السماء ماءً" بارش نازل فرمائی۔ بعض مفسرین رحمہم اللہ کا بیان ہے کہ "ماءً" تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام ختم ہوگیا۔ پھر آگے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے فرمایا کہ ہم نے پانی سے طرح طرح کا سبزہ پیدا کیا۔ "فاخرجنا به" اس پانی کے ذریعے "ازواجًا" طرح طرح کی اصناف پیدا کیں۔ "من نبات شتى" مختلف قسموں کو اور مختلف کھانے پینے کی اشیاء کو اور ان سے منافع پیدا کیے۔ خواہ وہ سفید ہوں، سرخ ہوں، سبز ہوں، ہر ایک صنف کو جوڑا جوڑا بنایا، ان میں سے بعض لوگوں کے لیے فائدہ مند بنایا اور بعض چوپایوں کے لیے بنایا۔

⑭ "كلوا وارعوا" چراؤ اس میں "أنعامكم" اپنے چوپایوں کو جیسا کہ عرب کا قول ہے "رعيت القوم" میں نے قوم کی حفاظت اور نگہداشت کی۔ فراعت پس وہ محفوظ ہوگئی۔ یعنی اس میں تم اپنے جانوروں کو چراؤ۔

"ان في ذلك" جو ہم نے ذکر کیا "لايات لاولي النهى" اس سے مراد ذوی العقول ہیں۔ اس کی واحد "نهيه" ہے۔ عقل کو "نهية" اس لیے کہتے ہیں چونکہ یہ بھی انسان کو بری اور ضرر رساں اور غلط باتوں سے روکتی ہے اس لیے عقل کو "نهيه" کہتے ہیں۔ ضحاک کا قول ہے کہ "اولي النهى" ان کو کہتے ہیں جو اللہ کی حرام کردہ اشیاء سے روکتے ہیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس سے تقویٰ والے لوگ مراد ہیں۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿٥٦﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٥٧﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿٥٨﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿٥٩﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿٦١﴾

ترجمہ: ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں ہم تم کو (بعد موت) لے جاویں گے اور (قیامت کے روز) پھر

دوبارہ اسی سے ہم تم کو نکال لیں گے۔ اور ہم نے اس (فرعون) کو اپنی سب ہی نشانیاں دکھلائیں سو (جب بھی) وہ جھٹلایا ہی کیا اور انکار ہی کرتا رہا (اور) کہنے لگا کہ اے موسیٰ تم ہمارے پاس اس واسطے آئے ہو (گے) کہ ہم کو ہمارے ملک سے اپنے جادو کے زور سے نکال باہر کرو سواب ہم بھی تمہارے مقابلہ میں ایسا ہی جادو لاتے ہیں تو ہمارے اور اپنے درمیان میں ایک وعدہ مقرر کرلو جس کو نہ ہم خلاف کریں اور نہ تم خلاف کرو کسی ہموار میدان میں (تا کہ سب دیکھ لیں) موسیٰ نے فرمایا تمہارے (مقابلہ کے) وعدہ کا وقت وہ دن ہے جس میں (تمہارا) میلہ ہوتا ہے اور (جس میں) دن چڑھے لوگ جمع ہو جاتے ہیں غرض (یہ سن کر) فرعون (دربار سے اپنی جگہ) لوٹ گیا پھر اپنا مکر کا (یعنی جادو کا) سامان جمع کرنا شروع کیا پھر آیا اس وقت موسیٰ نے ان (جادوگر) لوگوں سے فرمایا کہ ارے کم بختی مارو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ وافترا مت کرو کبھی خدا تعالیٰ تم کو کسی قسم کی سزا سے بالکل نیست و نابود ہی کردے اور جو جھوٹ باندھتا ہے وہ (آخر کو) نا کام رہتا ہے۔

تفسیر ⑤⑤ "منها" اسی زمین سے "خلقناکم" پیدا کیا تم کو اور تمہارے باپ آدم کو بھی۔ عطاء خراسانی نے بیان کیا کہ جس جگہ آدمی دفن ہونے والا ہوتا ہے اسی جگہ کی مٹی فرشتہ لے کر نطفہ پر چھڑکتا ہے۔ پھر اس نطفہ اور مٹی سے آدمی کا جسم بنتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "منها خلقناکم" ...... "وفیها نعیدکم" اور موت کے بعد اور دفن کے وقت اسی میں واپس لوٹا دیا جائے گا۔ "ومنها نخرجکم تارۃ اخریٰ" قیامت کے دن واپس تمہیں اُٹھایا جائے گا۔

⑤⑥ "ولقد اریناہ" فرعون کو ساری نشانیاں دکھائیں۔ "آیاتنا کلها" تو نشانیاں جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو دی تھیں۔ "فکذّب" اس نے ان نشانیوں کو جھٹلایا کہ وہ جادو ہے۔ "وابیٰ" کہ وہ اسلام لائے۔

⑤⑦ "قال" فرعون نے کہا "اجئتنا لتخرجنا من أرضنا" مصر کی سرزمین "بسحرک یا موسیٰ" تو اس بات کا ارادہ کرتا ہے کہ تو ہمارے شہر پر قابض ہو کر ہمیں وہاں سے نکال دے۔

⑤⑧ "فلنأتینّک بسحر مثله فاجعل بیننا وبینک موعدًا" یعنی ہمارے اور اپنے درمیان ایک میعاد اور وقت مقرر کرلے۔ "لانخلفه" ابوجعفر نے "لانخلفه" پڑھا ہے۔ اس کا معنی ہوگا کہ تم اس سے تجاوز نہیں کرسکو گے۔ "نحن ولا انت مکانًا سوی" ابن عامر، عاصم، حمزہ اور یعقوب نے سین کے ضمہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور دوسرے قراء نے اس کو کسرہ کے ساتھ ذکر کیا، اس کی دونوں لغتیں ہیں۔ جیسے عدی وعدی اور طوی وطوی۔ مقاتل اور قتادہ کا بیان ہے کہ اس کا معنی برابر ہے یعنی ہمارے تمہارے درمیان مسافت برابر ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہی ہے۔ ابوعبیدہ اور قتیبی نے بیان کیا دونوں فریقوں کے درمیان مجاہد کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے برابر۔ کلبی کا بیان ہے کہ سوی اس جگہ کے علاوہ کوئی دوسرا مقام۔

⑤⑨ "قال موعدکم یوم الزینة" مجاہد، قتادہ، مقاتل اور سدی کا قول ہے کہ مصر والوں کا ایک تہوار سالانہ ہوتا تھا جس میں لوگ آراستہ پیراستہ ہو کر میلہ کی شکل میں جمع ہوتے تھے۔ بعض نے کہا کہ وہ نیروز کا دن تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس سے یوم عاشوراء مراد ہے۔ "وأن یحشر النّاس ضحیً" چاشت کے وقت دن چڑھے تا کہ سب لوگ دیکھ لیں اور کسی کو شک نہ ہے۔

⑩ "فتولى فرعون فجمع كيده" مکروحیلہ سے مراد جادوگر ہے۔"ثم أتى" وقت مقررہ۔

⑪ "قال لهم موسى" یہ ضمیر جادوگروں کی طرف راجع ہے جن کو فرعون نے جمع کیا تھا۔ یہ بہتر (۷۲) جادوگر تھے اور ان میں ہر ایک کے پاس ایک لاٹھی یا رسی تھی اور بعض نے کہا کہ جادوگروں کی تعداد چار سو تھی۔ کعب کا بیان ہے ان کی تعداد بارہ سو بتائی ہے اور بعض نے اس سے زیادہ کہا ہے۔

"ويلكم لاتفتروا على الله كذبًا فيسحتكم بعذاب" حمزہ، کسائی اور حفص "فيسحتكم" یاء کے ضمہ کے ساتھ حاء کے کسرہ کے ساتھ اور باقی قراء نے یاء کے فتحہ کے ساتھ حاء کے فتحہ کے ساتھ یہ دونوں لغتیں ہیں۔ مقاتل اور کلبی کا بیان ہے کہ تمہیں ہلاک کردیں گے۔ قتادہ کا قول ہے کہ وہ بیخ وبن سے تم کو اُکھاڑ پھینکے۔ "وقد خاب من افترىٰ"

فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾

ترجمہ: پس جادوگر (یہ بات سن کر) باہم اپنی رائے میں اختلاف کرنے لگے اور خفیہ گفتگو کرتے رہے (آخری نتیجہ سب متفق ہوکر) کہنے لگے کہ بیشک یہ دونوں جادوگر ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جادو (کے زور سے) تم کو تمہاری زمین سے نکال باہر کریں اور تمہارے عمدہ (مذہبی) طریقہ کا دفتر ہی اٹھادیں تو اب تم مل کر اپنی تدبیر کا انتظام کرو اور صفیں آراستہ کرکے (مقابلہ میں) آؤ اور آج وہی کامیاب ہے جو غالب ہوا۔

تفسیر: ⑫ "فتنازعوا أمرهم بينهم" کہ وہ آپس میں مناظرہ کرنے لگ گئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ وہ جادوگر موسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں فرعون سے مشورہ کرنے لگے۔ کلبی نے اس کا یہ مطلب بیان کیا کہ انہوں نے اس مشورے کو چھپائے رکھا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام ہم پر غالب آگئے تو ہم ان کا اتباع کرلیں گے۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو مذکورہ بالا نصیحت کی تو جادوگروں نے باہم کہا یہ کلام تو جادوگر کا نہیں ہے۔ بعض نے بعض کے ساتھ کہا کہ یہ بات ساحر کی نہیں ہے۔ "واسروا النجوىٰ" یہ مناجات ہے یہ مصدر ہے "ناجيته" یعنی اس کا معنی ہے خفیہ بات کی۔

⑬ "قالوا" بعض لوگ بعض کے ساتھ سرگوشی کرنے لگے۔ "ان هذان لساحران" ان دونوں کے متعلق کہ یہ دونوں جادوگر ہیں۔ ابن کثیر اور حفص نے نون کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ "هذان" ...... "اى ما هذان" کہ یہ دونوں نہیں مگر جادوگر۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے "وان نظنك لمن الكاذبين" یعنی میں ان کو گمان نہیں کرتا مگر جھوٹ۔

ابن کثیر نے نون کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے "هذان" میں اور ابوعمرو کی قرأت کی "اِنّ" مشددہ آیا ہے۔ یہ نحو کے عام ضابطہ کے مطابق آیا ہے لیکن ابوعمرو کے علاوہ هذان ہی جمہور کی قرأت ہے۔ بعض حضرات نے "هذان" کے الف کے ساتھ

ذکر کیا ہے۔ اس کی قراءت میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ ہشام بن عروہ نے اپنے باپ کے حوالے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے لیکن یہ بعض لوگوں نے کہا یہ قبائل ابوالحارث اور خثعم اور کنانہ کے محاورہ کے موافق ہے۔ تثنیہ ہو یا کوئی ایسی ساکن یاء جس سے پہلے فتحہ ہو۔ ان قبائل نے اس کو الف بہرحال پڑھا ہے۔ "اتانی الرجلان رأیت الرجلان مررت بالرجلان" بہرحال تثنیہ کو الف ہی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ نصب اور جر کسی بھی حالت میں یاء کو قبول نہیں کرتے۔ مثلاً عصا اور جیسا کہ کہا جاتا ہے "کسرت یداہ و رکبت علاہ" کہتے ہیں "یدیہ و علیہ" نہیں کہتے۔ شاعر کا قول ہے

ان اباھا و أباھا قد بلغا فی المجد غایتھا

دوسرے "اباھا" کو الف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ "ابیھا" نہیں آیا۔ بعض نے اس کی تقدیر میں فرمایا کہ "انہ ھذان" ھا کو حذف قرار دیا۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہاں "انّ" نعم کے معنی میں ہے۔ ایک اعرابی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کچھ مانگا، آپ نے نہیں دیا، اعرابی نے کہا کہ "لعن اللہ ناقۃ حملتنی الیک" کہ اللہ کی لعنت ہو اس اونٹنی پر جو مجھے آپ کے پاس سوار کر کے لائی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "انّ و صاحبھا" بے شک اور اس کے مالک پر بھی۔ جیسا کہ شاعر کا قول ہے:

"ویقلن شیب قد علاک و قد کبرت فقلت انہ" یہاں بھی نعم کے معنی میں ہے۔ "یرید ان یخرجاکم من ارضکم" اس سے مراد مصر کی سرزمین ہے۔ "بسحرھما ویذھبا بطریقتکم المثلی" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ طریقہ سے مراد سرداران قوم بڑے لوگ مثل تانیث الامثل ہے، وہ افضل ہے۔

بطریقتکم المثلی کی تفسیر

شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے۔ یعنی لوگوں کا رُخ اپنی طرف پھیر دیں گے۔ قتادہ نے کہا کہ اس زمانہ میں بنی اسرائیل تعداد میں بھی ساری قوم سے زیادہ تھے اور مال میں بھی اس لیے طریقہ "مثلی" سے بنی اسرائیل مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں چاہتے تھے کہ بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ فرعون کے اس قول کی وجہ یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا۔ بعض مفسرین رحمہم اللہ نے کہا کہ "مثلی" سے مراد دین ہے جس پر اہل مصر قائم تھے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں طریق مثلی ہے مراد اس سے صراط مستقیم ہے۔

64 "فاجمعوا کیدکم" ابوعمرو نے "اجمعوا" کے الف کو وصل کے ساتھ پڑھا ہے۔ میم کے فتحہ کے ساتھ، جمع سے ہے یعنی تم ان اشیاء کو نہ پکارو یا جمع نہ کرو جو تمہارے ساتھ دھوکہ کرے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ اس کا معنی عزم اور محکم ہو۔ یعنی تم فیصلہ کرو اس کو اجماعی فیصلہ قرار دو باہمی اختلاف نہ کرو۔ "ثم ائتوا صفاً" سب کے سب۔ مقاتل اور کلبی نے یہی بیان کیا ہے اور بعض قوم نے کہا کہ تم سب جمع ہو کر ایک قطار میں ہو کر آؤ تا کہ دیکھنے والوں کے دلوں میں ہیبت پیدا ہو۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ صف کا معنی ہے جمع ہونے کی جگہ، جائے نماز کو صف اسی مناسبت سے کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو مقرر ہے اس جگہ پہنچ جاؤ۔ "وقد افلح الیوم من استعلی" جو غالب ہوا کامیاب ہو گیا۔

قَالُوْا یٰمُوْسٰی اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰی ﴿65﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰی ﴿66﴾ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی ﴿67﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ﴿68﴾ وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۚ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ۚ وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُ حَیْثُ اَتٰی ﴿69﴾ فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰی ﴿70﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَلَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰی ﴿71﴾

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ آپ (اپنا عصا) پہلے ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں آپ نے فرمایا نہیں تم ہی پہلے ڈالو پس یکایک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کی نظر بندی سے موسیٰ کے خیال میں ایسی معلوم ہونے لگیں جیسے (سانپ کی طرح) چلتی دوڑتی ہوں سو موسیٰ کے دل میں تھوڑا سا خوف ہوا ہم نے کہا کہ تم ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے اور (اس کی صورت یہ ہے) کہ یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں جو (عصا) ہے اس کو ڈال دو ان لوگوں نے جو کچھ (سانگ) بنایا ہے یہ (عصا) سب کو نگل جائے گا یہ جو کچھ بنایا ہے جادوگروں کا سانگ ہے اور جادوگر کہیں جاوے (معجزے کے مقابلے میں کہیں) کامیاب نہیں ہوتا سو جادوگر سجدہ میں گر گئے اور (بآواز بلند) کہا کہ ہم تو ایمان لے آئے ہارون اور موسیٰ کے پروردگار پر فرعون نے کہا کہ بدوں اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں (یعنی میری خلاف مرضی) تم موسیٰ پر ایمان لے آئے واقعی (معلوم ہوتا ہے کہ) وہ (سحر میں) تمہارے بھی بڑے ہیں کہ انہوں نے تم کو سحر سکھلایا ہے سو میں تم سب کے ہاتھ پاؤں کٹواتا ہوں ایک طرف کا ہاتھ ایک طرف کا پاؤں اور تم سب کو کھجوروں کے درختوں پر ٹنگواتا ہوں اور یہ بھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ ہم دونوں میں (یعنی مجھ میں اور رب موسیٰ میں) کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے۔

تفسیر: ﴿65﴾ "**قالوا**" جادوگروں نے کہا "**یا موسیٰ اما ان تلقی**" اپنی لاٹھیاں ڈالیں۔ "**واما ان نکون اوّل من القی**" جو کچھ ہمارے پاس ہے۔

﴿66﴾ موسیٰ علیہ السلام نے کہا "**بل القوا**" تم پہلے ڈالو۔ "**فاذا حبالهم**" اس میں اضمار ہے کہ تم اپنی لاٹھیاں یا رسیاں ڈالو۔ "**وعصیهم**" عصا کی جمع ہے۔ "**یخیل الیه**" ابن عامر اور یعقوب نے تخیل تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ پہلی صورت میں ضمیر ان کی رسیوں اور لاٹھیوں کی طرف راجع ہے اور دوسری صورت میں ان کے مکر وفریب اور جادو کی طرف لوٹ رہی ہے۔ "**من سحرهم انها تسعی**" ڈالی ہوئی چیزوں کے متعلق تخیل پیدا ہوا کہ وہ چل رہی ہیں اور یہ اس وجہ سے کہ جب انہوں نے لاٹھیاں زمین پر پھینکی تو لوگوں کی نظر بندی کر دی اور نظر بندی کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو اور

دوسرے حاضرین کو ایسا محسوس ہونے لگا کہ ایک ایک میل تک سانپوں سے بھر گئی ہے اور سانپ دوڑ رہے ہیں۔

⑰ "فاوجس فی نفسه خیفة موسٰی" اس کو خوف پایا۔ بعض نے کہا کہ انہوں نے اپنے دل میں خوف کو چھپایا۔ اس خوف کے متعلق بعض نے کہا کہ بشریت کے تقاضے کی بناء پر کچھ خفیہ خوف پیدا ہوا۔ مقاتل کا بیان ہے کہ آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ لوگ دھوکہ کھا جائیں گے اور میرے معجزے میں ان کو شک پڑ جائے گا اور حق واضح نہ ہوگا۔

⑱ "قلنا" ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا "لاتخف انک انت الاعلٰی" آپ غالب رہیں گے۔ غلبہ آپ کے لیے ہے اور کامیابی آپ ہی کی ہے۔

⑲ "والق مافی یمینک" اس عصا کو ڈال دیجئے۔ "تلقف" وہ سب کو نگل لے گا اور ہڑپ کر لے گا۔ "ماصنعوا" ابن عامر نے "تلقف" فاء کے رفع کے ساتھ اور دوسرے قراء نے جزم کے ساتھ پڑھا ہے۔ "انما صنعوا" جو انہوں نے بنایا ہے وہ سب جادو ہے۔ "کید ساحر" جادوگروں کا حیلہ ہے۔ اسی طرح حمزہ اور کسائی نے سین کے کسرہ کے ساتھ بغیر الف کے ذکر کیا ہے اور دوسرے قراء نے ساحر پڑھا ہے کیونکہ کید کی اضافت فاعل کی طرف ہے۔ "ولا یفلح الساحر حیث اتی" یعنی جادوگر جہاں اور جس زمین میں جائے کامیاب نہیں ہوتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے اس کا حاصل بھی یہی ہے۔ بعض نے "اتی" کا ترجمہ حیث احتال کیا ہے یعنی جو تدبیر جہاں کرے کامیاب نہیں ہوتا۔

⑳ "فالقی السحرة سجدًا قالوا اٰمنا برب هارون و موسٰی

㉑ قال آمنتم له قبل ان آذن لکم انه لکبیرکم" کہ یہ تمہارا سردار اور تمہارا استاد سکھانے والا ہے۔ "الذی علمکم السحر فلاقطعن أیدیکم و أرجلکم من خلاف ولاصلبنّکم فی جذوع النخل" درخت کھجور کے تنوں میں لمبا ہوتا ہے۔ دور سے نظر آتا ہے۔ "ولتعلمن أینا اشد عذابًا" یعنی میں تم کو اب موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی زیادہ سخت سزا دے سکتا ہوں یا موسیٰ علیہ السلام کا رب تم کو زیادہ سخت عذاب دے سکتا ہے۔ اگر تم اس پر ایمان نہ لاتے۔ "وابقی" اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَکَ عَلٰی مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ. اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿۷۲﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَلَنَا خَطٰیٰنَا وَمَآ اَکْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللّٰهُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ﴿۷۳﴾ اِنَّهٗ مَنْ یَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ. لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی ﴿۷۴﴾ وَمَنْ یَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِکَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی ﴿۷۵﴾

ترجمہ: ان لوگوں نے صاف جواب دے دیا کہ ہم تجھ کو کبھی ترجیح نہ دیں گے بمقابلہ ان دلائل کے جو ہم کو ملے ہیں اور بمقابلہ اس ذات کے جس نے ہم کو پیدا کیا ہے تجھ کو جو کچھ کرنا ہو (دل کھول کر) کر ڈال تو بجز اس کے کہ اس

دنیاوی زندگانی میں کچھ کر لے اور کر ہی کیا سکتا ہے بس اب تو ہم اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے تا کہ ہمارے (پچھلے) گناہ (کفر وغیرہ) معاف کر دیں اور تو نے جو جادو (کے مقدمہ) میں ہم پر زور ڈالا اس کو بھی معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ (تجھ سے) بدر جہا اچھے ہیں اور زیادہ بقا والے ہیں جو شخص (بغاوت کا) مجرم ہو کر اپنے رب کے پاس حاضر ہو گا سو اس کے لئے دوزخ (مقرر) ہے اس میں نہ مرے ہی گا اور نہ جئے ہی گا اور جو شخص رب کے پاس مومن ہو کر حاضر ہو گا جس نے نیک کام بھی کئے ہوں سو ایسوں کے لئے بڑے اونچے درجے ہیں۔

تفسیر ⑫ "قالوا" جادوگر کہنے لگے۔ "لن نوثرک" کہ تمہیں اختیار نہیں کریں گے۔ "**علی ما جاء نا من البیّنات**" ان دلائل کے مقابلے میں مقاتل کا بیان ہے کہ دلائل سے مراد ید بیضاء عصا اور باقی معجزات ہیں اور بعض نے کہا کہ اگر یہ جادو ہے تو پھر ہماری رسیاں اور لاٹھیاں کہاں جائیں گی اور بعض نے کہا کہ "بینات" سے مراد یقین و علم ہے۔ قاسم بن ابی ابزی سے حکایت کی جاتی ہے کہ جب جادوگر سجدہ میں گر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو سجدہ سے اس وقت تک نہیں اُٹھائے گا جب تک کہ ان کو سجدہ میں جنت و دوزخ دکھا نہ لیں اور جنت کے اہل والوں کو ان کے اعمال کا ثواب اور جو کچھ جنت میں ہے وہ دیکھ نہ لیں۔ اس آیت "**قالوا لن نوثرک علی ما جاء نا من البینات**" کا مطلب یہی ہے۔ "**والذی فطرنا**" اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تجھے ترجیح نہ دیں گے۔ یعنی جس فطرۃ پر پہلے سے ہم ہیں اس کو چھوڑ دیں گے۔ بعض نے کہا کہ یہ قسم ہے۔ "**فاقض ما انت قاض**" تو کر ڈال جو کچھ تو کرنا چاہتا ہے۔ "**انما تقضی فی ھذہ الحیوۃ الدُّنیا**" یعنی یہ سب کچھ تو دُنیا میں کر سکے گا تیری یہ بادشاہت اور سلطنت دنیا ہی تک ہے جو عنقریب زائل ہونے والی ہے۔

⑬ "**انا امنا بربنا لیغفرلنا خطایانا وما اکرھتنا علیہ من السحر**"

سوال یہ ہوتا جادوگر تو اپنے اختیار سے آئے تھے، فرعون نے ان کو مجبور کب کیا تھا، خود ہی انہوں نے فرعون کی قسم کھا کر کہا تھا کہ ہم غالب رہیں گے، پھر "**ما اکرھتنا علیہ من السحر**" کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

جواب: حسن رحمہ اللہ کا قول ہے فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں کو فرعون جادو سیکھنے پر مجبور کرتا۔ تا کہ جادو کی جڑ قائم رہے۔ "**ما اکرھتنا**" سے یہی مراد ہے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ جادوگر بہتر تھے۔ دو قبطی اور ستر اسرائیلی فرعون نے اسرائیلیوں کو جادو سیکھنے پر مجبور کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے۔ عبدالعزیز بن ابان نے کہا کہ جادوگروں نے فرعون سے درخواست کی کہ پہلے ہم کو موسیٰ علیہ السلام کو سوتے کی حالت میں دکھا دیجئے۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سو رہے تھے اور لاٹھی آپ کا پہرہ دے رہی تھی۔ اس وقت فرعون نے جادوگروں کو بلوا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معائنہ کروا دیا۔ جادوگر دیکھ کر کہنے لگے یہ تو سحر نہیں ہے کیونکہ جادوگر سو جاتا ہے تو اس کا جادو بھی ختم ہو جاتا ہے۔ فرعون نے جادوگروں کی بات نہیں مانی اور مقابلہ کرنے پر مجبور کیا۔ "**ما اکرھتنا علیہ فی السحر**" کا یہی مطلب ہے۔ "**واللہ خیر وابقی**" محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ آپ کو بہتر ثواب دیا جائے گا اور ان کے لیے عذاب کو باقی رکھا۔ محمد بن کعب کا بیان ہے کہ تمہارے لیے ثواب بہتر ہے۔ اگر تم ہماری اطاعت کرو گے اور تمہارے لیے عذاب

کو باقی رکھا جائے گا، اگر تم نے ہماری نافرمانی کی۔ گویا اس کا جواب ہے "ولتعلمن اینا اشد عذابًا وابقی"

⑭ "انہ من یات ربہ مجرمًا" اللہ تعالیٰ کے کلام کی ابتداء ہے اور بعض نے کہا کہ جادوگروں کا آخری کلام ہے۔ یعنی جو حالت شرک پر مرے گا۔ "فان لہ جھنم لایموت فیھا" اس کو جہنم میں راحت حاصل نہیں ہوگی۔ "ولا یحیی" اور نہ ہی ایسی زندگی جس سے ان کو نفع حاصل ہو۔

⑮ "ومن یاتہ" ابوعمرو نے ھا کے سکون کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے۔ دوسرے قراء کے نزدیک اشباع کے ساتھ ہے۔ "مؤمنًا" جو شخص حالت ایمان پر فوت ہوا۔ "قد عمل الصالحات فاولٰئک لھم الدرجات العلٰی" ان کے لیے بلند مرتبہ ہے۔ "العلی" جمع ہے "علیا" کی، تانیث ہے اعلیٰ کی۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰی ⑯ وَلَقَدْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰی ⑰ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِیَهُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَهُمْ ⑱ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰی ⑲ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ قَدْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ⑳ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِیْهِ فَیَحِلَّ عَلَیْكُمْ غَضَبِیْ وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰی ㉑

ترجمہ یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور جو شخص (کفر و معصیت) سے پاک ہو اس کا یہی انعام ہے اور ہم نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ ہمارے (ان) بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو (مصر سے) راتوں رات (باہر) لے جاؤ پھر ان کے لئے دریا میں (عصا مار کر) خشک رستہ بنا دینا نہ تم کو کسی کے تعاقب کا اندیشہ ہوگا اور نہ اور کسی قسم کا خوف ہوگا پس فرعون اپنے لشکروں کو لے کر ان کے پیچھے چلا تو دریا ان پر جیسا ملنے کو تھا آ ملا اور فرعون اپنی قوم کو بری راہ لایا اور نیک راہ ان کو نہ بتلائی اے بنی اسرائیل (دیکھو) ہم نے تم کو تمہارے (ایسے بڑے) دشمن سے نجات دی اور ہم نے تم سے (یعنی تمہارے پیغمبر سے) کوہ طور کی داہنی جانب آنے کا وعدہ کیا اور (وادی تیہ میں) ہم نے تم پر من وسلویٰ نازل فرمایا (اور اجازت دی کہ) ہم نے یہ نفیس چیزیں تم کو دی ہیں ان کو کھاؤ اور اس (کھانے) میں حد (شرعی) سے مت گزرو کہیں میرا غضب تم پر واقع ہو جاوے اور جس شخص پر میرا غضب واقع ہوتا ہے وہ بالکل گیا گزرا ہوا۔

تفسیر ⑯ "جنات عدن تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا و ذلک جزاء من تزکی" تمہیں گناہوں

سے پاک کرلیں گے۔ کلبی کا بیان ہے کہ اپنے نفس کی زکوٰۃ ادا کرو۔ لا الٰہ الا اللہ کے قول کے ساتھ۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونچے درجات والوں کو نیچے والے اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم چمکتے ستاروں کو آسمان کے کنارے پر دیکھتے ہو اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما انہی میں سے ہوں گے۔

⑰ "**ولقد اوحینا الی موسٰی أن اسر بعبادی**" ان کو مصر سے راتوں رات باہر لے جاؤ۔ "**فاضرب لهم طریقا فی البحر**" بنالو ان کے لیے راستہ سمندر میں لاٹھی کے مارنے کے ساتھ۔ "**یبسا**" وہ ایسا خشک ہو جائے گا کہ نہ اس میں مٹی ہوگی اور نہ ہی پانی اور نہ ہی کیچڑ۔ اللہ تعالیٰ سمندر کے پانی کو جام کردیں گے۔ "**لاتخاف درکا**" حمزہ نے اس کو "**لاتخف**" پڑھا ہے۔ مجزوم نہی کی وجہ سے اور باقی قراء نے رفع اور الف کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ "**ولا تخشی**" بعض نے کہا کہ آپ اس وجہ سے خوف نہ کھائیں کہ آپ کے پیچھے فرعون آ گیا اور نہ ہی اس بات سے خوف کھائیں کہ آگے سمندر میں ڈوب جائیں گے۔

⑱ "**فاتبعهم**" فرعون اپنا لشکر لے کر ان کے پیچھے چل پڑا۔ "**فرعون بجنوده**" بعض نے کہا کہ فرعون نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ وہ ان کے پیچھے پیچھے جائیں۔ بعض نے کہا کہ باء زائدہ ہے اور فرعون ان میں شامل تھا۔ "**فغشیهم**" ان کو پہنچا۔ "**من الیم ما غشیهم**" اور وہ غرق ہو گیا۔ یعنی فرعون کو ایسی موجوں نے ڈھانپ لیا جو اوپر سے بھی آئیں جن کی مقدار اور حقیقت سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ ایک تو سمندر کا اندھیرا اور دوسرا موجوں کے جوش مارنے کا اندھیرا۔ اور بعض نے کہا کہ ان کو ایسے اندھیرے نے سمندر میں لپیٹا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو نہیں کیا۔ فرعون کی قوم غرق ہوگئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بچ گئی۔

⑲ "**واضل فرعون قومه وما هدی**" فرعون نے اپنی قوم کو بے راہ کردیا تھا اور ان کو سیدھا راستہ نہیں دکھایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "**وما اهدیکم الا سبیل الرشاد**"

⑳ "**یا بنی اسرائیل قد انجیناکم من عدوکم**" اس سے مراد فرعون ہے۔ "**وواعدنکم جانب الطور الا یمن ونزّلنا علیکم المنّ والسلویٰ**"

㉑ "**کلوا من طیّبات مارزقناکم**" حمزہ اور کسائی نے "**انجیتکم، وواعدتکم، ورزقتکم**" تاء کے ساتھ ہے اور دوسرے قراء نے نون کے ساتھ ذکر کیا ہے تعظیم کی بناء پر اور "**نزّلنا**" میں اختلاف نہیں کیا کیونکہ ان کو الف کے ساتھ ہی ذکر کیا ہے۔ "**ولا تطغوا فیه**" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ تم ظلم نہ کرو۔ کلبی کا بیان ہے کہ تم نعمت کی ناشکری نہ کرو ورنہ سرکش ظالم بن جاؤ گے۔

بعض نے کہا کہ ہماری پاکیزہ اشیاء برائی میں خرچ نہ کرو۔ بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری نعمتوں کو معاصی میں تقویت نہ دو۔ بعض نے کہا کہ تم ہماری نعمتوں کو ذخیرہ نہ کرو۔ "**فیحل**" اعمش کسائی نے حاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور "**ومن یحلل**" لام کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ اس کا معنی ہے اُترنا اور دوسرے قراء نے کسرہ کے ساتھ پڑھا۔ اس صورت میں اس کا معنی ہے واجب "**علیکم غضبی ومن یحلل علیه غضبی فقد هوی**" تو وہ ہلاک ہوا اور آگ میں جاگرا۔

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی 82 وَمَآ اَعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ یٰمُوْسٰی 83 قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓی اَثَرِیْ وَعَجِلْتُ اِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضٰی 84 قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَکَ مِنْ ، بَعْدِکَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ 85 فَرَجَعَ مُوْسٰٓی اِلٰی قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا. قَالَ یٰقَوْمِ اَلَمْ یَعِدْکُمْ رَبُّکُمْ وَعْدًا حَسَنًا. اَفَطَالَ عَلَیْکُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ یَّحِلَّ عَلَیْکُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ 86

ترجمہ اور (نیز اس کے ساتھ یہ بھی کہ) میں ایسے لوگوں کے لئے بڑا بخشنے والا بھی ہوں جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں پھر (اسی راہ پر) قائم (بھی) رہیں اور اے موسیٰ آپ کو اپنی قوم سے آگے جلدی آنے کا کیا سبب ہوا انہوں نے (اپنے گمان کے موافق) عرض کیا کہ وہ لوگ یہی تو ہیں میرے پیچھے پیچھے (آرہے ہیں) اور میں آپ کے پاس جلدی سے اس لئے چلا آیا کہ آپ (زیادہ) خوش ہوں گے ارشاد ہوا کہ تمہاری قوم کو تو ہم نے تمہارے (چلے آنے کے) بعد ایک بلا میں مبتلا کر دیا اور ان کو سامری نے گمراہ کر دیا غرض موسیٰ (بعد انقضاء میعاد کے) غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے (اور) فرمانے لگے کہ اے میری قوم کیا تم سے تمہارے رب نے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا کیا تم پر (میعاد مقرر سے کچھ) زیادہ زمانہ گزر گیا تھا یا تم کو یہ منظور ہوا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب واقع ہو۔ اس لئے تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اس کو خلاف کیا۔

تفسیر 82 "وانی لغفار لمن تاب" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس کا معنی ہے شرک سے توبہ کرنا۔ "و آمن" وحد اللہ، اللہ کی وحدانیت اور اس کی تصدیق کرنا۔ "وعمل صالحا" فرائض کو ادا "ثم اهتدی" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس نے ہدایت پائی یعنی جان لیا کہ یہ سب کچھ اللہ کی توفیق سے ملا ہے۔ قتادہ اور سفیان ثوری کا قول ہے کہ اسلام پر مرتے دم تک قائم رہا۔ شعبی، مقاتل، کلبی کا بیان ہے کہ یعنی یہ جان لیا کہ اللہ کی طرف سے اس کا ثواب مجھے ملے گا۔ زید بن اسلم کا قول ہے کہ اس نے علم حاصل کیا تاکہ اس کے مطابق عمل کرے۔ ضحاک کا قول ہے ہدایت پر قائم رہنا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے سنت اور جماعت کے مسلک پر قائم رہا۔

83 "وما اعجلک" قوم کے جلدی آنے کا سبب کیا ہے۔ "عن قومک" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور پر لے جانے کے لیے بنی اسرائیل میں سے ستر آدمیوں کا انتخاب کیا تاکہ طور پر پہنچ کر حسب وعدہ اللہ کی کتاب حاصل کرلیں۔ پھر ان کو پیچھے چھوڑ کر دیدار الٰہی کے شوق میں خود پہلے آگئے اور ان سے کہہ دیا تم لوگ پیچھے آجانا۔ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہی سوال کیا ہے کہ تم قوم سے پہلے چلے آئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما اعجلک عن قومک (یاموسی)

84 "قال" حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ رب العزت کو جواب دے رہے تھے۔

"هم اولاء علی اثری" اس مقام کی طرف جہاں عزت قرب عطا فرمانے اور تجلیات نازل کرنے اور کلام کرنے کا آپ نے وعدہ کیا تھا۔ "وعجلت الیک رب لترضٰی" تا کہ آپ زیادہ خوش ہوں۔

85 "قال فانا قد فتنا قومک من بعدک" حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے حضرت ہارون علیہ السلام کو آزمائش میں ڈالا اور وہ ستر ہزار لوگ جنہوں نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی تھی۔ بعض نے کہا کہ بنی اسرائیل چھ لاکھ تھے، بارہ ہزار کے علاوہ باقی سب گمراہ اور گوسالہ پرست ہو گئے۔

"واضلهم السامری" اس نے لوگوں کو بچھڑے کی پوجا کرنے کی طرف پھیر دیا۔ سامری کی طرف اضافت اس لیے کی اس کے بسبب سب گمراہ ہوئے۔

86 "فرجع موسٰی الٰی قومه غضبان أسفا" غمگین ہو کر۔ "قال یاقوم ألم یعدکم ربکم وعدًا حسنًا" اس سے مراد سچائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تورات دی۔

"أفطال علیکم العهد" آپ سے جدا ہونے کی مدت کتنی تھی۔ "أم اردتم أن یحل علیکم غضب من ربکم" اگر تم نے ایسا کرنے کا ارادہ کر لیا تو پھر تم اپنے رب کے غضب کو پہنچ گئے۔ "فاخلفتم موعدی"

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَکَ بِمَلْکِنَا وَلٰکِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَکَذٰلِکَ اَلْقَی السَّامِرِیُّ 87 فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُکُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰی فَنَسِیَ 88 اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا وَّلَا یَمْلِکُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا 89 وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ وَاِنَّ رَبَّکُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْٓا اَمْرِیْ 90

ترجمہ وہ کہنے لگے کہ ہم نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا اس کو اپنے اختلاف سے خلاف نہیں کیا۔ لیکن قوم (قبط) کے زیور میں سے ہم پر بوجھ لد رہا تھا سو ہم نے اس کو (سامری کے کہنے سے آگ میں) ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے (بھی) ڈال دیا پھر اس (سامری) نے ان لوگوں کے لئے ایک بچھڑا (بنا کر) ظاہر کیا کہ وہ ایک قالب تھا جس میں ایک (بے معنی) آواز تھی سو وہ احمق) لوگ (ایک دوسرے سے) کہنے لگے کہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود تو یہ ہے موسیٰ تو بھول گئے کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں دیکھتے تھے کہ وہ نہ تو ان کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ان کے کسی ضرر اور نفع پر قدرت رکھتا ہے اور ان لوگوں سے ہارون نے (موسیٰ علیہ السلام کے لوٹنے سے) پہلے بھی کہا تھا کہ اے میری قوم تم اس (گوسالہ) کے سبب گمراہی میں پھنس گئے ہو اور تمہارا رب (حقیقی) رحمٰن ہے سو تم میری راہ پر چلو اور میرا کہا مانو۔

تفسیر 87 "قالوا ما اخلفنا موعدک بملکنا" نافع، ابو جعفر اور عاصم کے نزدیک "بملکنا" میم کے فتحہ کے ساتھ حمزہ اور کسائی نے ان دونوں کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے کہ ہم آپ کے حکم کے

مالک ہیں۔ بعض نے کہا کہ ہم نے اپنے اختیار سے ایسا نہیں کیا اور بعض قراء نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ یہ سب کچھ آپ کی قدرت اور اختیار سے کیا۔ بعض نے کہا کہ جب کسی شخص پر کوئی مصیبت یا مشکل افتاد آ پڑے تو پھر اس کو اپنے نفس کی پرواہ نہیں ہوتی۔ ''ولکنا حملنا'' ابو عمرو، حمزہ، کسائی، ابوبکر، یعقوب نے حاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ میم کی تخفیف کے ساتھ، دوسرے قراء نے حاء کے ضمہ کے ساتھ اور میم کی تشدید کیساتھ

''اوزارًا من زینۃ القوم'' فرعون کی قوم کے زیورات ان کو اوزار اس لیے کہا کہ انہوں نے فرعون کی قوم سے عاریۃً زیورات لیے۔ یہ اس وجہ سے کہ جب بنی اسرائیل نے قبطیوں سے سونا عاریۃً لیا تو اس وقت قبطی ان کے ساتھ ساتھ مصر سے باہر نکلے اور بعض نے کہا کہ فرعون اور اس کے ساتھی جب دریا میں ڈوب گئے تو دریا نے ان کا زیور باہر پھینک دیا۔ بنی اسرائیل نے بطور مال غنیمت اس کو لے لیا لیکن مال غنیمت ان کے لیے جائز نہ تھا اس لیے انہوں نے اس کو بوجھ ہی کہا۔

''فقذفناھا'' بعض روایات میں آتا ہے کہ سامری کے کہنے سے انہوں نے ایک گڑھا کھود کر سارا زیور اس میں ڈال دیا تاکہ موسیٰ علیہ السلام جب واپس آئیں تو زیور کے متعلق شرعی حکم بتائیں۔

سدی کا قول ہے کہ ان کو حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا کہ جو زیورات تمہارے پاس ہیں یہ غنیمت تمہارے لیے حلال نہیں تو ایک گڑھا کھود کر اس میں ڈال دو۔ یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام واپس آجائیں۔ پھر وہ اس کے متعلق رائے دیں۔ پھر انہوں نے ایسے ہی کیا۔ ''فقذفنھا'' ڈال دیا ہم نے اس زیورات کو گڑھے میں۔ ''فکذلک القی السامری'' اور اس میں سامری نے بھی ڈال دیا اور جو کچھ اس کے پاس تھا وہ بھی ڈال دیا۔

سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ کی روایت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان منقول ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے آگ جلوا کر بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ تم لوگوں کے پاس جو زیور ہے وہ اس میں ڈال دو، حکم کی تعمیل میں بنی اسرائیل نے سارا زیور آگ میں ڈال دیا۔ پھر سامری نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے کی خاک (جو اس کے پاس تھی) آگ میں ڈال دی۔ قتادہ کا بیان ہے کہ سامری نے وہ مٹی اپنے عمامے کے گوشے میں رکھی تھی۔

⑧⑧ ''فاخرج لھم عجلا جسدًا لہ خوار فقالوا ھذا الھکم والہ موسٰی فنسی'' موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ترک کر دیا اور خدا کی تلاش میں چلا گیا۔ (نعوذ باللہ) بعض نے کہا کہ سیدھا راستہ چھوڑ کر بھٹک گیا۔

⑧⑨ ''افلا یرون الا یرجع الیھم قولا'' انہوں نے ایسا بچھڑا نہیں دیکھا جو بولتا بھی ہو اور جواب بھی دیتا ہو، جب اس کو پکارا جائے۔

''ولا یملک لھم ضرًا ولا نفعًا'' بعض حضرات کا کہنا ہے کہ سامری بچھڑا بنا رہا تھا کہ حضرت ہارون علیہ السلام اِدھر سے گزرے اور پوچھا کہ کیا کر رہا ہے۔ سامری نے کہا میں ایسی چیز بنا رہا ہوں جو مفید ہوگی، ضرر رساں نہیں ہوگی، آپ میرے لیے کامیابی کی دُعا کریں۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے دُعا کی کہ اے اللہ! یہ جو کچھ تجھ سے مانگ رہا ہے اس کو اس کی دلی مراد کے مطابق عطا فرما دے۔ آپ علیہ السلام کی دُعا قبول ہوئی اور سامری نے جب بچھڑے کے منہ میں خاک ڈال دی تو وہ بولا چیختا

ہوا بچھڑا بن جا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوگیا۔ حقیقت میں یہ اللہ کی طرف سے آزمائش تھی جس میں اللہ نے بنی اسرائیل کو مبتلا کر دیا تھا۔

90 "ولقد قال لھم ھارون من قبل" حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واپس لوٹنے سے پہلے ہی کہہ چکے تھے۔ "یاقوم انما فتنتم بہ" کہ تم کس میں مبتلا ہوگئے ہو۔ "وان ربکم الرحمٰن فاتبعونی" میرے دین پر چلو، میری اتباع کرو۔ "واطیعوا امری" اور بچھڑے کی پوجا کو چھوڑ کر میرے حکم کی اطاعت کرو۔

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿91﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْا ﴿92﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۗ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿93﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿94﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿95﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿96﴾

ترجمہ: انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو جب تک موسیٰ ہمارے پاس واپس ہو کر آئیں اسی (کی عبادت) پر برابر جمے بیٹھے رہیں گے (موسیٰ نے) کہا اے ہارون جب تم نے (ان کو) دیکھا تھا کہ یہ (بالکل) گمراہ ہوگئے تو (اس وقت) تم کو میرے پاس چلے آنے سے کون امر مانع ہوا تھا سو کیا تم نے میرے کہنے کے خلاف کیا ہارون نے کہا کہ اے میرے ماں جائے تم میری ڈاڑھی مت پکڑو اور نہ سر (کے بال) (پکڑو مجھ کو اندیشہ ہوا کہ تم کہنے لگو کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان میں تفریق ڈال دی اور تم نے میری بات کا پاس نہ کیا (پھر سامری کی طرف متوجہ ہوئے) کہا کہ اے سامری تیرا کیا معاملہ ہے اس نے کہا کہ مجھ کو ایسی چیز نظر آئی تھی جو اوروں کو نظر نہ آئی تھی پھر میں نے اس فرستادہ (خداوندی کی سواری) کے نقش قدم سے ایک مٹھی (بھر خاک) اٹھالی تھی سو میں نے وہ مٹھی (اس قالب کے اندر) ڈال دی اور میرے جی کو یہی بات پسند آئی۔

تفسیر 91 "قالوا لن نبرح" ہم ہمیشہ اس پر برقرار رہیں گے جب تک موسیٰ علیہ السلام واپس نہیں لوٹتے۔ "علیہ" اس کی عبادت پر ہمیشہ رہیں گے۔ "عاکفین" اسی پر جمے رہیں گے۔ "حتّی یرجع الینا موسٰی" اس جواب کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام اپنے ساتھ بارہ ہزار افراد کو لے کر باقی جماعت سے الگ ہوگئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو آپ نے دور سے کچھ شور و غل کی آواز سنی کیونکہ لوگ بچھڑے کے گرد ناچ کود رہے تھے اور شور برپا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو ستر آدمی گئے تھے انہوں نے کہا کہ یہ آواز تو کسی فتنہ سے خالی نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آکر لوگوں کو بچھڑے کے پاس ناچتے دیکھا تو غضبناک ہو کر دائیں ہاتھ سے حضرت ہارون علیہ السلام کے سر کے بال اور بائیں ہاتھ سے داڑھی پکڑ لی۔

92 "قال" ان کو کہا "یا ھرون ما منعک اذ رأیتھم ضلّوا" کہ تم شرک کرنے لگے ہو۔

93 "الا تتبعن" کہ تم میری پیروی کرتے "لا" صلۃ ہے کہ میرے حکم کی پیروی کرتے اور میرا کہنا مانتے اور آپ ان کے

ساتھ قتال کرتے اور تم جانتے ہو کہ اگر میں ان کے درمیان میں ہوتا تو ان کے ساتھ قتال کرتا ان کے کفر کی وجہ سے۔ بعض علماء نے اس کا معنی یہ بیان کیا کہ تمہیں میرے پیچھے آنے اور مجھے اس واقعہ کی اطلاع دینے سے کیا مانع ہوا، تم نے ایسا کیوں نہیں کیا۔ "افعصیت امری" کہ تم نے میرے کام کی مخالفت کی۔

94 "قال یا ابن أم لا تاخذ بلحیتی ولا برأسی" یعنی میرے سر کے بال پکڑ کر نہ کھینچئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شدت غضب میں حضرت ہارون علیہ السلام کے سر کے بال پکڑ کر کھینچے تھے۔ "انی خشیت" مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں ان کو گوسالہ پرستی سے سختی کرتا تو یہ دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتے اور ایک دوسرے کی گردن مارتے تو آپ مجھے کہتے (أن تقول فرقت بین بنی اسرائیل) تو مجھے اس بات سے ڈر لگا کہ اگر ان کو روکوں) تو لامحالہ ان کے دو فرقے ہو جائیں گے۔ ایک میرا حامی اور دوسرا وہ جس کے ساتھ میں قتال کرتا اور پھر آپ کہتے کہ بنی اسرائیل کے تو نے دو ٹکڑے کر دیئے۔ "ولم ترقب قولی" اور میری بات کا لحاظ نہیں رکھا، میں نے تجھ سے کہا تھا کہ میری جگہ تو ان کی درستی اور اصلاح کرتے رہنا اور ظاہر ہے کہ اصلاح نرمی سے سمجھانے سے ہی ممکن ہو سکتی تھی اس لیے میں نے نرمی سے ان کو سمجھایا، خون ریزی نہیں کی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سامری کی طرف متوجہ ہوئے۔

95 "قال فما خطبک" سامری تیرا کیا معاملہ ہے تو نے یہ کس طرح کر دیا۔ (یا سامری)

96 "قال بصرت بما لم یبصروا بہ" میں نے ایسی چیز دیکھی جو اوروں نے نہیں دیکھی اور میں نے وہ چیز پہچانی جو اوروں نے نہیں پہچانی۔ حمزہ اور کسائی نے "مالم تبصروا" تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے خبر ہونے کی وجہ سے "فقبضت قبضۃ من اثر الرسول" وہ فرستادہ خداوندی کے گھوڑے کے نقش قدم سے "فنبذتھا" اور اس کو بچھڑے کے منہ میں ڈال دیا۔ بعض حضرات نے کہا کہ سامری نے وہ خاک حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کی ٹاپوں کے نیچے سے اُٹھائی تھی کیونکہ اس کی پیدائش اسی سال ہوئی تھی جس سال بنی اسرائیل کے نوزائیدہ قتل کیے جا رہے تھے۔ سامری کی ماں نے اس کو لیجا کر ایک غار میں رکھ دیا تھا۔ اللہ نے اس کی پرورش کے لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو مامور کر دیا تھا کیونکہ اس کے ہاتھوں سے ایک فتنہ بنی اسرائیل میں بپا کرنا تھا۔

جبرئیل علیہ السلام اس کی غذائی پرورش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ یہ خود اپنے پاؤں پر چلنے لگا، اس وقت سے یہ جبرئیل علیہ السلام کو پہچانتا تھا۔ "وکذلک سوّلت" میرے دل نے یہی بات پسند کی اور میری نظر میں اس فعل کو پسندیدہ بنا دیا۔ "لی نفسی"

قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ أَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۔ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ وَانْظُرْ إِلٰٓى إِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا 97 إِنَّمَآ إِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا 98 كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا 99 مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا 100 خٰلِدِيْنَ

فِيْهِ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾

ترجمہ: آپ نے فرمایا تو بس تیرے لئے اس (دنیوی) زندگی میں یہ سزا ہے کہ تو یہ کہتا پھرا کرے گا کہ مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگانا اور تیرے لئے ایک اور وعدہ ہے کہ جو تجھ سے ٹلنے والا نہیں (یعنی آخرت میں جو عذاب ہوگا) اور تو اپنے اس معبود (باطل) کو دیکھ جس پر تو جما ہوا بیٹھا تھا (دیکھ) ہم اس کو جلا دیں گے پھر اس (کی راکھ) کو دریا میں بکھیر کر بہا دیں گے بس تمہارا (حقیقی) معبود تو صرف اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں وہ (اپنے) علم سے تمام چیزوں کو احاطہ کئے ہوئے ہے (جس طرح ہم نے موسیٰ کا قصہ بیان کیا) اسی طرح ہم آپ سے اور واقعات گذشتہ کی خبریں بیان کرتے رہتے ہیں اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ دیا ہے (یعنی قرآن) جو لوگ اس سے روگردانی کریں گے سو وہ قیامت کے روز بڑا بھاری بوجھ (عذاب کا) لادے ہوں گے (اور) وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بوجھ قیامت کے روز ان کے لئے برا (بوجھ) ہوگا۔

تفسیر ⑨⑦ "قال فاذهب فان لک في الحيوة" جب تک تو اس دُنیا میں زندہ رہے گا۔ "أن تقول لامساس" میرے قریب تم میں سے کوئی نہ آئے اور نہ ہی وہ مجھے چھوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم دے دیا تھا کہ اس سے میل جول نہ رکھنا اور اس کے پاس بھی نہ جانا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ "لامساس" کا معنی ہے نہ تجھے چھونا ہے اور نہ ہی تیری اولاد کو۔ مساس مماستہ سے ہے اس کا معنی یہ ہے کہ تم میں سے بعض بعض کو نہ مس کرے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اللہ نے اس کے دل میں انسانوں سے وحشت پیدا کر دی۔ اس لیے وہ جنگلوں اور ویرانوں میں مارا مارا پھرتا تھا اور اسی حالت میں مر گیا۔ جو شخص بھی اس کے ساتھ ملتا تو سامری کہتا لامساس یعنی میرے قریب نہ آ ؤ اور نہ ہی مجھے چھوؤ۔ بعض حضرات نے کہا کہ جو شخص اس کو چھولیتا یا جس کو سامری چھولیتا اس کو بخار آ جاتا۔ اس دن وہ سب یہی کہتے کہ لامساس اور ان لوگوں میں سے بھی کوئی شخص سامری کے چھونے والے کو چھوتا تو اس کو بھی بخار آ جاتا۔ "وانّ لک" تمہارے لیے اے سامری "موعدًا" آخرت میں عذاب کا اللہ کی طرف سے مقرر وعدہ ہے۔ "لن تخلفه" ابن کثیر، ابو عمرو اور یعقوب نے "لن تخلفه" پڑھا ہے لام کے کسرہ کے ساتھ کہ اس دن نہ تو کسی سے غائب رہ سکے گا اور نہ ہی اس دن بھاگ سکے گا بلکہ اس دن تجھے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ دوسرے قراء نے لام کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے کہ نہ اس دن تو کسی کی تکذیب کر سکے گا اور نہ ہی تیرا کوئی خلیفہ ہوگا۔ اس دن اللہ تعالیٰ تمہارے فعل کا پورا پورا بدلہ دے گا اور اس کے سامنے کوئی عمل بھی پوشیدہ نہیں ہوگا۔

"وانظر الى الهک" اپنے معبود کو دیکھ۔ "الذی ظلت علیه عاکفا لنحرقنه" جب تک تو اس پر جما بیٹھا رہے اور اس کی عبادت کرتا رہے۔ عرب کہتے ہیں "ظلت افعل کذا" اس کا معنی ہے کہ مجھے مس نہ کرو۔ ابو جعفر کا قول ہے کہ یہ احراق سے ہے۔ یعنی ہم اس کو جلا ڈالیں گے۔

"ثم لننسفنه" خاک اور راکھ کو یا گھسے ہوئے چورے کو بکھیر دیں گے۔ "في اليم" سمندر میں "نسفًا" روایت میں آتا

ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بچھڑے کو پکڑا اور اس کو ذبح کر دیا۔ اس سے خون نکلا کیونکہ وہ گوشت اور خون بن چکا تھا۔ پھر اس کو آگ میں جلا دیا۔ پھر اس کو سمندر میں ڈال دیا۔ ابن محیصن نے "لنحرقن" نون کے فتحہ کے ساتھ اور راء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی پھر ہم اس کو ٹھنڈا کر دیں گے۔ سدی کا قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچھڑے کو پکڑا اور اس کو ذبح کر دیا، پھر اس کو جلا دیا اور اس کو سمندر میں پھینک دیا۔

⑨⑧ "انما الھکم اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو وسع کل شیءٍ علمًا" ہر چیز کا علم اس کے پاس ہے۔

⑨⑨ "کذلک نقص علیک من انباء ماقد سبق" جو امور گزر چکے ہیں۔ "وقد اٰتیناک من لدنا ذکرًا" اس سے مراد قرآن ہے۔

⑩⑩ "من اعرض عنه" جس نے اس قرآن سے اعراض کیا اس پر ایمان نہیں لایا اور نہ ہی اس پر عمل کیا۔ "فانه یحمل یوم القیامة وزرًا" گناہوں کا بھاری بوجھ لے کر آئے گا۔

⑩① "خالدین فیه" بھاری بوجھ لاد کر کھڑے رہیں گے۔ "وساء لھم یوم القیامة حملاً" قرآن سے انکار کے بسبب وہ برا بوجھ ہوگا جو وہ قیامت کے دن اُٹھائے ہوں گے۔

⑩② "یوم ینفخ فی الصور" ابوعمرو نے "ننفخ" پڑھا ہے فاء کے ضمہ کے ساتھ "ونحشر" دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ فاء کے فتحہ کے ساتھ "المجرمین" اس سے مشرکین مراد ہیں۔ "یومئذٍ زرقا" اس سے مراد ہے نیلی آنکھوں والے آنکھ کی سیاہی میں سبزی کی آمیزش کو زرقت کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ زرقا سے مراد اندھا ہونا ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد پیاسا ہونا ہے۔

يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ⑩③ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ⑩④ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ⑩⑤ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ⑩⑥ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ⑩⑦ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ⑩⑧

(ترجمہ) جس روز صور میں پھونک ماری جاوے گی (جس سے مردے زندہ ہو جاویں گے) اور ہم اس روز مجرم (یعنی کافر) لوگوں کو (میدان قیامت میں) اس حالت سے جمع کریں گے کہ آنکھوں سے) کرنجے ہوں گے چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے ہوں کہ تم لوگ (قبروں میں) صرف دس روز رہے ہو گے جس (مدت) کی نسبت وہ بات چیت کریں گے ہم اس کو خوب جانتے ہیں (کہ وہ کس قدر ہے) جبکہ ان سب میں کا زیادہ صائب الرائے یوں کہتا ہوگا کہ نہیں تم تو ایک ہی روز (قبر میں) رہے ہو اور لوگ آپ سے پہاڑوں کی نسبت پوچھتے ہیں (کہ قیامت میں ان کا

کیا حال ہوگا) سو آپ فرما دیجئے کہ میرا رب ان کو بالکل اڑا دے گا پھر زمین کو ایک ہموار میدان کر دے گا کہ جس میں تو (اے مخاطب) نہ ناہمواری دیکھے گا اور نہ کوئی بلندی دیکھے گا اس روز سب کے سب (خدائی) بلانے والے (یعنی صور پھونکنے والا فرشتہ) کے کہنے پر ہولیں گے اس کے سامنے (کسی کا) کوئی ٹیڑھا پن نہ رہے گا اور تمام آوازیں اللہ تعالیٰ کے سامنے (مارے ہیبت کے) دب جاویں گے سو تو (اے مخاطب) بجز پاؤں کی آہٹ کے اور کچھ نہ سنے گا۔

تفسیر ⑩③ "یتخافتون بینھم" وہ آپس میں مشاورت کرتے ہیں اور چپکے چپکے باتیں کرتا ہے۔ "ان لبثتم" کہ کتنا عرصہ تم دُنیا میں ٹھہرے رہے۔ "الا عشرًا" مگر دس راتیں۔ بعض نے کہا کہ قبروں میں دس راتیں ٹھہرے رہے۔ بعض نے کہا کہ دونوں "نفخوں" کے درمیان کتنی دیر ٹھہرے رہے۔ وہ چالیس سال کا عرصہ ہے، ان دونوں صوروں کے درمیان ان پر کوئی عذاب نہیں ہوگا، آرام کی مدت قلیل معلوم ہوگی اس لیے وہ چالیس سال کو دس روز کہیں گے۔

⑩④ "نحن أعلم بما یقولون" جو وہ آپس میں مشاورت کرتے ہیں۔ "اذ یقول امثلھم طریقۃ" یعنی زیادہ سمجھ دار اور بھرپور عقل والا اور سب سے بڑھ کر معتدل العقل یا معتدل العمل "ان لبثتم الا یومًا" ان کی آنکھوں کے سامنے اس کی مدت میعاد بہت کم ہوگی کیونکہ اس وقت ان کے دل مرعوب اور ہول زدہ ہوں گے اس لیے چپکے چپکے باہم کہیں گے کہ ہم لوگ دُنیا میں صرف چند دن رہے۔ بعض نے کہا کہ کثرت اور شدت ھول کی وجہ سے وہ ٹھہرنے کی مدت کو ہی بھول جائیں گے۔

⑩⑤ "ویسألونک عن الجبال فقل ینسفھا ربّی نسفا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کسی ثقفی شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن ان پہاڑوں کا کیا ہوگا، اس کے جواب میں آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ نسف کہا جاتا ہے کسی چیز کو جڑ سے اُکھاڑنا، اس دن یہ پہاڑ اُڑتی ہوئی روئی کی مانند ہو جائیں گے۔

⑩⑥ "فیذرھا" پہاڑوں کو نشیبی زمین کے اِردگرد پہاڑیاں اور ٹیلے ہٹ گئے ہوں۔ "قاعًا صفصفا" ہموار زمین جس میں کوئی نباتات نہیں ہوگا۔ قاع نرم نشیبی زمین کو کہا جاتا ہے اور صفصف ہموار زمین کو کہا جاتا ہے۔

⑩⑦ "لاتری فیھا عوجًا و لا أمتًا" مجاہد کا قول ہے کہ نہ اس میں بلندی دکھائی جائے گی اور نہ ہی پستی۔ حسن کا قول ہے کہ عوج کہا جاتا ہے جو زمین سے ذرا نیچے ہو اور امت جو زمین سے اونچی ہو اکہ نہ تو اس دن زمین کو نہ نیچے دیکھے گا اور نہ ہی اونچا۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ نہ اس میں کوئی بھی نظر آئے گی اور نہ ہی اُبھار۔

⑩⑧ "یومئذٍ یتبعون الداعی" پکارنے والے کی آواز جو قیامت کے دن روز محشر کی طرف جمع ہونے کے لیے پکارے گا۔ وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہوں گے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام صور اپنے منہ میں لیے ہوئے ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اے بوسیدہ ہڈیو، اے پارہ پارہ کھالو، اے ٹوٹے ہوئے بالو، تم کو اللہ فیصلے کے لیے جمع ہونے کا حکم دیتا ہے۔ "لا عوج لہ" ان کے سامنے کسی کا ٹیڑھا پن نہیں رہے گا اور یہ مقلوب ہے یعنی پکارے جانے پر بلانے والے سے دائیں بائیں کی طرف نہیں مڑیں گے بلکہ سیدھے تیزی کے ساتھ داعی کی دعوت پر آئیں گے۔

"وخشعت الاصوات للرحمٰن" رحمٰن کی ہیبت سے آوازیں پست ہو جائیں گی۔ "فلا تسمع الاّ همسا" محشر کی طرف چلنے کی آواز۔ ھمس خفیف آواز جیسے چلنے میں اونٹوں کے پاؤں کی آواز ہوتی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ھمس کا معنی ہے چپکے چپکے بات کرنا اور پست آواز۔

سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تشریح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ بغیر بات کیے لب ہلانا۔

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿۱۰۹﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿۱۱۲﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ. وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾

ترجمہ: اس روز (کسی کو کسی کی) سفارش نفع نہ دے گی مگر ایسے شخص کو کہ جس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہو اور اس شخص کے واسطے بولنا پسند کر لیا ہو وہ (اللہ تعالیٰ) ان سب کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے اور اس کو ان کا علم احاطہ نہیں کر سکتا اور (اس روز) تمام چہرے اس حی وقیوم کے سامنے جھکے ہوں گے اور ایسا شخص تو (ہر طرح) ناکام رہے گا جو ظلم (یعنی شرک) لے کر آیا ہو گا اور جس نے نیک کام کیے ہوں گے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو گا سو اس کو (کامل ثواب ملے گا) نہ کسی زیادتی کا اندیشہ ہو گا اور نہ کمی کا اور ہم نے اسی طرح اس کو عربی قرآن کر کے نازل کیا ہے اور اس میں ہم نے طرح طرح سے وعید بیان کی ہے تاکہ وہ (سننے والے) لوگ ڈر جائیں یا یہ قرآن ان کے لئے کسی قدر (تو) سمجھ پیدا کر دے سو اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے بڑا عالیشان ہے اور قرآن (پڑھنے) میں قبل اس کے کہ آپ پر اس کی وحی پوری نازل ہو چکے عجلت نہ کیا کیجئے اور آپ یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دے۔

تفسیر: ﴿۱۰۹﴾ "یومئذٍ لا تنفع الشفاعة" اس دن لوگوں میں سے کسی کی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔ "الا من اذن له الرحمٰن" مگر جس کو اللہ رب العزت اجازت فرمائیں گے۔ "ورضی له قولاً" جس کی بات سے وہ راضی ہو گا جس کی شفاعت کو وہ پسند کرے گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس سے مراد لا اله الا الله ہے۔ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مؤمن کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے۔

﴿۱۱۰﴾ "یعلم ما بین ایدیهم وما خلفهم" اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو اس کے سامنے ہے اور جو کچھ اس کے پیچھے ہے اور جو کچھ یہ دُنیا میں چھوڑ کر آیا ہے۔ بعض نے کہا کہ "مابین ایدیهم" سے مراد آخرت کے احوال ہیں اور "وما خلفهم"

سے مراد اعمال ہیں۔ "ولا یحیطون به علمًا" یعنی ان کا علم اللہ کی معلومات کا احاطہ نہیں کرسکتا۔

⑪ "وعنت الوجوه للحی القیوم" ذلیل ہوں گے عاجز ہوں گے۔ جیسے قیدی بادشاہ کے سامنے ذلیل و عاجز ہوتے ہیں۔ طلق بن حبیب کا قول ہے کہ اس دن سارے حی و قیوم کے سامنے جھکے ہوں گے۔ "وقد خاب من حمل ظلمًا" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت کی تشریح میں فرمایا گھاٹے میں رہے گا جس نے اللہ کا کسی کو شریک قرار دیا۔

⑫ "ومن یعمل من الصالحات وهو مؤمن فلا یخاف" ابن کثیر نے "فلا یخف" پڑھا ہے جواب نہی ہونے کی وجہ سے اور دوسرے قراء نے "فلا یخاف" خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع پڑھا ہے۔ "ظلمًا ولا هضمًا" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس کو اپنی برائیوں کے بڑھ جانے کا خوف نہیں ہوگا اور نہ ہی اپنی نیکیوں کے کم ہونے کا اندیشہ ہوگا۔

حسن رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ اس کو نیکیوں کے ثواب میں کمی ہونے کا اندیشہ ہوگا اور نہ ہی اس امر کا خوف ہوگا کہ دوسرے گنہگار کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں۔ ضحاک کا بیان ہے کہ اس کو نا کردہ گناہ میں پکڑے جانے کا اندیشہ نہیں ہوگا اور نہ ہی کسی عمل کو اچھائی تلف ہونے کا خطرہ هضم کا لغوی معنی ہے کم کرنا، هضم الطعام اسی سے بنا ہے۔

⑬ "وکذلک" اسی طرح ہم نے اس سورۃ میں بیان کیا۔ "انزلناه" یعنی نازل کیا اس کتاب کو "قرآنًا عربیًا" جو ہم نے قرآن نازل کیا وہ عربی زبان میں پڑھا جاتا ہے، سب کا اسلوب اور طرز ایک ہے۔ "وصرفنا" اور ہم نے اس کو بیان کیا۔ "فیه من الوعید" ہم نے اس کے قول کو پھیر دیا وعید کے ذکر کرنے کے ساتھ۔ یعنی بار بار وعید کی آیات کو ذکر کیا تاکہ لوگ شرک و معاصی سے اجتناب کریں۔ "لعلهم یتقون" تاکہ وہ شرک سے بچیں۔ "او یحدث لهم ذکرًا" اور قرآن کو ان کے لیے نصیحت بنایا تاکہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں اور نصیحت پکڑیں اور اس میں ماقبل اقوام کے عتاب کے ساتھ ذکر کیا۔

⑭ "فتعالی اللّٰه الملک الحق" جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے۔ اس طرح اس کا کلام بھی مخلوق کی کلام کی مماثلت سے اعلیٰ اور بالا ہے۔ پس وہ جو برتر اور منزہ ہے۔ مشرکوں کے شرکیہ اقوال سے۔ "ولا تعجل بالقرآن" جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن نازل کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جلدی جلدی یاد فرماتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وحی پہنچانے سے پہلے پہلے۔ بھول جانے اور نسیان کے خوف سے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے نہی فرمائی اور فرمایا۔

"ولا تعجل بالقرآن" اس کو جلدی جلدی نہ پڑھئے۔ "من قبل ان یقضی الیک وحیه" حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وحی کے مکمل ہونے سے پہلے اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے "لاتحرک به لسانک لتعجل به" یعقوب نے (نقض) پڑھا ہے نون کے فتحہ اور ضاد کے کسرہ کے ساتھ، یاء کے فتحہ کے ساتھ۔

مجاہد اور قتادہ نے آیت کا تفسیری مطلب یہ بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو قرآن پڑھانا اور لکھوانا اس وقت تک شروع نہ کیجئے جب تک، آپ کے لیے اس کا مطلب اور معنی واضح نہ ہوجائے۔ گویا مکمل بیان آنے سے

پہلے مجمل آیات کی تبلیغ کی ممانعت کی گئی۔ "وقل رب زدنی علمًا" اس سے قرآن اور اس کے معانی مراد ہیں اور بعض نے کہا کہ آپ کو جو علم دیا گیا اس کے حصول تک۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب یہ آیت پڑھتے تھے تو فرماتے تھے "اللّٰھُمَّ زدنی ایمانًا ویقینًا" اے اللہ! تو میرے ایمان میں اور یقین میں زیادتی فرما۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ: اور اس سے (بہت زیادہ) پہلے ہم آدم کو ایک حکم دے چکے تھے سو ان سے غفلت (اور بے احتیاطی) ہو گئی اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی اور وہ وقت یاد کرو جبکہ ہم نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ آدم کے سامنے سجدۂ (تحیت) کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے (کہ اس نے انکار کیا پھر ہم نے (آدم سے) کہا اے آدم (یاد رکھو) یہ بلاشبہ تمہارا اور تمہاری بی بی کا (اس وجہ سے) دشمن ہے (کہ تمہارے معاملہ میں یہ مردود ہوا) سو کہیں تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے پھر تم مصیبت میں پڑ جاؤ یہاں جنت میں تو تمہارے لئے یہ (آرام) ہے کہ تم نہ کبھی بھوکے رہو گے اور نہ ننگے ہو گے اور نہ یہاں پیاسے ہو گے اور نہ دھوپ میں تپو گے۔

تفسیر: ﴿۱۱۵﴾ "ولقد عھدنا الٰی آدم من قبل" ہم نے حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیا اور نصیحت کردی کہ درخت کے قریب نہ جائے اور اس درخت سے نہ کھائے۔ "فنسی" حضرت آدم علیہ السلام اس امر کو بھول گئے۔ آیت کا معنی یہ ہوگا کہ انہوں نے عہد کو توڑ دیا اور وہ بھول گئے۔ "ولم نجدلہ عزمًا" حسن کا قول ہے کہ جس چیز سے ان کو روکا گیا اس سے کماحقہ نہ رُک سکے بلکہ بھول گئے۔ عطیہ عوفی کا بیان ہے کہ جس چیز کا ان کو حکم کیا گیا اس کی حفاظت نہ کرسکے۔ ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ شیطان نے آپ کو پختہ عزم دیا جس وجہ سے وہ غلطی کر بیٹھے اور وہ ان کے ساتھ حسد کرتا تھا اور اسی نے آپ کے سامنے سر جھکانے سے انکار کردیا۔ لغت میں عزم کا معنی ہے کسی کام کو کرنے کا پختہ ارادہ کرنا۔ ابوامامہ باہلی کا بیان ہے کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام کے حلم کے ساتھ تمام بنی آدم کے حلم کا وزن کیا جائے تو حضرت آدم علیہ السلام کا حلم راجح ہوگا۔ اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: "ولم نجد لہ عزمًا"

سوال: کیا حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم بھول گئے، یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟

جواب: ہوسکتا ہے کہ وہ بھول گئے ہوں اور اس وقت نسیان انسان سے معاف نہیں تھا بلکہ قابل مواخذہ تھا بلکہ آپ سے معاف کیا گیا۔ بعض نے یہ جواب دیا کہ وہ عقوبت کو بھول گئے اور انہوں نے گمان کیا کہ یہ نہی تنزیہی ہے۔

﴿۱۱۶﴾ "واذقلنا للملائکۃ اسجدوا لادم فسجدوا الّا ابلیس أبی" اس نے سجدہ کرنے سے انکار کردیا۔

﴿۱۱۷﴾ "فقلنا یا آدم انّ ھذا عدوٌّ لک ولزوجک" حضرت حواء علیہا السلام کا بھی دشمن ہے۔ "فلایخرجنکما من

الجنة فتشقی" پھر تھک جاؤ گے تعب میں پڑ جاؤ گے۔ آپ کی زندگی دائیں ہاتھ کی کمائی سے ہوگی کہ اس ہاتھ سے کما کر پسینہ بہا کر ایک دانہ حاصل کر کے اس پر طرح طرح کی مشقتیں کاٹ کر حاصل کرو گے۔ سدی کا بیان ہے اس سے مراد کھیتی باڑی کرنا، پھر اس پیداوار کو کاٹنا، پھر اس کو پیس کر آٹا گوندھنا، پھر گرم آگ پر اس کو پکانا۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ آدم علیہ السلام کے لیے ایک سرخ بیل بھی پیدا کیا گیا جس کے ذریعے سے وہ زمین کھودتے تھے اور اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے تھے۔ یہ تشقی کا مفہوم ہے۔ یہاں خطاب صرف حضرت آدم علیہ السلام کو کیا گیا۔ شقاء سے مراد روزی کی تلاش میں تھکنا اور یہ کام صرف آدم علیہ السلام کا تھا۔ حضرت حواء علیہا السلام کا نہ تھا۔ اس لیے خطاب صرف حضرت آدم علیہ السلام کو کیا گیا۔

⑱ "انّ لک أن لاتجوع فیھا" جنت میں "ولا تعری"

⑲ "وانّک" نافع ابوبکر نے الف کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ جملہ مستانفہ ہے اور دوسرے قراء نے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ "الا تجوع فیھا"...... "لاتظمأ" کہ وہ اپنی پیاس بجھائیں۔

"فیھا ولا تضحٰی" یعنی دھوپ میں تپنا نہ پڑے گا کیوں کہ جنت کے اندر دھوپ ہی نہیں، ہر وقت سایہ پھیلا رہتا ہے۔

فَوَسْوَسَ اِلَیْهِ الشَّیْطٰنُ قَالَ یٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّکَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْکٍ لَّا یَبْلٰی ⑳ فَاَکَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ㉑ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَهَدٰی ㉒ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِیْعًا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ. فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی. فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی ㉓

ترجمہ: پھر ان کو شیطان نے بہکایا کہنے لگا کہ اے آدم کیا میں تم کو ہمیشگی (کی خاصیت) کا درخت بتلا دوں اور ایسی بادشاہی کا کہ جس میں کبھی ضعف نہ آوے سو (اس کے بہکانے سے) دونوں نے اس درخت سے کھا لیا تو ان دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور (اپنا بدن ڈھانکنے کو) دونوں اپنے اوپر جنت کے (درختوں کے) پتے چپکانے لگے اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے پھر (جب انہوں نے معذرت کی تو) ان کو ان کے رب نے (زیادہ) مقبول بنا لیا سو ان پر توجہ فرمائی اور راہ (راست) پر (ہمیشہ) قائم رکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دونوں کے دونوں جنت سے اترو (اور دنیا میں) ایسی حالت سے (جاؤ) کہ ایک کا دشمن ایک ہوگا پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت (کا ذریعہ یعنی رسول یا کتاب) پہنچے تو (تم میں) جو شخص میری اس ہدایت کا اتباع کرے گا تو وہ (دنیا میں) نہ گمراہ ہوگا اور نہ (آخرت میں) شقی ہوگا۔

تفسیر ⑳ "فوسوس الیه الشیطان قال یا آدم هل ادلک علی شجرة الخلد" وہ درخت جس کے

کھانے کی وجہ سے انسان ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ "وملکٍ لایبلی" جس کو کبھی زوال نہ ہوگا اور نہ ہی وہ فنا ہوگا۔

121 "**فاکلا**" حضرت آدم علیہ السلام اور حواء علیہا السلام دونوں نے کھالیا۔ "**منھا فبدت لھما سوآتھما وطفقا یخصفان علیھما من ورق الجنة وعصی آدم ربّہ**" اس درخت سے کھالیا۔ "**فغوی**" ان سے ایسا فعل صادر ہوا جو ان سے صادر ہونے والا نہ تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام منزل مقصود کے راستے سے بھٹک گئے اور صحیح راستہ کھودیا۔ ہمیشگی والی زندگی کی خاطر ممنوعہ شجرہ سے کھا کر خسارے میں پڑ گئے اور اس مراد کو نہ پہنچ سکے۔ ابن العربی کا بیان ہے کہ غویٰ کا معنی ہے کہ ان کی آرام کی زندگی ختم ہوگئی، عزت سے ذلت کی طرف اور سکھ سے دُکھ کی طرف چلے گئے۔

ابن قتیبہ نے کہا کہ اگرچہ "**عصیٰ آدم ربہ**" کہنا درست ہے لیکن آدم کو عاصی کہنا غلط ہے کیوں کہ عاصی اس شخص کو کہتے ہیں جو عصیان کا عادی اور خوگر ہو۔ اگر کسی نے ایک بار کوئی کپڑا سی لیا ہو تو یہ کہنا صحیح ہے کہ اس نے کپڑا سی لیا لیکن جب تک سینے کا اعادہ بار بار نہ کرے اور سینے کا عادی نہ ہو جائے اس کو خیاط نہیں کہا جاسکتا۔

آدم علیہ السلام کے جنت سے زمین پر آنے کا واقعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رب کے سامنے آدم و موسیٰ علیہما السلام کا باہم کچھ مباحثہ ہوا اور آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام سے کہا، آپ آدم ہیں، آپ کو اللہ نے اپنے دست قدرت سے بنایا، آپ کے اندر اپنی روح پھونکی فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا اور آپ کو اپنی جنت میں رکھا۔ پھر آپ نے اپنے قصور کی وجہ سے لوگوں کو جنت سے زمین پر اُتروادیا۔ آدم علیہ السلام نے کہا کہ آپ موسیٰ علیہ السلام ہیں، آپ کو اللہ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کے لیے منتخب فرمایا اور آپ کو تختیاں عطا فرمائیں جن کے اندر ہر چیز کا واضح بیان تھا اور آپ کو ہم کلام بنانے کے لیے اپنا قرب عنایت کیا کہ آپ بتا سکتے ہیں کہ میری پیدائش سے کتنی مدت پہلے اللہ نے توریت لکھ دی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ چالیس برس پہلے آدم علیہ السلام نے کہا کہ کیا اس میں یہ بھی تھا کہ آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بھٹک گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں آدم نے کہا، پھر آپ مجھے ایسا کام کرنے پر ملامت کررہے ہیں جس کا مجھ سے صادر ہونا اللہ نے میری پیدائش سے چالیس برس پہلے لکھ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پس آدم موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔

122 "**ثم اجتباہ ربّہ**" یعنی ہم نے آپ کو چُن لیا برگزیدہ بنادیا۔ "**فتاب علیہ**" ہم نے ان سے درگزر کیا۔ "**وھدیٰ**" اور ہم نے ان کی توبہ کی طرف رہنمائی کی۔ یہاں تک کہ وہ کہنے لگے "**ربّنا ظلمنا أنفسنا**"

123 "**قال اھبطا منھا جمیعا بعضکم لبعض عدو، فامّا یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدایٔ**" اس سے مراد کتاب اور رسول ہے۔ "**فلا یضل ولا یشقی**" سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ

جو شخص قرآن پڑھے گا اور جو تعلیم اس میں ہے اس پر چلے گا اللہ اس کو دُنیا میں بھی گمراہی سے بچا کر سیدھے راستے پر چلائے گا اور قیامت کے دن بھی حساب کی خرابی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ اللہ نے خود فرما دیا ہے۔ "فمن اتبع ھدای فلا یضل ولا یشقی" شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قرآن کی پیروی کرنے والے کو اللہ دُنیا میں گمراہ اور آخرت میں بدنصیب ہونے سے محفوظ رکھے گا، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ م بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ.وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ اَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ. اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾

ترجمہ اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کر کے (قبر سے) اٹھائیں گے وہ (تعجب سے) کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے مجھ کو اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو (دنیا میں) آنکھوں والا تھا ارشاد ہوگا۔ کہ ایسا ہی (تجھ سے عمل ہوا تھا اور وہ یہ کہ) تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے تو نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جاوے گا اور اسی طرح (ہر) اس شخص کو ہم (مناسب عمل کے) سزا دیں گے جو حد (اطاعت سے) گزر جاوے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لاوے اور واقعی آخرت کا عذاب ہے بڑا سخت اور بڑا دیر پا کیا ان لوگوں کو (اب تک) اس سے بھی ہدایت نہیں ہوئی کہ ہم ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر چکے ہیں کہ ان (میں سے بعض) کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ بھی چلتے (پھرتے) ہیں اس میں تو اہل فہم کے لئے (کافی) دلائل موجود ہیں اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے سے فرمائی ہوئی نہ ہوتی اور (عذاب کے لئے) ایک میعاد معین نہ ہوتی۔ (کہ وہ قیامت کا دن ہے تو عذاب لازمی طور پر ہوتا۔

تفسیر ﴿۱۲۴﴾ "ومن اعرض عن ذکری" ذکر سے مراد قرآن ہے جو اس پر ایمان نہیں لایا اور نہ ہی اس کی پیروی کی۔ "فان لہ معیشۃ ضنکا"...... "ضنکاً" کا معنی ہے تنگ کر دینا۔

اللہ کے ذکر سے اعراض رزق کی تنگی کا باعث ہے

حضرت ابن مسعود، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم کا قول نقل کیا ہے کہ "معیشۃ ضنکا" سے مراد عذاب قبر ہے۔ حضرت ابوسعید نے فرمایا کہ زمین اس کو دبائے گی کہ اس کی پسلیاں اِدھر اُدھر نکل جائیں گی۔ بعض مسند احادیث میں مرفوعاً منقول

ہے کہ اس پر قبر اس طرح سمٹے گی کہ اس کی پسلیاں اِدھر سے اُدھر نکل جائیں گی اور قبر سے اُٹھائے جانے کے وقت تک برابر یہ عذاب اس پر ہوتا رہے گا۔ حسن کا قول ہے کہ "معیشۃ ضنکا" سے مراد ہے زقوم اور ضریع (تھوہر اور سینڈ کے دوزخی درخت) اور غسلین مراد ہے۔

عکرمہ کا قول ہے کہ اس سے مراد حرام رزق ہے۔ ضحاک نے کہا کہ اس سے ناپاک کمائی مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے مراد بدبختی ہے۔ ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا گیا ہے کہ بندے کو جو مال بھی دیا جائے تھوڑا ہو یا بہت اور وہ اس میں تقویٰ اختیار نہ کرے تو ایسے مال میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔ یہی "معیشۃ ضنکا" ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ پر بدگمانی ہوتی ہے وہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ اس کی جگہ ان کو دوسری معاش عطا نہیں فرمائے گا۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم اس سے قناعت چھین لیتے ہیں کہ کسی طرح وہ مال سے سیر ہی نہیں ہوتا۔

"ونحشره یوم القیامة اعمٰی" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ "اعمٰی" سے مراد ہے اندھا اور مجاہد کے نزدیک کور بصیرت مراد ہے۔ یعنی اس کو کوئی دلیل بھی کام نہیں دے گی۔

⑮ "قال ربّ لما حشرتنی أعمی وقد کنت بصیرًا" آنکھوں سے وہ اندھا ہے یا اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اس وجہ سے اس کو اندھا کہا۔

⑯ "قال کذلک" ایسے ہی ہمارے احکام "اتتک آیاتنا فنسیتها" اس کو چھوڑ دیا اور اس سے اعراض کیا۔ "وکذلک الیوم تنسی" تمہیں آگ میں چھوڑ دیا جائے گا اور پھر میں تمہیں اس دن بھول جاؤں گا۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ہم تمہاری بھلائیوں کو بھول جائیں گے اور تمہیں عذاب دینے سے نہیں بھولیں گے۔

⑰ "وکذلک" اور ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں جیسے قرآن سے اعراض کرنے کا بدلہ دیتے ہیں۔ "نجزی من اسرف" جس نے شرک کیا۔ "ولم یؤمن بآیات ربه ولعذاب الاخرة أشد" اس عذاب سے جو تمہیں دُنیا میں اور قبر میں دیا گیا اس سے سخت ہوگا۔ "وابقٰی" اور وہ ہمیشہ والا عذاب ہے۔

⑱ "أفلم یهد لهم" کیا قرآن نے ان کے لیے اور واضح نہیں کر دیا۔ یعنی کفار مکہ کے لیے۔ "کم اهلکنا قبلهم من القرون یمشون فی مساکنهم" ان کے گھروں اور ان کے ٹھکانوں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ یہاں خطاب قریش مکہ کو ہے کہ جب وہ شام کی طرف سفر کرتے ہیں تو وہ ان اقوام کی ہلاک شدہ بستیوں کو دیکھتے ہوں جیسے اصحاب حجر، ثمود اور قوم لوط کی بستیاں ہیں۔ "انّ فی ذلک لایات لاولی النهی" اس سے مراد ذوی العقول ہیں۔

⑲ "ولولا کلمة سبقت من ربّک لکان لزاما واجل مسمی" اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ تقدیری عبارت یوں ہے: "ولولا کلمة سبقت من ربّک لکان لزاما وأجل مسمّی" کلمۃ یہ فیصلہ ہے ان کے تاخیر عذاب کا۔ مطلب یہ ہوگا کہ اگر تاخیر عذاب کا پہلے سے فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو دُنیا میں فوری عذاب اور وہ عذاب جس کا وقت مقرر کر دیا گیا ہے دونوں لازمی ہو جاتے اور گزشتہ انبیاء کی کافر اُمتوں کی طرح بالکل ہلاک کر دینا بھی لازم ہو جاتا۔

فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا. وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰی ﴿۱۳۰﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَامَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا. لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ. وَرِزْقُ رَبِّکَ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ﴿۱۳۱﴾

ترجمہ پس (جب عذاب کا آنا یقینی ہے تو) آپ ان کی (کفر آمیز) باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ (اس کی) تسبیح کیجئے (اس میں نماز بھی آ گئی) آفتاب نکلنے سے پہلے (مثلاً نماز فجر) اور اس کے غروب سے پہلے (مثلاً نماز ظہر وعصر) اور اوقات شب میں (بھی) تسبیح کیا کیجئے (مثلاً نماز مغرب وعشاء اور دن کے اول وآخر میں تاکہ (آپ کو جو ثواب ملے) آپ (اس سے) خوش ہوں اور ہر گز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے جس سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لئے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ (محض) دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رب کا عطیہ (جو آخرت میں ملے گا) بدرجہا بہتر ہے اور دیرپا ہے۔

تفسیر ﴿۱۳۰﴾ "**فاصبر علی ما یقولون**" یہ آیت قتال سے منسوخ ہے۔ "**وسبح بحمد ربک**" اپنے رب کے حکم سے نماز پڑھئے۔ بعض نے کہا کہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس نے آپ کو نماز اور تسبیح کی توفیق دی۔ "**قبل طلوع الشمس**" اس سے مراد صبح کی نماز ہے۔ "**وقبل غروبها**" اس سے مراد عصر کی نماز ہے۔ "**ومن اٰناء اللیل**" آناء ایک گھڑی کو کہتے ہیں۔ "**فسبح**" اس سے مراد مغرب وعشاء کی نماز ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد رات کے پہلے حصے کی نماز ہے۔ "**واطراف النهار**" اس سے مراد ظہر کی نماز ہے۔ ظہر کا نام اس وجہ سے دیا کہ یہ دن کے کنارے پر ہوتی ہے اور اس کا وقت دن کے ڈھلنے یعنی زوال کے بعد ہوتا ہے۔ یہ نصف اوّل ہے دن کے آخری حصے کا اور دن کے اوّل حصے کا آخر ہے۔

اور بعض حضرات نے کہا "**آناء اللیل**" سے مراد عشاء کی نماز ہے اور اطراف النہار سے ظہر اور مغرب کی نماز ہے کیوں کہ ظہر طرف آخر اوّل نہار ہے اور دن کے طرف آخر کی ابتداء ہے چونکہ یہ طرفین کے درمیان ہے اور طرف ثالث غروب شمس ہے۔ اس وقت مغرب کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ "**لعلک ترضٰی**" تاکہ اللہ کی طرف سے تم کو وہ ثواب مل جائے جس سے تم خوش ہو جاؤ۔ کسائی ابوبکر نے عاصم سے ضاد کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے کہ ان کا ثواب دے دو۔ بعض نے کہا کہ تاکہ اللہ اس سے تمہارے ساتھ راضی ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے "**وکان عند ربه مرضیًا**"، بعض حضرات نے خوش ہونے سے مراد لیا ہے شفاعت کرنے سے خوش ہونا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**ولسوف یعطیک ربک فترضٰی**"۔

جریر بن عبداللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھ کر فرمایا یقیناً تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو جس کو دیکھنے میں تمہیں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ پس جہاں تک تم سے ہو سکے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے کی تمام نمازیں تمہاری ضائع نہ ہو جائیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ "**وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها**"

آیت کا شان نزول

⑬١ "ولا تمدّن عینیک" ابورافع کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آکر اُترا۔ آپ نے مجھے ایک یہودی کے پاس آٹا قرض خریدنے کے لیے بھیجا یہ فرمایا کہ مجھے رجب کا چاند دیکھنے تک کے لیے آٹا دے دو۔ یہودی نے کہا کہ بغیر کسی چیز کو رہن رکھے میں نہیں دوں گا، میں نے حاضر خدمت ہو کر یہودی کا جواب عرض کر دیا، ارشاد فرمایا، اگر وہ میرے ہاتھ بیچ ڈالتا یا فرمایا قرض بیچ ڈالتا تو میں ضرور ادا کرتا اور میں بلاشبہ آسمان میں بھی امین ہوں اور زمین میں بھی امین ہوں، جاؤ میرے لوہے کی زرہ اس کے پاس لے جاؤ، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر نکلنے نہ پایا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی "ولا تمدن عینیک" ان چیزوں کی طرف ہرگز اُٹھا کر نہ دیکھنا۔ "الی ما متعنا به" ان کو ہم نے دُنیاوی آرائش کے لیے دیا ہے۔ "ازواجًا" مختلف قسموں کی چیزیں۔ "منهم زهرة الحيوة الدُّنيا" زینت، تروتازگی، یعقوب نے "زهرة" ھاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور عام قراء نے مجزوم پڑھا ہے۔ "لنفتنهم فيه" ہم نے ان کو یہ دُنیا کی رونق اس لیے دی ہے تاکہ یہ ان کے لیے مزید فتنہ بنے اور ان کے کفر اور سرکشی میں مزید اضافہ کریں۔ "ورزق ربّک" اور تمہارے رب کی طرف سے وعدہ کیا ہوا رزق ہے جنت میں۔ "خیر و ابقٰی" حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کی تسکین دہی اور اطمینان بخشی سے اگر کسی کو تسکین قلبی اور اطمینان خاطر حاصل نہ ہو تو اس کا سانس حسرت دُنیا میں ہی نکلتا ہے اور جو لوگوں کے مال کی طرف چشم تمنا سے دیکھتا ہے اس پر غم چھایا رہتا ہے اور جو شخص خیال کرتا ہے کہ کھانا پینا اور لباس ہی اللہ کی نعمت ہے تو اس کے اعمال کم ہو جاتے ہیں اور عذاب سامنے آموجود ہوتا ہے۔

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا. لَانَسْئَلُكَ رِزْقًا. نَحْنُ نَرْزُقُكَ. وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ⑬٢ وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ. اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ⑬٣ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ⑬٤ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا. فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ⑬٥

ترجمہ: اور اپنے متعلقین کو (یعنی اہل خاندان کو یا مومنین کو) بھی نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے ہم آپ سے معاش (کھانا) نہیں چاہتے معاش تو آپ کو ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے اور وہ لوگ (عناداً) یوں کہتے ہیں کہ یہ رسول ہمارے پاس کوئی نشانی (اپنی نبوت کی) کیوں نہیں لاتے۔ (جواب یہ ہے کہ) کیا ان کے پاس پہلی کتابوں کے مضامین کا ظہور نہیں پہنچا اور اگر ہم ان کو قبل قرآن آنے کے (سزائے کفر میں) کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ لوگ (بطور عذر کے) یوں کہتے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول (دنیا میں) کیوں نہیں بھیجا تھا کہ ہم آپ کے احکام پر چلتے قبل اس کے کہ ہم (یہاں خود) بے قدر

ہوں اور (دوسروں کی نگاہ میں) رسوا ہوں آپ کہہ دیجئے کہ (ہم) سب انتظار کر رہے ہیں سو (چندے) اور انتظار کر لو اب عنقریب تم کو (بھی معلوم ہو جاوے گا کہ راہ راست والے کون ہیں اور وہ کون ہے جو (منزل) مقصود تک پہنچا۔

تفسیر ⑬۲ "وامر اهلک بالصلاة" اہل سے مراد قوم والے ہیں یا قبیلہ والے یا ہم مذہب۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "وکان یامر اهله بالصلوٰة"...... "واصطبر علیها" نماز پر صبر کریں یعنی اس کی پابندی کریں کیونکہ نماز بے حیائی اور بری باتوں سے بچاتی ہے۔ "لا نسئلک رزقًا" ہم آپ کو اس بات کا مکلف نہیں کرتے کہ آپ ہماری مخلوق میں سے کسی کو رزق کہیں سے دیں یا اپنا رزق خود پیدا کریں بلکہ ہم نے آپ کو عمل کرنے کا مکلف بنایا ہے۔ "نحن نرزقک والعاقبة" اس کے بعد اچھا بدلہ دیں گے۔ "للتقوی" متقین کے لیے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جن لوگوں نے آپ کو سچا جانا اور مانا اور آپ کے بتائے ہوئے راستے پر چلے اور مجھ سے ڈرتے رہے ان کا انجام اچھا ہے۔

بعض سندوں سے روایت منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو جب کوئی دکھ پہنچتا تھا تو آپ ان کو نماز کا حکم دیتے تھے اور یہ آیت تلاوت کیا کرتے تھے۔

⑬۳ "وقالوا" اور مشرکین کہتے ہیں "لولا یاتینا بایة من ربه" مشرکین محض عناد کی وجہ سے اس نشانی کو نہیں مانتے تھے حالانکہ نشانیاں تو بہت ساری آ چکی تھیں۔ "او لم تاتهم بینة" اہل مدینہ، اہل بصرہ و حفص بن عاصم نے "تاتهم" پڑھا ہے "بینة" کے مؤنث ہونے کی وجہ سے اور دوسرے قراء نے اس کو یاء کے ساتھ پڑھا ہے فعل کی تقدیم کی وجہ سے۔ دوسری وجہ یہ کہ "بینة" بیان سے ہے اس کے معنی کی طرف اس کو لوٹایا گیا۔ "ما فی الصحف الاولیٰ" جو کچھ اس میں بیان کیا گیا اس سے مراد قرآن ہے جو دلائل کے اعتبار سے قوی اور آیات کے اعتبار سے ہے اور اس کی واضح ہے اور بعض نے کہا کہ "اولم یاتهم" بیان ہے۔ "ما فی الصحف الاولیٰ" کا۔ اس سے مراد توریت اور انجیل ہے اور دوسری وہ اخبار جو ماقبل اُمتوں پر نازل ہوئیں اور جن کا انہوں نے انکار کیا اور ان پر ایمان نہیں لائے۔ کیسے وہ عذاب کی جلدی کرتے تھے اور ہم نے ان کو ہلاک کیا جو آیت (نشانی) ان کے پاس آتی اس پر ایمان نہ لاتے، ان کا حال بھی ان کے حال کی طرح تھا۔ ⑬۴ "ولو انا اهلکنا هم بعذاب من قبله" ان پر رسول کو بھیجنے سے پہلے اور قرآن کے نزول سے پہلے۔ "لقالوا ربنا لولا" بمعنی ھلا کے ہے "ارسلت الینا رسولا" کہ ہماری طرف رسول کیوں نہیں بھیجا جو ہمیں ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا۔ یہ سب کچھ قیامت کے دن کہیں گے۔ "فنتبع آیاتک من قبل ان نذل و نخزی" ان کو عذاب کے ذریعے ذلیل کرتے اور قید اور قتل ہونے کی ذلت اُٹھاتے۔

⑬۵ "قل کلّ متربص" ہم منتظر ہیں زمانے کے چلنے کے ساتھ کیونکہ مشرکین کہا کرتے تھے ہم منتظر ہیں کہ محمد پر زمانے کی گردشیں آئیں اور وہ حوادث دھر میں مبتلا ہو جائیں۔ جب وہ مر جائیں گے اسی وقت ہمارا پیچھا چھوٹے گا۔ "فتربصوا" تم انتظار کرو۔ "فستعلمون" جب اللہ کا حکم آ جائے گا اور قیامت واقع ہو جائے گی۔ "من اصحب الصراط السوّی" وہ سیدھا راستہ ہے "ومن اهتدی" اور گمراہی سے راستہ پانے والے ہم ہیں یا تم۔

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاء

مکی سورۃ ہے اور اس میں ایک سو بارہ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ① مَايَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ② لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ط وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ③ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ④

ترجمہ ان (منکر) لوگوں سے ان کا (وقت) حساب نزدیک آ پہنچا اور یہ (ابھی) غفلت میں (پڑے) ہیں (اور) اعراض کیے ہوئے ہیں ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو نصیحت تازہ (حسب حال ان کے) آتی ہے یہ اس کو ایسے طور سے سنتے ہیں کہ (اس کے ساتھ) ہنسی کرتے ہیں (اور) ان کے دل متوجہ نہیں ہوتے اور یہ لوگ یعنی ظالم اور کافر لوگ آپس میں) چپکے چپکے سرگوشی کرتے ہیں کہ یہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) محض تم جیسے ایک معمولی آدمی ہیں تو کیا پھر بھی تم جادو کی بات سننے کو (ان کے پاس جاؤ گے حالانکہ تم جانتے ہو پیغمبر نے فرمایا کہ میرا رب ہر بات کو خواہ آسمان میں (ہو) اور (خواہ) زمین میں (ہو) جانتا ہے اور وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

تفسیر ① "اقترب للنّاس" لام بمعنی من کے ہے۔ حسابھم یعنی لوگوں کے ان کے حساب کا وقت قریب ہے۔ وہ اپنے اعمال کے محاسبہ کا وقت جان لیں گے قیامت کے دن۔ یہ آیت بعثت کے منکرین کے بارے میں نازل ہوئی۔ ② "**وھم فی غفلة معرضون**" اور وہ اس سے روگرداں ہوں گے۔

③ "**ما یأتیھم من ذکر من ربھم محدث**" قرآن میں سے جو چیز اللہ تعالیٰ نازل کرے خواہ وہ کوئی وعظ ہو یا نصیحت ہو۔ مقاتل کا بیان ہے کہ ایک حکم کے بعد دوسرا حکم نازل ہونا اور بعض نے کہا کہ ذکر من ربھم محدث سے مراد جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن اور نصائح جو قرآن کے علاوہ ہیں "**من ربھم**" اللہ رب العزت نے جو فرمایا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کے حکم کے بغیر کچھ نہیں بولتے۔ "**وما ینطق عن الھوی**"...... "**الا استمعوہ وھم یلعبون**" وہ صرف ہنسی مذاق کے لیے سنتے ہیں نہ کہ نصیحت اور عبرت پکڑنے کے لیے۔

③ "لاھیۃ" وہ بھول جانے اور غافل رہنے والے ہیں۔ "قلوبھم" اللہ کے ذکر سے اعراض کرنے والی "لاھیۃ" ماقبل اسم کے لیے صفت ہے اور موصوف صفت اعراب میں ایک ہی ہوتے ہیں اور جب موصوف اسم سے مقدم ہو جائے تو اس کی دو حالتیں ہیں، فصل والی اور وصل والی۔ فصل والی حالت میں نصب آئے گا جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "خشعا ابصارھم"...... "ودانیۃ علیھم ظلالھا"...... "ولاھیۃ قلوبھم" اور وصل کی صورت میں یہ ماقبل کے اعراب کی طرح ہوگا۔ "ربّنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم أھلھا"...... "واسروا النجوی الذین ظلموا" اس سے مراد شرک ہے۔ "واسروا" یہ فعل ہے جو جمع سے مقدم ہے۔

کسائی کا قول ہے کہ یہاں تقدیم و تاخیر ہوئی ہے۔ اس سے مراد جنہوں نے ظلم کیا اور چھپ کر سرگوشی کی اور بعض نے کہا کہ یہ ابتداء (مبتداء) ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ چھپ چھپ کر سرگوشیاں کرتے تھے۔ پھر فرمایا جن لوگوں نے ظلم کیا اور بعض حضرات نے کہا کہ مرفوع ہے بدل ہونے کی وجہ سے۔ "اسروا" کی ضمیر سے بدل ہے۔ مبرد کا قول ہے کہ یہ اس قول کی طرح ہے کہ کوئی یوں کہے "ان الذین فی الدار انطلقوا بنو عبداللّٰہ" یہ بدل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور یہ "انطلقوا" کی ضمیر سے بدل ہے۔ پھر اس کے بعد ان کی سرگوشی کو بیان کیا جو وہ آپس میں کر رہے تھے۔ "ھل ھذا الا بشرٌ مثلکم" وہ بشر کی رسالت کے منکر ہوگئے اور ملائکہ کی رسالت طلب کرنے لگے۔ "أفتاتون السحر" یعنی تم اس کو جادو مانتے ہو اور وہ یہ کہتے کہ اس کی دعوت کو قبول کرنے جاتے ہو۔ "وانتم تبصرون" حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ جادو ہے۔

④ "قال" ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ربّی یعلم القول فی السماء والارض" حمزہ، کسائی اور حفص نے یونہی پڑھا ہے "قال ربّی" خبر ہونے کی وجہ سے۔ مبتداء لفظ (محمد) ہے۔ "یعلم القول فی السماء والارض" اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ "وھو السمیع" وہ تمہاری باتوں کو سننے والا "العلیم" اور تمہارے افعال کا جاننے والا ہے۔

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ⑤ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ⑥ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ⑦ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ⑧ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَاۗءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ⑨ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ⑩

ترجمہ: (بلکہ یوں) بھی کہا کہ یہ (قرآن) پریشان خیالات ہیں بلکہ انہوں نے (یعنی پیغمبر نے) اس کو تراش لیا ہے بلکہ یہ تو ایک شاعر شخص ہیں تو ان کو چاہئے کہ ہمارے پاس ایسی کوئی (بڑی) نشانی لاویں جیسا پہلے لوگ رسول بنائے گئے ان سے پہلے کوئی بستی والے جن کو ہم نے ہلاک کیا ہے ایمان نہیں لائے سو کیا یہ لوگ ایمان لے آویں گے اور ہم نے آپ سے قبل صرف آدمیوں ہی کو پیغمبر بنایا جن کے پاس ہم وحی بھیجا کرتے تھے سو (اے منکرو) اگر تم کو (یہ بات)

معلوم نہ ہوتو اہل کتاب سے دریافت کرلو اور ہم نے ان رسولوں کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں (یعنی فرشتہ نہ بنایا تھا) اور وہ حضرات ہمیشہ رہنے والے نہیں ہوئے پھر ہم نے جو ان سے وعدہ کیا تھا اس کو سچا کیا یعنی ان کو اور جن جن کو (نجات دینا) منظور ہوا ہم نے نجات دی اور حد (اطاعت سے) گزرنے والوں کو ہلاک کیا ہم تمہارے پاس ایسی کتاب بھیج چکے ہیں کہ اس میں تمہاری نصیحت (کافی) موجود ہے کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے اور نہیں مانتے۔

تفسیر ⑤ "بل قالوا أضغاث احلام" وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ باطل اور پرانے قصے کہانیاں اور مخلوط و گڑبڑ خوابوں کا مجموعہ ہے۔ "بل افتراہ" اس کو اپنی طرف سے بنایا ہے۔ "بل ھو شاعر" بعض مشرکین نے کتاب اللہ کو پراگندہ خواب کہا، کچھ لوگوں نے من گھڑت دروغ بندی قرار دیا اور بعض نے قرآن کو شعر کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر "فلیأتنا" لے آئیں محمد "بایة" اگر وہ سچے ہیں۔ "کما أرسل الاوّلون" رسول کو اور ان کے ساتھ معجزوں کو بھیجا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

⑥ "ما آمنت قبلھم" اس سے پہلے مشرکین مکہ بھی ایمان نہیں لائے۔ "من قریة" بستی والوں کے پاس نشانیاں نہیں آئیں۔ "أھلکناھا" تو انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا پھر ہم نے ان کو ہلاک کیا جھٹلانے کی وجہ سے۔ "افھم یؤمنون" یہ استفہام انکاری ہے یعنی مکہ کے مشرک تو گزشتہ کافروں سے کفر میں سخت ہیں۔ جب گزشتہ کافر ایمان نہیں لائے تو یہ لوگ یقیناً ایمان نہیں لائیں گے۔

⑦ "وما ارسلنا قبلک الا رجالاً نوحی الیھم" یہ اس قول کا جواب ہے۔ "ھل ھذا الا بشر مثلکم" کہ ہم نے پہلے بھی انبیاء فرشتوں میں سے نہیں بھیجے بلکہ ان اقوام کی طرف بھی تم میں سے تمہاری طرح بشر کو نبی بنا کر بھیجتے رہے۔ "فاسئلوا اھل الذکر" پس تم سوال کرو توریت والوں سے اور انجیل والوں سے ان سے پوچھنے کا حکم دینے کی وجہ یا تو یہ ہے کہ مشرکین مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں اہل کتاب پر اعتماد تھا، ان سے مشورہ لیا کرتے تھے یا اس وجہ سے کہ اہل کتاب رسولوں کے منکر نہیں تھے کہ وہ بشر ہی ہوتے ہیں۔ بشر ہونے سے انکار نہ کرتے۔ اگرچہ یہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر تھے۔ مشرکین کو حکم دیا کہ وہ ان سے پوچھیں تا کہ ان کو اس بات کی تصدیق ہو جائے، ان لوگوں سے بھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے، ان سے زیادہ قریب ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ ابن زید کا بیان ہے کہ ذکر سے مراد قرآن ہے کہ مؤمنین سے سوال کریں جو اہل قرآن میں سے ہیں۔ "ان کنتم لاتعلمون"

⑧ "وما جعلناھم" اس سے مراد رسول ہیں۔ "جسدًا" اجساد نہیں کہا کیونکہ یہ اسم جنس ہے۔ "لا یاکلون الطعام" یہ اس قول کی تردید ہے۔ "ما لھذا الرسول یأکل الطعام" کافر یہ کہتے تھے کہ یہ رسول کھانا کھاتا ہے، ان کی اس آیت میں تردید ہے۔ "وما کانوا خالدین" اور نہ ہی وہ دُنیا میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

⑨ "ثم صدقناھم الوعد" پھر ہم نے جو ان کے ساتھ کفار کے ہلاک کرنے کا وعدہ کیا تھا سچ کر دکھایا۔ "فانجیناھم ومن نشاء" اور ہم نے ان مؤمنین کو نجات دی جنہوں نے تصدیق کی اور ایمان لائے۔ ان کو اپنے عذاب اور کفار کی ایذاء رسانیوں سے محفوظ فرمایا۔ "واھلکنا المسرفین" مشرکین مکذبین کو جھٹلا دیا اور ہر مشرک اپنے آپ پر زیادتی کرنے والا ہے۔

⑩ "لقد انزلنا الیکم کتابًا" اے قریش کے گروہ "فیه ذکرکم" ذکر سے مراد فضیلت و بزرگی ہے۔ "وانه لذکرلک ولقومک" وہ باعث عزت و تعظیم ہیں جو ایمان لائے۔ مجاہد کا قول ہے کہ اس جگہ باتیں مراد ہیں۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ذکر سے مراد دین کی طرف جس کی زیادہ احتیاجیت ہو وہ ہے "افلا تعقلون"

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ⑪ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَاهُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ⑫ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ ⑬ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ⑭ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ⑮ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ⑯ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ⑰

ترجمہ اور ہم نے بہت سی بستیاں جہاں کے رہنے والے ظالم (یعنی کافر) تھے غارت کر دیں اور ان کے بعد دوسری قوم پیدا کر دی سو جب ان ظالموں نے ہمارا عذاب آتا دیکھا تو اس بستی سے بھاگنا شروع کیا بھاگو مت اور اپنے سامان عیش کی طرف اور اپنے مکانوں کی طرف چلو شاید تم سے کوئی پوچھے پاچھے اور وہ لوگ (نزول عذاب کے وقت) کہنے لگے کہ ہائے ہماری کمبختی بیشک ہم لوگ ظالم تھے سو ان کی یہی غل پکار رہی حتیٰ کہ ہم نے ان کو ایسا (نیست و نابود) کر دیا جس طرح کھیتی کٹ گئی ہو اور آگ ٹھنڈی ہو گئی ہو اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں اور اگر ہم کو مشغلہ ہی بنانا منظور ہوتا تو ہم خاص اپنے پاس کی چیز کو مشغلہ بناتے اگر ہم کو یہ کرنا ہوتا۔

تفسیر ⑪ "وکم قصمنا" اس سے بکثرت ہلاک ہونا ہے قصم کسرہ کے ساتھ ہے۔ "من قریة کانت ظالمة" ظالمۃ سے مراد کافر بستی ہے اور اس کے اہل خانہ۔ "وانشأنا بعدها" ہم نے اس بستی کو تباہ کرنے کے بعد وارث بنا دیا۔ "قومًا آخرین"

⑫ "فلما احسوا باسنا" یعنی جب انہوں نے عذاب کو آنکھوں سے دیکھ لیا۔ "اذا هم منها یرکضون" وہ ایڑی لگا کر بھاگنے لگے۔

⑬ "لاترکضوا" گویا کہ ان کو کہا گیا کہ نہ بھاگو اور نہ واپس چلو۔ "وارجعوا الی ما اترفتم فیه" جس عیش میں تم پڑے رہے اس کی طرف پلٹو۔ "ومساکنکم لعلکم تسئلون" قتل نبی کے متعلق باز پرس کی جائے گی۔ بعض نے کہا کہ شاید تم سے دُنیاوی متاع وغیرہ مانگا جائے۔ اس آیت کا نزول حضرموت کے باشندوں کے متعلق ہوا۔ یہ یمن کی ایک بستی تھی جس کے باشندے عرب تھے، اللہ نے ان کی ہدایت کے لیے ایک نبی کو مبعوث فرمایا۔ پیغمبر نے ان کو توحید کی دعوت دی۔ ان بستی والوں نے نبی کی تکذیب کی اور اس کو قتل کر دیا اور اللہ نے شاہ بخت نصر کو ان پر مسلط کر دیا۔ بخت نصر نے ان کو قتل اور قید

کردیا۔ جب عام طور پر لوگ قتل ہونے لگے تو پشیمان ہوئے اور بستی چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ فرشتوں نے ان کو آواز دی بھاگو مت اپنے گھروں اور مالوں کی طرف لوٹو، شاید تم سے کچھ مانگا جائے۔

قتادہ کا بیان ہے کہ شاید تم سے کچھ دُنیاوی مال و متاع مانگا جائے اور پھر جس کو چاہو تم دے دو اور جس کو چاہو نہ دو، تم بڑے مال دار اور اہل ثروت ہو۔ غرض بخت نصر نے ان کا تعاقب کیا اور بے دریغ قتل کیا اور کسی ہاتف نے اوپر سے آواز دی، انبیاء کا انتقام، یہ حالت دیکھ کر ان کو اپنے کیے پر پشیمانی ہوئی لیکن اقرار قصور نے ان کو کچھ فائدہ نہ دیا۔ یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں نے بعض سے کہا بھاگو نہیں لوٹ کر گھروں کو چلو، شاید تم سے بطور تاوان مال طلب کیا جائے اور تم مال دے کر قتل ہونے سے بچ جاؤ۔ اس وقت آسمان سے ندا آئی انبیاء کا انتقام، لیکن جب انہوں نے عذاب کو دیکھ لیا تو اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا لیکن اس وقت ان کو توبہ نے نفع نہیں دیا۔

⑭ "قالوا یا ویلنا انا کنا ظالمین"

⑮ "فما زالت تلک دعواھم" وہ بار بار یہ کلمہ پکارتے رہے۔ "یا ویلنا" وہ اس طرح پکارتے رہے اور اس کا جواب ان کو اسی وقت ملتا رہا۔ "حتّٰی جعلناھم حصیدًا" تلوار کے ساتھ اسی طرح کردیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی ہو۔ "خامدین" مُر دے بجھے ہوئے۔

⑯ "وما خلقنا السماء والارض وما بینھما لاعبین" اس سے مراد عبث اور باطل ہے۔

⑰ "لو اردنا أن نتخذ لھوًا" لھو کے معنی میں اختلاف ہے۔

عطاء کی روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا لھو سے مراد عورت ہے۔ یہی قول حسن اور قتادہ کا ہے۔ کلبی کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ لھو سے مراد اولاد ہے سدی کا بھی یہی قول ہے۔ اظہر قول یہی ہے کہ اس سے مراد عورت ہو کیونکہ جماع کو لغت میں لھو کہتے ہیں اور عورت محل جماع ہے۔ "لا تخذناہ من لدنا" جو حورعین سے ہو نہ کہ وہ عورتیں جو دُنیا میں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ہم لھو کرنے والے ہی ہوتے تو اپنی شان کے مطابق ان چیزوں کو ذریعہ لھو بناتے جو ہماری ذات کی مناسب تھیں۔ اس آیت میں نصاریٰ کے عقیدہ کی تردید ہے جو مسیح کو اللہ کا بیٹا اور مسیح کی ماں کو اللہ کی بیوی قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کی تردید کی اور فرمایا "لاتخذناہ من لدنا" اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ مرد کی بیوی اور بیٹا اس کے پاس ہوتے ہیں نہ کہ کسی اور کے پاس۔ "ان کنا فاعلین"

قتادہ، مقاتل اور ابن جریج کے نزدیک "اِن" نافیہ ہے۔ یعنی ہم ایسا کرنے والے نہیں۔ گویا یہ جملہ کلام سابق کا نتیجہ ہے اور بعض نے کہا کہ یہ شرط ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ اگر ہم ان میں سے ہوتے جو یہ کرتے ہیں اور ہم ان میں سے نہیں ہیں کیونکہ یہ ہمارے حق میں محال ہے۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ⑱ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ⑲ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ

وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ⑳ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ㉑ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ㉒ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ㉓

ترجمہ بلکہ ہم حق بات کو باطل پر پھینک مارتے ہیں سو وہ (حق) اس (باطل) کا بھیجا نکال دیتا ہے (یعنی اس کو مغلوب کر دیتا ہے) وہ (مغلوب ہو کر) دفعۃً جاتا رہتا ہے اور تمہارے لئے اس بات سے بڑی خرابی ہوگی جو تم گھڑتے ہو اور (حق تعالیٰ کی وہ شان ہے کہ) جتنے کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کے ہیں اور (ان میں سے) جو اللہ کے نزدیک بڑے مقبول ومقرب ہیں وہ اس کی عبادت سے عار نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں (بلکہ) شب وروز (اللہ کی) تسبیح کرتے ہیں (کسی وقت) موقوف نہیں کرتے کیا (باوجود ان دلائل توحید کے) ان لوگوں نے خدا کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں (بالخصوص) زمین کی چیزوں میں سے جو کسی کو زندہ کرتے ہیں؟ زمین (میں یا) آسمان میں اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود (واجب الوجود) ہوتا تو دونوں درہم برہم ہو جاتے سو (ان تقریرات سے ثابت ہوا کہ) اللہ تعالیٰ ان امور سے پاک ہے جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور اوروں سے باز پرس کی جا سکتی ہے۔

تفسیر ⑱ "بل" ان باتوں کو چھوڑ دیجئے جو انہوں نے کہا کیونکہ یہ جھوٹ اور باطل ہے۔ "نقذف" ہم پھینکتے ہیں یا مسلط کر دیتے ہیں۔ "بالحق" حق سے مراد ایمان ہے۔ "علی الباطل" اس سے مراد کفر ہے۔ بعض نے کہا کہ حق سے مراد اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کیونکہ اس کی کوئی اولاد نہیں۔ باطل سے مراد کفر اور جھوٹ ہے۔ "فید مغه" اس کو فنا کر دیتا ہے۔ دمغ اصل میں کہا جاتا ہے سر توڑ دینا، بھیجا کچل دینا جس سے ہلاکت واقع ہو جائے۔ "فاذا هو زاهق" ہلاک ہونے والا جس کا نشان بھی باقی نہ رہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کا کذب باطل ہو گیا، حق کے ظاہر ہونے کے ساتھ۔ یہاں تک کہ وہ تباہ اور ہلاک ہو گیا۔ "ولکم الویل" اے کفار کے گروہ "مما تصفون" جو نامناسب اوصاف تم بیان کرتے ہو اور جو اللہ کی شان کو زیبا نہیں ہیں ان کی وجہ سے تمہارے لیے ہلاکت ہوگی۔

⑲ "وله من فی السمٰوات والارض" جو میرے بندے اور جو بھی میری ملک ہیں۔ "ومن عنده" اس سے مراد فرشتے ہیں۔ "لایستکبرون عن عبادته" وہ عبادت سے نہیں تھکتے اور نہ ہی اس میں تکبر کرتے ہیں۔ "ولایستحسرون" اور نہ ہی وہ اس سے ہارتے ہیں۔ کہا جاتا ہے "حسر واستحسر" جب وہ تھک جائے اور ہار جائے۔ سدی کا قول ہے کہ وہ عبادت میں مشغول رہتے ہیں کبھی بھی نہیں تھکتے۔

⑳ "یسبحون الیل والنهار لایفترون" کمزور نہیں پڑتے۔ کعب احبار کا بیان ہے ملائکہ کے لیے تسبیح خداوندی ایسی ہے جیسے آدمیوں کے لیے سانسیں۔

㉑ "ام اتخذوا آلهة" استفہام بمعنی جحد کے ہے کہ خدا کے سوا تم معبود نہ پکڑو۔ "من الارض" اس سے مراد بت

ہیں خواہ وہ لکڑی تراشیدہ ہوں یا پتھر کے تراشیدہ ہوں۔"ھم ینشرون" کیا وہ مُردوں کو زندہ کر کے اُٹھائیں گے اور کہا وہ الٰہ کہنے کے مستحق ہیں مگر وہ مستحق عبادت ہے جو زندہ کرنے، مارنے اور کامل نعمتیں عطا کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور جب مشرک بتوں کو بھی معبود قرار دیتے ہیں تو گویا اس بات کے مدعی ہیں کہ بت بھی زندہ کرنے مُردہ کرنے اور نعمتیں عطا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور یہ دعویٰ واقعیت کے خلاف ہے۔

㉒"لو کان فیھما" زمین و آسمان میں "آلھة الا اللّٰہ" اللہ کے سوا کوئی معبود ہوتا۔"لفسدتا" تو زمین میں بگاڑ پیدا ہوتا اور دونوں پیدا ہی نہ ہوتے اور دونوں کی طرف سے حکم صادر ہوتا اور ٹکراؤ پیدا ہوتا۔اس طرح نظام میں اکثر بگاڑ پیدا ہوتا۔اللہ رب العزت نے اس کی تردید فرمائی۔

"فسبحان اللّٰہ رب العرش عمّا یصفون" یعنی مشرکین جو ان کے لیے اللہ کی بیوی، بچے اور شرکاء ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہیں۔

㉓"لا یسئل عما یفعل" وہ اپنی مخلوق پر حاکم ہے کیونکہ وہ رب ہے دونوں جہانوں کا پالنے والا ہے۔اس لئے اس سے نہیں پوچھا جائے گا"وھم یسئلون" اور مخلوقات سے پوچھا جائے گا،ان کے اعمال وافعال کے بارے میں کیوں کہ وہ اس کے بندے ہیں۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِىَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِىْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ㉔ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِىْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ㉕ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ㉖ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ㉗ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ㉘ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ ㉙

ترجمہ: کیا خدا کو چھوڑ کر انہوں نے اور معبود بنا رکھے ہیں (ان سے) کہیئے کہ تم اپنی دلیل (اس دعویٰ پر) پیش کرو یہ میرے ساتھ والوں کی کتاب (یعنی قرآن) اور مجھ سے پہلے لوگوں کی کتابیں (یعنی توراۃ و انجیل وغیرہ) موجود ہیں بلکہ ان میں زیادہ وہی ہیں جو امر حق کا یقین نہیں کرتے سو (اس وجہ سے) وہ اعراض کر رہے ہیں اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہیں بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود (ہونے کے لائق نہیں) پس میری ہی عبادت کیا کرو اور یہ (مشرک) لوگ یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں کو) اولاد بنا رکھی ہے وہ (اللہ تعالیٰ اس سے) پاک ہے بلکہ (وہ فرشتے اس کے) بندے ہیں مگر (ہاں) معزز وہ اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے اور وہ اسی کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں (وہ جانتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ ان کے اگلے پچھلے

احوال کو جانتا ہے اور وہ بجز اس کے جس کے لئے (شفاعت کرنے کی) خدا تعالیٰ کی مرضی ہو اور کسی کی سفارش نہیں کر سکتے اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں اور ان میں سے جو شخص (فرضاً) یوں کہے کہ میں علاوہ خدا کے معبود ہوں سو ہم اس کو سزائے جہنم دیں گے (اور) ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

تفسیر ㉔ "**ام اتخذوا من دونه الهة**" استفہام انکاری توبیخ کے لیے ہے۔ "**قل هاتوا برهانكم**" اس پر حجت اور دلیل لے آؤ۔ پھر جملہ کو دوبارہ ذکر کیا۔ "**هذا**" اس سے مراد قرآن ہے۔ "**ذكر من معى**" اس میں خبر وہ موجود ہے جو میرے پاس ہے اور یہ میری اُمت کے لیے بھی نصیحت نامہ ہے کہ جنہوں نے اس پر عمل کیا اور اس کی اطاعت کی۔ ان کو ثواب کامل حاصل ہوا۔ "**وذكر**" خبر ہے۔ "**من قبلى**" ماقبل اُمتوں میں بھی ایسا نہیں ہوا اور نہ ہی آخرت میں اس کا کوئی شریک ہوگا۔

عطاء کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول آیا ہے کہ "**ذكر من معى**" سے مراد قرآن ہے اور "**ذكر من قبلى**" سے مراد توریت اور انجیل ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ بتاؤ کہ کسی جگہ میں بھی یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ نے کسی کو اپنا شریک یا بیٹا بنایا ہو یا اپنے سوا کسی اور کی عبادت کا حکم دیا ہو۔ "**بل اكثرهم لا يعلمون الحق فهم معرضون**"

㉕ "**وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحى اليه**" حمزہ، کسائی، حفص نے عاصم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ "**نوحى اليه**" نون کے ساتھ اور حاء کے کسرہ کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "**وما ارسلناك**" اور دوسرے قراء نے یاء اور حاء کے فتحہ کے ساتھ فعل مجہول پڑھا ہے۔ "**انه لا اله الا انا فاعبدون**" اس سے مراد توحید ہے۔

㉖ "**وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدًا**" یہ آیت قبیلہ خزاعہ کے بارے میں نازل ہوئی جو یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ "**سبحانه**" ان کے اس قول سے برأت اختیار کی۔ "**بل عباد**" ہم اس کے بندے ہیں یعنی فرشتے اللہ کی بیٹیاں نہیں ہیں۔ خدا ان کا باپ نہیں، خالق ہے۔ "**مكرمون**"

㉗ "**لايسبقونه بالقول**" اس کی بات کے آگے کوئی کلام نہ کرتے اور اللہ کی اجازت اور اِذن کے بغیر کوئی بات نہیں کہتے اور اللہ جو حکم ان کو دیتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔ "**وهم بامره يعملون**" اس کا معنی یہ ہے کہ وہ ان کی مخالفت نہیں کرتے نہ قولاً اور نہ ہی عملاً۔

㉘ "**يعلم مابين ايديهم وما خلفهم**" جو انہوں نے عمل کر لیے اور جو عمل ابھی تک انہوں نے نہیں کیے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد جو اس سے پہلے پیدا کیا اور جو ان کے بعد پیدا ہوئے۔ "**ولا يشفعون الا لمن ارتضى**" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس سے مراد ہے جو شخص **لا اله الا الله** کہے۔ مجاہد کا بیان ہے کہ جس سے اس کا رب راضی ہو۔ "**وهم من خشيته مشفقون**" وہ سب اللہ کی ہیبت سے ڈرتے ہیں اور نہ ہی کسی کی طرف سے دُکھ پہنچنے سے ڈرتے ہیں۔

㉙ "**ومن يقل منهم انى اله من دونه**" مقاتل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اس سے مراد ابلیس ہے جو حقیقتاً یا حکماً ملائکہ میں سے تھا کہ جب اس نے لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلایا اور اپنے نفس کی طرف اطاعت کرنے کا کہا حالانکہ فرشتوں میں سے

کسی کا کوئی کلام ایسا نہیں کہ کوئی یہ کہہ دے "انی الٰہ من دون اللّٰہ"...... "فذلک نجزیه جهنم کذلک نجزی الظالمین" جوالوہیت کا دعویٰ کرے اور جس کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے علاوہ کی عبادت کرے۔

اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَجَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ وَ جَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: کیا ان کافروں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ آسمان اور زمین (پہلے) بند تھے پھر ہم نے دونوں کو (اپنی قدرت سے) کھول دیا اور ہم نے (بارش کے) پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا ہے کیا (ان باتوں کو سن کر) پھر بھی ایمان نہیں لاتے اور ہم نے زمین میں اس لئے پہاڑ بنائے کہ زمین ان لوگوں کو لے کر ہلنے نہ لگے اور ہم نے اس (زمین) میں کشادہ کشادہ رستے بنائے تاکہ وہ لوگ (ان کے ذریعہ سے) منزل (مقصود) کو پہنچ جائیں اور ہم نے (اپنی قدرت سے) آسمان کو (مثل) ایک چھت (کے) بنایا جو محفوظ ہے اور یہ لوگ اس (آسمان کے اندر) کی (موجودہ) نشانیوں سے اعراض کئے ہوئے ہیں (یعنی ان میں تدبر نہیں کرتے) اور وہ ایسا ہے کہ اس نے رات اور دن اور سورج اور چاند بنائے (وہ نشانیاں یہی ہیں) ہر ایک ایک ایک دائرہ میں تیر رہے ہیں۔

تفسیر: ۳۰ "اولم یر الذین کفروا" عام قراء نے واؤ کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابن کثیر نے "لم یر" پڑھا ہے بغیر واؤ کے۔ اسی طرح ان کے مصحف میں بھی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اگر جان لیتے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا۔ "ان السمٰوات والارض کانتا رتقا" ابن عباس رضی اللہ عنہما، ضحاک، عطاء وقتادہ کا بیان ہے کہ آسمان و زمین سب باہم چسپاں اور ایک ہی تھے۔

ففتقناهما کی مختلف تفاسیر

"ففتقناهما" پھر ہوا داخل کر کے ہم نے دونوں کو الگ الگ کر دیا۔ "رتق" لغت میں کہا جاتا ہے بند باندھنا ملا دینا اور فتق کا معنی ہے پھاڑ دینا، کھول دینا۔ کعب نے کہا کہ اللہ نے آسمان وزمین کو اوپر نیچے بنایا تھا۔ پھر ہوا پیدا کر کے اس کو دونوں کے بیچ میں داخل کر کے دونوں کو کھول دیا۔ مجاہد اور سدی نے کہا کہ آسمان وزمین چسپاں اور ایک ہی طبقہ تھے۔ پھر اللہ نے ایک آسمان کے سات کر دیئے اور اسی طرح ایک زمین تھی اس کے سات طبقے بنا دیئے۔ عکرمہ اور عطیہ نے کہا کہ آسمان بند تھا، اس سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین بھی بند تھی، اس سے کوئی سبزہ نہیں اُگتا تھا۔ پھر اللہ نے بارش کے ذریعے سے آسمان میں شگاف اور سبزہ اُگا کر زمین میں سوراخ بنا دیئے۔ اس مطلب پر "السمٰوات" سے مراد ہوگا آسمان دُنیا اور چونکہ اس کے اجزاء بہت ہیں اس لیے

"سموات" کے لفظ کا اس پر اطلاق کیا یا سماوات سے متعدد آسمان ہی مراد ہیں اور سب آسمانوں کو بارش برسانے میں دخل ہے اور بعض حضرات نے کہا کہ "رتقًا" مفرد ہے۔ اس صورت میں یہ صفت ہوگی "سماوات والارض" کی کیونکہ یہ مصدر ہے اور مصدر قائم مقام اسم کے ہے جیسے زور اور صوم ہیں۔ "وجعلنا" اور ہم نے اس سے پیدا کیے۔ "من الماء کل شیءٍ حی" جس کو پانی کے ذریعے زندگی دی جاتی ہے۔ اس کا نزول آسمان سے ہوتا ہے تاکہ اس سے تمام اشیاء کو حیات نو حاصل ہو۔ اس حیات میں انسان، حیوان، شجر وغیرہ ہیں۔ یعنی یہ بارش ان کے لیے زندگی کا سبب ہے۔ مفسرین کا قول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہر چیز زندہ ہے اور وہ پانی سے پیدا ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "واللّٰہ خلق کل دابۃ من ماءٍ" ابوالعالیہ کا بیان ہے کہ اس سے مراد نطفہ ہے۔

سوال: یہ سوال کیا جائے کہ بعض اشیاء اللہ نے پیدا کیں مگر ان کی پیدائش پانی کے ساتھ نہیں ہوئی؟

جواب: یہ بطور تفکیر کے ہے۔ یعنی زمین پر جتنی اشیاء کو پیدا کیا گیا ان کی پیدائش کا سبب پانی ہی ہے یا ان کی زندگی کا بقاء پانی ہے۔ "أفلا یؤمنون"

㉛ "وجعلنا فی الارض رواسی" جمے ہوئے پہاڑ اور گڑھے ہوئے پہاڑ "ان تمید بھم" تاکہ وہ اپنے باشندوں کو لے کر نہ لرزے۔ "وجعلنا فیھا" زمین میں یا پہاڑوں میں "فجاجًا" کشادہ راستے بنائے دو پہاڑوں کے درمیان۔ فج اسی کو کہتے ہیں کہ ہم نے ان پہاڑوں کے درمیان راستے بنا دیئے تاکہ تم اپنے مقاصد اور کام کاج میں لگے رہو۔ "سبلاً" فجاج کی تفسیر ہے۔ "لعلھم یھتدون"

㉜ "وجعلنا السماء سقفا محفوظًا" کہ وہ تم پر گر جائے۔ اس کے گرنے سے محفوظ بنالیا۔ "ویمسک السماء أن تقع علی الارض الا باذنہ" بعض نے کہا کہ آسمان کو محفوظ کر دیا شہاب ثاقب کے ساتھ۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان "وحفظناھا من کل شیطان رجیم"...... "وھم" اس سے کفار مراد ہیں۔ "عن ایاتھا" یعنی چاند، ستارے، سورج اور ان کے مختلف احوال جو صانع کے وجود وحدوث اور کمال قدرت اور وسعت حکمت پر دلالت کر رہے ہیں۔ ان کی طرف سے وہ لوگ روگرداں ہیں غور نہیں کرتے۔ "معرضون" اس میں غور وفکر نہیں کرتے اور نہ ہی عبرت پکڑتے ہیں۔

㉝ "وھو الذی خلق الیل والنھار والشمس والقمر کل فی فلک یسبحون" تیرتے ہیں، تیز چلتے ہیں جیسے سمندر میں تیزی سے بھاگ رہے ہوں۔ "یسبحون" فرمایا۔ "تسبح" نہیں فرمایا کیونکہ یہ اشیاء ذوی العقول میں سے نہیں ہیں اور "تسبح" پڑھنا ذوی العقول کا کام ہے۔ "فلک" یعنی مدار نجوم جو سب ستاروں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ "فلک" کلام عرب میں ہر گول گھیرے کو فلک کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع افلاک ہے۔ حسن کا قول ہے کہ چکی سے مراد یہ ہے کہ چکی کے گول چکر کی طرح ستارے دائرہ میں چلتے ہیں یعنی ستاروں کی رفتار مستدیر ہے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ چکی کے گول چکر کی طرح چکر کاٹتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ فلک آسمان ہی ہے۔ آسمان دُنیا ہی پر سب ستارے چلتے ہیں اور فلک کی تنوین بتلا رہی ہے کہ ہر ستارہ ایک دائرہ میں چل رہا ہے، تمام ستاروں کے مدار مختلف

متعدد گھیروں پر ہیں جو اس کے لیے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ کلبی نے کہا کہ فلک آسمان کی گولائی کو کہتے ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا آسمان کے نیچے موج بستہ کا نام فلک ہے جس میں چاند، سورج اور ستارے چلتے ہیں۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿34﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۗ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿35﴾ وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۗ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿36﴾ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۗ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿37﴾

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا پھر اگر آپ کا انتقال ہو جائے تو کیا یہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے ہر جاندار موت کا مزہ چکھے گا اور ہم تم کو بری بھلی حالتوں سے اچھی طرح آزماتے ہیں اور پھر (اس زندگی کے ختم پر) تم سب ہمارے پاس آ چلے آؤ گے اور یہ کافر لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ سے ہنسی کرنے لگتے ہیں (اور آپس میں کہتے ہیں) کہ کیا یہی ہیں جو تمہارے معبودوں کا (برائی سے) ذکر کیا کرتے ہیں اور (خود) یہ لوگ (حضرت) رحمٰن کے ذکر پر انکار کیا کرتے ہیں انسان جلدی ہی (کے خمیر) کا بنا ہوا ہے ہم عنقریب (اس کے وقت آنے پر) تم کو اپنی نشانیاں (قہر کی یعنی سزائیں) دکھائے دیتے ہیں پس تم مجھ سے جلدی مت مچاؤ۔

تفسیر 34 "وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد" دُنیا میں ہمیشہ رہنا۔ "افأن مت فهم الخالدون" کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمیشہ رہیں گے آپ کے وفات پا جانے کے بعد۔ بعض نے کہا کہ اس آیت کا نزول اس وقت ہوا جب کافروں نے کہا تھا ہم تو اس وقت کے منتظر ہیں جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کا چکر پڑے۔

35 "کل نفس ذائقة الموت ونبلوکم" ہم تمہارے ساتھ ایسا ہی عمل کریں گے جیسا کہ امتحان لینے والا کرتا ہے۔ "بالشر والخیر" سختی کے وقت اور نرمی کے وقت صحت کے زمانے میں اور بیماری کے زمانے میں، امیری کی حالت میں، فقیری کی حالت میں ہر طرح سے ہم تمہاری جانچ پڑتال کرتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ خواہ تم اس چیز کو پسند کرتے ہو اور یا ناپسند کرتے ہو۔ "فتنة" تمہیں مبتلا کر دیں گے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ تم مرغوب و محبوب مقصد کو حاصل کر کے شکر ادا کرتے ہو یا ناشکری اور دُکھ پر صبر کرتے ہو یا شکوہ و شکایت و بے صبری "والینا ترجعون"

36 "واذا رآک الذین کفروا ان یتخذونک" وہ آپ کا ٹھٹھا نہیں کرتے۔ "الا هزوًا" مگر مسخرۃ کے طور پر سدی کا قول ہے کہ یہ آیت ابوجہل کے متعلق نازل ہوئی کہ یہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہنس پڑا اور کہا کہ یہ عبد مناف کا نبی ہے۔

"اھذا الذی" وہ بعض، بعض کے ساتھ کہنے لگے کہ یہ ہے وہی۔ "یذکر آلھتکم" یعنی کیا یہ ہی وہی شخص ہے جو تمہارے

معبودوں کو برا کہتا ہے۔ چونکہ دشمن کا ذکر برائی کے ساتھ ہوتا ہے اور دوست کا ذکر اچھائی کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے "فلاناً یذکر فلاناً" فلاں شخص اس آدمی کی برائی کر رہا ہے۔ "و فلان یذکر الله" فلاں شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے یعنی اللہ کی اچھی صفات بیان کرتا ہے۔ "وهم بذكر الرحمٰن هم كافرون" اور یہ اس وجہ سے کہ وہ کہتے تھے کہ رحمٰن یمامہ مسیلمہ کے علاوہ ہم کسی اور کو نہیں جانتے۔ "وهم" یہ ثانی صلہ ہے۔

㊲ "خلق الانسان من عجل" اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض قوم نے کہا انسان کی سرشت میں جلد بازی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ انسان کی نیت اور اس کی خلقت میں عجلت ہے اور اسی کی طبیعت میں سرشت میں داخل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وكان الانسان عجولاً"

سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سدی کا قول ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے سر اور آنکھوں میں روح داخل ہوگئی تو جنت کے پھلوں پر فوراً نظر پڑی۔ اس کے بعد روح پیٹ کے اندر پہنچی تو آپ کو کھانے کی اشتہاء پیدا ہوگئی اور فوراً ٹانگوں تک روح پہنچنے سے پہلے ہی جنت کے پھل لینے کے لیے اُٹھنے لگے لیکن اُٹھ نہ سکے اور گر پڑے۔ اسی لیے کہا گیا "خلق الانسان ضعيفًا...... خلق الانسان من عجل" انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ ان کی اولاد میں عجلت وراثت میں عطا کی گئی۔ عرب لوگ کہتے ہیں جس چیز کی زیادہ عجلت پسندی ہو تو اس کے بارے میں کہتے ہیں۔ "خلقت منه" جیسے کہا جاتا ہے۔ "خلقت من تعب...... خلقت من غضب" اس کے وصف میں "مبالغةً" بولا جاتا ہے۔ اس پر اللہ رب العزت کا فرمان دلالت کرتا ہے۔ "وكان الانسان عجولاً"

بعض اہل مفسرین کا قول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تھوڑے وقت میں پیدا کیا، آدم علیہ السلام کی تخلیق میں عجلت سے کام لیا تھا۔ آپ کی پہلے دن کے آخری حصے تک پیدائش کی جا چکی تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام کے سر میں جب روح داخل ہوگئی تو آپ نے عرض کیا الٰہی غروب آفتاب سے پہلے میری تخلیق پوری کر دے، یہ مجاہد کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جلدی میں پیدا کیا گیا۔ ان کو تمام اشیاء کے پیدا کرنے کے بعد جمعہ کے آخری حصہ میں پیدا کیا گیا، ان کی پیدائش میں مغرب سے پہلے پہلے جلدی کی۔

اور بعض نے کہا کہ ان کو جلدی اور تیزی سے بنایا بغیر ترتیب کے جیسے کہ دوسرے آدمیوں کو ترتیب سے بنایا۔ پہلے نطفہ، پھر علقہ، پھر مضغۃ وغیرھا۔ بعض مفسرین نے کہا کہ عجل کا معنی ہے گیلی مٹی۔ جیسا کہ شاعر کا قول ہے:

والنبع فی صخرة الصماء منبتة والنخل ینبت بین الماء والعجل

ترجمہ:......(درخت نبع کی پیدائش کا مقام ٹھوس پتھروں میں ہوتا ہے اور کھجور کا درخت پانی اور کیچڑ سے پیدا ہوتا ہے۔)

"ساُوریكم آیاتی فلا تستعجلون" یہ خطاب مشرکین کو ہے۔ مشرکین عذاب کے طلب کرنے میں جلدی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا اور بعض نے کہا کہ اس کا نزول نضر بن حارث کے متعلق ہوا۔ اللہ تبارک و

تعالیٰ نے فرمایا "ساُوریکم آیاتی" کہ یہ میری طرف سے وعدہ کیا ہوا ہے اس میں جلدی نہ کریں۔ وقتی عذاب کا مطالبہ نہ کریں۔ پھر اللہ نے بدر کے دن ان کو عذاب دکھا دیا اور بعض نے کہا کہ آخرت کے عذاب میں وہ جلدی کرتے ہیں۔

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ㊳ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ㊴ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ㊵ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ㊶ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ㊷ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ㊸

ترجمہ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کس وقت آوے گا اگر تم (وقوع عذاب کی خبر میں) سچے ہو کاش ان کافروں کو اس وقت کی خبر ہوتی جب کہ یہ لوگ (اس) آگ کو نہ اپنے سامنے سے روک سکیں اور نہ اپنے پیچھے سے اور نہ ان کی کوئی حمایت کرے گا بلکہ وہ (آگ) تو ان کو ایک دم سے آلے گی سو ان کو بدحواس کر دے گی پھر نہ اس کے ہٹانے کی ان کو قدرت ہو گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ اور آپ سے پہلے جو پیغمبر گزرے ہیں ان کے ساتھ بھی (کفار کی طرف سے) تمسخر کیا گیا تھا سو جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا ان پر وہ عذاب واقع ہو گیا جس کے ساتھ وہ استہزاء کرتے تھے اور یہ بھی (ان سے) کہہ دیجئے کہ وہ کون ہے جو رات میں اور دن میں رحمٰن (کے عذاب) سے تمہاری حفاظت کرتا ہو بلکہ وہ لوگ اپنے رب کے ذکر سے روگرداں (ہی) ہیں کیا ان کے پاس ہمارے سوا اور ایسے معبود ہیں کہ (عذاب مذکور سے) ان کی حفاظت کر لیتے ہوں وہ خود اپنی حفاظت کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہمارے مقابلہ میں کوئی اور ان کا ساتھ دے سکتا ہے۔

تفسیر ㊳ "ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین"

㊴ "لو یعلم الذین کفروا حین لا یکفون" نہ وہ پھیر سکیں گے۔ "عن وجوھھم النار ولا عن ظھورھم" بعض نے کہا کہ وہ اپنی پیٹھوں کی جانب سے بھی نہ روک سکیں گے۔ "ولا ھم ینصرون" اور نہ ہی ان سے عذاب کو روکا جائے گا۔ (لو) کا جواب اس قول میں ہے "لو یعلم الذین" یہ محذوف ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اگر کافر جان لیں اس وقت کو جب کہ ہر طرف سے ان کو آگ اپنے گھیرے میں لے لے گی اور اس کو وہ نہ خود دفع کر سکیں گے نہ کوئی اور ایسا مددگار بنے گا جو عذاب کو دفع کر سکے تو وہ اپنے کفر پر قائم نہیں رہیں گے یا عذاب آنے میں جلدی کریں گے اور یہ نہیں کہیں گے کہ اس کا وعدہ کب آئے گا۔

㊵ "بل تاتیھم" قیامت کی گھڑی ان پر آ پڑے گی۔ "بغتۃ" اچانک ناگہاں "فتبھتھم" اس وقت یہ حیران رہ جائیں گے۔ جیسے کہا

جاتا ہے کہ فلاں متحیر پریشان ہے یعنی وہ حیران ہے۔ "فلا يستطيعون ردها ولاهم ينظرون" اور ان کو مہلت نہیں دی جائے گی۔

㊶ "ولقد استهزئ برسل من قبلك فحاق" جس چیز کی وہ استہزاء کرتے تھے اسی کی سزا اور عذاب ان پر نازل ہوا۔ "بالذين سخروا منهم ما كانوا به يستهزءُوْن"

㊷ "قل من يكلؤكم" تمہاری کون حفاظت کرتا ہے۔ "بالليل والنهار من الرحمٰن" اگر اس کی طرف سے تم پر عذاب نازل ہوگیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اگر رحمٰن تم کو عذاب دینا چاہے گا تو تمہارا بچاؤ کون کرے گا؟ "بل هم عن ذكر ربهم" ذکر سے مراد قرآن اور اللہ تعالیٰ کی نصیحت ہے۔ "معرضون"

㊸ "أم لهم" یہ صلہ ہے۔ "الهة تمنعهم من دوننا" اس میں تقدیم وتاخیر ہے۔ تقدیری عبارت یہ ہوگی کہ کیا ان کے علاوہ کے لیے کوئی معبود ہے جو تمہیں اس عذاب سے روکے گا؟ پھر ان کے معبودوں کے ضعف کو بیان کیا۔ فرمایا "لا يستطيعون نصر انفسهم" کہ وہ اپنے آپ سے کوئی اذیت دور نہیں کرسکتے تو اپنے پجاریوں کی حفاظت کس طرح کریں گے؟

"ولاهم منّا يصحبون" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ "يمنعون" سے کیا ہے۔ مجاہد نے "يصحبون" کا ترجمہ کیا ہے "ينصرون" کے ساتھ یعنی ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ قتادہ نے کہا کہ ان کے ساتھ اللہ کی طرف سے، اذن شفاعت اور مدد نہ ہوگی۔

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۗ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۗ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ㊹ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ㊺ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ㊻ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۗ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ㊼

ترجمہ بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو (دنیا کا) خوب سامان دیا یہاں تک کہ ان پر (اسی حالت میں) ایک عرصہ دراز گزر گیا کیا ان کو یہ نظر نہیں آتا کہ ہم (ان کی) زمین کو (بذریعہ فتوحات اسلامیہ کے) ہر چہار طرف سے برابر گھٹاتے چلے جاتے ہیں سو کیا یہ لوگ غالب آویں گے آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف وحی کے ذریعہ سے تم کو ڈراتا ہوں اور یہ بہرے جس وقت ڈرائے جاتے ہیں سنتے ہی نہیں اور (ان کی عالی ہمتی کی کیفیت یہ ہے کہ) اگر ان کو آپ کے رب کے عذاب کا ایک جھونکا بھی ذرا لگ جاوے تو یوں کہنے لگیں کہ ہائے ہماری کم بختی واقعی ہم خطاوار تھے اور (ہاں) قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں (اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے) کسی پر اصلاً ظلم نہ ہوگا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو (وہاں) حاضر کردیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

تفسیر ㊹ "بل متعنا هولاء" ہم نے کفار کو خوب مہلت دی۔ "وآباء هم" دُنیا میں ان کے باپ دادا کو بھی خوب منافع

دیئے اور بعض نے کہا کہ ہم نے ان کو خوب نعمتیں دیں۔ "حتّی طال علیھم العمر" یعنی ان کی مدت زندگی طویل ہوگئی۔ "افلا یرون أنا نأتي الارض ننقصها من اطرافها" ہم مشرکین کی سرزمین کو گھٹا رہے ہیں اور مؤمنین کے اطراف کو بڑھا رہے ہیں۔ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اور مشرکین کے علاقوں کو فتح کرنا ہے کہ زمین در زمین، مشرکین کی زمینیں مسلمانوں کے قبضے میں آنے لگیں۔ "افھم الغالبون" تو کیا ایسی حالت میں کافر مسلمانوں پر غلبہ پا سکیں گے۔

㊺ "قل انما انذرکم بالوحی" کہ میں تمہیں قرآن کے ذریعے سے ڈراتا ہوں۔ "ولا یسمع الصم الدعاء" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تاء کے ضمہ کے ساتھ اور میم کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ "الصم" منصوب ہے۔ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ کہ کافر بہرے ہیں آپ کی پکار کو نہیں سمجھتے۔ دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ اور ان دونوں کے فتحہ کے ساتھ اور میم کے فتحہ کے ساتھ اور اس صورت میں "الصم" مرفوع ہوگا۔ "اذا ما ینذرون" ان کو ڈرایا جاتا ہے۔

㊻ "ولئن مستھم" اگر ان کو تھوڑا سا عذاب چھو جائے۔ "نفحة" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "نفحة" کا ترجمہ کیا ہے کنارہ۔ بعض نے کیا تھوڑا سا۔ ابن جریج نے کہا کہ ایک حصہ مراد ہے۔ "نفح فلان لفلان فلاں نے فلاں" کو اپنے مال میں سے ایک حصہ دے دیا اور بعض نے "نفحة" کا ترجمہ کیا ہے مارنا "نفحت الدابه برجلها" گھوڑے نے اپنی ٹانگ ماری، لغوی اعتبار سے "نفحة" خوشبو کی لپٹ کو کہتے ہیں۔

"من عذاب ربک لیقولن یاویلنا انا کنا ظالمین" ہم نے ان کو اس وجہ سے ہلاک کیا کہ وہ مشرکین ہیں۔ جب وہ اپنی ہلاکت کو دیکھ لیں گے تو اس وقت اپنے شرک کا اقرار کر لیں گے۔

㊼ "ونضع الموازین القسط" قسط سے مراد عدل ہے۔ "لیوم القیامة فلاتظلم نفس شیئًا" ان کی نیکیوں سے کسی قسم کی کمی نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ان کی برائیوں میں اضافہ کیا جائے گا اور بعض احادیث میں ہے کہ میزان کی ایک زبان اور دو پلڑے ہوں گے۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے درخواست کی کہ مجھے میزان دکھا دیجئے۔ اللہ نے ان کو میزان دکھا دی کہ اس کا ہر پلڑا اتنا تھا کہ مشرق سے مغرب تک اس کی وسعت تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام اس کو دیکھ کر بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو عرض کیا الٰہی ایسا کون ہے جو اپنی نیکیوں کے ساتھ اس پلڑے کو بھر سکے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، داؤد جب میں اپنے بندے سے راضی ہوں گا تو ایک چھوہارے (کو خیرات کرنے سے) اس کی نیکیوں کے پلڑے کو بھر دوں گا۔ "و ان کان" اگر چہ وہ چیز "مثقال حبة" ایک دانے کے بقدر اس کا وزن ہو۔ "من خردل" اہل مدینہ نے مثقال کے لام کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ ایک مدینہ کے قراء نے مثقال لام کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور سورۃ لقمان میں بھی اسی طرح ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ اگر وہ ایک مثقال دانے کے برابر بھی ہو۔ دوسرے قراء نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ "أتینابھا" ہم اس کو بھی حاضر کر دیں گے اور اس کا بدلہ دیں گے۔ "و کفٰی بنا حاسبین" سدی کا قول ہے کہ اس کا ترجمہ محصنین گنتی میں احاطہ کرنے والے سے کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ جاننے والے یاد رکھنے والے سے کیا ہے، یعنی یاد رکھنے والے جو شخص کسی چیز کی گنتی کرتا ہے۔ یقیناً اس چیز کا اس کو علم ہو جاتا ہے اور وہ چیز اس کو یاد ہو جاتی ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿48﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿49﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿50﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿51﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿52﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿53﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿54﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿55﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿56﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿57﴾

ترجمہ اور ہم نے (آپ کے قبل) موسیٰ اور ہارون کو ایک فیصلہ کی اور روشنی کی اور متقیوں کے لئے نصیحت کی چیز) یعنی توریت) عطا فرمائی تھی جو (متقی) اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور وہ لوگ قیامت سے (بھی) ڈرتے ہیں اور یہ (قرآن بھی) ایک کثیر الفائدہ نصیحت (کی کتاب ہے) جس کو ہم نے نازل کیا تو کیا پھر بھی تم اس سے منکر ہو اور ہم نے اس (زمانہ موسوی) سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی (شان کے مناسب) خوش فہمی عطا فرمائی تھی اور ہم ان کو خوب جانتے تھے ان کا وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی برادری سے فرمایا کہ یہ کیا (واہیات مورتیں ہیں) جن (کی عبادت) پر تم جمے بیٹھے ہو وہ لوگ (جواب میں) کہنے لگے کہ ہم نے اپنے بڑوں کو ان کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے ابراہیمؑ نے کہا کہ بیشک تم اور تمہارے باپ دادے (ان کو) لائق عبادت سمجھنے میں صریح غلطی میں ہو وہ کہنے لگے کہ کیا تم (اپنے نزدیک) سچی بات (سمجھ کر) ہمارے سامنے پیش کر رہے ہو یا دل لگی کر رہے ہو ابراہیمؑ نے فرمایا کہ نہیں (دل لگی نہیں) بلکہ تمہارا رب (حقیقی جو لائق عبادت ہے) وہ ہے جو تمام آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان سب کو پیدا (بھی) کیا اور میں اس دعویٰ) پر دلیل بھی رکھتا ہوں اور خدا کی قسم تمہارے ان بتوں کی گت بناؤں گا جب تم (ان کے پاس سے) چلے جاؤ گے تو ان کے چلے جانے کے بعد)

فرقان کا مصداق

تفسیر ⑱ "ولقد اٰتینا موسٰی و هارون الفرقان" وہ کتاب جو حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی ہے اور وہ توریت ہے۔ ❶ ابن زید کا قول ہے کہ فرقان سے مراد دشمنوں پر مدد کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "وما انزلنا

علیٰ عبدنا یوم الفرقان" ❷ اس سے مراد بدر کا دن ہے اس لیے فرمایا "وضیاءً" اس میں واؤ داخل کیا ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نصرت اور روشنی دی اور وہ توریت ہے اور جن حضرات نے کہا کہ فرقان سے مراد توریت ہے وہ کہتے ہیں کہ "ضیاءً" میں واؤ زائد ہے۔ اس صورت میں معنی ہوگا کہ ہم نے توریت روشن عطا کی اور بعض نے کہا کہ یہ توریت کی دوسری صفت ہے۔ "وذکرًا" اور یہ یاد دلاتی ہے "للمتقین"

㊾ "الذین یخشون ربھم بالغیب" جو بن دیکھے اس سے ڈرتے ہیں۔ "وھم من الساعۃ مشفقون" وہ خوف زدہ ہیں ڈرنے والے ہیں۔

㊿ "وھذا ذکر مبارکٌ" اس سے مراد قرآن ہے جو اس کو یاد کرے گا اس کے لیے نصیحت ہے اور باعث برکت ہے اس شخص کے لیے جو اس سے برکت حاصل کرے اور اس سے خیر کا طلب گار رہو۔ "انزلناہ أفأنتم" اے اہل مکہ "لہ منکرون" وہ انکار کرنے والے ہیں۔ استفہام توبیخ کے طور پر ہے۔

51 "ولقد اتینا ابراھیم رشدہ" قرطبی نے اس کا معنی اصلاح سے کیا ہے۔ "من قبل" موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے پہلے۔ بعض اہل تفسیر نے من قبل کی تشریح کی ہے۔ بالغ ہونے سے پہلے جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بچہ ہی تھے اور غار سے باہر آئے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے بچپن ہی میں ابراہیم علیہ السلام کو نبوت عطا کر دی تھی۔ اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا "وآتیناہ الحکم صبیا"...... "وکنا بہ عالمین" ہم جانتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہدایت اور نبوت کے اہل ہیں۔

52 "اذ قال لابیہ وقومہ ماھذہ التماثیل" اس سے مراد صورتیں ہیں، مورتیاں ہیں۔ "التی أنتم لھا عاکفون" جن کی عبادت کرنے پر وہ قائم ہیں۔

53 "قالوا وجدنا آباء نا لھا عابدین" پس تم نے ان کی اقتداء کی۔

54 "قال" ابراہیم علیہ السلام نے کہا "لقد کنتم أنتم وآباء کم فی ضلال مبین" یعنی تم سب کھلی ہوئی غلطی پر ہو۔

55 "قالوا أجئتنا بالحق ام انت من اللاعبین" تمہاری بات مبنی برحق تو نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم دل لگی کر رہے ہو۔

56 "قال بل ربّکم ربّ السمٰوٰت والارض الذی فطرھن" ان کو پیدا کیا۔ "وانا علی ذٰلکم من الشاھدین" یہ وہی اللہ ہے جو مستحق عبادت ہے اور بعض نے کہا کہ میں بھی شہادت دینے والوں میں سے ہوں کہ وہ زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا ہے۔

57 "وتاللّٰہ لاکیدن اصنامکم" ان کو توڑنے کی کوئی تدبیر کروں گا۔ "بعد أن تولّوا مدبرین" یعنی جب ان کو پیچھے چھوڑ کر میلے میں چلے جاؤ گے تو میں ان کو نقصان پہنچانے اور توڑنے کی کوئی تدبیر کروں گا۔

مجاہد اور قتادہ کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات چپکے سے کہی تھی سوائے ایک شخص کے اور کوئی نہیں سن سکا

تھا، اسی نے یہ بات پھیلا دی کہ اس نے کہا تھا کہ ایک نوجوان جس کا نام ابراہیم ہے، بتوں کا ذکر کر رہا تھا، ہم نے خود سنا تھا۔
سدی نے کہا قوم نمرود کا سالانہ تہوار ایک میلہ ہوتا تھا جب وہ میلہ سے واپس آتے تھے تو سیدھے بتوں کے پاس آتے تھے، ان کو سجدے کرتے تھے، پھر گھروں کو جاتے تھے۔ حسب معمول جب میلہ کا وقت آیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کے باپ نے کہا تم بھی اگر ہمارے ساتھ میلے کو چلو تو بہتر ہے ہمارا دین (رواج، مذہبی دستور) تم کو پسند آئے گا۔ باپ کے کہنے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے ساتھ ہو لیے، کچھ ہی راستہ طے کیا تھا کہ آپ نے خود اپنے کو زمین پر گرا لیا اور کہنے لگے میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ میرے پاؤں میں چوٹ آگئی ہے جب سب لوگ چلے گئے اور صرف کمزور لوگ پیچھے رہ گئے تو حضرت نے پکار کر وہ الفاظ کہے جن کا ذکر آیت میں کیا گیا ہے لوگوں نے آپ کے الفاظ سن لیے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام لوٹ آئے اور بت خانہ کی طرف پہنچے تمام بت ایک بڑے کمرے میں قطار بندر کھے ہوئے تھے، بت خانہ کے دروازے کے سامنے سب سے بڑا بت تھا، اس کے برابر اس سے چھوٹا، پھر اس کے برابر اس سے بھی چھوٹا، اسی طرح سب کی قطار تھی اور سب کے سامنے تیار کھانا بھی رکھا ہوا تھا، کھانا اس لیے سب کے سامنے چنا گیا تھا کہ بتوں کی وجہ سے کھانے میں برکت آجائے اور میلہ سے واپس آ کر سب لوگ اس کو کھائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور استہزاء بتوں سے فرمایا تم کھاتے کیوں نہیں جب کوئی جواب نہیں ملا تو فرمایا تمہیں کیا ہو گیا، تم بولتے کیوں نہیں اس کے بعد بتوں کی طرف مڑے اور دائیں ہاتھ سے اس قسم کی وجہ سے جو بتوں کو توڑنے کے سلسلے میں آپ نے کھائی تھی اور فرمایا تھا "تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ" بتوں پر ضرب لگائی۔ آیت میں آیا ہے: "فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ" اور یمین دائیں ہاتھ کو بھی کہتے ہیں اور قسم کو بھی۔

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾

(ترجمہ) انہوں نے ان بتوں کو (تبر دو غیرہ سے) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا بجز ان کے ایک بڑے بت کے کہ شاید وہ لوگ ابراہیمؑ کی طرف (دریافت کرنے کے لئے) رجوع کریں کہنے لگے کہ یہ ہمارے بتوں کے ساتھ کس نے کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے بڑا ہی غضب کیا بعضوں نے کہا کہ ہم نے ایک نوجوان آدمی کو جس کو ابراہیم کر کے پکارا جاتا ہے ان بتوں کا (برائی سے) تذکرہ کرتے سنا ہے (پھر) وہ لوگ بولے کہ (جب یہ بات ہے) تو اچھا اس کو سب آدمیوں کے سامنے حاضر کرو تا کہ وہ لوگ (اس اقرار کے) گواہ ہو جاویں (غرض وہ سب کے روبرو آئے) ان لوگوں نے کہا کہ کیا ہمارے بتوں کے ساتھ تم نے یہ حرکت کی ہے اے ابراہیم انہوں نے (جواب میں)

فرمایا کہ نہیں ان کے اس بڑے (گرو) نے کی سوان (ہی) سے پوچھ لو (نا) اگر یہ بولتے ہوں۔

تفسیر ⑱ **"فجعلهم جذاذًا"** کسائی نے جیم کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ جذاذ جمع کا صیغہ ہے یہ جذ سے ماخوذ ہے۔ جذ کا معنی ہے کاٹنا یہ مثل خفیف وخفاف کے ہے اور دوسرے قراء نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ مثل حطام ورفات کے ہوگا۔ **"الا كبيرًا لهم"** اس بڑے کو نہیں توڑا اور کلہاڑا اس کے کندھے پر رکھ دیا۔ بعض نے کہا کہ کلہاڑا اس کے ہاتھ کے ساتھ باندھ دیا، وہاں ۷۲ بت تھے ان میں سے بعض سونے کے تھے اور بعض چاندی کے تھے۔ بعض ان میں سے لوہے کے تھے اور بعض پیتل کے تھے اور بعض لکڑی کے تھے اور بعض پتھر کے اور ان بتوں میں سے بڑا بت سونے کا تھا، ان کی آنکھوں میں جواہرات تھے یاقوت کے۔

"لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ" کہ شاید وہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کی طرف (دریافت کرنے کے لیے) لوٹیں۔

الیہ یرجعون کی ضمیر کا مرجع

❶ **الیہ** کی ضمیر ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام بتوں سے دشمنی رکھنے اور بت پرستی کی مخالفت کرنے میں مشہور تھے اس لیے حضرت نے بتوں کو توڑ دیا اور بڑے بت کو چھوڑ دیا۔ یہ خیال کر کے جب یہ لوگ واپس آئیں گے تو میرے پاس آئیں گے اس وقت میں ان کو جتلا دوں گا کہ تمہارے معبود ایک آدمی کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔

❷ **"اِلَيْهِ"** کی ضمیر بڑے بت کی طرف راجع ہے مطلب یہ ہے کہ بت پرست لوگ جب میلہ سے واپس بڑے بت کے پاس آئیں گے تو اس سے دریافت کریں کہ چھوٹے بتوں کی یہ حالت کس نے کی۔ معبود کو علم ہونا اور جواب دینا چاہیے، وہ معبود ہی کیا جو نہ کچھ جانے نہ جواب دے، آخر جواب نہ پا کر خود ہی ذلیل ہوں گے۔

❸ **الیہ** کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے مطلب یہ کہ جب بتوں کی بے بسی ان پر ظاہر ہوگی تو شاید وہ اللہ کی طرف لوٹ آئیں۔

⑲ **"قالوا من فعل هذا بالهتنا انه لمن الظالمين"** جس نے بتوں کی یہ حالت کی وہ بڑا مجرم ہے۔

⑳ **"قالوا"** وہ لوگ کہنے لگے جن لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ بات سنی تھی **"وتاللّٰه لاكيدن اصنامكم"**...... **"سمعنا فتى يذكرهم"** ہم ایسے جوان کو جانتے ہیں جو ہمارے معبودوں پر عیب اور برائی کر رہا تھا۔ **"يقال له ابراهيم"** ان لوگوں کا گمان تھا کہ اسی نے ہی ایسا کیا ہے۔ پھر نمرود اور اس کے بڑے بڑے اشراف اور اس کی قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچی۔

㉑ **"قالوا فاتوا به على اعين النّاس"** نمرود نے کہا کہ اس کو لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ اس کے قول وفعل کی شہادت دیں۔ **"لعلهم يشهدون"** کہ یہ کام اس ہی نے کیا، اس پر یہ گواہی دیں کیونکہ ان کے مذہب میں بغیر گواہوں کے کسی کو پکڑا نہیں جاتا۔ یہی حسن، قتادہ اور سدی کا بیان ہے۔ محمد بن اسحاق نے اس کا ترجمہ یوں کیا کہ **"يشهدون"** کا مطلب یہ ہے کہ لوگ آئیں اور دیکھیں کہ ہم ان کو کیسی سخت سزا دیتے ہیں۔ غرض لوگ جب ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو کہنے لگے:

کہ کیا تو نے ہمارے معبودوں کا یہ حشر برپا کیا ہے۔

⑥② "قالوا" کہنے لگے ان کو "ءَ أنت فعلت هذا بالهتنا یا ابراهیم"

⑥③ "قال" ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ "بل فعله کبیرهم هذا" حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑے بت پر غصہ تھا اور آپ کو اس سے نفرت بھی زیادہ تھی کیوں کہ لوگ اس کی تعظیم زیادہ کرتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام کا ارادہ ان پر حجت قائم کرنا تھا۔ اسی وجہ سے انہوں نے پوچھا "فاسئلوهم ان کانوا ینطقون" کہ ان سے پوچھو کہ یہ فعل کس کا ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو توڑنے کا واقعہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑے بت پر بڑا غصہ تھا اور اس سے آپ کو نفرت زیادہ تھی کیونکہ وہ لوگ اس کی تعظیم زیادہ کرتے تھے اسی لیے بت شکنی کی نسبت آپ نے بڑے بت کی طرف مجازاً کردی۔ یا یوں کہا جائے کہ آپ نے بت شکنی پر تعریض اقرار نما کی استہزاء کے طرز میں خود بت توڑنے کا اقرار کرلیا۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یوں جواب دیا میں نے نہیں کی بلکہ اس بڑے بت نے کی۔ یا یوں کہا جائے کہ بت پرستوں کا یہ اعتقاد تھا کہ بڑے بت کی موجودگی میں چھوٹے بتوں کی پوجا سے بڑا بت ناراض ہوتا ہے، آپ نے ان کے عقیدہ کی نقل کردی۔ قتیبی نے کہا کہ معنوی حیثیت سے "کَبِیْرُهُمْ هٰذَا" کا تعلق "فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ کَانُوْا یَنْطِقُوْنَ" سے ہے مطلب یہ ہے کہ اگر یہ بول سکتے ہیں تو ایسا بھی کرسکتے ہیں اور بول نہیں سکتے تو ایسا کر بھی نہیں سکتے۔ گویا اس ضمن میں آپ نے بت شکنی کا اقرار کرلیا (اور بتوں کا عجز ظاہر کردیا) قتیبی کی یہ توجیہ غلط ہے کیونکہ کسائی نے کہا ہے جب ابراہیم نے اعراض کیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ اس کے بعد اگر ضمنی اقرار مانا جائے گا تو ایسا ہوگا جیسے کوئی کہے میں نے یہ کام نہیں کیا بلکہ میں نے کیا اور ظاہر ہے کہ یہ منفی مثبت کا اجتماع غلط ہے، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ "فَعَلَهٗ" پر وقف نہیں ہے بلکہ "فَعَلَهٗ" کا تعلق "کَبِیْرُهُمْ" سے ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جگہ ذومعنی کلام کیا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے تین بار کے علاوہ (صورۃً بھی) جھوٹ نہیں بولا، دو بار ذاتِ خداوندی کے متعلق ① "اِنِّیْ سَقِیْمٌ" کہا تھا۔ ② اور "بَلْ فَعَلَهٗ کَبِیْرُهُمْ" کہا تھا اور (تیسری بار کا واقعہ یہ ہوا کہ) کسی روز ابراہیم علیہ السلام اور سارہ کا گزر کسی ظالم بادشاہ کی طرف سے ہوا۔ بادشاہ سے کہا گیا کہ یہاں ایک شخص (نووارد) ہے جس کے ساتھ بہت ہی حسین عورت ہے۔ بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلوایا اور دریافت کیا کہ یہ کون عورت ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہا میری بہن ہے۔ پھر (واپس آکر) سارہ سے کہا اگر اس ظالم کو معلوم ہوجاتا کہ تم میری بیوی ہو تو وہ تم کو مجھ سے چھین لیتا، اب اگر تم سے وہ دریافت کرے تو تم یہی کہنا کہ میں ابراہیم علیہ السلام کی بہن ہوں۔

واقعہ یہ ہے کہ تم میری اسلامی بہن ہو۔ روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مؤمن نہیں ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے سارہ کو بلوایا اور ابراہیم علیہ السلام نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ سارہ کو اس ظالم کے پاس پہنچایا تو اس نے سارہ پر دست درازی کرنی چاہی لیکن فوراً پکڑ لیا گیا (یعنی غیبی پکڑ ہو گئی) یہاں تک کہ پاؤں زمین پر پٹکنے لگا اور سارہ سے درخواست کی میرے لیے اللہ سے دُعا کر دے، میں تجھے (اچھا ہو کر) کوئی دُکھ نہیں دوں گا۔ سارہ نے اللہ سے دُعا کی، اللہ نے بندش کھول دی، دوبارہ پھر اس نے ہاتھ بڑھایا اور پہلے کی طرح یا اس سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ پکڑا گیا۔ اس نے پھر دُعا کی درخواست کی اور ضرر نہ پہنچانے کا وعدہ کیا، سارہ نے پھر دُعا کی اور اللہ نے رہائی دے دی۔ رہائی کے بعد بادشاہ نے کسی دربان کو بلایا اور کہا تو میرے پاس انسان کو نہیں بلکہ جن کو لے کر آیا ہے اس کے بعد اس نے ہاجرہ کو خادمہ کے طور پر سارہ کو دے کر رُخصت کر دیا۔ سارہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں تو آپ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، آپ نے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا کیا خبر ہے؟ سارہ نے کہا اللہ نے کافر کے فریب کو اسی کے سینہ پر پلٹ دیا اور اس نے خدمت کے لیے ہاجرہ (مجھے) دی ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد کہا اے ماء السماء کی اولاد (آسمانی پانی مراد خالص نسب کا دعویٰ کرنے والا) یہ (ہاجرہ) ہی تمہاری ماں ہے۔ متفق علیہ۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے آواز دی۔ انہوں نے اپنے بھائیوں سے حالانکہ وہ چور نہیں ہیں۔

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٦٨﴾

ترجمہ اس پر وہ لوگ اپنے جی میں سوچے پھر (آپس میں) کہنے لگے کہ حقیقت میں تم ہی ناحق پر ہو (کہ جو ایسا عاجز ہو گا وہ کیا معبود ہو گا) پھر (شرمندگی کے مارے) اپنے سروں کو جھکا لیا (اور یہ بولے کہ) اے ابراہیمؑ تم کو تو معلوم ہی ہے کہ یہ بت (کچھ) بولتے نہیں ابراہیمؑ نے فرمایا کہ تو کیا خدا کو چھوڑ کر تم ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہنچا سکے اور نہ کچھ نقصان پہنچا سکے تف ہے تم پر (کہ باوجود وضوح حق کے باطل پر مصر ہو) اور ان پر جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے (آپس میں) وہ لوگ کہنے لگے کہ ان کو آگ میں جلاؤ اور اپنے معبودوں کا (ان سے) بدلہ لو اگر تم کو کچھ کرنا ہے۔

تفسیر ⑥④ "فرجعوا الی انفسھم" اس وقت انہوں نے اپنی عقلوں کی طرف رجوع کیا اور غور و فکر کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کی بات حق ہے اور ہم غلطی پر ہیں۔ "فقالوا" ہم نہیں دیکھتے جیسا کہ انہوں نے کہا۔ "انکم انتم الظالمون" ان کی عبادت کے ساتھ جو نہ بات کرتے ہیں اور بعض نے کہا کہ تم ظالم ہو اور یہ شخص حاضر ہے اور یہ تمہارے معبود بھی حاضر ہیں لہٰذا تم ان سے سوال کرو۔

⑥⑤ ”ثم نکسوا علی رؤسھم“ بعض اہل تفسیر کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبانوں پر حق جاری کر دیا۔ پہلی بات میں پھر ان پر بدبختی غالب آ گئی۔ یہی اس کا معنی ہے ”ثم نکسوا علی رؤسھم“ پہلے انہوں نے اپنے نفسوں کے ساتھ جو ظلم کیا اس کا اقرار کرنے کے بعد دوبارہ کفر کی طرف لوٹ گئے جیسے کہا جاتا ہے ”نکس المریض“ جب وہ اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹے اور وہ کہنے لگے۔ ”لقد علمت ما ھولاء ینطقون“ پھر ہم کیسے ان سے سوال کریں۔ جب یہ بولتے ہی نہیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حجت مکمل ہوگئی تو ان سے کہا۔

⑥⑥ ”قال“ ان کافروں کو کہا۔ ”أفتعبدون من دون اللّٰہ مالا ینفعکم شیئًا“ اگر تم ان کی عبادت کرو گے۔ ”ولا یضرکم“ اگر تم ان کی عبادت کو چھوڑ دو گے تو وہ تمہیں کچھ ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔

⑥⑦ ”اف لکم“ یعنی ہلاکت ہو اور تمہارے لیے گندگی ہو۔ ”ولما تعبدون من دون اللّٰہ أفلا تعقلون“ کیا تمہارے پاس کوئی عقل وشعور ہے کہ جس کے ذریعے سے تم اس کو پہچان لیتے۔ اب کیسے تمہارے اوپر حجت تام ہوگئی اور جواب دینے سے عاجز آ گئے۔

ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالے جانے کا قصہ

⑥⑧ ”قالوا حرّقوہ وانصروا آلھتکم ان کنتم فاعلین“ اور کہنے لگے اس کو آگ میں جلا دو اگر تم اپنے معبودوں کی مدد کرتے ہو۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ یہ اس شخص نے کہا جو اکراد بستی کا تھا بعض نے کہا کہ اس کا نام ھیزن تھا۔ بعض نے کہا اس کا نام ہنون ہے، اللہ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک دھنستا چلا جائے گا بعض نے کہا یہ بات نمرود نے کہی تھی۔ جب نمرود اور اس کی قوم کا متفقہ فیصلہ ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جھونک دیا جائے تو آپ کو گرفتار کر کے ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا اور باڑہ کی طرح کا ایک احاطہ بنایا یا قریہ کوثی میں ایک بہت بڑا گڑھا کھودا گیا اور ٹھوس قسم کی لکڑیاں آپ کو جلانے کے لیے وہاں اکٹھی کیں اور عوام جوش اس حد تک بڑھ گیا کہ بیمار منت مانتا تھا کہ اگر میں اچھا ہو گیا تو ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لیے لکڑیاں دوں گا۔ عورتیں اگر مراد مانگتی تھیں تو کہتی تھیں اگر ہماری مراد پوری ہوگئی تو ہم ابراہیم علیہ السلام کو جلانے والی آگ میں لکڑیاں ڈالیں گے، لوگ وصیت کرتے تھے کہ ہمارے بعد لکڑیاں خرید کر ڈھیر میں شامل کر دینا، عورتیں چرخہ کات کر اس کی مزدوری سے لکڑیاں خرید کر باُمید ثواب ڈھیر میں شامل کرتی تھیں۔

ابن اسحاق کا بیان ہے اس طرح ایک ماہ تک لوگ لکڑیاں جمع کرتے رہے۔ جب حسب منشا لکڑیاں جمع کر چکے تو ڈھیر میں ہر طرف سے آگ لگا دی، آگ بھڑک اُٹھی، جب خوب تیز ہوگئی اور اس حد تک پہنچ گئی کہ پرندہ بھی آگ کے اوپر سے نہ اُڑ سکتا تھا اس خوف سے کہ کہیں وہ جل نہ جائے تو انہوں نے مزید سات روز تک بھڑکنے دیا اور ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈالنا چاہا لیکن سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آگ میں کیسے پھینکیں، ابلیس نے آ کر منجنیق (گوپھن یا چرخی) قائم کرنے کی تدبیر بتائی، لوگوں نے چرخی بنائی اور سب سے اونچی عمارت کی چوٹی پر اس کو قائم کیا اور ابراہیم علیہ السلام کو باندھ کر اس میں بٹھایا، یہ دیکھ کر آسمان وزمین

ملائکہ اور سوائے جن وانس کے ساری مخلوق چیخ پڑی اور عرض کیا، اے ہمارے رب! ابراہیم علیہ السلام تیرا خلیل ہے اور آگ میں اس کو ڈالا جا رہا ہے اس کے سوا روئے زمین پر اور کوئی تیری عبادت کرنے والا نہیں ہے، ہم کو اجازت مل جائے تو ہم اس کی مدد کریں، اللہ نے فرمایا، ابراہیم میرا خلیل ہے اس کے سوا اور کوئی میرا خلیل نہیں اور میں ہی اس کا معبود ہوں، میرے سوا اس کا اور کوئی معبود نہیں، اگر وہ تم میں سے کسی کی مدد کا خواستگار ہو یا دُعا کرے تو جس سے وہ مدد طلب کرے وہ اس کی مدد کر سکتا ہے میری طرف سے اس کو اجازت ہے اور اگر میرے سوا وہ کسی سے مدد کا طلبگار نہ ہو تو میں اس کی حالت کو خوب جانتا ہوں۔ میں ہی اس کا کارساز ہوں، میرے اور اس کے درمیان تم حائل نہ ہو جونہی لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینکنا چاہا تو وہ فرشتہ جو پانی کا خازن (کارندہ) تھا آیا اور اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا اگر آپ چاہیں تو میں آگ کو بجھا دوں اور ہوا کا موکل بھی آیا، اس نے کہا اگر آپ کا منشاء ہو تو میں آگ کو ہوا میں اُڑا دوں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں، میرے لیے اللہ کافی ہے وہی میرا کارساز ہے۔

حضرت ابی بن کعب کی روایت میں آیا ہے کہ جب لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لیے مضبوطی کے ساتھ باندھ دیا تو آپ علیہ السلام نے کہا "لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الْمُلْكُ لَا شَرِيْكَ لَكَ" اس کے بعد منجنیق میں رکھ کر آپ کو آگ کی طرف پھینک دیا گیا۔ اسی دوران میں جبرئیل علیہ السلام نے سامنے آکر کہا، ابراہیم اگر تمہیں مدد کی ضرورت ہو تو میں موجود ہوں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا مجھے آپ کی مدد کی ضرورت نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا تو پھر اپنے رب سے درخواست کیجئے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا مجھے سوال کی کیا ضرورت ہے، میری حالت کا اس کو علم ہے میرے لیے یہی کافی ہے۔

کعب احبار کا بیان ہے ہر چیز نے ابراہیم علیہ السلام کی آگ بجھانے میں حصہ لیا سوائے گرگٹ کے یہ آگ کو پھونکیں مار رہا تھا (تاکہ مزید اشتعال پیدا ہو)۔ سعید بن مسیب نے حضرت اُم شریک کی روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کو قتل کر دینے کا حکم دیا اور فرمایا، یہ ابراہیم علیہ السلام پر (بھڑکتی آگ) میں پھونکیں مار رہا تھا (اور آگ کو بھڑکا رہا تھا)۔

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾

ترجمہ: (جب انہوں نے متفق ہو کر آگ میں ڈال دیا تو اس وقت) ہم نے (آگ کو) حکم دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا ابراہیم کے حق میں اور ان لوگوں نے ان کے ساتھ برائی کرنی چاہی تھی سو ہم نے ان ہی لوگوں کو ناکام کر دیا اور ہم نے ابراہیمؑ کو اور (ان کے برادر زادے) لوطؑ کو ایسے ملک (یعنی شام) کی طرف بھیج کر بچا لیا جس میں ہم نے دنیا جہان والوں کے واسطے (خیرو) برکت رکھی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے آگ کا ٹھنڈا ہو جانا

تفسیر ⑥⑨ "قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ" (ہم نے حکم دیا اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی بخش ہو جا ابراہیم کے لیے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر اللہ سلاماً نہ فرماتا تو آگ کی (انتہائی) سردی کی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام مر جاتے۔ بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ سلاماً (کونی) کی خبر نہیں ہے بلکہ فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے یعنی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو کامل طور پر سالم رکھا۔ بغوی نے لکھا ہے بعض آثار میں آیا ہے کہ اس روز تمام روئے زمین کی آگ بجھ گئی تھی، دُنیا بھر میں کوئی اس روز آگ سے فائدہ نہ اُٹھا سکا۔ اگر اللہ "علی ابراھیم" نہ فرماتا تو ہمیشہ کے لیے آگ ٹھنڈی ہو جاتی۔ میں کہتا ہوں بظاہر آگ کی خاصیت سلب نہیں ہوئی تھی جلانے کی خاصیت حسب معمول موجود تھی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے وہ ضرر رساں نہیں رہی تھی۔ "عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ" کا لفظ اسی پر دلالت کر رہا ہے۔

سدی نے کہا ملائکہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بازو پکڑ کر زمین پر بٹھا دیا۔ آپ نے وہاں اچانک شیریں پانی کا چشمہ اور خوبصورت سرخ گلاب کے پھول (اپنی نظر کے سامنے) دیکھے۔ کعب کا بیان ہے آگ سے حضرت کے جسم کا کوئی حصہ متاثر نہیں ہوا۔ صرف بندھن کی رسی جل گئی۔ اہل روایت نے کہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام وہاں سات روز رہے۔ منہال بن عمرو کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا جس آرام اور راحت کے ساتھ میں چند روز آگ میں رہا اتنے آرام سے کبھی نہیں رہا۔ ابن یسار نے کہا اللہ نے سایہ کے مؤکل کو ابراہیم علیہ السلام کی صورت عطا فرما کر بھیجا جو آ کر ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں آپ کی وحشت دور کرنے کے لیے بیٹھ گیا اور بحکم خدا حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت کی ایک قمیص اور مسند لے کر آئے، قمیص حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنایا اور مسند پر بٹھایا اور خود بھی آپ کے ساتھ مسند پر باتیں کرنے کے لیے بیٹھ گئے اور اللہ کی طرف سے پیام پہنچایا اور کہا آپ کا رب فرماتا ہے کیا تم کو معلوم نہیں کہ میرے دوستوں کو آگ ضرر نہیں پہنچایا کرتی ہے۔

کچھ مدت کے بعد نمرود نے ایک اونچی عمارت کے اوپر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جھانک کر دیکھا اور آپ کو باغ میں بیٹھا پایا اور ایک فرشتہ کو (بصورتِ انسان) آپ کے پہلو میں بیٹھا ہوا دیکھا اور آپ کے چاروں طرف آگ ہی آگ تھی جو لکڑیوں کو جلا رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر پکار کر کہا ابراہیم! (علیہ السلام) تیرا معبود بہت بڑا ہے جس کی قدرت اس حد تک ہے کہ وہ تیرے اور اس (آگ) کے درمیان حائل ہوا جو میں دیکھ رہا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام تو اس سے نکل بھی سکتا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ نمرود نے کہا تجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اگر وہاں رہے گا تو آگ تجھے دُکھ پہنچائے گی؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا نہیں۔ نمرود نے کہا تو پھر اُٹھ کر وہاں سے نکل آ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اُٹھ کھڑے ہوئے اور آگ میں قدموں سے چل کر باہر آ گئے۔ نمرود نے کہا ابراہیم! (علیہ السلام) وہ کون آدمی تھا جو تمہارے پہلو میں میں نے بیٹھا دیکھا تھا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، وہ سایہ کا مؤکل تھا، میرے رب نے آگ کے اندر میری وحشت دور کرنے کے لیے اس کو

میرے پاس بھیج دیا تھا۔ نمرود نے کہا میں تیرے معبود کے لیے کچھ قربانی پیش کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں نے اس کی قدرت اور طاقت کا ظہور تیرے معاملے میں دیکھ لیا ہے کہ جب تو نے اس کے سوا دوسروں کی عبادت سے انکار کردیا اور اس کی توحید پر قائم رہا تو اس نے تیرے ساتھ کیسا سلوک کیا، میں اس کے نام پر چار ہزار گائیں قربان کروں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا جب تک تو اپنا مذہب چھوڑ کر میرے مذہب کو نہ اختیار کرلے گا میرا رب تیری قربانی قبول نہیں کرے گا۔ نمرود نے کہا میں اپنی سلطنت تو نہیں چھوڑ سکتا (مذہب تبدیل کروں گا تو سلطنت چھوڑنا پڑے گی) ہاں قربانی ضرور پیش کروں گا۔ چنانچہ نمرود نے چار ہزار گائیں کی قربانی کردی اور پھر ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو محفوظ کردیا۔ شعیب جبائی کا بیان ہے کہ جس وقت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اس وقت آپ سولہ سال کے تھے۔

70 "وارادو به كيدًا فجعلناهم الاخسرين" بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی کوشش خسارے میں پڑ گئی اور جو کچھ انہوں نے خرچ کیا اس کا کچھ حاصل نہ ہوا اور بعض نے کہا کہ اللہ نے مچھروں کی فوج بھیج دی جو اس پر اور اس کے گھر والوں پر عذاب بن گئی جس نے ان کے گوشت کھا لیے اور ان کا خون چوس لیا اور ان مچھروں میں سے ایک مچھر اس کے دماغ میں گھس گیا جو اس کی ہلاکت کا سبب بنا۔

71 "ونجيناه و لوطاً" حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود سے اور ان کی قوم کو عراق کی سرزمین سے نجات دی۔ "الى الارض التى باركنا فيها للعالمين" اس سے شام مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت عطا فرمائی۔ سرسبزی، کثرت اشجار اور کثرت پھل اور نہروں کے ساتھ اور ان برکتوں میں سے کہ ان کی نسل سے بہت سے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔

حضرت ابی بن کعب نے ارض مبارکہ کہنے کی یہ وجہ بیان کی کہ وہاں شیریں پانی کی کثرت ہے اور صخرۂ بیت المقدس کے نیچے سے ایک چشمہ جاری ہے۔

ارض شام کی فضیلت

بروایت قتادہ بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم مدینہ میں منتقل کیوں نہیں ہوجاتے وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہجرت ہے اور روضۂ مبارک بھی وہیں ہے۔ کعب نے کہا امیر المؤمنین! میں نے اللہ کی کتاب (توریت) میں پڑھا ہے کہ ارض شام تمام زمین میں اللہ کا خزانہ ہے اور وہیں اللہ کے (خاص) بندوں کا خزانہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آئندہ ہجرت ہوگی (لوگ وطن چھوڑ چھوڑ کر بھاگیں گے) پس بزرگ مرتبہ والے لوگ ابراہیم علیہ السلام کے مقام ہجرت کی طرف چلے جائیں گے۔ دوسری روایت میں آیا ہے ابراہیم علیہ السلام کے مقام ہجرت سے جو لوگ چمٹے رہیں گے وہ زمین کے تمام باشندوں میں برگزیدہ ہوں گے اور (باقی) زمین پر برے لوگ رہ جائیں گے۔ ان کی زمینیں ان کو باہر نکال پھینکیں گی، اللہ ان

سے نفرت کرے گا، بندروں اور سوروں کے ساتھ ایک آگ ان کو ہنکائے گی جہاں وہ رات کو قیام کریں گے، آگ بھی رات کو ان کے ساتھ رہے گی اور جہاں وہ دوپہر کو ٹھہریں گے آگ بھی دوپہر کو ان کے ساتھ ٹھہرے گی۔ (رواہ ابوداؤد)

محمد بن اسحاق کا بیان ہے اللہ نے جب ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی بخش کر دیا تو یہ منظر دیکھ کر آپ کی قوم کے کچھ لوگ ایمان لے آئے لیکن نمرود اور اس کے حکام کا خوف تھا (اس لیے انہوں نے ایمان کا اعلان نہیں کیا) منجملہ ان کے آپ کے بھتیجے لوط بن ہاران بن تارخ بھی ایمان لے آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا جو حضرت لوط کا دادا تھا۔ تارخ بن ثالث تھا، ثالث کو ناخور بھی کہا جاتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی بیٹی سارہ بنت ہاران بھی ایمان لے آئی تھیں۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قریۂ کوثی (علاقۂ عراق) کو چھوڑ دیا اور لوط و سارہ کو ساتھ لے کر ترکِ وطن کر دیا۔ آپ کا یہ ترک وطن اللہ کے واسطے تھا۔ اپنے دین کو محفوظ رکھنے کی غرض سے تھا اور اطمینان سے اپنے رب کی عبادت کرنے کے لیے تھا۔ آپ نے فرمایا تھا "اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ" لوط کے مؤمن ہونے کا ذکر اللہ نے آیت "فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ" میں فرمایا ہے۔ کوثی سے چل کر آپ حران پہنچے۔ کچھ مدت وہاں قیام کیا پھر وہاں سے چل کر مصر پہنچے۔ پھر مصر سے شام کی طرف چل دیئے اور علاقہ فلسطین میں سبع کے مقام پر اُترے۔ یہاں سے مؤتفکات کی بستیاں (سدوم وغیرہ) جو بحیرۂ میت کے ساحل کی پانچ بستیاں تھیں اور حضرت لوط علیہ السلام مؤتفکہ میں اُترے۔ ایک دن اور ایک رات چلنے یا اس سے قریب۔ اللہ نے ان کو نبی بنا کر مبعوث کیا۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ہجرت کے بعد ہجرت ہوگی اور لوگوں میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف ہجرت کی۔

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَاَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾

(ترجمہ) اور (ہجرت کے بعد) ہم نے ان کو اسحٰق (بیٹا) اور یعقوب پوتا عطا کیا اور ہم نے ان سب کو (اعلیٰ درجہ کا) نیک کیا اور ہم نے ان کو مقتدا بنایا کہ ہمارے حکم سے (خلق کو) ہدایت کیا کرتے تھے اور ہم نے ان کے پاس نیک کاموں

کے کرنے کا اور (خصوصاً) نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھیجا اور وہ (حضرت) ہماری عبادت (خوب) کرتے تھے اور لوط (علیہ السلام) کو ہم نے حکمت اور علم (جوشان انبیاء کے مناسب ہوتا ہے) عطا فرمایا اور ہم نے ان کو اس بستی سے نجات دی جس کے رہنے والے گندے کام کیا کرتے تھے بلاشبہ وہ لوگ بڑے بدذات بدکار تھے اور ہم نے لوطؑ کو اپنی رحمت میں داخل کیا (کیونکہ) بلاشبہ وہ بڑے نیکوں میں سے تھے اور نوحؑ (کے قصہ) کا تذکرہ کیجئے جب کہ اس (زمانہ ابراہیمی) سے (بھی) پہلے انہوں نے دعا کی۔ سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اور ان کے تابعین کو بڑے بھاری غم سے نجات دی اور (نجات اس طرح دی کہ) ہم نے ایسوں لوگوں سے ان کا بدلہ لیا جنھوں نے ہمارے حکموں کو (جو کہ نوحؑ لائے تھے) جھوٹا بتایا تھا بلاشبہ وہ لوگ بہت برے تھے اس لئے (ہم نے ان سب کو) غرق کر دیا۔

تفسیر ⑦②"وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحَاقَ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً" مجاہد اور عطاء نے کہا ہے کہ نافلۃ کا معنی ہے عطیہ، اسحاق اور یعقوب دونوں اللہ کے عطا کردہ ہیں اس صورت میں نافلۃ دونوں سے حال ہوگا۔ حسن اور ضحاک نے کہا کہ نافلۃ کا معنی ہے فضل۔ یعنی ہم نے اپنی مہربانی سے ابراہیم علیہ السلام کو (بیٹا) اسحاق اور (پوتا) یعقوب عطا کیا اور فرمایا "هب لي من الصالحين" اسحاق علیہ السلام کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کو زیادہ ذکر کیا، یہ بیٹے کے بیٹے ہیں اور نافلۃ بھی زیادتی کو کہتے ہیں۔ "و كلاً جعلنا صالحين" اس سے مراد ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام ہیں۔

⑦③"وجعلناهم آئمة يهدون بأمرنا" ہم نے ان کو بھلائیوں اور اعمال میں لوگوں کا پیشوا بنایا جو ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور ہمارے دین کا راستہ بتاتے تھے۔ "واوحينا اليهم فعل الخيرات" وہ عمل جس نے شریعت کو اچھا قرار دیا۔ "واقام الصلوٰة" نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ "وايتاء الزكوة" زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا۔ "وكانوا لنا عابدين" وہ عبادت کرنے اور موحد ہونے میں مخلص تھے۔

⑦④"ولوطًا آتيناه" اور ہم نے لوط علیہ السلام کو دیا۔ بعض نے کہا کہ یاد کرو لوط علیہ السلام کو کہ ہم نے ان کو عطا کیا۔ "حكما" مقدمات کے درمیان فیصلے کرنے کا علم۔ "وعلمًا"...... "ونجيناه من القرية التي كانت تعمل الخبائث" اس سے مراد سدوم بستی ہے۔ اس بستی والے لوگ لواطت کرتے تھے اور بڑی بڑی مجلسوں میں دبر سے اونچی آواز (گوز) نکالتے تھے اور یہ لوگ ایسے اعمال کرتے تھے جو شریعت میں منع کردہ ہیں۔ "انهم كانوا قوم سوء فاسقين"......

⑦⑤"وأدخلناه في رحمتنا انه من الصالحين"

⑦⑥"ونوحًا اذ نادىٰ" جب اس کو پکارا "من قبل" ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام سے پہلے۔ "فاستجبنا له فنجيناه واهله من الكرب العظيم" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ ڈوبنے سے اور قوم کی جانب سے تکذیب سے نجات دی۔ بعض حضرات نے کہا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ ہوئی اور سختیاں بھی سب سے زیادہ برداشت کیں اور کرب غم سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔

77 "ونصرناہ" اور ہم نے ان کی مدد کی ان کو روک دیا۔ "من القوم الذین کذبوا بایتنا" اور وہ لوگ برائی کے ذریعے سے اس تک پہنچے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ جس قوم میں یہ خرابیاں پائی جائیں۔ "انھم کانوا قوم سوء فاغرقناھم أجمعین"

وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْکُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ. وَکُنَّا لِحُکْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ 78 فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ. وَکُلًّا اٰتَیْنَا حُکْمًا وَّعِلْمًا وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَالطَّیْرَ وَکُنَّا فٰعِلِیْنَ 79

ترجمہ: اور داؤد اور سلیمان (علیہما السلام کے قصہ) کا تذکرہ کیجئے جبکہ دونوں کسی کھیت کے بارے میں فیصلہ کرنے لگے جبکہ اس (کھیت) میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت جا پڑیں (اور اس کو چر گئیں) اور ہم فیصلہ کو جو لوگوں کے متعلق ہوا تھا دیکھ رہے تھے سو ہم نے اس فیصلہ کی سمجھ سلیمان کو دے دی اور (یوں) ہم نے دونوں کو حکمت اور علم فرمایا تھا اور ہم نے داؤد کے ساتھ تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو کہ (ان کی تسبیح کے ساتھ) وہ تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں کو بھی اور کرنے والے ہم تھے۔

تفسیر 78 "وداود و سلیمان اذ یحکمان فی الحرث" حرث کی تفسیر میں آئمہ مفسرین کا اختلاف ہے۔ ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم اور اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ یہ کھیتی انگوروں کی بیل کی تھی جس پر حرث کا لفظ دلالت کر رہا ہے۔ قتادہ کا بیان ہے کہ وہ کھیتی تھی۔ "اذ نفشت فیه غنم القوم" اس نے رات کو بکریاں چرائیں پھر اس کو فاسد کر دیا۔ نفش کہا جاتا ہے رات کو بکریاں چرانا اور ھمل کہا جاتا ہے بغیر چرواہے کے بکریوں کا چرنا۔ "وکنا لحکمھم شاھدین" اس کا علم ہمیں ہے اور اس کو ہم دیکھتے تھے تو یہ ہم سے کیسے مخفی ہوسکتا ہے۔ فراء نے کہا کہ صرف حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام مراد ہیں۔ جمع کا صیغہ بول کر تثنیہ کا صیغہ ہوسکتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فان کان له اخوۃ فلامه السدس" اگر میت کے چند بھائی ہوں تو اس کی ماں کا کل مال کا چھٹا حصہ ہوگا۔ اخوۃ سے مراد کم از کم دو بھائی ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک کھیت کے بارے میں فیصلہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، قتادہ اور زہری نے بیان کیا کہ دو آدمی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے، ایک کھیت کا مالک تھا اور دوسرا بکریوں کا۔ کھیت والے نے کہا اس کی بکریاں رات کو چھوٹ کر میرے کھیت میں پڑ گئیں اور (سارا کھیت چر گئیں) کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فیصلہ کیا کہ کھیت کے عوض وہ بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس سے دونوں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا تم دونوں کے مقدمہ کا کیا فیصلہ ہوا جو فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کیا تھا، دونوں نے بیان کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ

السلام نے فرمایا اگر تمہارا مقدمہ میرے سپرد کر دیا جاتا تو میرا فیصلہ کچھ اور ہی ہوتا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ بھی کہا تھا کہ میرا فیصلہ دونوں کے لیے فائدہ بخش ہوتا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس قول کی اطلاع حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی ہوگئی۔ آپ نے سلیمان علیہ السلام کو بلوا کر فرمایا تم فیصلہ کرو۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی نبوت اور حق پدری کا واسطہ دے کر فرمایا مجھے بتاؤ وہ کیا فیصلہ ہے جو فریقین کے لیے سودمند ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا بکریاں کھیت والے کو دے دیجئے اور کھیت بکریوں کے مالک کے سپرد کر دیجئے۔ کھیت والا بکریوں کے دودھ، اون اور نسل سے اتنی مدت تک فائدہ اندوز ہوتا رہے جتنی مدت تک کھیت بکریوں والے کی سپردگی میں رہے۔ بکریوں کا مالک کھیت کو درست کر کے اس میں بیج بکھیر دے اور جب کھیتی تیار ہو کر اصلی حالت پر آ جائے تو تیار کھیت کھیت والے کو دے دے اور اپنی بکریاں واپس لے لے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا صحیح فیصلہ یہی ہے جو تم نے کیا۔ پھر آپ نے یہ فیصلہ جاری کر دیا۔ روایت میں آیا ہے کہ فیصلہ کرنے کے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر گیارہ سال کی تھی۔

حرام بن سعد بن محیصہ سے روایت ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی باغ میں داخل ہوگئی۔ اس میں نقصان کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باغ والے دن کے وقت اس کی حفاظت کریں (اور جانوروں والے رات کو اپنے جانوروں کی حفاظت کریں) اگر رات کے وقت کسی کا جانور کسی کو نقصان پہنچا دے تو وہ ذمہ دار ہے۔ اصحاب الرائی کا قول ہے کہ اگر جانور کے ساتھ اس کا مالک نہ ہو تو پھر مالک پر ضمان نہیں ہوگا خواہ وہ دن کو نقصان پہنچائے یا رات کو نقصان پہنچائے۔

⑲ **"ففهمناها سليمان"** ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس فیصلہ کا طریقہ سکھا دیا۔ **"و كلاً"** اس سے مراد داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں۔ **"اتينا حكمًا و علمًا"** حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ آیت نہ ہوتی تو فیصلہ کرنے والے ہلاک ہو جاتے لیکن ٹھیک تعریف کرنے والوں کی اللہ نے تعریف کی ہے اور اس اجتہاد کی تعریف کی ہے۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ اجتہاد سے تھا یا نص کے ساتھ، اسی کے ذریعے سے سلیمان علیہ السلام نے فیصلہ کیا۔ بعض نے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اجتہاد کے ساتھ فیصلہ کیا ہے اور بعض نے کہا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے بھی اجتہاد کرنا جائز ہے تا کہ ان کو بھی مجتہدین کا ثواب حاصل ہو جائے۔

مگر یہاں پر حضرت داؤد علیہ السلام سے خطاء ہوگئی اور سلیمان علیہ السلام مصیب ہوئے اور بعض مفسرین نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام سے خطاء ہو جاتی ہے لیکن اس کو شمار نہیں کیا جاتا اور علماء ان اشیاء میں اجتہاد کرتے ہیں جو قرآن وسنت میں نہیں پاتے۔ پھر اگر اس اجتہاد میں غلطی واقع ہو جائے تو پھر ان پر کوئی گناہ نہیں۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرتا ہے اپنے اجتہاد سے، اگر اس کا اجتہاد درست ہو جائے تو اس کو دوہرا اجر ملتا ہے اور جب اس نے اجتہاد کے ذریعہ فیصلہ کیا اور اس میں غلطی واقع ہوگئی تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ حضرت داؤد

علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام وحی کے ذریعے سے فیصلہ کرتے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ کے لیے ناسخ ہوتا تھا۔

بعض حضرات کے نزدیک انبیاء علیہم السلام اجتہاد کے ذریعے فیصلہ کرنے سے مستغنی ہیں کیونکہ ان پر وحی کا نزول ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ اسی وجہ سے فیصلے میں کسی نبی سے غلطی واقع نہیں ہوسکتی۔ بعض حضرات اس آیت کے ظاہر سے کہتے ہیں کہ ہر مجتہد مصیب ہے اور حدیث میں مجتہد کے لیے ثواب کا وعدہ جب ہے کہ وہ خطاء کرلے۔ یہی اصحاب الرأی کا قول ہے اور ایک جماعت کا قول ہے کہ ہر مجتہد مصیب نہیں بلکہ جب کسی مسئلہ میں مجتہدین کا اختلاف واقع ہو جائے تو ان میں سے کوئی ایک مصیب ہوگا نہ کہ معین شخص۔ اگر ان میں سے ہر ایک شخص مصیب ہوتا تو پھر تقسیم کا کوئی معنی نہیں۔

آپ علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان کہ مجتہد نے اپنے اجتہاد میں خطا کردی تو اس کے لیے ایک اجر ہوگا۔ اس پر یہ اشکال وارد نہیں ہوگا کہ اگر اس کا اجتہاد درست ہوگیا تو پھر وہ مصیب ہوگا بلکہ اجتہاد فی نفسہ عبادت ہے۔

داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا دو عورتوں کے درمیان فیصلہ

شیخین نے صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے دو عورتیں تھیں، ہر ایک کا ایک ایک بچہ اس کے ساتھ تھا، بھیڑیا آیا، ایک بچہ کو لے گیا، ایک عورت نے دوسری سے کہا، بھیڑیا تیرے بچہ کو لے گیا، میرا بچہ محفوظ ہے۔ دوسری نے اس کی تردید کی اور کہا تیرے بچہ کو لے گیا، میرا بچہ یہ ہے جو موجود ہے، دونوں جھگڑا لے کر حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ نے بڑی کو ڈگری دے دی اور (چھوٹی ہار گئی) اس کے بعد دونوں کا گزر حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہوا اور آپ سے تفصیل بیان کی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میرے پاس چھری لے آؤ، میں بچہ کے دو ٹکڑے کرکے دونوں کو بانٹ دوں گا، یہ سنتے ہی چھوٹی بولی آپ پر اللہ کی رحمت ہو، یہ بچہ بڑی کا ہی ہے اسی کو دے دیجئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بچہ چھوٹی کو دلوادیا۔

"**وسخرنا مع داؤد الجبال یسبحن والطیر**" جب حضرت داؤد علیہ السلام تسبیح پڑھنے باہر جاتے تو ان کے ساتھ پہاڑ پرندے بھی تسبیح پڑھتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، وہب نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی تسبیح کے جواب میں پہاڑ اللہ کی پاکی بیان کرتے تھے اور پرندوں کا بھی یہی حال تھا۔ قتادہ نے کہا یعنی جب داؤد علیہ السلام نماز پڑھتے تھے تو پہاڑ بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام درختوں اور پتھروں کی تسبیح کو سمجھتے تھے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ "یسبحن" مسباحت سے ماخوذ ہے اور (سباحت کا معنی ہے تیرنا، چلنا) حضرت داؤد علیہ السلام چلتے تھے تو پہاڑ بھی آپ کے ساتھ چلتے تھے۔

کہا گیا ہے کہ داؤد علیہ السلام جب ذکر کرتے کرتے سست پڑ جاتے تھے اور بدن میں کچھ کسل آجاتا تھا تو آپ کے ساتھ پہاڑ

تسبیح پڑھنے لگتے تھے تاکہ پہاڑوں کی تسبیح سن کر داؤد علیہ السلام میں ذکر الٰہی کرنے کی تازہ چستی پیدا ہو جائے اور پرندے بھی آپ کے ساتھ تسبیح میں مشغول رہتے تھے۔ الطیر کا عطف الجبال پر ہے، پرندوں کی تو پھر بھی ظاہری زبان ہوتی ہے وہ کچھ نہ کچھ بولتے ہی ہیں لیکن پہاڑوں کی کوئی زبان بظاہر نہیں ہوتی، پہاڑوں کا تسبیح خداوندی میں مشغول ہونا بہت ہی تعجب آفریں ہے۔ اسی لیے الجبال کا ذکر الطیر سے پہلے کیا۔ "وکنا فاعلین" حضرت داؤد علیہ السلام کو علم و حکمت کی فہمائش اور پہاڑوں اور پرندوں کی تسخیر ہمارا فعل ہے۔

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ. فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿80﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿81﴾

ترجمہ: اور ہم نے ان کو (زرہ) بنانے کی صنعت تم لوگوں کے (نفع کے) واسطے سکھائی تاکہ وہ (زرہ) تم کو (لڑائی میں) ایک دوسرے کی زد سے بچائے سو تم شکر کرو گے بھی (یا نہیں) اور ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کا زور کی ہوا کو تابع بنا دیا تھا کہ وہ ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف کو چلتی جس میں ہم نے برکت کر رکھی ہے (مراد ملک شام ہے) اور ہم ہر چیز کو جانتے ہیں۔

تفسیر 80 "وعلمناه صنعة لبوس لكم" لبوس ہر پہننے والی چیز کو کہتے ہیں، عرفاً اس کا استعمال اسلحہ کے لیے ہوتا ہے، اس جگہ لوہے کی زرہ مراد ہے۔ قتادہ نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے زرہ سپاٹ ہوتی تھی، سب سے اوّل آپ نے جال دار زرہ بنائی اور کڑیاں جوڑ کر جھول کی شکل دی۔ حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔

"لتحصنكم" تاکہ وہ صنعت یا زرہ تم کو دشمن کے حملے سے محفوظ رکھے۔ سدی نے کہا اسلحہ کی مار پڑنے سے تم کو محفوظ رکھے۔ "من بأسكم" تمہارے دشمن کے حملے سے۔

ابوجعفر، ابن عامر، حفص اور عاصم و یعقوب نے "لتحصنكم" تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس سے مراد صنعت کاریگری ہے۔ ابوبکر اور عاصم نے نون کے ساتھ پڑھا ہے اور بعض قراء نے اس کو یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور بعض نے "ليحصنكم الله" پڑھا ہے۔ "فهل انتم شاكرون" یہ حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو کہا گیا اور بعض نے کہا کہ یہ اہل مکہ کو کہا گیا کہ کیا تم اب بھی شکر نہیں کرو گے، رسول اللہ کی اطاعت والی نعمت پر۔

"ولسليمان الريح عاصفة" ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا، ہوا ان کے حکم کے مطابق حرکت کرتی تھی۔ ہوا کو قبضہ کرنا ہاتھ میں پکڑنا ممکن نہیں۔ البتہ اس کی حرکت سے اس کا احساس ہوتا ہے۔ ریح مذکر و مؤنث بھی ہوتا ہے۔ "عاصفة" بہت تیز تند ہوا کو کہا جاتا ہے۔

سوال: بعض جگہ پر آیا ہے کہ ہوا ان کے حکم سے آہستہ اور نرم چلتی تھی؟ اس کا جواب دیا گیا کہ ہوا آپ کے حکم کے تابع تھی۔ جب آپ تیز چلنے کا حکم دیتے تو وہ تیز چلتی۔ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کہتے کہ تیز چلے تو وہ تیز چلتی۔ "تجری بامره

الی الارض التی بارکنا فیھا'' اس سے مراد شام ہے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام چاہتے اس کے ذریعے سے کہیں چلے جاتے، پھر واپس ملک شام میں آجاتے۔ ''وکنا بکل شیءٍ'' ان کو سکھلا دیا۔ ''عالمین'' اپنی اچھی تدبیر کے ساتھ۔ ہم نے سکھلا دیا حضرت سلیمان علیہ السلام کو اور ہوا وغیرہ کو سلیمان علیہ السلام کے تابع بنا دینے کی غرض یہ تھی کہ سلیمان علیہ السلام اپنے رب کے سامنے جھک جائیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت

وہب نے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی مجلس پر پرندے چھائے ہوئے ہوتے تھے، جن (صف بستہ) کھڑے ہوتے تھے اور اس شان کے ساتھ آپ جلوہ افروز ہوتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بڑے مرد مجاہد تھے۔ دُنیا کے جس حصہ میں کسی بادشاہ کے ہونے کی آپ کو اطلاع ملتی آپ فوراً وہاں پہنچ کر اس فرماں رواں کو اطاعت پر مجبور کر دیتے تھے۔ اہل روایت کا قول ہے کہ آپ جب کسی جہاد کا ارادہ کرتے تو آپ کے لیے پہلے تختے (بصورت تخت) بچھائے جاتے، پھر اس پر خیمہ ڈیرہ قائم کیا جاتا، پھر آپ اس پر آدمیوں کو جانوروں کو اور جنگی سامان کو چڑھواتے، پھر حسب الحکم تند ہوا تختوں کے نیچے آجاتی اور سب کو اوپر اٹھاتی اور اوپر پہنچ کر نرم بن جاتی تھی۔ اتنی نرم رفتار ہوتی کہ کسی کھیتی کی طرف سے گزرتی تو اس کی پتی بھی نہ ہلتی۔ اس کی رفتار سے گرد وغبار بالکل نہ اُڑتا اور نہ کسی پرندے کو تکلیف ہوتی، سبک سیر اتنی کہ ایک ماہ کی مسافت دن کے نصف اوّل میں اور ایک ماہ کی مسافت پچھلے دن میں طے کر لیتی تھی۔

وہب نے یہ بھی بیان کیا کہ دجلہ کے کسی ساحلی مقام پر ایک کتبہ تھا جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے کسی ساتھی نے لکھ دیا تھا۔ معلوم نہیں وہ ساتھی جن تھا یا آدمی۔ ہم یہاں اُترے، ہم یہاں نہیں رہے، ہم رات کو یہاں نہیں رہے، صبح اصطخر سے چلے تھے، دوپہر کو یہاں قیلولہ کیا، پچھلے دن میں ان شاء اللہ یہاں سے چل دیں گے اور رات کو شام میں رہیں گے۔

مقاتل نے بیان کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جنات نے سونے اور ریشم کے تاروں سے ایک فرش بُنا تھا جس کی لمبائی چوڑائی ایک ایک فرسخ تھی، اس فرش کے وسط میں حضرت کے لیے سنہری منبر رکھا جاتا تھا جس پر آپ تشریف فرما ہوتے تھے اور منبر کے اِرد گرد سونے چاندی کی کرسیاں رکھی جاتی تھیں۔ انبیاء علیہم السلام سونے کی کرسیوں پر اور علماء چاندی کی کرسیوں پر فروکش ہوتے تھے، اوپر سے پرندے اپنے پر پھیلائے سایہ فگن ہوتے تاکہ دھوپ کسی پر نہ پڑے کرسیوں کے گردا گرد دوسرے آدمی ہوتے اور آدمیوں کے پیچھے جنات ہوا اس فرش کو (اور فرش والوں کو) اوپر اُٹھاتی تھی اور صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک ایک ایک ماہ کی مسافت تک لے جاتی تھی۔

سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں چھ لاکھ کرسیاں رکھی جاتی تھیں۔ اگلی قطاروں میں آدمی اور آدمیوں کے پیچھے جنات بیٹھتے تھے، پرندے اوپر سے سایہ کیے ہوتے تھے اور ہوا ان سب کو اُٹھاتی تھی۔

حسن کا بیان ہے کہ جب پیغمبر خدا سلیمان علیہ السلام کی عصر کی نماز گھوڑوں کے معائنہ کی وجہ سے فوت ہوگئی تو آپ کو لوجہ

اللہ غصہ آ گیا اور آپ نے سب گھوڑوں کو قتل کرا دیا۔ پھر اللہ نے مقتول گھوڑوں کے عوض دوسرے بہتر گھوڑے عطا فرما دیئے، ہوا آپ کے حکم سے آپ کی مرضی کے مطابق تیزی سے آپ کو اُٹھا کر لے جاتی تھی، صبح کو ایلیا سے چلتے تو قیلولہ (دوپہر کا قیام) اصطخر میں کرتے، پھر پچھلے دن میں اصطخر سے چلتے تو شام بابل میں کرتے۔

ابن زید نے بیان کیا تختوں سے بنی ہوئی آپ کی ایک سواری تھی جس کے ایک ہزار پائے تھے، ہر پایہ (کھوکھلا تھا جس) کے اندر ہزار خانے تھے، آپ کے ساتھ انس وجن سوار ہوتے تھے، ہر پایہ کے نیچے (اُٹھانے والے) ایک ہزار جنات ہوتے تھے جو اس تخت کو اُٹھائے ہوتے تھے، تخت اونچا ہو جاتا تو نرم ہوا آ کر اس تخت کو اُٹھا لیتی (صبح کو چل کر) آپ دوپہر کو ان لوگوں کے پاس قیام کرتے جو ایک ماہ کی مسافت کی دوری پر ہوتے تھے، پھر شام ایسے لوگوں میں کرتے جن کی دوری ایک ماہ کی مسافت کے بقدر ہوتی۔ لوگوں کو پتہ بھی نہ چلتا کہ اچانک آپ لشکر سمیت آ پہنچتے۔

روایت میں آیا ہے کہ ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام عراق سے صبح کو چلے، مرو میں دوپہر کو پہنچے، وہاں قیام کیا، پھر بلخ میں عصر کی نماز پڑھی، پھر بلخ سے روانہ ہو کر ترکستان میں داخل ہو گئے۔ پھر ترکستان سے سرزمین چین تک پہنچ گئے، ہوا کے کندھوں پر یہ راستہ طے کیا اور پرندے سر پر سایہ فگن رہے۔ آپ صبح کے دن میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتے تھے اور شام کے دن میں بھی اتنی دور پہنچ جاتے تھے۔ یہاں سے آپ نے مشرق کی طرف رُخ کیا۔ یہاں تک کہ قندھار پہنچ گئے، پھر قندھار سے مکران اور کرمان پہنچے، پھر یہاں سے گزر کر بلاد فارس میں پہنچے اور وہاں چند روز فروکش رہے۔ پھر صبح کو یہاں سے روانہ ہو کر دوپہر کو کسکر پہنچے، پھر شام تک ملک شام میں آ گئے، آپ کی (اصل) قرار گاہ شہر تدمر میں تھی، شام سے عراق کی طرف روانہ ہونے سے پہلے آپ نے جنات کو حکم دیا تھا کہ ایک عمارت بنائیں۔ چنانچہ جنات نے پتھر کی چٹانوں اور ستونوں اور سفید و زرد مرمر سے ایک عمارت تیار کی تھی۔ جیسا کہ شاعر کا قول ہے:

الا سلیمان اذ قال الملیک له　　قم فی البریة فاحددها عن العقد

وجیش الجن انی قد اذنت لهم　　یبنون تدمر بالصفاح والعمد

(جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ماتحتوں سے کہا کہ کھڑے ہو جاؤ اور تیزی کے ساتھ ایک تعمیر بناؤ جن کے سردار نے کہا کہ مجھے اس کا حکم دیا گیا۔ اس نے تعمیر بنائی تدمر شہر میں پتلے پتھروں کے ساتھ اور ستونوں کے ساتھ۔)

وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٨٢﴾

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٨٣﴾

ترجمہ: اور بعضے شیطان ایسے تھے کہ سلیمانؑ کے لئے (دریاؤں میں) غوطہ لگاتے تھے (تاکہ موتی نکال کر لاویں) اور وہ اور کام بھی اس کے علاوہ کرتے تھے اور ان کے سنبھالنے والے ہم تھے اور ایوبؑ کا تذکرہ کیجئے جبکہ انہوں نے (بعد مبتلا

ہونے مرض شدید کے) اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔

تفسیر ⑧② "**ومن الشيطان**" اور ہم نے شیطان کو بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا تھا۔ "**من يغوصون له**" وہ سمندر کے نیچے داخل ہوتے اور وہاں سے موتی نکال کر لاتے۔ "**ويعملون عملاً دون ذلك**" اور اس کام کے علاوہ دوسرے کام بھی کرتے تھے۔ "**يعملون له ما يشاء من محاريب وتماثيل**" ...... "**وكنا له حافظين**" ہم جنات کی نگرانی رکھے ہوئے تھے کہ کہیں وہ آپ کے حکم سے نکل نہ جائیں۔ زجاج نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نگرانی رکھتے تھے کہ کہیں بنائی ہوئی چیزوں کو تباہ نہ کر دیں۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کسی جن کو کسی آدمی کے ساتھ کام پر بھیجتے تو آدمی سے فرما دیتے جب اس کام سے یہ فارغ ہو جائے تو اس کو کسی اور کام پر لگا دینا، ایسا نہ ہو کہ یہ کیے ہوئے کام کو برباد کر دے، جنات کی یہ عادت ہی تھی کہ جب کسی کام سے فارغ ہو جاتے اور دوسرے کام میں مشغول نہ ہوتے تو بنے ہوئے کام کو ہی تباہ کر دیتے۔

⑧③ "**وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى**" اور ایوب کا تذکرہ کیجئے۔ جب اس نے (مصائب میں) اپنے رب کو پکارا۔ اے رب! مجھے دُکھ لگ گیا ہے۔ نادیٰ یعنی دُعا کی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ

وہب بن منبہ نے بیان کیا حضرت ایوب رومی تھے، آپ کا جدی نسب اس طرح تھا۔ ایوب ابن احرص بن رازخ بن روم بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام۔ آپ کی والدہ حضرت لوط بن ہاران کی اولاد میں سے تھیں۔

آپ اللہ کے برگزیدہ بندے اور نبی تھے، اللہ نے آپ کے لیے دُنیا وسیع کر دی تھی، سرزمین شام میں ایک گھاٹی جس کے اندر میدانی زمین بھی تھی اور پہاڑی بھی، آپ کی ملک تھی اونٹ، گائے، بیل، بھینس، بھیڑ، بکری، گھوڑے، گدھے ہر قسم کے بکثرت جانور آپ کے پاس تھے، پانچ جوڑ بیلوں کے کھیتی کرنے کے لیے بھی آپ کے پاس تھے۔ ہر جوڑ کا خادم ایک غلام تھا اور ہر غلام کے بیوی بچے بھی تھے۔ بیلوں کی ہر جٹ کا (یعنی کھیتی کرنے اور ہل جوتنے وغیرہ کا) سامان اُٹھانے کے لیے ایک گدھی تھی اور ہر گدھی کے دو دو، تین تین، چار چار، پانچ پانچ اور اس سے زیادہ بچے تھے۔ اللہ نے آپ کو اہل وعیال لڑکے اور لڑکیاں بھی عطا کی تھیں۔ آپ بڑے نیک، پرہیزگار، غریبوں پر رحم کرنے والے، مسکینوں کو کھانا کھلانے والے، بیواؤں کی خبر گیری کرنے والے، یتیموں کی سرپرستی کرنے والے اور بڑے مہمان نواز تھے۔ مسافروں کو خرچ دے کر وطن تک پہنچا دیتے تھے، اللہ کی نعمتوں کا شکر اور اللہ کا حق ادا کرتے رہتے تھے، اللہ نے شیطان مردود سے آپ کو محفوظ کر دیا تھا۔ ابلیس دوسرے مال داروں اور عزت یاب لوگوں کو اللہ کی یاد سے غافل بنا دیتا ہے۔ آپ کے ساتھ تین جماعتیں تھیں جوان پر ایمان لائیں اور ان کی تصدیق کی۔ ایک شخص اہل یمن میں سے تھا اس کو ثغر کہا جاتا ہے اور دو شخص ان کے شہر ہی کے تھے۔ ان میں سے ایک کو یلاد اور

دوسرے کو صافر کہا جاتا ہے اور یہ سب ادھیڑ عمر کے تھے اور ابلیس سے آسمان میں رونما ہونے والا کوئی واقعہ پوشیدہ نہیں تھا، وہ دیکھ لیتا تھا، جب بھی یہ ارادہ کرتا، کوئی بات سننا چاہتا تو سن لیتا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اُٹھالیا۔ پھر اس پر چار آسمانوں کو محجوب کر دیا کہ وہ چار آسمانوں میں سے کسی کی بات سن نہیں سکتا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں تشریف لائے تو باقی تین آسمان سے بھی اس کو روک دیا گیا۔ ابلیس نے سنا کہ ملائکہ حضرت ایوب علیہ السلام پر دُرود بھیج رہے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کا تذکرہ کیا۔ اس وقت سے ابلیس میں حسد اور سرکشی پیدا ہوئی۔ پھر وہ جلدی سے آسمان کی طرف گیا اور ایک جگہ رُک کر کہنے لگا۔ الٰہی! میں دیکھتا ہوں تیرے بندے ایوب (علیہ السلام) کو کہ تو نے اس پر خوب انعام کیا اور اس کا شکر ادا کیا اور اس کے ساتھ عافیت والا معاملہ کیا اور تو اس کی تعریف بھی کرتا ہے۔ اگر آپ اس کو کسی تکلیف میں مبتلا کر دیں تو پھر جس حالت میں آپ اس وقت دیکھ رہے ہیں شکر وعبادت میں، وہ ایسی طاعت وعبادت چھوڑ دے گا۔

اللہ عزوجل نے فرمایا کہ جا میں نے تجھے اس کے مال پر مسلط کر دیا۔ وہاں سے ابلیس مڑا اور اس سرزمین میں آ گیا۔ پھر اس نے بڑے جنوں کو جمع کیا اور بڑے بڑے شیطانوں کو جمع کیا اور ان سب کو کہا کہ کیا تمہارے پاس کوئی طاقت ہے، ہمیں ایوب کے مال پر مسلط کیا گیا اور اس پر ایسی مصیبت جو فنا کر دینے والی ہے اور اس پر کوئی شخص صبر نہیں کر سکتا۔

عفریت جس کا تعلق شیطان سے تھا وہ کہنے لگا کہ مجھے اتنی قوت دی گئی ہے کہ اگر میں چاہوں تو آگ بن کر اس کا سب کچھ جلا دوں۔ ابلیس نے اس کو کہا کہ تم اس کے اونٹ اور اس کے چرواہوں کو لے آؤ، وہ اونٹوں کو لے آیا، جب ان اونٹوں کو باندھا گیا اور لوگوں کو معلوم ہی نہیں ہوا کہ اچانک زمین کے نیچے سے آگ نکلی، اس آگ کے قریب کوئی نہیں جا سکتا تھا، جو بھی اس کے قریب جاتا آگ اس کو جلا ڈالتی۔ اس آگ نے باڑے کے اندر تمام اونٹوں کو جلا دیا۔ یہاں تک کہ آخری اونٹ بھی جل کر راکھ ہو گیا۔ پھر اللہ کا دشمن بری شکل لے کر آیا اور حضرت ایوب علیہ السلام کے گھر کے دروازے پر کھڑا ہو گیا، اس نے حضرت ایوب علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ اس نے کہا اے ایوب! (علیہ السلام) آگ آئی، اس نے تمہارے سارے اونٹوں کو گھیراؤ میں ڈالا اور سب کو جلا کر راکھ کر دیا۔ اس کے جواب میں حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا **"الحمدللّٰہ الذی ھو اعطاھا وھو اخذھا"** تمام تعریفیں اسی ذات کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ مال عطا کیا اور اس کو لیا۔ اس کے علاوہ میں اور میرا مال بھی ایک دن فناء ہو جائے گا۔ اس پر ابلیس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے آگ نازل کی اس سے سب کچھ جل گیا اور اس نے لوگوں کو حیران زدہ چھوڑ دیا اور پھر ان لوگوں میں سے بعض کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) حضرت ایوب علیہ السلام جس کی عبادت کر رہے ہیں وہ دھوکہ ہی ہے اور ان میں سے بعض یہ کہتے کہ اگر ایوب علیہ السلام کا خدا قادر ہوتا (نعوذ باللہ) تو وہ اس آگ سے ان کے مال کو بچاتا اور ان میں سے بعض یہ کہتے، یہ اس کے ساتھ ایسا اس لیے ہوا تاکہ اس کے دشمن ہنسیں اور اس کے دوست غمزدہ ہو جائیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا کہ **"الحمدللّٰہ حین أعطانی وحین نزع منی"** تمام تعریفیں اس کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ مال عطا کیا اور

جس نے مجھ سے چھینا۔ اس نے مجھے اپنی ماں کے پیٹ سے ننگا پیدا کیا اور ننگا قبر میں جاؤں گا اور ننگا ہی قیامت کے دن اُٹھایا جاؤں گا۔ یہ بات میرے لیے مناسب نہیں کہ وہ مجھے کوئی چیز عطا کرے تو میں خوش ہوں اور مجھ سے کوئی چیز چھین لیے تو میں صبر نہ کروں۔ اللہ ہی اس کو خوب بہتر جانتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس بات کو جانتا ہے کہ بندے کے لیے کونسی چیز بہتر ہے تو اس کو ہمارے لیے خوشی کا سامان کر دیتا ہے اور جو وہ چاہتا ہے کہ یہ چیز میرے بندے کے لیے شر ہے وہ اس کو لے لیتا ہے۔

یہ سن کر ابلیس اپنے ساتھیوں کے پاس آیا، ذلیل و رسوا ہو کر، ان کو کہا کہ تمہارے ساتھ کیا قوت ہے، میں ایوب علیہ السلام کے دل کو تکلیف نہیں پہنچا سکا۔ عفریت نے کہا کہ میرے پاس ایک ایسی قوت ہے کہ میں اگر چیخ ماروں تو میری چیخ ذی روح میں سے جو بھی سن لے گا وہ مر جائے گا۔ ابلیس نے کہا کہ بھیڑ اور ان کے چرواہوں کو لے آؤ۔ پھر وہ چلا گیا اور ان کے درمیان پہنچ گیا اور اتنی زوردار چیخ ماری کہ سب ذی روح مر گئے حتیٰ کہ چرواہے بھی اس چیخ سے مر گئے۔ پھر ابلیس چرواہے کی شکل میں حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آیا، وہ نماز پڑھ رہے تھے، اس نے آپ علیہ السلام کو پہلے کی طرح کہا۔ پھر حضرت ایوب علیہ السلام نے پہلے کی طرح جواب دیا۔ پھر ابلیس اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ بتاؤ!

تمہارے پاس کیا طاقت ہے میں تو اب بھی ایوب کے دل کو زخمی نہیں کر سکا۔ ایک خبیث جن کہنے لگا۔ اگر میں چاہوں تو آندھی بن سکتا ہوں جو ہر چیز کو اُڑا کر لے جائے گی۔ ابلیس نے کہا تو بیلوں اور کھیتوں کے پاس جا، خبیث جن چلا گیا اور اچانک ایک طوفانی ہوا چلی اور ہر چیز کو اُڑا کر لے گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ اس کے بعد ابلیس کھیتی باڑی کے منیجر کی شکل بنا کر حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آیا، آپ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، ابلیس نے وہی پہلے والی بات کی اور آپ نے بھی وہی سابقہ کا جواب دے دیا اور مصیبت پر صبر کرنے پر اپنے دل کو جما لیا، آخر جب آپ کے پاس کسی طرح کا مال نہ رہا اور ابلیس نے آپ کا سارا مال تباہ کر دیا تو آسمان پر پھر گیا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا، الٰہی! ایوب علیہ السلام جانتا ہے کہ جب آل و اولاد سے تو نے اس کو بہرہ اندوز کیا ہے تو مال بھی عنایت کر دے گا اس لیے مطمئن ہے کیا تو مجھے اس کی اولاد پر تسلط عطا فرما دے گا، یہ مصیبت ایسی ہے جس پر (بڑے بڑے) آدمیوں کے دل برقرار نہیں رہ سکتے۔ اللہ نے فرمایا (جا) میں نے تجھے ایوب علیہ السلام کی اولاد پر دسترس عطا کی، دشمن خدا چلا آیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی اولاد ایک قصر کے اندر تھی۔ ابلیس نے اس قصر کے در و دیوار کو جھنجھوڑ ڈالا۔ دیواروں کو باہم ٹکرا دیا، لکڑیاں اور پتھر اوپر سے پھینکے، یہاں تک کہ جب سب لوگوں کو خوب زخمی کر دیا تو محل کو اُٹھا کر اُلٹ دیا، سب لوگ سرنگوں ہو کر گر پڑے اور ہلاک ہو گئے۔ اس کے بعد بچوں کے اتالیق کی شکل بنا کر حضرت ایوب علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا، خود بھی اس وقت زخمی تھا، چہرے پر خراشیں تھیں، خون بہہ رہا تھا، جا کر واقعہ کی اطلاع دی اور کہا اگر آپ وہ منظر دیکھ لیتے جب کہ آپ کے بچے سخت اذیتوں میں مبتلا ہوئے تھے خون بہہ رہا تھا اور دماغ بھی باہر نکلنے لگے تھے، پیٹ پھٹ گئے تھے، انتڑیاں بکھری پڑی تھیں، اسی حالت میں قصر اُلٹ گیا اور سب اُلٹے ہو کر جاں بحق ہو گئے تو آپ کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ ابلیس برابر اسی طرح

کے (دردناک) الفاظ کہتا رہا اور حضرت ایوب علیہ السلام سنتے رہے۔ آخر آپ کے دل میں رقت پیدا ہوئی اور رونے لگے اور ایک مٹھی خاک اپنے سر پر ڈالی اور کہا کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ ابلیس نے اس بات کو غنیمت سمجھا اور ایوب علیہ السلام کی بے صبری کو دیکھ کر فوراً آسمان پر چڑھ گیا۔ اُدھر حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے الفاظ سے رجوع کر لیا اور توبہ واستغفار کی اور آپ علیہ السلام کی توبہ واستغفار کو ملائکہ لے کر ابلیس کے پہنچنے سے پہلے ہی جا پہنچے اور بارگاہِ الٰہی میں پیش کر دی، اللہ تو پہلے ہی بخوبی واقف تھا (ملائکہ کی پیشی بھی حسب الحکم ہوگئی) ابلیس ذلیل ہوگیا اور کہنے لگا۔ الٰہی تو نے ایوب علیہ السلام کو تندرستی دی ہے، جسمانی اذیت سے محفوظ رکھا ہے، وہ جانتا ہے کہ اس کی تندرستی ہے تو اللہ مال واولاد اور عنایت کر دے گا۔ اس لیے مال واولاد کی ہلاکت کا اس پر اثر نہیں پڑا تو مجھے اس کے جسم پر تسلط عطا کر دے گا (تو اس کا قدم ڈگمگا جائے گا) اللہ نے فرمایا، جا میں نے ایوب کے جسم پر تجھے تسلط عطا کیا لیکن زبان اور دل پر تیرا تسلط نہیں ہے، زبان ودل کے علاوہ باقی جسم کو تیرے زیر تسلط کر دیا گیا۔

اللہ نے ابلیس کو یہ تسلط صرف اس لیے عطا فرمایا تھا کہ ایوب علیہ السلام کے ثواب میں اضافہ ہو، صبر کرنے والوں کے لیے مثال ہو۔ ہر دُکھ اور مصیبت پر صبر کرنے کی دوسروں کو تلقین ہو اور با اُمید ثواب ہر اذیت پر ان کو صبر ہو۔ اللہ کا دشمن اجازت پا کر فوراً آیا، ایوب علیہ السلام اس وقت سجدے میں تھے، سر اُٹھانے نہ پائے تھے کہ ابلیس آگیا اور چہرے کی طرف سے آکر ناک کے سوراخ میں ایک پھونک ماری جس سے حضرت ایوب علیہ السلام کا جسم آگ کی طرح بھڑکنے لگا اور سر کی چوٹی سے پاؤں کی نوک تک ایسے دمبل نکل آئے جیسے بکری کی کلیجی اور ان میں کھجلی پیدا ہوگئی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ناخنوں سے اس کو کھجانا شروع کیا یہاں تک کہ سب ناخن گر گئے، پھر کھردرے ٹاٹ سے کھجایا، ٹاٹ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا، پھر نوک دار کھردرے ٹھیکروں اور پتھروں سے کھجایا اور اتنا کھجایا کہ گوشت کٹنے لگا۔ بو دینے لگا، سڑ گیا۔ بستی والوں نے آپ کو بستی سے باہر نکال کر ایک کوڑے پر جھونپڑی بنا کر اس میں ڈال دیا اور سب نے چھوڑ دیا، صرف آپ کی بی بی رحمت بنت افرائیم بن یوسف بن یعقوب نے ساتھ دیا۔ بعض نے رحمت کو حضرت یوسف علیہ السلام ہی کی صاحبزادی کہا ہے۔ رحمت آپ کے پاس آتی رہیں اور آپ کی ضروریات فراہم کرکے لاتی رہیں۔ جب حضرت کے تینوں رفقاء الیفن، یلدو اور صافر نے حضرت ایوب علیہ السلام کی یہ ابتلائی حالت دیکھی تو وہ بھی کنارہ کش ہوگئے اور (شرعی جرم کرنے کی) آپ پر تہمت لگائی مگر آپ کے دین کو نہیں چھوڑا۔ جب مصیبت بڑھ گئی تو ایک روز تینوں حضرات ان کے پاس آئے اور خوب سخت سست کہا اور کہنے لگے آپ کو اللہ کی طرف سے یہ گناہ کی سزا دی گئی، اللہ سے توبہ کیجئے۔

راوی کا بیان ہے ایک نوجوان مؤمن بھی ان تینوں کے ساتھ تھا۔ اس نے کہا اے عمر رسیدہ لوگو! آپ لوگ اپنی عمروں کی بیشی کی وجہ سے کلام کرنے کے زیادہ مستحق ہو لیکن آپ لوگوں نے جو کچھ کہا خیال کیا اور جو بات کی اس سے زیادہ اچھا کلام بہترین رائے اور مناسب ترین بات بھی پیش کر سکتے تھے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت ایوب کا تم پر حق ہے، ذمہ داری ہے، کیا تم کو معلوم ہے کہ تم نے کس کی توہین اور بے عزتی کی، وہ کیسی شخصیت ہے جس پر تم نے عیب تھوپے اور نکتہ چینی کی، کیا تم نہیں جانتے کہ وہ اللہ کا پیغمبر ہے، اس وقت تمام اہل ارض سے برگزیدہ اور اللہ کا منتخب بندہ ہے، پھر تم کو یہ بھی نہیں معلوم اور نہ

اللہ نے تم کو بتایا ہے کہ جب سے ایوب علیہ السلام کو پیغمبری ملی کبھی بھی اللہ نے اس کی کسی حرکت کو ناپسند کیا ہو یا جو عزت اس کو عطا فرمائی ہے اس کا کوئی حصہ چھین لیا ہو، نہ یہ کہہ سکتے ہو کہ اس وقت سے جب سے تم اس کے ساتھ ہوئے ہو کبھی بھی آج تک اس نے اللہ کے سلسلہ میں کوئی ناحق بات کہی جس (دُکھ اور تکلیف) کو تم ایوب علیہ السلام کے لیے اپنے خیال میں باعث تذلیل وتحقیر سمجھتے ہو (وہ ایسا نہیں ہے) اللہ اپنے پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں اور نیک لوگوں کو دُکھ میں مبتلا کرتا چلا آیا ہے، اس کی طرف سے یہ دُکھ اور امتحان اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ اس طبقہ سے ناراض ہے نہ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کی نظر میں یہ لوگ ذلیل ہو گئے بلکہ یہ امر تو ان کے لیے مزید عزت افزائی اور فضیلت ہے۔

اور بالفرض اگر ایوب علیہ السلام اللہ کے نزدیک اس مرتبہ پر نہیں بھی ہوں تب بھی وہ تمہارے بھائی تو ہیں، تم نے ان کے ساتھ رہ کر ان سے برادری کی ہے (مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان کو پیغمبر نہیں مانتے تو دوست ہی سمجھو، مدت تک تم ان کے ساتھ رہے ہو) اور کسی دانش مند کے لیے جائز نہیں کہ اپنے دوست سے اس کی مصیبت کے وقت کنارہ کش ہو جائے یا اس کو لعنت وملامت کرے، وہ تو خود غم رسیدہ اور دُکھی ہے اس پر نکتہ چینی کرنی اور نکتہ چینی بھی وہ جس کا علم عار دلانے والے کو نہیں، کسی طرح درست نہیں۔ مناسب تو یہ ہے کہ اس سے ہمدردی کی جائے، اس کے رونے میں شرکت کی جائے، اس کے لیے دُعائے مغفرت کی جائے اور جو تدبیریں اس کے معاملے کو درست کرنے والی ہیں وہ بتائی جائیں۔ دانش منداور ہدایت یافتہ وہ شخص نہیں جو ان باتوں سے ناواقف ہو۔

سن رسیدہ بزرگو! اللہ کی عظمت وجلال کا مطالعہ اور موت کی یاد تمہاری زبانوں کو کاٹ دیتی ہے اور دلوں کو پارہ پارہ کر دیتی ہے، کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو بڑے فصیح اللسان، بلیغ البیان، دانش منداور عالم ہیں نہ گونگے ہیں نہ بیان سے عاجز، اس کے باوجود اللہ کے خوف نے ان کو خاموش کر دیا ہے۔ جب وہ اللہ کی عظمت کا ذکر کرتے ہیں تو ان کی زبانیں (ماسوا کے تذکرے سے) کٹ جاتی ہیں، رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، دل پارہ پارہ ہو جاتے ہیں اور ہوش وحواس پراں ہو جاتے ہیں اور یہ سب کچھ اللہ کی عظمت کو دیکھنے اور جلال الٰہی کا مشاہدہ کرنے کے وقت ہوتا ہے لیکن جب (ان کو ہوش آتا ہے اور) استقامت حال نصیب ہوتی ہے تو اس وقت وہ اپنے پاکیزہ اعمال کے ساتھ اللہ کی طرف دوڑتے ہیں مگر اپنا شمار خطا واروں اور ظالموں کے ساتھ کرتے ہیں وہ خود ابرار اور گناہوں سے پاک ہوتے ہیں لیکن قصور واروں اور گنہگاروں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ یہی لوگ بڑے دانش منداور اصحاب قوت ہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے اس نوجوان کی یہ تقریر سن کر فرمایا، اللہ چھوٹے بڑے کے دل میں اپنی رحمت سے حکمت کی تخم پاشی کرتا ہے، پھر دل میں پودا پیدا ہوتا ہے تو زبان پر اللہ اس کو ظاہر فرما دیتا ہے، حکمت کا مدار نہ طول عمر اور بڑھاپے پر ہے نہ تجربے کی فراوانی پر، اگر اللہ کسی کو بچپن میں ہی باحکمت بنا دیتا ہے تو اس کا مرتبہ دوسرے حکماء کے نزدیک کم نہیں ہوتا۔ اہل حکمت جانتے ہیں کہ نور عزت خداداد ہے اس کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام نے ساتھیوں کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اپنے رب کی طرف رُخ کر کے فریاد وزاری میں مشغول ہوئے۔ عرض کیا اے میرے رب! تو نے مجھے کس لیے پیدا کیا، کاش تو نے مجھے پیدا

نہ کیا ہوتا، اے کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ مجھ سے کون سی خطا ہوگئی اور میں نے کون سا ایسا کام کیا جس کی وجہ سے تو نے اپنا مبارک رُخ میری طرف سے پھیرلیا۔ اگر میں نے کوئی گناہ کیا تو مجھے مار ڈالتا اور میرے آباء واجداد کے ساتھ مجھے ملا دیتا، موت ہی میرے لیے زیادہ مناسب تھی، کیا میں مسافروں کے لیے قیام گاہ اور مسکینوں کے لیے قرارگاہ نہیں بنا ہوا تھا؟

کیا میں یتیموں کا والی اور بیواؤں کا سرپرست نہیں تھا؟ الٰہی میں تیرا بندہ ہوں، اگر تو مجھ سے بھلائی کرے گا تو تیرا احسان ہے اور اگر میرے ساتھ برائی کرے گا تو مجھے سزا دینے کا تجھے اختیار ہے تو نے مجھے مصیبتوں کی آماجگاہ اور دُکھوں کا نشانہ بنا دیا، مجھ پر ایسی مصیبت پڑی ہے کہ اگر تو پہاڑ پر ڈال دیتا تو وہ بھی نہ اُٹھا سکتا، پھر میری کمزوری اس کو کیسے برداشت کرسکتی ہے؟ تیرے قطعی حکم نے مجھے ذلیل کردیا اور تیری ہی حکومت نے مجھے بدحال بنا دیا اور میرے جسم کو دُبلا کردیا۔ اگر میرا رب اپنی ہیبت کو نکال دے جو میرے دل میں ہے اور میری زبان کو رواں کردے کہ میں منہ بھر کر بول سکوں، پھر یہ مناسب بھی ہو کہ بندہ اپنی طرف سے حجت پیش کرسکے تو اُمید ہے کہ جو مصیبت مجھ پر ہے اس سے مجھے بچاؤ عطا کردے گا لیکن وہ تو مجھ سے بہت بالا و اعلیٰ ہے، وہ مجھے دیکھتا ہے، میں اسے نہیں دیکھتا، وہ میری بات سنتا ہے، میں اس کی آواز نہیں سنتا، اس کی نظر (عنایت) میری طرف نہیں، نہ وہ مجھ پر رحم کرتا ہے نہ مجھ سے قریب ہے نہ مجھے اپنے قریب کرتا ہے کہ میں اپنا عذر پیش کرسکوں اور اپنی برأت کی بات کرسکوں اور اپنا دفاع کرسکوں۔

حضرت ایوب علیہ السلام اتنی ہی بات کرنے پائے تھے اور آپ کے ساتھی آپ کے پاس ہی بیٹھے تھے کہ یکدم ایک بادل چھا گیا، ساتھیوں نے خیال کیا کہ اس کے اندر کوئی عذاب آیا لیکن اس کے اندر سے آواز آئی اے ایوب! اللہ فرماتا ہے میں تیرے قریب ہوں اور ہمیشہ سے تیرے قریب ہی رہا، اُٹھ اپنا عذر پیش کر اور اپنی برأت کی بات کر اور اپنی طرف سے دفاع کر اور کمر کس کر اُٹھ کھڑا ہو اور اس مقام پر کھڑا ہو جس مقام پر کوئی طاقت ور کھڑا ہو کر دوسرے طاقتور کا دفاع کرتا ہے۔ اگر تجھ سے ہوسکے۔ مجھ سے وہی جھگڑا کرسکتا ہے جو مجھ جیسا ہو، اے ایوب! تیرے نفس نے تجھے آرزومند بنا دیا ہے کہ تو اپنی قوت سے اپنے مقصد کو پہنچ جائے گا تو کہاں تھا جس روز میں نے زمین کو پیدا کیا اور اس کی بنیاد پر اس کو قائم کیا، کیا تو میرے ساتھ زمین کے کناروں کو پھیلا رہا تھا؟ کیا تو واقف ہے کہ میں نے کس اندازے سے اس کو بنایا؟ کس چیز پر اس کے اطراف کو قائم کیا؟ کیا تیری اطاعت کرکے پانی نے زمین کو اُٹھایا ہے کیا تیری حکمت سے زمین پانی کا سرپوش بنی ہوئی ہے؟ تو اس روز کہاں تھا جب میں نے آسمان کو چھت کی شکل میں ہوا میں بلند کیا تھا نہ اوپر سے کوئی رسی ہے کہ آسمان سے بندھا لٹک رہا ہو، نہ نیچے سے ستون اس کو اُٹھائے ہوئے ہیں، کیا تو اپنی حکمت سے اس مقام تک پہنچ سکتا ہے کہ آسمان کے نور کو بہا دے یا ستاروں کو چلا دے؟ کیا تیرے حکم سے رات و دن کا ادل بدل ہو رہا ہے؟ جس روز دریاؤں کے فوارے میں نے (زمین سے) نکالے تھے اور سمندروں کو ان کی حدود میں بند کیا تھا تو تو کہاں تھا؟ کیا تیری قوت سے سمندروں کی لہریں ان کی حدود کے اندر روکی گئی ہیں؟ یا مدت حمل ختم ہونے پر رحم کا منہ تو کھولتا ہے؟ جب میں نے پانی کو خاک پر روکا تھا اور اونچے پہاڑ برپا کیے تھے تو کہاں تھا؟ کیا تجھے علم ہے کہ کس چیز پر میں نے پہاڑوں کو برپا کیا ہے؟ یا کس توازن سے ان کو قائم کیا ہے، کیا تیرے پاس ایسی کلائیاں ہیں جو ان کا بوجھ اُٹھا

سکیں؟ کیا تو جانتا ہے کہ جو پانی میں آسمان سے اُتارتا ہوں وہ کہاں سے آتا ہے؟ کس چیز سے بادل پیدا ہوتا ہے؟ برف کا خزانہ کہاں ہے؟ اولوں کے پہاڑ کہاں ہیں؟ دن کے اندر رات کا خزانہ کہاں ہے؟ اور رات میں دن کا خزانہ کہاں رہتا ہے اور ہواؤں کا خزانہ کہاں ہے؟ درخت کس زبان میں باتیں کرتے ہیں؟ کس نے انسان کے جوف (سینہ یا پیٹ یا سر) میں عقل پیدا کی اور کس نے کانوں اور آنکھوں کے یہ شگاف بنائے؟ فرشتے کس کے اقتدار کے مطیع ہیں اور کس نے اپنی قہاری طاقت سے سب طاقتوروں کو مغلوب کر رکھا ہے اور کس نے اپنی حکمت سے رزق کی تقسیم کی ہے۔ اللہ نے اسی طرح کے کلام میں اپنی آثارِ قدرت کا بکثرت اظہار فرمایا۔

ایوب علیہ السلام کا بارگاہ الٰہی میں دعا

ایوب علیہ السلام نے عرض کیا، الٰہی جو تفصیل تو نے بیان فرمائی اس کو سمجھنے (اور جواب دینے) سے (میری حالت اور) میرا مرتبہ حقیر ہے۔ میری زبان گنگ ہوگئی، میری عقل اور دانش کند ہوگئی اور میری قوت کمزور پڑ گئی۔ اے میرے معبود! میں جانتا ہوں کہ جو کچھ تو نے بیان فرمایا، وہ تیرے ہی دست قدرت کی کاریگری اور تیری ہی حکمت کی تدبیر کا نتیجہ ہے بلکہ تیری تدبیر حکمت و صنعت اور قدرت اس سے بھی بڑی ہے، کوئی چیز تجھے بے بس نہیں کر سکتی، کوئی چیز تجھ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی، میرے معبود مجھ پر دُکھ ایسے پڑے کہ میں بے قابو ہو کر بول پڑا، مصیبت نے ہی میری زبان چلادی۔ کاش! زمین پھٹ جاتی اور میں اس میں سما جاتا اور ایسی بات اپنے رب کی شان میں نہ کہتا جو میرے رب کی ناراضگی کا باعث ہوتی۔ کاش! اس سے پہلے ہی سخت ترین دُکھ سے پیدا ہونے والے غم کی وجہ سے میں مر چکا ہوتا۔ میں نے جو کچھ زبان سے نکالا وہ اس لیے نکالا کہ تو میری معذرت قبول فرمالے اور خاموش رہا تو اس لیے کہ تجھے مجھ پر رحم آجائے۔ میری زبان سے غلطی سے ایک بات نکل گئی دوبارہ ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ میں نے اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لیا ہے اور دانتوں کے نیچے زبان دبالی ہے اور چہرے پر خاک مل لی ہے۔ آج میں تیرے عذاب سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں اور سخت دکھ سے تیرے ہی جوارِ رحمت کا خواستگار ہوں، مجھے اپنی پناہ میں لے لے۔

میں تیری سزا سے محفوظ رہنے کے لیے تجھ سے ہی فریاد کرتا ہوں۔ میری فریاد رسی فرما، میں تیری ہی مدد کا طلب گار ہوں، میری مدد کر، میں تجھی پر بھروسہ رکھتا ہوں، میرا کام پورا فرمادے، میں تیرے ہی ذریعہ سے بچاؤ کا خواہاں ہوں، مجھے اپنی حفاظت میں لے لے، میں تجھ سے اپنے قصور کی معافی چاہتا ہوں، مجھے معاف فرمادے، میں آئندہ ہرگز کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جو تیری مرضی کے خلاف ہو۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دُعا کی قبولیت اور خوشخبری

اللہ نے ایوب علیہ السلام سے فرمایا، تیرے بارے میں میرا علم (پہلے ہی) نافذ ہو چکا تھا اور میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے، میں نے تیرا قصور معاف کیا، تیرے اہل وعیال اور مال کی واپسی کا حکم دے دیا بلکہ جتنا تیرے پاس تھا اتنا ہی مزید

تجھے دے دیا تا کہ پیچھے آنے والوں کے لیے قدرت کی نشانی مصیبت زدہ لوگوں کے لیے عبرت اور صبر کرنے والوں کے لیے باعث عزت ہو جائے، اپنی ایڑی زمین پر مار (دیکھ) یہ ٹھنڈا پینے کا اور نہانے کا پانی ہے، اس میں تیری شفا ہے۔ اپنے ساتھیوں کی طرف سے قربانی پیش کر اور ان کے لیے دُعائے مغفرت کر، انہوں نے تیرے متعلق میری نافرمانی کی ہے (یعنی تیرے متعلق برا خیال قائم کیا اور تجھے چھوڑ کر چلے گئے) حسب الحکم ایوب علیہ السلام نے زمین پر اپنی ایڑی ماری، فوراً ایک چشمہ پھوٹ نکلا، ایوب علیہ السلام نے اس میں گھس کر غسل کیا اور فوراً ہی اللہ نے سارے دُکھ دور کر دیئے، آپ چشمہ سے نکل کر آ کر بیٹھ گئے، اتنے میں سامنے سے آپ کی بی بی آ گئی اور ایوب علیہ السلام جہاں پہلے پڑے تھے وہاں آپ کو تلاش کرنے لگی اور جگہ خالی پا کر متحیر دیوانی ہو کر اِدھر اُدھر ڈھونڈنے لگی۔ آخر ایک آدمی کو بیٹھا دیکھ کر حضرت ایوب علیہ السلام سے ہی پوچھنے لگی، اللہ کے بندے! تم کو اس بیمار کا کچھ پتہ ہے جو یہاں پڑا ہوا تھا، ایوب علیہ السلام نے جواب دیا جی ہاں (میں اس کو پہچانتا ہوں) نہ پہچاننے کی کوئی وجہ نہیں، یہ کہہ کر آپ مسکرا دیئے اور فرمایا وہ میں ہی تو ہوں ہنسنے سے بی بی نے پہچان لیا اور (دوڑ کر) گلے لگ گئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں عبداللہ (بن عباس) کی جان ہے، بی بی ایوب علیہ السلام کے گلے سے اس وقت تک لپٹی رہی کہ سارے مویشی اور اولاد (جو فنا ہو چکی تھی دوبارہ زندہ ہو کر) ان کے سامنے سے گزر گئی۔ اس کا تذکرہ آیت ذیل میں ہے۔

⑧③ "وایوب اذ نادیٰ ربه أنّي مسني الضر" وقت ندا میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ پکارنے کا سبب یہی تھا کہ ان کو تکلیف پہنچی اور اس کی مدت تکلیف میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے کتنے عرصے بعد دُعا کی

ابن شہاب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام اس آزمائش میں آٹھ سال تک رہے۔ وہب کا بیان ہے کہ پورے تین سال مبتلا رہے۔ ایک دن بھی زائد نہیں ہوا۔ کعب احبار کے نزدیک حضرت ایوب علیہ السلام سات سال آزمائش میں مبتلا رہے۔ حسن بصری کے نزدیک حضرت ایوب علیہ السلام سات سال اور چند ماہ بنی اسرائیل کے کوڑے پر پڑے رہے، آپ کے بدن میں کیڑے رینگتے تھے۔ سوائے بی بی رحمت کے کوئی پاس بھی نہیں جاتا تھا۔ صرف رحمت آپ کے ساتھ جمی رہیں، آپ کے لیے کھانا لاتی تھیں اور جب ایوب علیہ السلام اللہ کی حمد کرتے تھے تو بی بی بھی حمد میں شریک ہوتی تھی، اس حالت میں بھی ایوب علیہ السلام ذکر خدا میں مشغول رہتے تھے۔ ابلیس یہ بات دیکھ کر چیخ پڑا اور اطراف زمین سے اپنے تمام لاؤ لشکر کو بلا کر جمع کر کے کہنے لگا، مجھے تو اس بندے نے عاجز کر دیا ہے نہ میں نے اس کا مال چھوڑا نہ اولاد۔ اس حالت میں بھی یہ صبر کرتا رہا بلکہ پہلے سے زیادہ اس نے صبر کا اظہار کیا، پھر مجھے اس کے بدن پر بھی اختیار مل گیا تو میں نے اس کے بدن کو پھوڑا بنا کر چھوڑ دیا کہ یہ کوڑے پر پڑا رہتا ہے اور سوائے اس کی بیوی کے اس کے پاس بھی نہیں پھٹکتا ہے۔ اب میں تم سے فریاد کرتا ہوں تم ہی میری مدد کرو، اب میں کیا کروں؟ ابلیس کے ساتھیوں نے کہا وہ تدبیر کیا ہوئی جس کی وجہ سے آپ

نے گزشتہ لوگوں کو برباد کر کے چھوڑا۔ ابلیس نے کہا وہ ساری تدبیریں بیکار گئیں، مجھے کچھ اور مشورہ دو، ساتھیوں نے کہا آدم علیہ السلام تک آپ کی رسائی کیسے ہوئی تھی کہ آپ نے اس کو جنت سے نکال دیا ہے۔ ابلیس نے کہا میں نے اس کی عورت کا ذریعہ اختیار کیا تھا، ساتھیوں نے کہا تو اب بھی ایوب علیہ السلام کے سلسلے میں اس کی عورت کے ذریعے سے کچھ تدبیر کیجئے، ایوب علیہ السلام بیوی کے خلاف کچھ نہیں کر سکے گا اور بیوی کے علاوہ کوئی اور اس کے پاس جاتا نہیں ہے۔ ابلیس نے کہا کہ تمہارا مشورہ ٹھیک ہے، اس کے بعد ابلیس حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کے پاس پہنچا اور مرد کی شکل میں ان کے سامنے جا کھڑا ہوا اور دریافت کیا، اللہ کی بندی تیرا شوہر کہاں ہے؟ بیوی نے کہا وہ یہی تو ہیں جو اپنے پھوڑوں سے خارش کر رہے ہیں اور ان کے بدن پر کیڑے رینگ رہے ہیں، شیطان نے بی بی کے منہ سے یہ بات سنی تو اس کو اُمید ہوئی، اس نے خیال کیا کہ شاید یہ الفاظ بے صبری کے ہوں۔ چنانچہ اغوا کے طور پر ان کی بیوی کو وہ دور یاد دلایا جس سے وہ گزر چکی تھی، مویشیوں کا اور مال کا تذکرہ اور حضرت ایوب علیہ السلام کے گزشتہ شباب کا تذکرہ کیا اور موجودہ دُکھ اور تکلیف کا بھی بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ یہ دُکھ کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ سن کر بی بی چیخ پڑی، ان کی چیخ سن کر ابلیس سمجھ گیا کہ اب اس عورت کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ چنانچہ اس نے ایک بکری کا بچہ بی بی کو لا کر دیا اور کہا کہ ایوب علیہ السلام کو چاہیے کہ اس بچے کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کر دے، اس طرح وہ تندرست ہو جائے گا۔ بی بی حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف لوٹیں اور چیختی ہوئی آئی۔ ایوب علیہ السلام کب تک آپ کا رب آپ کو دُکھ دیتا رہے گا، مال کہاں گیا، اولاد کہاں گئی، دوست کہاں گئے؟ آپ کا خوب صورت رنگ کیا ہوا، آپ کا حسین جسم کہاں چلا گیا؟ بکری کے اس بچے کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کر دیجئے؟ یہ دُکھ جاتا رہے گا، آپ آرام سے ہو جائیں گے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا، دشمن خدا تیرے پاس جا پہنچا اور تیرے اندر اس نے پھونک ماردی، تیرا برا ہو یہ تو بتا کہ جس مال مویشی، اولاد اور صحت پر تو رو رہی ہے وہ کس نے دی تھی؟ بی بی نے کہا اللہ نے، ایوب علیہ السلام نے کہا اور کتنے زمانے تک ہم مزے اُڑاتے رہے؟ بی بی نے کہا اسی برس تک، ایوب علیہ السلام نے کہا اب کتنے زمانے سے ہم پر یہ مصیبت پڑی ہے۔ بی بی نے کہا سات برس اور چند ماہ سے۔ ایوب علیہ السلام نے کہا تو کیا یہ تیرے انصاف کی بات ہوئی، اگر تو اسی برس تک مصیبت نہ جھیلے جس طرح ہم اسی برس تک راحت سے بہرہ اندوز رہے، اگر اللہ نے مجھے شفا دے دی تو میں خدا کی قسم! تجھے سو تازیانے ماروں گا تو مجھے مشورہ دے رہی ہے کہ میں اللہ کے سوا دوسروں کے نام پر ذبح کروں تو جو کھانا پینا لے کر آئی مجھ پر حرام ہے اور آئندہ جو کچھ تو لے کر آئے گی اس کو چکھنا بھی میرے لیے حرام ہے، میرے پاس سے تو الگ ہو جا، مجھے صورت نہ دکھا۔ غرض ایوب علیہ السلام نے بی بی کو نکال دیا اور وہ چلی گئی۔ اس کے بعد جب حضرت ایوب علیہ السلام نے دیکھا کہ اب تو میرے پاس نہ تو کچھ کھانے کو ہے، نہ پینے کو، نہ میرا کوئی دوست ہے تو سجدہ میں گر پڑے اور دُعا کی اے میرے رب! مجھے دُکھ لگ گیا۔

"وانت ارحم الراحمین" ان سے کہا گیا کہ آپ اپنا سر مبارک اُٹھائیں۔ اللہ نے آپ کی دُعا قبول کر لی۔ آپ اپنا پاؤں زمین پر ماریں، آپ نے اپنا پاؤں زمین پر مارا، اس سے چشمہ پیدا ہوا، حکم ہوا کہ اس چشمے سے غسل فرمائیں۔ غسل کرتے ہی آپ کی ظاہری

بیماری ختم ہوگئی اور جوانی واپس لوٹ آئی اور اسی طرح خوبصورت ہوگئے۔ پھر دوسرے پاؤں سے زمین پر مارا تو دوسرا چشمہ اُگل پڑا۔ اس سے انہوں نے پیا تو کوئی بیماری باقی نہیں رہی اور آپ علیہ السلام صحیح سلامت کھڑے رہے اور اس کے بعد آپ نے لباس زیب تن کیا اور دائیں بائیں گردن موڑ کر دیکھا تو وہ تمام مال واولاد جو پہلے ان کے پاس تھی سب موجود پائی بلکہ اللہ نے اس کو دُگنا کر دیا۔ دولت کی کثرت اتنی ہوگئی کہ جس پانی سے آپ غسل کر رہے تھے اس کی چھینٹیں جب سینے پر پڑیں تو وہ سونے کی ٹڈیاں بن گئیں اور حضرت ایوب علیہ السلام ان کو پکڑنے کے لیے ہاتھ مارنے لگے، اللہ نے وحی بھیجی، ایوب کیا میں نے تجھے اس سے مستغنی نہیں کر دیا، آپ علیہ السلام نے عرض کیا، بے شک تو نے مجھے غنی بنادیا لیکن یہ تو تیری مزید عنایت ہے اور مزید رحمت سے کون سیر ہوسکتا ہے۔

پھر آپ علیہ السلام وہاں سے جا کر ایک بلند مقام پر بیٹھ گئے۔ ادھر بیوی نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر ایوب علیہ السلام نے مجھے نکال ہی دیا ہے تو پھر بھی میں کس کے بھروسے پر اس کو چھوڑ سکتی ہوں۔ یوں وہ بھوکے مر جائیں گے اور ان کو درندے کھا جائیں گے۔ یہ سوچ کر بیوی لوٹ آئی تو وہاں نہ کوڑا املا اور نہ ہی گزشتہ حالت کا نشان، سب اشیاء بدل گئی تھیں۔ جہاں پہلے کوڑا تھا بیچاری چکر کاٹنے اور رونے لگی۔ یہ سب واقعہ حضرت ایوب علیہ السلام کے سامنے ہوا اور چونکہ آپ اچھا لباس پہنتے تھے اس لیے وہ بی بی آپ کے پاس آ کر پوچھنے سے ڈر رہی تھی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے خود ہی اس کو بلایا اور دریافت کیا، اللہ کی بندی تیرا کیا مقصد ہے؟ بی بی رونے لگی اور کہا یہاں کوڑے پر ایک بیمار پڑا تھا، مجھے اس کی تلاش ہے، معلوم نہیں کہ وہ مر گیا یا کیا اس کو واقعہ پیش آیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا وہ تمہارا کیا تھا؟ بی بی نے رو کر کہا وہ میرا شوہر تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا کہ اگر اس کو تو دیکھ لے تو پہچان لے گی؟ بیوی نے کہا کوئی بھی ایسا نہیں جس نے اس کو دیکھا ہو اور پہچانا نہ ہو، پھر ڈرتے ڈرتے وہ آپ کو تکنے لگی اور کہا جب وہ تندرست تھا تو نقشہ میں آپ کے ساتھ بہت مشابہ تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا، میں ہی ایوب ہوں جس کو تو نے ابلیس کے نام پر قربانی کرنے کا مشورہ دیا تھا لیکن میں نے اللہ کا حکم مانا اور شیطان کا کہا نہ مانا، میں نے اللہ سے دُعا کی، اس نے مجھے وہ سب چیزیں لوٹا کر دے دیں جو تیری نظر کے سامنے ہیں۔

وہب کا بیان ہے ایوب علیہ السلام برسوں دُکھ میں رہے اور ابلیس پر غالب آئے اور شیطان ان پر بالکل قابو نہ پاسکا تو ایک گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کے راستہ میں آ کھڑا ہوا، ظاہری شکل آدمی کی بنائی تھی لیکن عجیب ہیبت تھی۔ دوسرے آدمیوں سے جسم، قد اور حسن کے لحاظ سے بالکل ممتاز تھا اور گھوڑے کی جسامت نظر فریبی اور اعضاء کی مکمل ساخت بھی دوسرے گھوڑوں سے اعلیٰ تھی۔ جب حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی اِدھر سے گزری تو شیطان نے اس سے کہا کیا تم اس دُکھی ایوب کی بیوی ہو؟ بیوی نے کہا ہاں شیطان نے کہا کیا تم مجھے پہچانتی ہو، بیوی نے کہا نہیں، شیطان نے کہا میں زمین کا دیوتا ہوں، میں نے ہی ایوب علیہ السلام کا یہ حال کر رکھا ہے کیونکہ اس نے مجھے چھوڑ کر آسمان کے خدا کی پوجا کی تھی اور مجھے ناراض کر دیا تھا، اب بھی اگر وہ مجھے ایک سجدہ بھی کر لے تو میں نے ایوب کا جو مال واولاد لے لی ہے وہ تم دونوں کو لوٹا دوں گا، وہ سب چیزیں میرے پاس موجود ہیں۔ یہ کہہ کر شیطان نے وادی کے اندر عورت کو تمام وہ جانور دکھا دیے جو مر چکے تھے۔ وہب کا

بیان ہے میں نے یہ بھی سنا ہے کہ ابلیس نے زوجۂ ایوب سے یہ بھی کہا کہ اگر تیرا آدمی بغیر بسم اللہ کیے کھانا کھالے گا تو اس کو تندرست کر دیا جائے گا اور جس مرض میں وہ مبتلا ہے وہ دُکھ دور کر دیا جائے گا۔

ابلیس کا حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کے پاس آنے کا واقعہ

بعض کتابوں میں آیا ہے کہ ابلیس نے عورت سے کہا تھا تو مجھے ایک سجدہ کر لے، میں تیرا مال واولاد واپس کر دوں گا اور تیرے شوہر کو بھلا چنگا بنا دوں گا۔ عورت نے واپس آ کر حضرت ایوب علیہ السلام کو اس بات کی اطلاع دی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا، وہ دشمن خدا تیرے پاس دین سے بہکانے کے لیے آ پہنچا۔ پھر آپ نے قسم کھائی کہ اگر اللہ مجھے تندرست کر دے گا تو میں سو تازیانے تیرے ماروں گا۔ جب آپ نے دیکھا کہ ابلیس کو اب یہ خیال ہو چکا ہے کہ آپ کی بیوی اس کو سجدہ کر لے گی اور اس نے بیوی کو اور مجھ کو کفر کی دعوت دینے کی جرأت کی ہے اس وقت آپ نے دُعا کی "رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ" چونکہ آپ کی بی بی رحمت نے مصیبت میں آپ کا ساتھ دیا اور صبر کیا، اس لیے اللہ نے اس پر رحمت فرمائی اور اس کے لیے حکم میں تخفیف کر دی اور حضرت ایوب علیہ السلام کو قسم پوری کرنے کی یہ تدبیر بتا دی کہ (سو شاخوں کا) ایک گٹھا لے کر ایک دم رحمت کے مار دو، اس طرح تمہاری قسم پوری ہو جائے گی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی چھوٹی چھوٹی سو شاخوں کا ایک گٹھا بنا کر بیوی کے ایک مرتبہ مار دیا۔ "**وخذ بیدک ضغثًا فاضرب بہ ولا تحنث**"

بعض روایات میں آیا ہے کہ ابلیس ایک صندوقچہ میں دوائیں بھر کر (طبیب کی ہیئت بنا کر) حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کے راستہ میں آ کھڑا ہوا۔ بی بی اِدھر سے گزری اور طبیب کو دیکھا تو اس سے کہا میرا ایک بیمار ہے، کیا تم اس کا علاج کر دو گے۔ ابلیس نے کہا ہاں علاج کر دوں گا اور اس کے سوا اور کسی معاوضہ کا طلبگار بھی نہیں ہوں گا کہ جب میں اس کو تندرست کر دوں تو اتنا کہہ دے کہ تم نے مجھے صحت مند کر دیا۔ بیوی نے جا کر حضرت ایوب علیہ السلام سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا وہ ابلیس ہے جس نے تجھے فریب دیا ہے، میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر اللہ نے مجھے شفا عطا فرما دی تو میں تیرے سو قمچیاں ماروں گا۔

وہب وغیرہ کا بیان ہے کہ ایوب علیہ السلام کی بیوی کچھ محنت مزدوری کر کے ایوب علیہ السلام کے لیے کھانا لے آتی تھی۔ جب ایوب علیہ السلام کا دُکھ اور بڑھ گیا تو لوگوں نے آپ کی بیوی کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور ایک روز تو یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ کسی نے اس کو کام پر لگایا ہی نہیں، دن بھر اس نے کام کی تلاش کی مگر کوئی کام نہیں ملا، مجبوراً اس نے اپنے سر کے بالوں کی ایک لٹ کاٹ کر ایک روٹی کے عوض اس کو بیچ ڈالا۔ روٹی لے کر ایوب علیہ السلام کے پاس آئی تو آپ نے پوچھا، سر کی لٹ کیا ہوئی؟ بی بی نے واقعہ بیان کر دیا، اس وقت آپ نے کہا "مَسَّنِیَ الضُّرُّ"، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نے یہ الفاظ اس وقت کہے تھے، جب زخموں کے کیڑے آپ کے دل اور زبان کی طرف جانے لگے تھے، آپ کو اندیشہ ہوا کہ اگر ایسا ہو گیا تو میں اللہ کے ذکر و فکر سے بھی جاؤں گا۔

حبیب بن ثابت نے کہا جب تین باتیں حضرت ایوب علیہ السلام کے سامنے آ گئیں۔ اس وقت مجبوراً آپ نے "مَسَّنِیَ الضُّرُّ" کہا۔ ❶ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی اطلاع پا کر آپ کے دو دوست آئے اور دیکھا کہ آپ کی آنکھیں جاتی رہی ہیں اور عام حال بھی برا ہے، کہنے لگے، اگر اللہ کے ہاں تمہارا کچھ بھی مرتبہ ہوتا تو یہ دُکھ تم کو نہ پہنچتا۔

❷ بیوی نے آپ کے لیے کھانا تلاش کیا لیکن قیمت موجود نہ ہونے کی وجہ سے میسر نہ آیا، مجبوراً اپنا ایک گیسو کاٹ کر (فروخت کر کے اس کی قیمت سے) کھانا لے کر آئی اور آپ کو کھلایا۔ ❸ ابلیس نے کہا تھا کہ میں ایوب علیہ السلام کا علاج کروں گا۔ شرط یہ ہے کہ شفاء پانے کے بعد وہ یہ اقرار کر لے کہ تو نے مجھے تندرست کر دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابلیس نے حضرت ایوب علیہ السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ (شاید) بیوی نے حرام زنا کیا اور گیسو کاٹ دیا اور اس وسوسہ کے پیدا ہونے پر آپ کے لیے صبر کرنا مشکل ہو گیا اور بیوی کو بلا کر بقسم کہا کہ میں تیرے سو تازیانے ماروں گا اور پھر دُعا کی۔

"مَسَّنِیَ الضُّرُّ" کا مطلب بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ دشمنوں کی شماتت کا مجھے دُکھ لگ گیا ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ تندرست ہو جانے کے بعد جب آپ سے دریافت کیا گیا کہ مصیبت کے زمانے میں سب سے بڑھ کر تکلیف دہ چیز آپ کے لیے کیا تھی، فرمایا میرے دُکھ پر دشمنوں کا خوش ہونا۔ بعض اقوال میں آیا ہے کہ ایک کیڑا ران سے نیچے گر گیا، آپ نے اس کو اُٹھا کر پھر اس کی جگہ (ران میں) رکھ دیا اور فرمایا کیا مجھے اللہ نے تیری غذا بنایا ہے اس وقت کیڑے نے ایسا کاٹا کہ جتنے کیڑوں نے اس سے پہلے کاٹا تھا سب کی تکلیف سے اس کیڑے کے کاٹنے کی تکلیف بڑھ گئی اور آپ نے (بے ساختہ) "مَسَّنِیَ الضُّرُّ" کہا۔

سوال: اللہ نے تو ایوب علیہ السلام کو صابر کے خطاب سے سرفراز فرمایا حالانکہ اپنے دُکھ کا شکوہ کیا اور بے صبری کا مظاہرہ کیا "اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ" بھی کہا اور "مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ" بھی فرمایا؟

جواب: یہ شکایت نہ تھی دُعا تھی کیونکہ اللہ نے اس دُعا کے سلسلہ میں فرمایا: "فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ" ہم نے اس کی دُعا قبول کی۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ جزع اور بے صبری تو مخلوق سے بیماری کی شکایت کرنے کی صورت میں ہو سکتی ہے۔ اللہ سے بیماری کے اظہار کا نام جزع اور بے صبری نہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا: "اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ" میں اللہ سے اپنے اندرونی اندوہ و غم کا شکوہ کرتا ہوں۔

سفیان بن عیینہ کا قول ہے جو شخص فیصلہ خداوندی پر راضی ہو اور لوگوں سے اپنے دُکھ کا اظہار کرے تو یہ بے صبری اور جزع نہیں ہے (بلکہ اپنی حالت کا اظہار ہے) جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے زمانہ میں جبرئیل علیہ السلام آئے اور پوچھا آپ اپنے کو کیسا پاتے ہیں؟ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حالت کیسی محسوس ہوتی ہے مزاج کیسا ہے؟) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے کو مغموم اور بے چین پاتا ہوں۔ امام احمد نے حضرت (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے) بیان کیا کہ بقیع سے واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ اس وقت آپ کے سر میں درد ہو رہا تھا اور مجھے بھی سر کا دُکھ تھا (یعنی درد سر تھا) میں نے کہا ہائے سر۔ فرمایا (تم ہی نہیں) میں بھی کہتا ہوں آہ میرا سر۔ الحدیث)

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمہ: سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو جو تکلیف تھی اس کو دور کر دیا اور (بلا استدعا) ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرمایا اور ان کے ساتھ (گنتی میں) ان کے برابر اور بھی اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور عبادت کرنے والوں کے لئے یادگار رہنے کے سبب سے۔

تفسیر: ۸۴ "فاستجبنا له فكشفنا مابه من ضرٍّ" تکلیف سے ان کو دور اس طرح کیا کہ اللہ عزوجل نے حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنا پاؤں زمین پر ماریں۔ جب انہوں نے پاؤں زمین پر مارا تو ایک چشمہ جاری ہو گیا جس کا پانی ٹھنڈا تھا، ان کو حکم دیا کہ اس پانی سے غسل کریں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی ظاہری بیماری کو دور کر دیا۔ پھر چالیس قدم چلے، پھر حکم ہوا کہ اپنا پاؤں زمین پر ماریں، حضرت نے ایسا ہی کیا، پھر چشمہ نکل پڑا، حکم ہوا کہ اس چشمہ سے پئیں۔ جب انہوں نے اس چشمہ سے پیا، اندرونی تمام بیماریاں ختم ہوگئیں۔ پھر اس کے بعد تمام لوگوں سے حسین و جمیل ہوگئے۔ "وأتينه اهله ومثلهم معهم" اس بارے میں مفسرین کا آپس میں اختلاف ہے۔

یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم، قتادہ، حسن اور اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اللہ نے بعینہ وہی (مرے ہوئے) اہل وعیال زندہ کر دیئے تھے اور اتنے ہی اور بھی عطا فرما دیئے تھے۔ ظاہر آیت اسی تفسیر پر دلالت کر رہی ہے۔ حسن کا قول ہے کہ اتنے ہی مویشی اور اولاد اسی مویشی اور اولاد کی نسل سے پیدا کر دیئے (جن کو مرنے کے بعد اللہ نے زندہ کیا تھا) اس مطلب کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے ہوتی ہے جو بروایت ضحاک آیا ہے کہ اللہ نے اس بیوی کو دوبارہ جوان کر دیا اور اس کے بطن سے اس کے بعد چھبیس (۲۶) لڑکے پیدا ہوئے۔ وہب نے کہا سات لڑکیاں اور تین لڑکے پیدا ہوئے۔ ابن یسار نے کہا حضرت ایوب علیہ السلام کے سات لڑکے اور سات لڑکیاں ہوئیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے دو خرمن تھے۔ ایک گیہوں کا دوسرا جَو کا۔ اللہ نے دو بدلیاں بھیجیں، ایک بدلی نے ایک خرمن پر سونے کی بارش کی اور دوسری بدلی نے دوسرے خرمن پر چاندی بہا دی۔ یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا، اللہ نے آپ کو آپ کے صبر کی وجہ سے سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ اپنے خرمن کو باہر نکل کر دیکھو۔ حسب الحکم آپ باہر نکلے، اللہ نے آپ کے خرمن پر سونے کی ٹڈیاں بھیج دیں۔

ایک ٹڈی جو اُڑی تو ایوب علیہ السلام نے اس کا پیچھا کیا اور پکڑ کر واپس لے آئے۔ فرشتے نے کہا جو کچھ (ٹڈیاں) خرمن کے اندر ہیں کیا وہ آپ کے لیے کافی نہیں تھیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا یہ تو میرے رب کی برکتوں میں سے ایک برکت ہے اور میں اپنے رب کی نوازشوں سے سیر نہیں ہو سکتا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جو مویشی اور اہل وعیال مر چکے تھے، اللہ نے ان کو دوبارہ زندہ نہیں کیا بلکہ ان جیسے دوسرے عطا فرما دیئے۔ عکرمہ کا قول ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے کہا گیا کہ تیری اولاد آخرت میں تجھے ملے گی۔ اب اگر تو چاہتا ہے تو ہم اس دُنیا میں تیرے پاس بھیج دیں اور اگر تیری خواہش ہو تو وہ اولاد آخرت

میں تیرے لیے رکھ دیں اور ان کی مثل ویسی ہی اولاد تجھے دُنیا میں دے دیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے آخری شق کو پسند کیا کہ مرنے والی اولاد تو آخرت میں عطا کر دی جائے اور ان کی مثل دوسری اولاد دُنیا میں مل جائے۔ اس روایت کے بموجب آیت کا مطلب اس طرح ہوگا۔ ہم نے ایوب کو اس کی (مرجانے والی) اولاد تو آخرت میں عطا کرنے کے لیے رکھ لی اور انہی کی طرح دوسری اولاد دُنیا میں مرحمت فرمادی۔ آیت میں اہل سے مراد ہے اولاد۔

"رحمة من عندنا" ہم نے حضرت ایوب علیہ السلام کو اپنی طرف سے نعمت سے نوازا۔ "وذکریٰ للعابدین" نصیحت ہے عبادت گزاروں کے لیے اور عبرت ہے دوسرے لوگوں کے لیے۔

وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ وَذَاالْکِفْلِ ط کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا ط اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۶﴾ وَذَاالنُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ. اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمہ: اور اسماعیلؑ اور ادریسؑ اور ذوالکفل کا تذکرہ کیجئے (یہ) سب (احکام الٰہیہ پر) ثابت قدم رہنے والے لوگوں سے تھے اور ہم نے ان کو اپنی رحمت (خاصہ) میں داخل کر لیا تھا بیشک یہ کمال صلاحیت والے لوگوں میں تھے اور مچھلی والے (پیغمبر یونس علیہ السلام) کا تذکرہ کیجئے جب وہ (اپنی قوم سے) خفا ہو کر چل دیئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم ان پر (اس چلے جانے میں) کوئی دارو گیر نہ کریں گے پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے آپ (سب نقائص سے) پاک ہیں میں بیشک قصوروار ہوں۔

تفسیر: ﴿۸۵﴾ "واسماعیل" یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے (و ادریس) یعنی اخنوخ "وذاالکفل کل من الصابرین" اللہ کے حکم پر۔

ذالکفل کون تھے؟

ذالکفل کون تھے؟ پیغمبر تھے یا نہ تھے، اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ عطاء کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر کے پاس وحی آئی کہ آپ کے انتقال کا وقت قریب آ گیا ہے۔ بنی اسرائیل کے سامنے اپنی حکومت رکھئے اور جو شخص اس بات کی ذمہ داری لے کہ وہ رات میں نماز پڑھے گا، سستی نہیں کرے گا اور دن کو ہمیشہ روزے رکھے گا، کسل نہیں کرے گا اور لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرے گا، اس کو غصہ نہیں آئے گا، اس کو حکومت سپرد کر دیجئے۔ پیغمبر نے بنی اسرائیل کے سامنے معاملہ رکھا، مجلس میں سے ایک جوان اُٹھا اور عرض کیا، میں یہ ذمہ داری قبول کرتا ہوں، اس جوان نے ذمہ داری قبول بھی کر لی اور اس کو پورا بھی کیا اور اللہ نے بھی اس کی قدر افزائی کی اور اس کو نبوت سے سرفراز فرمادیا، اسی جوان کا نام ذوالکفل ہوا۔

مجاہد نے کہا جب الیسع پیغمبر بوڑھے ہوگئے تو انہوں نے کسی کو اپنی جگہ مقرر کرنا چاہا لیکن یہ طے کرلیا کہ اپنی زندگی میں کسی کو اپنا پورا کام سپرد کر کے دیکھ لوں کہ وہ لوگوں کا انتظام کیسے کرتا ہے۔ چنانچہ آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا جو شخص میری تین باتیں پوری کرنے کی ذمہ داری لے گا، میں اپنا کام اس کے سپرد کروں گا۔ ❶ ہمیشہ دن کو روزہ رکھے۔ ❷ رات کو نمازیں پڑھے۔ ❸ اور (لوگوں کے معاملات طے کرنے میں) غصہ نہ کرے۔

یہ سن کر ایک شخص جو دیکھنے میں حقیر سا معلوم ہوتا تھا کھڑا ہوا اور اس نے کہا میں ایسا کرسکتا ہوں۔ حضرت الیسع نے اس کو قبول نہیں کیا، پھر دوسرے روز بھی یہی اعلان کیا۔ اس وقت بھی سب لوگ خاموش رہے، صرف وہی جوان کھڑا ہوا اور اس نے کہا میں ایسا کرسکتا ہوں۔ آخر الیسع نے اس کو اپنا جانشین بنا دیا۔ جب یہ خلیفہ اپنی خوابگاہ میں قیلولہ کرنے کے لیے پہنچا اور دن رات میں وہی وقت اس کے سونے کا تھا، فقط قیلولہ کے وقت ہی وہ ایک نیند لے لیتا تھا۔ اچانک ایک کمزور بوڑھے کی شکل میں ابلیس آ پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ خلیفہ نے پوچھا کون ہے؟ ابلیس نے جواب دیا ایک بہت بوڑھا مظلوم، خلیفہ نے اُٹھ کر دروازہ کھول دیا، بوڑھے نے کہا میرے اور میری قوم کے درمیان کچھ جھگڑا ہے۔ انہوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور یہ حرکتیں کی ہیں۔ بوڑھے نے اپنی بات کو اتنا طول دیا کہ قیلولہ کا وقت جاتا رہا اور پچھلا دن آ گیا۔ خلیفہ نے کہا شام کو جب میں جاؤں گا تو تیرا حق دلوا دوں گا، ابلیس چلا گیا اور خلیفہ پچھلے دن میں جب اپنی مجلس میں پہنچا تو اس بوڑھے کو تلاش کرنے کے لیے اِدھر اُدھر نظر دوڑانے لگا لیکن وہ کہیں نہ دکھائی دیا۔ دوسرے دن صبح کو بھی جب خلیفہ نے لوگوں کے مقدمات طے کرنے کے لیے اجلاس کیا، تب بھی بوڑھے کو تلاش کیا لیکن وہ نظر نہ آیا۔ اجلاس کے بعد قیلولہ کرنے کے لیے جب اپنی خواب گاہ میں پہنچا تو بوڑھے نے دروازہ کھٹکھٹایا، خلیفہ نے دروازہ کھول دیا، بوڑھا آ گیا، خلیفہ نے کہا میں نے تجھ سے نہیں کہہ دیا تھا کہ جب اجلاس کروں اس وقت آنا، بوڑھے نے کہا وہ بہت برے لوگ ہیں، جب آپ اجلاس میں بیٹھے تھے اور ان کو معلوم ہوگیا تو انہوں نے مجھ سے کہہ دیا کہ ہم تجھے تیرا حق دے دیں گے اور جب آپ اجلاس سے اُٹھ گئے تو انہوں نے اداءِ حق سے انکار کردیا۔ خلیفہ نے کہا اب تو جا پھر جس وقت میں پچھلے دن میں اجلاس کروں تو میرے پاس آنا، اس گفتگو میں اس دوپہر کا آرام بھی خلیفہ کا جاتا رہا اور پچھلے دن میں جب وہ مجلس میں لوٹے تو بوڑھے کو اِدھر اُدھر دیکھنے لگے لیکن کسی کو نہ پایا، پھر اونگھ سے مغلوب ہوگئے تو (تیسری دوپہر کو) خلیفہ نے گھر والے (خادم) کو حکم دیا کہ کسی کو دروازے کے قریب آنے کی بھی اجازت نہ دینا تاکہ میں سو جاؤں، میرے اوپر نیند کا غلبہ ہو رہا ہے۔

غرض جب (سونے) کا وقت آیا تو وہ بوڑھا آ پہنچا مگر خادم نے اجازت نہیں دی۔ بوڑھا بے بس ہوگیا۔ اسی اثناء میں اس کو کمرے کا روشن دان نظر آیا، فوراً کود کر اس کے اندر داخل ہوگیا اور اندر پہنچ گیا اور اندر سے دروازہ کھٹکھٹانے لگا (تاکہ خلیفہ بیدار ہوجائے) خلیفہ بیدار ہوگیا اور خادم کو آواز دے کر کہا اے شخص! کیا میں نے تجھے حکم نہیں دیا تھا کہ کوئی شخص دروازے پر نہ آئے، خادم نے کہا میری طرف سے تو کوئی آیا ہی نہیں ہے آپ خود دیکھ لیجئے کہ یہ شخص کس طرف سے آیا ہے، خلیفہ نے اُٹھ کر دروازہ کو دیکھا تو اس کو مقفل پایا لیکن وہ شخص کمرے کے اندر موجود تھا، وہ کہنے لگا کیا آپ یہاں سوتے رہیں گے ایسی حالت میں کہ اہل

معاملہ دروازے پر موجود ہوں۔ اب خلیفہ نے اس کو پہچانا اور کہا اے خدا کے دشمن تو ہے، ابلیس نے کہا ہاں آپ نے مجھے عاجز کر دیا اور میں نے جو کچھ آپ کے ساتھ کیا وہ محض غصہ دلانے کے لیے تھا لیکن اللہ نے آپ کو مجھ سے محفوظ رکھا۔ اسی خلیفہ کو ذوالکفل کہا گیا کیونکہ انہوں نے ایک کام کا ذمہ لیا تھا اور اس ذمہ کو پورا بھی کر دیا۔

بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ ابلیس ذوالکفل کے پاس آیا اور کہنے لگا، میرا ایک قرض دار ہے جو ادائیگی میں ٹال مٹول کر رہا ہے، آپ میرے ساتھ ذرا اُٹھ کر چلئے اور میرا حق وصول کرا دیجئے۔ آپ اس کے ساتھ اُٹھ کر چل دیئے لیکن ابلیس بازار میں پہنچ کر ذوالکفل سے علیحدہ ہو گیا اور آپ کو تنہا چھوڑ کر چل دیا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ ابلیس نے حضرت ذوالکفل سے معذرت کی اور کہا میرا مدعا علیہ مجھ سے بھاگ گیا۔ بعض اہل روایت نے کہا کہ ذوالکفل وہ شخص تھا جس نے مرتے دم تک ہر رات کو سو رکعت پڑھنے کا عہد کیا تھا اور اس عہد کو پورا کیا۔ بعض علماء نے کہا کہ ذوالکفل نبی تھے، عبارت قرآنی کی رفتار سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے لیکن کون سے نبی تھے (اس کی تعیین نہیں کی جا سکتی) بعض نے ذوالکفل زکریا کو ہی قرار دیا۔ حضرت ابوموسیٰ نے کہا ذوالکفل نبی نہیں تھے، ایک نیک آدمی تھے۔

⑧⑥ ''وادخلناهم فی رحمتنا'' وہ انعامات جو ہم نے ان پر دُنیا میں کیے۔ مثلاً نبوت، جنت کی سیر اور ثواب۔ ''انهم من الصالحين''

⑧⑦ ''وذالنون'' اور یاد کیجئے مچھلی والوں کو۔ اس سے مراد یونس بن متی ہیں۔ ''اذ ذهب مغاضبا'' اس کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب وہ انتہائی غصہ سے چل دیئے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ

یہی روایت عوفی وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے اور فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ فلسطین میں رہتے تھے، کسی بادشاہ نے ان پر حملہ کیا اور ساڑھے نو قبیلوں کو قید کر کے لے گیا، صرف اڑھائی قبیلے باقی رہ گئے۔ اللہ نے شعیا نبی کے پاس وحی بھیجی کہ تم حرقیا بادشاہ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ کسی طاقت ور نبی کو دشمنوں کے پاس بھیج کر بنی اسرائیل کی قید سے رہا کرائے۔ میں دشمنوں کے دلوں میں بنی اسرائیل کو رہا کرنے کا خیال پیدا کر دوں گا۔ شعیا نبی شاہ حرقیا کے پاس گئے اور پیام پہنچایا۔ حرقیا کی سلطنت میں پانچ پیغمبر تھے۔ حضرت شعیا سے اس نے پوچھا آپ کی کیا رائے ہے کس کو بھیجوں؟ حضرت شعیا نے کہا یونس کو، وہ طاقتور بھی ہے اور امانت دار بھی۔ بادشاہ نے یونس علیہ السلام کو بلوایا اور جانے کا حکم دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے پوچھا کیا اللہ نے آپ کو میرے بھیجنے کا حکم دیا ہے؟ بادشاہ نے کہا نہیں۔ یونس علیہ السلام نے کہا کیا مجھے اللہ نے نامزد کیا ہے؟ بادشاہ نے کہا نہیں، یونس علیہ السلام نے کہا تو میرے سوا یہاں دوسرے طاقت ور پیغمبر ہیں، کسی اور کو بھیج دو، لوگوں نے آپ کی بات نہیں مانی اور جانے پر اصرار کیا۔ یونس علیہ السلام بادشاہ اور قوم سے ناراض ہو کر

غصہ کی حالت میں (کسی طرف کو) چل دیئے اور بحر روم پر پہنچ کر کشتی میں سوار ہوگئے۔

عروہ بن زبیر اور سعید بن جبیر اور علماء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ یونس علیہ السلام اپنی قوم کو چھوڑ کر اللہ سے ناراض ہوکر چل دیئے تھے اور خدا سے ناراضگی کا سبب یہ تھا کہ یونس علیہ السلام نے حسب حکم خدا کو عذاب سے ڈرایا تھا اور عذاب کا وقت مقرر کردیا تھا لیکن (جب قوم یونس علیہ السلام نے علامات عذاب کو دیکھ کر توبہ واستغفار کیا تو) اللہ نے عذاب ٹال دیا۔ یونس علیہ السلام کو اس پر ناگواری ہوئی، ان کو خیال ہوا کہ اب لوگ مجھے جھوٹا قرار دیں گے۔ شرم کے مارے قوم کو چھوڑ کر چل دیئے، ان کو کیا معلوم تھا کہ عذاب ٹل جانے کی وجہ کیا ہوئی؟ آپ کی ناراضگی صرف اس سبب سے ہوئی کہ آپ کا جھوٹا ہونا قوم کی نظر میں محقق ہوگیا۔ آپ علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ آئندہ لوگ مجھے جھوٹا کہیں گے۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا دستور تھا کہ جھوٹے کو قتل کردیا کرتے تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام کو بھی عذاب ٹل جانے کی وجہ سے یہی اندیشہ ہوا کہ عذاب موعود نہیں آیا، اب لوگ مجھے قتل کرڈالیں گے۔ "مغاضبت" (باب مفاعلة) اس جگہ اشتراک طرفین کے لیے نہیں ہے بلکہ مسافرت اور معاقبت کی طرح ثلاثی مجرد کے معنی میں ہے یعنی "مغاضبا" کا معنی ہے غضبان۔ حسن نے کہا اللہ سے حضرت یونس علیہ السلام کی ناراضگی کا سبب یہ تھا کہ اللہ نے یونس علیہ السلام کو حکم دیا کہ فوراً جاؤ اور ان کو ہمارے عذاب سے ڈراؤ اور دعوت ایمان دو، یونس علیہ السلام نے درخواست کی کہ مجھے روانگی کی تیاری کرنے کی مہلت دی جائے۔ جواب ملا معاملہ اس سے بھی جلدی کا ہے، فوراً چلے جاؤ۔ یونس علیہ السلام نے درخواست کی مجھے جوتہ پہن لینے کی تو اجازت دے دی جائے لیکن اللہ کی طرف سے اتنی بھی مہلت نہیں ملی اور فطری طور پر آپ کے اندر قوت حلم کی کمی تھی اس لیے روانہ تو ہوگئے مگر غصہ کی حالت میں۔ وہب نے کہا یونس علیہ السلام نیک آدمی تھے۔ پھر جب آپ پر نبوت کا بار ڈالا گیا تو آپ دب گئے اور بھاگ نکلے۔ اسی لیے اللہ نے آپ کو اولوالعزم پیغمبروں کی فہرست سے خارج کردیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا، آپ اولوالعزم پیغمبروں کی طرح صبر کیجئے، مچھلی والے کی طرح نہ ہوجایئے۔

"فظن أن لن نقدر عليه "قدر کا معنی ہے فیصلہ الٰہی یعنی یونس علیہ السلام کو خیال ہوا کہ ہم اس کو سزا دینے کا فیصلہ نہیں کریں گے۔ یہی قول مجاہد، قتادہ، ضحاک اور کلبی کا ہے اور یہی روایت عوفی سے منقول ہے جو انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز مقدر کردی ہے۔ قدر یقدر رقدرًا اس کا معنی ایک ہی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان "نحن قدرنا بينكم الموت" جن لوگوں نے اس کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے جو عمر بن عبدالعزیز اور زہری سے منقول ہے۔ "فظنّ أن لن نقدر عليه" تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ عطاء اور بہت سے علماء کے نزدیک ایسے ہی ہے اس صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ یونس علیہ السلام کا یہ خیال ہوا کہ ہم اس پر بندش کی تنگی نہیں کریں گے۔ قدرت کے معنی اس جگہ تنگی کرنے کے ہیں۔ یہی معنی دوسری آیت میں بھی آئے ہیں۔ "يبسط الرزق لمن يشاء ويقدر" یہاں اس کے معنی تنگی کے ہیں۔ ابن زید کا قول ہے کہ یہ جملہ سوالیہ ہے۔ حرف استفہام محذوف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا یونس علیہ السلام نے خیال کرلیا کہ ہم اس پر قابو نہیں پائیں گے۔

یعقوب نے یاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں یہ مجہول اور بغیر تشدید کے ہوگا۔ حسن کا قول ہے کہ جب مجھے اطلاع ملی ہے کہ یونس علیہ السلام سے گناہ سرزد ہوگیا اور وہ اللہ سے ناراض ہو کر چل دیئے تو شیطان نے ان کو راہِ حق سے پھسلانا چاہا۔ یہاں تک کہ انہوں نے خیال کرلیا کہ میں خدا کے قبضہ سے نکل جاؤں لیکن ان کی گزشتہ نیکیاں اور عبادت گزاریاں تھیں اس لیے اللہ نے نہ چاہا کہ ان کو شیطان کے لیے چھوڑ دیا جائے بلکہ مچھلی کے پیٹ میں ان کو ڈال دیا۔ وہاں وہ چالیس دن ورات رہے۔ عطاء کا قول ہے کہ سات روز رہے بعض کے نزدیک تین روز رہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ مچھلی اپنے پیٹ میں اس کو چھ ہزار سال کی مسافت پر لے گئی۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ ساتوں زمین کی حدود تک لے گئی۔ پھر آپ نے اپنے رب سے مچھلی کے پیٹ میں دُعا کی اور اپنے آپ کو اس کی طرف رجوع کرلیا اور کہا "لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ" جب میں نے تمہاری نافرمانی کی۔ اس کے سوا اور کچھ نہ کیا اور تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کروں گا۔

پھر اللہ رب العزت نے اپنی رحمت سے ان کو مچھلی کے پیٹ سے نکال دیا۔

ماقبل میں جن تاویلات کا تذکرہ کیا گیا یہ ہی بہتر تاویلات ہیں۔ ان برگزیدہ لوگوں کے لیے جن کو اللہ نے مبعوث کیا۔ چونکہ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم سے غصہ کی حالت میں چلے تھے۔

ظلمات جمع کا صیغہ ذکر کرنے کی وجہ

"فنادیٰ فی الظلمت أن لا الٰہ الاّ انت سبحانک انّی کنت من الظّالمین"

ظلمات جمع کا صیغہ اس وجہ سے ذکر کیا کیونکہ ایک اندھیرا رات کا، دوسرا اندھیرا سمندر کے پانی کا اور تیسرا اندھیرا مچھلی کے پیٹ کا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ اللہ نے مچھلی کو حکم دیا، یونس علیہ السلام کو پکڑ لے لیکن اس کے خراش نہ آئے، نہ کوئی ہڈی ٹوٹے، حسب الحکم مچھلی نے آپ کو لے لیا اور اپنے مقام پر نیچے لے گئی۔ جب سمندر کی تہہ میں لے کر پہنچی تو یونس علیہ السلام نے تسبیح (سبحان اللہ کہنے) کی آواز سنی، دل میں خیال کیا یہ کیسی آواز ہے، اللہ نے وحی بھیجی یہ آواز سمندری جانوروں کی تسبیح کرنے کی ہے۔ یہ جان کر آپ نے بھی مچھلی کے پیٹ کے اندر ہی تسبیح کرنا شروع کردی۔ ملائکہ نے تسبیح یونس علیہ السلام کی آواز سنی تو عرض کیا، اے ہمارے رب! ہم نے ایک عجیب زمین میں ایک ضعیف آواز سنی۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ فرشتوں نے کہا آواز تو جانی پہچانی ہے اور زمین انجان ہے، اللہ نے فرمایا یہ ہمارے بندے یونس علیہ السلام کی آواز ہے جس نے میری نافرمانی کی تھی۔ میں نے اس کو مچھلی کے پیٹ میں قید کردیا، فرشتوں نے کہا کیا یہ وہی نیک بندہ ہے جس کی طرف سے روزانہ کوئی نیک عمل تیری طرف چڑھایا جاتا تھا۔ اللہ نے فرمایا، ہاں اس وقت ملائکہ نے یونس علیہ السلام کے لیے شفاعت کی اور اللہ نے مچھلی کو حکم دیا کہ یونس علیہ السلام کو اُگل دے۔ مچھلی نے کنارے پر آ کر یونس علیہ السلام کو اُگل دیا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ"

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾

ترجمہ سوہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی اور ہم اسی طرح (اور) ایمان والوں کو (بھی کرب وبلا سے) نجات دیا کرتے ہیں اور زکریا (علیہ السلام) کا تذکرہ کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھ کو لاوارث مت رکھیو (یعنی مجھ کو فرزند دیجئے کہ میرا وارث ہو) اور سب وارثوں سے بہتر آپ ہی ہیں سو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ہم نے ان کو یحییٰ (فرزند) عطا فرمایا اور ان کی خاطر سے ان کی بی بی کو (جو کہ بانجھ تھیں) اولاد کے قابل کر دیا یہ سب نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور امید وبیم کے ساتھ ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے اور اس بی بی (مریمؑ) کا (بھی) تذکرہ کیجئے جنہوں نے اپنے ناموس کو (مردوں سے) بچایا (نکاح سے بھی اور ناجائز سے بھی) پھر ہم نے ان میں (بواسطہ جبرائیل) اپنی روح پھونک دی اور ہم نے ان کو اور ان کے فرزند (عیسیٰؑ) کو دنیا جہاں والوں کے لئے اپنی قدرت کاملہ کی) نشانی بنادی یہ ہے تمہارا طریقہ کہ (جس پر تم کو رہنا واجب ہے اور) وہ ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا رب (حقیقی) ہوں سو تم سب میری عبادت کیا کرو۔

تفسیر ﴿۸۸﴾ "فاستجبنا له" جب ہم نے ان کی پکار کو سن لیا۔ "ونجيناه من الغم" ان اندھیروں سے نجات دی۔ "وكذلك ننجي المؤمنين" مؤمنین کو بھی ہر مصیبت سے نجات دیتے ہیں۔ جب وہ ہمیں اخلاص کے ساتھ پکاریں اور مجھ ہی سے مدد طلب کریں۔ ابن عامر، عاصم نے ابوبکر کی روایت کے مطابق ایک نون اور جیم کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور یاء کے سکون کے ساتھ چونکہ ان کے مصاحف میں ایک نون کے ساتھ ہی لکھا ہوا ہے۔

نحویوں کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ایک نون والی قراۃ درست ہے کہ نہیں وہ کہتے ہیں کہ بڑی غلطی ہے کیونکہ اگر یہ مفعول "مالم يسم فاعلة" ہوتا تو اس کی یاء ساکن نہ ہوتی اور لفظ مؤمنین مرفوع ہوتا اور ان میں سے بعض نے یہ کہا ہے۔ فراء نے کہا کہ یہاں ایک اور وجہ ہے اور وہ اضمار مصدر ہے۔ "اى نجا النجاة المؤمنين" جیسا کہ ضرب الضرب "زیدًا"۔ پھر "زیدًا" کو منصوب پڑھا جائے۔ اضمار مصدر کی وجہ سے۔ یاء ساکن ہے "نجی" میں جیسا کہ "بقیّ" میں یاء ساکن ہے۔

قتیبی کا بیان ہے کہ جن حضرات نے ایک نون اور تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اس صورت میں "ننجي" تجیہ کے معنی میں ہوگا۔ الا یہ کہ ان دونوں میں ادغام کیا گیا۔ نون کو تخفیفاً حذف کر دیا گیا لیکن نحویوں کے نزدیک نون اور جیم کا مخرج دور دور ہونے

کی وجہ سے ادغام نہیں ہوسکتا جبکہ ادغام تو اس صورت میں ہوتا ہے جب دونوں قریب المخرج ہوں۔
عام قراء نے "ننجی" دونوں نون کے ساتھ پڑھا ہے۔ انجاء کے معنی میں ہوگا اور جن لوگوں نے ایک نون کے ساتھ ذکر کیا ہے چونکہ دوسرا نون ساکن تھا اور ساکن زبان پر ظاہر نہیں۔ اس لیے اس کو حذف کردیا تخفیف کی وجہ سے۔

حضرت یونس بن متی کو کب پیغمبر بنایا؟

حضرت یونس بن متی کو کب پیغمبر بنایا گیا؟ اس بارے میں حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مچھلی کے پیٹ سے رہائی کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کو پیغمبر بنایا گیا کیونکہ سورۃ الصافات میں پہلے "**فنبذناہ بالعراء وھو سقیم**" کے بعد "**وارسلناہ الی مائۃ الف او یزیدون**" آیا ہے اور دوسرے مفسرین کا قول ہے کہ ان کو نبوت مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے ملی۔ اس پر دلیل یہ فرمان باری ہے: "**وان یونس لمن المرسلین اذ ابق الی الفلک المشحون**"

⑧⑨ "**وزکریا اذ نادیٰ ربہ**" کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا۔ "**رب لا تذرنی فردًا**" ان کو اکیلا چھوڑ دیا کہ میرا کوئی لڑکا نہیں اور میرا وارث بنا۔ "**وانت خیر الوارثین**" اللہ تعالیٰ کی تعریف کی کہ مخلوق کے فنا ہوجانے کے بعد اللہ ہی باقی رہنے والا ہے۔

⑨⓪ "**فاستجبنا لہ ووھبنا لہ یحییٰ**" اس سے مراد لڑکا ہے۔ "**واصلحنا لہ زوجہ**" ہم نے آپ کو اولاد دی اس حال میں کہ آپ کی زوجہ بوڑھی ہوچکی تھیں۔ یہی اکثر مفسرین کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ وہ پہلے بدخلق تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو حسن خلق سے نوازا۔ "**انھم**" وہ انبیاء علیہم السلام جن کا ذکر ہم نے اس سورۃ میں کیا ہے "**کانوا یسارعون فی الخیرات ویدعوننا رغبا**" رغبا کا معنی ہے طمع۔ "**ورھبًا**" بمعنی خوف اللہ کی رحمت کی طمع رکھتے ہوئے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے۔ "**وکانوا لنا خاشعین**" وہ تواضع کرنے والے۔ قتادہ کا قول ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو عاجزی سے کرنے والے۔
مجاہد کا قول ہے کہ "**خاشعین**" سے مراد وہ خوف ہے جو دل کے ساتھ لازم ہے (یعنی دل میں پیدا ہونے والا ڈر)

⑨① "**والتی احصنت فرجھا**" حرام اشیاء سے اس کی حفاظت کی۔ اس سے مراد مریم بنت عمران ہیں۔ "**فنفخنا فیھا من روحنا**" ہم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس کے سینہ بند میں پھونک ماریں اور پھر اس پھونک کے ذریعے ہم ان کے پیٹ سے حضرت مسیح علیہ السلام کو پیدا کریں گے۔ روح کی اضافت ان کی طرف کی عیسیٰ علیہ السلام کی شرافت کی وجہ سے۔ "**وجعلناھا وابنھا آیۃ للعالمین**" اپنی کمال قدرت کی دلیل مخلوق کے سامنے واضح کرنا تھی کہ اللہ بغیر باپ کے اولاد دے سکتا ہے۔ یہاں پر "آیۃ" واحد کا ذکر کیا، تثنیہ کا ذکر نہیں کیا۔ "آیتین" یا "آیتان" نہیں فرمایا کیونکہ کلام کا معنی یہ ہے کہ ہم نے ان دونوں کی شان اور دونوں کے حکم کو نشانی بنائی ہے، چونکہ آیت ایک ہی ہے اور یہ نشانی بھی ایسی کہ جو بغیر مرد کے ہے۔

⑨② "**انّ ھذہ اُمتکم**" تمہاری ملت اور تمہارے دین پر ہی ہیں۔ "**اُمّۃ واحدۃ**" اور وہ ایک دین اسلام ہے۔ اسلام کے علاوہ تمام ادیان باطل ہیں۔ لفظ اُمت اُم سے ماخوذ ہے۔ اُم کا معنی ہے قصد کرنا جو جماعت ایک مقصد پر متفق ہو یا

دین وسنت پر متفق ہو، اس کو اُمت کہا جاتا ہے۔ ''وانا ربکم فاعبدون''

وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمہ: اوران لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کرلیا (سوان کی سزا دیکھیں گے کیونکہ) سب ہمارے پاس آنے والے ہیں سو جو شخص نیک کام کرتا ہوگا اور وہ ایمان والا بھی ہوگا سو اس کی محنت اکارت جانے والی نہیں اور ہم اس کو لکھ لیتے ہیں اور ہم جن بستیوں کو (عذاب سے یا موت سے) فنا کر چکے ہیں ان کے لئے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ (دنیا میں) پھر لوٹ کر آویں یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیئے جاویں گے۔

تفسیر: ﴿۹۳﴾ ''وتقطعوا أمرهم بينهم'' وہ دین میں اختلاف کرنے لگے تو وہ ٹکڑے ٹکڑے (فرقہ فرقہ) ہوگئے۔ کلبی کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے دین میں تفرقہ بازی شروع کردی۔ ایک دوسرے کو لعن طعن کرنے لگے اور وہ ایک دوسرے پر گناہ ڈالنے لگے۔ تقطع یہاں پر تقطیع کے معنی میں ہے۔ ''كل الينا راجعون'' ہم ان کو ان کے اعمال کا بدلہ ضرور دیں گے۔

﴿۹۴﴾ ''فمن يعمل من الصالحات وهو مؤمن فلا كفران لسعيه'' اس کی کوشش کا انکار نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کے عمل کو باطل قرار دیا جائے گا بلکہ اس کا ثواب دیا جائے گا۔ ''وانا له كاتبون'' اس کے عمل کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بعض نے کہا شکر گزاری کا مطلب ہے ثواب عطا کرنا اور کفران سے مراد ثواب کا نہ ملنا۔

﴿۹۵﴾ ''وحرام على قرية'' حمزہ، کسائی، ابوبکر نے (حرم) حاء کے کسرہ کے ساتھ بغیر الف کے پڑھا ہے اور باقی قراء نے الف کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس میں دونوں لغات ہیں۔ جیسے ''حله و حلال'' ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس بستی کو ہم نے تباہ کردیا اس کا دُنیا میں واپس لوٹنا ممکن نہیں۔ اس مطلب پر ''لايرجعون'' میں لام زائدہ ہوگا۔ ''اهلكناها'' کہ جس بستی کو ہم ہلاک کردیں وہ واپس لوٹ کر آئے۔ اس صورت میں ''لاصلة'' ہوگا اور دوسرے قراء نے کہا کہ حرام بمعنی واجب کے ہے۔ اس صورت میں ''لا ثابتة'' ہوگا۔ معنی یہ ہوگا کہ واجب وضروری ہے کہ ہم ان بستی والوں کو ہلاک کریں اور ان کے نیک اعمال ختم نہ کریں۔ ''انهم لايرجعون'' دُنیا کی طرف نہیں لوٹیں گے۔ زجاج نحوی کا قول ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ ناممکن ہے کہ جب ہم کسی بستی کے ہلاک کرنے کا حکم صادر کردیں اور ان کے نیک اعمال کو قبول کریں وہ تو کبھی لوٹنے والے نہیں ہیں یعنی توبہ کرنے والے نہیں ہیں۔ اس معنی پر دلیل ماقبل والی آیت ہے جو ابھی اوپر گزری ہے۔ ''فمن يعمل من الصالحات وهو مؤمن فلا كفران لسعيه أى يتقبل عمله'' یعنی اس کے عمل کو ہم قبول کرلیں گے۔ پھر اس کے بعد اس آیت کو ذکر کیا کیونکہ کافر کا نیک عمل قابل قبول نہیں۔

⑯ "حتّی اذا فتحت" ابن عامر، ابوجعفر اور یعقوب نے "فتّحت" تاء کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں اس کا معنی تکثیر سے ہوگا اور دوسرے قراء نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ "یاجوج و ماجوج" اس سے مراد یاجوج و ماجوج کی دیوار کا کھل جانا۔ "وھم من کل حدب"

حدب ہر اونچی جگہ سے اُترنے کو کہتے ہیں۔ "ینسلون" وہ جلدی جلدی اُتریں گے، اونچے اونچے ٹیلوں جیسے کہ بھیڑ کے بچے نمودار ہورہے ہوں اور وہ بہت تیز چلنے والے ہوں گے۔ اس کنایۃ کا ذکر کرنے کے بارے میں آئمہ مفسرین رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ اس آیت سے مراد یاجوج و ماجوج ہیں۔ اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نقل کرتے ہیں۔ حضرت نواس بن سمعان کی روایت ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو بھیج دے گا اور وہ ہر ٹیلہ کی آڑ سے پھیل پڑیں گے اور بعض حضرات کا قول ہے کہ اس سے مراد تمام مخلوق ہے کہ جب وہ قبروں سے نکل کر میدان حشر کی طرف جمع ہوں گے۔ اس پر دلیل حضرت مجاہد کی قرأۃ ہے۔ ان کے نزدیک "حَدَبِ" نہیں بلکہ "جَدَثٍ" ہے۔ جیم اور ث کے ساتھ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون"

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری کی روایت ہے کہ ہم لوگ کچھ باہم باتیں کر رہے تھے کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور فرمایا کس چیز کا تذکرہ کررہے ہو، ہم نے عرض کیا، ہم قیامت کا تذکرہ کررہے ہیں، فرمایا جب تک قیامت سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو قیامت نہیں آئے گی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دخان کا، خروج دجال کا، دابۃ الارض کا، مغرب کی طرف سے طلوع آفتاب کا، نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا، خروج یاجوج و ماجوج کا، تین مقامات پر زمین کے دھسنے کا، ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں، تیسرا جزیرۃ العرب میں اور آخر میں یمن سے ایک آگ کے برآمد ہونے کا جو لوگوں کو ہنکا کر میدان حشر کی طرف لے جائے گی، اس کا ذکر فرمایا۔

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ⑰ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ⑱ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑲ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ⑩

ترجمہ: اور وہ (غایت کثرت کی وجہ سے) ہر بلندی سے (جیسے پہاڑ اور ٹیلہ) نکلتے (معلوم) ہوں گے اور (وہ رجوع و بعث کا) سچا وعدہ نزدیک آ پہنچا ہوگا تو بس پھر ایک دم سے یہ قصہ ہوگا کہ منکروں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جاویں گی (اور یوں کہتے نظر آویں گے) کہ ہائے ہماری کم بختی ہم اس (امر) سے غفلت میں تھے بلکہ (واقعہ) یہ ہے کہ ہم ہی قصوروار تھے بلاشبہ تم (اے مشرکین اور جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوج رہے ہو سب جہنم میں جھونکے جاؤ گے (اور) تم سب اس میں داخل ہوگے اور یہ بات سمجھنے کی ہے کہ) اگر یہ (تمہارے معبود) واقعی معبود ہوتے تو اس

(جہنم) میں کیوں جاتے اور سب (عابدین ومعبودین) اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے (اور) ان کا اس میں شور ہوگا اور وہاں (اپنے غل وشور میں کسی کی) کوئی بات سنیں گے بھی نہیں (یہ تو دوزخیوں کا حال ہوا۔

تفسیر ⑰ "واقترب الوعد الحق" حق سے مراد قیامت ہے۔

فراء اور ایک علماء کی جماعت کا قول ہے کہ واؤ زائدہ ہے اور اقترب کو شرط کی جزاء قرار دیا ہے۔ اس کا معنی یہ ہوگا جب یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے نکل پڑیں گے اور پھیل جائیں گے تو اس وقت قیامت قریب آجائے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے "فلمّا اسلما وتلّه للجبين وناديناه" ہم نے اس کو آواز دی۔ اس پر دلیل جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کسی نے بچھڑا پالا ہوگا تو خروج یاجوج وماجوج کے بعد وہ بچھڑا سواری کے قابل نہیں ہوگا کہ قیامت آجائے گی۔

بعض لوگوں نے کہا کہ یہ واؤ زائدہ ہو اور مابعد والی واؤ جزاء ہو ایسا نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کو کھولا جائے گا اس وقت سچا وعدہ قریب آجائے گا۔ اس وقت یہ کہیں گے کہ ہم تو اس سے پہلے غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔

"فاذا هي شاخصة ابصار الذين كفروا" اس قول میں تین وجوہ جائز ہیں۔

❶ یہ کنایہ ہو دیکھنے سے، پھر اس کے بعد ابصار کو بطور بیان کے نقل کیا ہے۔ اس کا معنی یہ ہوگا کہ اس وقت ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ جیسا کہ کفر کرنے والوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

❷ دوسرا یہ کہ ان کی آنکھیں جان کر پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "فانها لاتعمى الابصار"

❸ تیسرا قول یہ ہے کہ "هي" تک کلام مکمل ہو جائے۔ اس صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ قریب اتنی زیادہ ہے گویا کہ وہ حاضر ہے۔ "شاخصة ابصار الذين كفروا" خبر مقدم ہے ابتداء ہونے کی وجہ سے۔ اس صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ کافروں کی آنکھیں اس وقت پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ کلبی کا قول ہے کہ اس دن کفار کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی شدت خوف کی وجہ سے، وہ اِدھر اُدھر نہیں دیکھ سکیں گے اور اس وقت وہ یہ کہہ رہے ہوں گے "يا ويلنا قد كنا في غفلة من هذا" آج کے دن "بل كنا ظالمين" یہاں ظلم کا معنی بیان کیا ہے۔ عبادت کو اصل مقصود کے علاوہ جگہ پر کرنا۔ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنا، عبادت کا بے محل استعمال ہے۔ اس لیے اس کو ظلم قرار دیا ہے۔

⑱ "انكم" مشرکین کو خطاب ہے۔ "وما تعبدون من دون الله" اس سے مراد بتوں کی پوجا کرنا ہے۔ "حصب جهنم" اس کا ایندھن ہے۔ مجاہد اور قتادہ کا بیان ہے کہ اہل یمن کی لغت میں حصب جلائی جانے والی لکڑیوں کو کہا جاتا ہے۔ عکرمہ کا قول ہے کہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے جلائی جانے والی لکڑیاں۔ ضحاک کا قول ہے کہ ان کو آگ میں پھینکا جائے گا۔ جیسا کہ لکڑیوں کو آگ میں پھینکا جاتا ہے۔ حصب اصل میں پھینکنے کو کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے "أرسلنا عليهم حاصبًا" ہم نے ان پر ہوا کے ذریعے پتھر برسائے۔ حضرت علی بن ابی

طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو پڑھا "حطب جهنم وانتم لها واردون" وہ اس میں داخل ہوں گے۔

⑨⑨ "لو كان هولاء" یہ بات "الهة" حقیقی معبود ہوتے۔ "ماوردوها" تو ان کو دوزخ میں داخل نہ کیا جاتا۔ "وكل فيها خالدون" عابد اور معبودین سب کو اس میں داخل کریں گے۔

⑩⑩ "لهم فيها زفير وهم فيها لايسمعون" ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ جب دوزخ کے اندر حبس دوام کے جہنمی رہ جائیں گے تو ان کو لوہے کے صندوقوں میں بند کرکے لوہے کی کیلیں ٹھونک دی جائیں گی۔ پھر ان صندوقوں کو آہنی صندوقوں میں بند کر دیا جائے گا اور لوہے کی میخیں ٹھونک دی جائیں گی۔ پھر ان صندوقوں کو جہنم کے نچلے حصے میں پھینک دیا جائے گا اور ہر ایک یہی خیال کرے گا کہ میرے سوا کسی کو عذاب نہیں دیا جا رہا ہے۔ یہ بیان کرنے کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آیت مذکورہ تلاوت فرمائی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِکَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٢﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿١٠٤﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿١٠٥﴾ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾

(ترجمہ) اور) جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ لوگ اس (دوزخ) سے (اس قدر) دور رکھے جاویں گے (کہ) اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ لوگ اپنی جی چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے (اور) ان کو بڑی گھبراہٹ (یعنی نفخہ ثانیہ سے زندہ ہونے کی) غم میں نہ ڈالے گی اور (قبر سے نکلتے ہی) فرشتے انکا استقبال کریں گے (اور کہیں گے کہ) یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا وہ دن (بھی) یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم (نفخہ اولیٰ کے وقت) آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمون کا کاغذ لپیٹ لیا جاتا ہے اور ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرنے کے وقت (ہر چیز کی) ابتدا کی تھی اسی طرح (آسانی) سے اس کو دوبارہ پیدا کر دیں گے یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے (اور) ہم ضرور (اس کو پورا) کریں گے اور ہم (سب آسمانی) کتابوں میں لوح محفوظ (میں لکھنے) کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین (جنت) کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے بلاشبہ اس (قرآن) میں (ہدایت کا) کافی مضمون ہے ان لوگوں کے لئے جو بندگی کرنے والے ہیں اور ہم نے (ایسے مضامین نافعہ دیکر) آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں (یعنی مکلفین پر) مہربانی کرنے کے لئے۔

تفسیر ۱۰۱ "انّ الذین سبقت لهم منّا الحسنیٰ" بعض حضرات نے کہا کہ یہاں "انّ" بمعنی "الّا" کے ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ مگر وہ جن کے لیے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے۔ اس سے مراد نیک بختی اور جنت میں رہنے کی خوشگوار زندگی یا اللہ کی طرف سے طاعت کی توفیق یا جنت کی بشارت۔ "اولئک عنها مبعدون" بعض حضرات نے کہا کہ یہ آیت اپنے عموم پر ہے۔ یعنی ہر وہ شخص جس کو اللہ کی طرف سے بھلائی حاصل ہو، وہ نیک بخت اور اچھا درجہ پاتا ہے۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اس سے مراد ہر وہ شخص جو اپنے معبود کی عبادت کرتا ہے اور پھر وہ اللہ سے اُمید بھی لگائے رکھتا ہے تو اس کی عبادت کو اللہ تعالیٰ اکارت کر دیتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور سردارانِ قریش حطیم میں موجود تھے اور کعبہ کے اِرد گرد (۳۶۰) بت رکھے ہوئے تھے۔ نضر بن حارث گفتگو کرنے کو آگے بڑھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کلام کیا۔ یہاں تک کہ اس کو خاموش کر دیا۔ پھر آپ نے اس کو "انکم وما تعبدون" سے تین آیات پڑھ کر سنائیں۔ پھر آپ اُٹھ کھڑے ہوئے، اتنے میں سامنے سے ابن الزبعری آ گیا ولید بن مغیرہ نے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نقل کر دی ابن الزبعری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رُخ کر کے کہا کیا آپ کہتے ہیں "انکم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہاں ابن الزبعری نے کہا، کیا یہودی عزیر علیہ السلام کی اور عیسائی مسیح علیہ السلام کی اور بنو ملیح ملائکہ کی پوجا نہیں کرتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں بلکہ شیطانوں کی پوجا کرتے ہیں، اس پر آیت "انّ الذین سبقت لهم منّا الحسنیٰ" نازل ہوئی۔ اس سے مراد عزیر علیہ السلام حضرت مسیح علیہ السلام اور فرشتے ہیں۔ "اولئک عنها مبعدون" ابن الزبعری کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ماضربوه لک الا جدلاً بل هم قومٌ خصمون" اور ایک جماعت کے نزدیک اس آیت سے مراد بت ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وما تعبدون من دون اللّٰہ" اگر اس سے مراد فرشتے یا انسان ہوتے تو یوں کہتے "ومن تعبدون من دون اللّٰہ"

۱۰۲ "لایسمعون حسیسها" اس کی آواز اور اس کی حرکت بھی نہ سن پائیں گے۔ یعنی ان کو جہنم سے اتنا دور رکھا جائے گا کہ وہ اس کی آہٹ بھی نہیں سن سکیں گے۔ حس اور حسیس صوت خفی کو کہا جاتا ہے۔ "وهم فيما اشتهت أنفسهم خالدون" اس میں وہ مقیم ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "وفيها ما تشتهي الا نفس وتلذ الاعين"

۱۰۳ "لایحزنهم الفزع الاکبر" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فزع اکبر سے مراد صور کا آخری نفحہ ہے کیوں کہ اللہ نے فرمایا "ونفخ فی الصور ففزع من فی السمٰوات ومن فی الارض" حسن کا قول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بندے کو جہنم میں داخلے کا حکم دیا جائے گا، وہ وقت اس کے لیے فزع اکبر ہوگا۔ ابن جریج نے اس کا معنی بیان کیا جب موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور جنتیوں کو آواز دی جائے گی کہ تم جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہو، تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی اور اے دوزخ والو! تم اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو، تمہیں اس میں کبھی مرنا نہیں ہوگا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ضحاک کا قول ہے کہ یہ وہ وقت ہوگا جب دوزخ کو اوپر سے سر بند کر دیا جائے گا اور دوزخ کا سرپوش اس وقت بند کیا جائے گا

جب اس کے اندر سے ان لوگوں کو نکالا جا چکا ہوگا جن کو اللہ نکالنا چاہے گا۔ "وتتلقاهم الملائكة" اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔ جنت کے دروازوں پر ان کو مبارکباد دیں گے اور وہ کہیں گے "هذا يومكم الذين كنتم توعدون"

⓾⓸ "يوم نطوى السماء" ابوجعفر نے تاء (تطوی) کے ساتھ پڑھا ہے۔ دونوں کے ضمہ کے ساتھ اور واؤ کے فتحہ کے ساتھ۔ عام قراء نے نون کے ساتھ اور دونوں کے فتحہ کے ساتھ واؤ کے کسرہ کے ساتھ اور "السماء" منصوب ہے "كطى السجل للكتب" حمزہ، کسائی اور حفص نے عاصم کے حوالے سے "للكتب" جمع کے صیغہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے للکتاب واحد کے صیغہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

سجل سے کیا مراد ہے

سجل سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ سدی کا قول ہے کہ سجل اس فرشتے کا نام ہے جو بندوں کے اعمال لکھا کرتا ہے اور "للكتب" میں لام زائدہ ہے۔ "كطىّ السجل اللكتب" ہے۔ یہ "ردف لكم" کی طرح ہے اس میں لام زائدہ ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے کہ جس طرح لکھے ہوئے کثیر مضامین کی وجہ سے کاغذ کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔ سجل مساجلۃ سے مشتق ہے۔ لکھی ہوئی تحریر کو کہتے ہیں جس کو باہم مل کر لکھا گیا ہو۔ یعنی ہم انسانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح کاغذ کو لکھنے کے لیے تہہ کیا جاتا ہے اور "الطىّ" لپیٹنا یہ نشہ کے مقابل ہے۔ "كما بدأنا اوّل خلق نعيده" یعنی جس طرح ابتدائی طور پر ہم نے ان کو ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا۔ تم اس وقت برہنہ بدن غیر مختون برہنہ پاؤں تھے۔ اسی طرح قیامت کے دن تمہیں واپس اُٹھایا جائے گا۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان "ولقد جئتمونا فرادى كما خلقناكم اوّل مرة" حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا، لوگو! تم لوگ برہنہ بدن غیر مختون، برہنہ پاؤں اُٹھا کر اللہ کی طرف پیدل لے جائے جاؤ گے۔ پھر آپ نے آیت "كما بدأنا اوّل خلق نعيدهٗ" تلاوت فرمائی۔ "وعدًا علينا انّا كنا فاعلين" یعنی ہم ضرور بضرور دوبارہ ان کو اُٹھائیں گے۔

⓾⓹ "ولقد كتبنا فى الزبور من بعد الذكر" سعید بن جبیر اور مجاہد کا قول ہے کہ زبور سے مراد تمام کتب الٰہیہ ہیں اور ذکر سے مراد ہے لوح محفوظ یعنی لوح محفوظ میں لکھنے کے بعد ہم نے اپنی تمام نازل کردہ کتابوں میں لکھ دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک کا قول ہے کہ زبور سے مراد توریت ہے اور ذکر سے مراد ہیں وہ تمام آسمانی کتابیں جو توریت کے بعد اُتاری گئیں۔

شعبی کا قول ہے کہ زبور سے مراد زبور داؤد ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر اُتاری گئی تھی اور ذکر سے مراد ہے توریت۔

یہ بھی کہا گیا کہ زبور سے مراد ہے زبور، داؤد اور ذکر سے مراد قرآن ہے اور "بَعد" بمعنی قبل کے ہے۔ کقولہ تعالیٰ "وكان وراء هم ملك" ان کے سامنے "والارض بعض ذالك دحاها" یہاں بھی بعد بمعنی قبل کے ہے۔ "أن الارض"

اس سے جنت کی زمین مراد ہے۔ "یرثها عبادی الصالحون" مجاہد کا قول ہے کہ صالحین سے مراد اُمت محمد یہ ہے۔ اس پر دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "الحمدللہ الذی صدقنا وعده واورثنا الارض" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ الارض سے مراد کافروں کی سرزمین جس کو مسلمانوں نے فتح کیا ہو۔ گویا یہ اللہ کی طرف سے پیشین گوئی ہے کہ دین اسلام غالب آئے گا۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ الارض سے مراد ارض مقدسہ ہے۔

⑩⑥ "انّ فی هذا" اس قرآن میں "لبلاغا" جن لوگوں نے قرآن کی پیروی کی اور اس پر عمل کیا تو اس کو وہ ثواب حاصل ہو جائے گا اور بعض نے کہا منزل مقصود تک پہنچنا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے فلاں چیز اس کو پہنچ گئی۔ مطلب اس کو کافی ہوگئی اور قرآن جنت کے لیے زادِراہ ہے۔ جیسا کہ مسافر کے لیے کھانا اور سواری زادِراہ ہے۔ "لقوم عابدین" ان مؤمنوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد علماء ہیں۔ کعب احبار کا قول ہے کہ اس سے اُمت اسلام مراد ہے جو پانچ وقت نمازیں پڑھتے ہیں اور رمضان کے روزے رکھتے ہیں۔

⑩⑦ "وما ارسلناک الّا رحمةً للعالمین" ابن زید کا قول ہے کہ اس سے مراد مؤمنین کے لیے رحمت چونکہ وہ مؤمنین کے لیے خاص طور پر رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ ان لوگوں کے حق میں بھی جو ایمان لائے اور ان لوگوں کے حق میں بھی جو ایمان نہیں لائے۔ جو ایمان لائے ان کے لیے رحمت بایں طور پر ہیں کہ دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی شفاعت کریں گے اور کافروں کے لیے بایں طور پر رحمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دُنیا میں عذاب نہیں بھیجا۔ صورت کا مسخ ہونا، زمین میں دھنسائے جانا اور بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے عذاب سے مامون ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا اور سب کیلئے ہدایت کا ذریعہ بنایا ہے۔

قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ وَاِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

(ترجمہ) آپ (بطور خلاصہ مکرر) فرما دیجئے کہ میرے پاس تو صرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (حقیقی) ایک ہی معبود ہے سو اب بھی تم مانتے ہو (یا نہیں یعنی اب تو مان لو) پھر (بھی) اگر یہ لوگ سرتابی کریں تو (بطور اتمام حجت کے) آپ فرما دیجئے کہ میں تم کو نہایت صاف اطلاع کر چکا ہوں اور میں یہ جانتا نہیں کہ جس (سزا) کا تم سے وعدہ ہوا ہے آیا وہ قریب ہے یا دور دراز ہے (البتہ وقوع ضرور ہوگا کیونکہ) اللہ تعالیٰ کو (تمہاری) پکار کر کہی ہوئی بات کی بھی خبر ہے اور جو (بات) تم دل میں رکھتے ہو اس کی بھی خبر ہے اور میں بالیقین نہیں جانتا (کہ کیا مصلحت ہے)

شاید وہ (تاخیر عذاب) تمہارے لئے صورۂ امتحان ہو اور ایک وقت (یعنی موت) تک زندگی سے فائدہ پہنچاتا ہو پیغمبر نے (باذن الٰہی) کہا کہ اے میرے رب فیصلہ کردیجئے حق کے موافق اور (پیغمبر نے کفار سے یہ بھی فرمایا کہ ہمارا رب (ہم پر) بڑا مہربان ہے جس سے ان باتوں کے مقابلہ میں مدد چاہی جاتی ہے جو تم بنایا کرتے ہو۔

تفسیر ⑩⑧ "قل انما یوحی الیّ انما الٰهکم اله واحد فهل انتم مسلمون" کہ تم اطاعت کرنے والے ہو۔

⑩⑨ "فان تولّوا فقل اٰذنتکم" اگر وہ آپ کی دعوت سے روگرداں ہو جائیں تو آپ ان سے کہہ دیں کہ جنگ کے معاملے میں تم جان چکے ہو۔ اب ہماری اور تمہاری کوئی صلح نہیں ہوگی۔ "علی سواء" میں نے وحی کی کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی۔ سب کو برابر اطلاع دے دی۔ "آذنتکم" کہ ہم اور آپ دونوں برابر ہیں، یہ چیز جاننے میں اور بعض نے کہا کہ تم سب لوگ ایمان میں برابر ہو۔ "وان ادری" میں نہیں جانتا۔ "اقریب اُم بعید ما توعدون" اس سے مراد قیامت ہے۔

⑪⑩ "انه یعلم الجهر من القول ویعلم ما تکتمون"

⑪⑪ "وان ادری لعلّه" شاید کہ تم سے عذاب مؤخر ہو جائے۔ "فتنة" یعنی تمہارا امتحان۔ "لکم" تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم تاخیر عذاب کی وجہ سے کیا کرتے ہو۔ "ومتاع الی حین" اس وقت تک تم اس سے فائدہ اُٹھاتے رہو۔

⑪⑫ "قال رب احکم بالحق" حفص اور عاصم نے اسی طرح پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے "قل ربّ احکم" پڑھا ہے۔ یعنی ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کیجئے جنہوں نے حق کو جھٹلایا۔

سوال: یہ کیسے فرمایا: "احکم بالحق"؟

جواب: حق یہاں پر عذاب کے معنی میں ہے کیوں کہ وہ لوگ عذاب آنے کی جلدی کرتے تھے۔ پھر اللہ نے بدر کے دن ان کو عذاب دے دیا۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان "ربّنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق" اہل معانی نے کہا کہ اس کا معنی ہے "ربّ احکم بحکمک الحق" حکم کو حذف کر کے حق کو اس کا قائم مقام بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں کے درمیان حق کا فیصلہ فرمائے گا، خواہ وہ حق کا مطالبہ کریں یا حق کا مطالبہ نہ کریں۔ طلب کا معنی یہ ہے کہ طالب سے حق کے مطابق فیصلہ کرنے کی رغبت رکھنا۔ "وربّنا الرحمٰن المستعان علی ماتصفون" جو تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہو اور ان کی طرف باطل اشیاء کی نسبت کرتے ہو۔

سُوْرَةُ الْحَجّ

یہ سورۃ مکی ہے۔ سوائے دو آیات کے "ومن النّاس من یعبد اللّٰہ" اور دوسری "ھٰذان خصمان"۔ اس سورت میں ۷۸ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ. اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَىْءٌ عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ②

ترجمہ اے لوگو اپنے رب سے ڈرو (کیونکہ) یقیناً قیامت (کے دن) کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی جس روز تم لوگ (اس زلزلہ) کو دیکھو گے اس دن تمام دودھ پلانے والیاں (مارے ہیبت کے) اپنے دودھ پیتے کو بھول جاویں گی اور تمام حمل والیاں اپنا حمل (پورے دن ہونے سے پہلے) ڈال دیں گی اور (اے مخاطب) تجھ کو لوگ نشہ کی سی حالت میں دکھائی دیں گے حالانکہ وہ (واقع میں) نشہ میں نہ ہوں گے ولیکن اللہ کا عذاب ہے ہی سخت چیز۔

تفسیر ① "یا یھا النّاس اتقوا ربّکم" اس کے عذاب سے ڈرتے رہو اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگے رہو۔ "انّ زلزلة الساعة شیءٌ عظیم"...... "والزلزلة والزّلزال" کسی چیز کا شدت سے حرکت کرنا۔ یہ زلزلہ کب آئے گا اس بارے میں علقمہ اور شعبی کا قول ہے کہ یہ قیامت سے پہلے آئے گا اور یہ قیامت کی خصوصی نشانی ہوگی۔ حسن اور سدی کا قول ہے کہ یہ زلزلہ قیامت کے دن آئے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ قیامت کا زلزلہ اس کے ساتھ ساتھ ہوگا۔

② "یوم ترونها" اس سے مراد قیامت ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد زلزلہ ہے۔ "تذھل" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے "تشتغل" اپنے بچے میں مشغول ہو جائے گی۔ بعض نے کہا کہ وہ اس دن اپنے دودھ پینے والے بچے کو بھول جائے گی۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ "ذھلت عن کذا" جب وہ کسی چیز کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اس وقت یہ بولتے ہیں اور وہ دوسرے کام میں مشغول ہو جائے۔ "کل مرضعة عمّا ارضعت" ہر وہ عورت جس کے ساتھ دودھ پیتا بچہ ہو جس کو وہ دودھ پلاتی ہو۔ جیسے کہا جاتا ہے "امراۃ مرضع" بغیرھا کے۔ جب کہ اس کی صفت مراد لی جائے۔ اگرچہ فی الوقت وہ دودھ نہ پلا رہی ہو۔ پھر بھی اس کو دودھ پلانے والی عورت کہا جاتا ہے۔ جیسے حائضہ اور حاملہ کہا جاتا

جاتا ہے۔ جب کسی چیز کے فعل کا ارادہ کیا جائے تو اس وقت اس پر ھا داخل کی جاتی ہے۔ "**وتضع کل ذات حمل حملها**" یعنی وہ اپنے بچے کو گرادے گی اس دن کی ہیبت کی وجہ سے۔

حسن کا قول ہے کہ اس دن مرضعہ اپنے دودھ پیتے بچے کو دودھ چھڑانے سے غافل ہو جائے گی اور حاملہ کو ناقص اسقاط ہو جائے گا۔ یہ اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ یہ زلزلہ دُنیا پر برپا ہوگا نہ کہ قیامت کے دن کیوں کہ قیامت کے دن اُٹھ جانے کے بعد کوئی عورت حاملہ نہیں ہوگی اور جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ زلزلہ قیامت کے دن آئے گا وہ اس امر کی تعظیم کی وجہ سے کہتے ہیں نہ کہ حقیقت کے طور پر۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ مجھے فلاں کام کی وجہ سے بڑھاپا آ گیا۔ اس سے مراد اس کام کی شدت بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ "**وتری النّاس سکاری وما هم بسکاری**"

حمزہ اور کسائی نے "**سکری وماهم بسکری**" پڑھا ہے بغیر الف کے، اس میں دونوں لغات ہیں۔ یہ سکران کی جمع ہے جیسے کسلی اور کسالی ہے۔ حسن کا قول ہے کہ خوف کی وجہ سے تم کو لوگ سکر کی حالت میں نظر آئیں گے، وہ شراب کا نشہ نہیں ہوگا۔ بعض نے کہا کہ تو لوگوں کو دیکھے گا کہ گویا وہ نشے کی حالت میں ہیں۔ "**ولکن عذاب اللّٰه شدید**"

یاجوج ماجوج کا قصہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل حضرت آدم علیہ السلام سے کہیں گے، اے آدم! کھڑے ہوں اور جہنم میں جانے والی اولاد میں سے نکالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے، حاضر ہوں میں حاضر ہوں، خیر تیرے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا دوزخ میں بھیجا جانے والا حصہ نکالو۔ آدم علیہ السلام عرض کریں گے دوزخ کا کتنا حصہ ہے، اللہ فرمائے گا ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے، اس وقت بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حاملہ عورت اسقاط حمل کر دے گی، تم لوگوں کو متوالا دیکھو گے حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہوگا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ ہزار میں سے ایک ہم میں سے کون ہوگا؟ فرمایا تم میں سے (ایک جنتی) ہوگا اور یاجوج و ماجوج میں سے ہزار کم ایک (دوزخی ہوں گے) پھر فرمایا، قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں اُمید رکھتا ہوں کہ تم جنت والوں کا چہارم حصہ ہو گے۔ ہم نے یہ سن کر تکبیر کہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اُمید ہے کہ تم اہل جنت کا ایک تہائی حصہ ہو گے، ہم نے یہ سن کر تکبیر کہی، فرمایا میں اُمید کرتا ہوں کہ تم لوگ اہل جنت کے آدھے ہوں گے، ہم نے اللہ اکبر کہا، فرمایا تم لوگ دوسرے لوگوں کی بنسبت اتنے ہو گے جیسے ایک کالا بال سفید بیل کی کھال پر یا جیسے ایک سفید بال کالے بیل کی کھال پر۔

حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ یہ دونوں آیتیں غزوہ بنی مصطلق کے دوران رات کے وقت نازل ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ندا کرا کے سب کو بلوایا اور یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ آیات کو سن

کرلوگ اتنا روئے کہ اس رات سے زیادہ رونے والے کبھی نہیں دیکھے گئے۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے گھوڑوں سے زینیں نہیں اُتاریں نہ ڈیرے لگائے نہ ہانڈیاں پکائیں، کچھ لوگ روتے رہے، کچھ غمگین پریشان سوچ میں بیٹھے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا دن ہوگا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانیں، فرمایا یہ وہ دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام سے فرمائے گا اپنی اولاد میں سے دوزخ کا حصہ بھیجو۔ حضرت آدم علیہ السلام عرض کریں گے، کیا سب میں سے، کتنا کتنا اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہر ہزار میں سے نوسوننانوے دوزخ کی طرف اور ایک جنت کی طرف۔

یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بہت شاق گزری، وہ رونے لگے اور عرض کیا، یارسول اللہ، پھر کون نجات پائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم خوش ہو جاؤ اور سیدھی چال رکھو، تمہارے ساتھ دو مخلوقیں اور بھی ہوں گی جو ہر قوم سے زائد ہوں گی۔ یعنی یاجوج وماجوج۔ پھر فرمایا، مجھے اُمید ہے کہ تم کل اہل جنت کا ایک تہائی حصہ ہوگے، یہ سن کر لوگوں نے اللہ اکبر کہا اور اللہ کی حمد کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اُمید ہے کہ تم کل اہل جنت میں آدھے ہوگے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ بات سن کر اللہ اکبر کہا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مجھے تو اب یہ اُمید ہے کہ تمہاری تعداد اہل جنت کی دو تہائی ہوگی۔ اہل جنت کی ایک سو بیس قطاریں ہوں گی۔ ان میں سے اسّی (۸۰) قطاریں میری اُمت کی ہوں گی۔ کافروں کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد اتنی ہوگی جیسے اونٹ کے پہلو پر تل یا گھوڑے کے پاؤں پر دوسرے رنگ کی لکیر یا (دھبہ) بلکہ جیسے سفید بیل کی پشت پر ایک سیاہ بال یا سیاہ بیل کی پشت پر ایک سفید بال۔ پھر فرمایا میری اُمت کے ستر ہزار آدمی بلاحساب جنت میں جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ستر ہزار فرمایا، ہاں اور ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار یہ سن کر عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کردے۔ فرمایا، تم ان مَیں سے ہو، اس کے بعد ایک انصاری کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ سے دُعا فرمایئے کہ اللہ مجھے بھی ان میں شامل کردے، فرمایا عکاشہ تم سے سبقت لے گئے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ③

ترجمہ اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں (یعنی ذات یا صفات میں) بے جانے بوجھے جھگڑا کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔

تفسیر ③ "ومن النّاس من یجادل فی اللّٰہ بغیر علم" اس آیت کا نزول نضر بن حارث کے حق میں ہوا ہے۔ نضر بڑا جھگڑالو شخص تھا، وہ کہتا تھا کہ ملائکہ خدا کی بیٹیاں ہیں۔ قرآن گزشتہ لوگوں کی لکھی ہوئی (داستان) ہے۔ یہ شخص حشر جسمانی کا منکر تھا اور یہ کہتا تھا جو چیز خاک ہوگئی اس کو زندہ کرنا ناممکن ہے۔ "ویتبع" اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلے میں بغیر دلیل کے وہ لڑتا تھا۔ "کل شیطان مرید" جو خیر سے خالی ہو اور شر میں ڈوبا ہوا ہو۔

كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ④ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ⑤

ترجمہ جس کی نسبت (خدا کے یہاں سے) یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ جو شخص اس سے تعلق رکھے گا یعنی اس کا اتباع کرے گا) تو اس کا کام ہی یہ ہے کہ وہ اس کو (راہ حق سے) بے راہ کر دے گا اور اس کو عذاب دوزخ کا راستہ دکھلا دے گا اے لوگو اگر تم (قیامت کے روز) دوبارہ زندہ ہونے سے شک (وانکار) میں ہو تو ہم نے (اول) تم کو مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے (جو غذا سے پیدا ہوتا ہے) پھر خون کے لوتھڑے سے پھر بوٹی سے کہ (بعضی) پوری ہوتی ہے اور (بعضی) ادھوری بھی تا کہ ہم تمہارے سامنے (اپنی قدرت) ظاہر کر دیں اور ہم (ماں کے) رحم میں جس (نطفہ) کو چاہتے ہیں ایک مدت معین (یعنی وقت وضع) تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر ہم تم کو بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں پھر تا کہ تم اپنی بھری جوانی (کی عمر) تک پہنچ جاؤ اور (بعضے) تم میں وہ بھی ہیں جو (جوانی سے پہلے ہی) مرجاتے ہیں اور بعضے تم میں وہ ہیں جو نکمی عمر (یعنی زیادہ بڑھاپے) تک پہنچا دیا جاتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے اور (آگے دوسرا استدلال ہے کہ) اے مخاطب تو زمین کو دیکھتا ہے کہ خشک (پڑی) ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم کی خوشنما نباتات اگاتی ہے۔

تفسیر ④ "کتب علیه" اللہ تعالیٰ نے شیطان کے متعلق یہ لکھ دیا ہے یعنی فیصلہ کر دیا ہے کہ جو شخص اس کے پیچھے چلے گا۔ "انه من تولاه" اور جو اس شیطان کی پیروی کرے گا۔ "فانه" وہ اسی میں سے ہوگا۔ "یضله" جو اس کی پیروی کرے گا شیطان ضرور اس کو بھٹکا دے گا۔ "ویھدیه الی عذاب السعیر" اپنی حجت تام کر لیتا ہے اور بعثت کا منکر بنا دیتا ہے۔

⑤ "یا یھا النّاس اِن کنتم فی ریب" اس میں کوئی شک نہیں۔ "من البعث فانا خلقنا کم" ہم نے تمہاری اصل کو یعنی آدم کو پیدا کیا جس سے تمہاری نسل جاری ہوئی ہے۔ "من تراب ثم من نطفة" آدم علیہ السلام کی اولاد کو نطفہ سے پیدا کیا اور وہ نطفہ منی کا تھا۔ اصل میں یہ ماء قلیل پر بولا جاتا ہے اس کی جمع نطاف آتی ہے۔ "ثم من علقة" اور وہ جما ہوا خون جو ایک لوتھڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس کی جمع علق ہے اور یہ اس وجہ سے کہ نطفہ پہلے خون بنتا ہے، پھر گوشت کا لوتھڑا۔ "ثم من مضغة" یہ گوشت کا چھوٹا سا ٹکڑا۔ "مخلقة و غیر مخلقه" ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کا قول ہے کہ مخلقہ کا معنی ہے مکمل

بناوٹ والا اور ناتمام ساخت والا اور مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد مصورہ اور غیر مصورۃ (جس کی صورت بنادی گئی یا وہ جس کی صورت ابھی نہیں بنائی گئی) بعض نے لکھا ہے کہ مخلقہ سے وہ بچہ مراد ہے جو اپنی پوری مدت حمل گزار کر اپنے وقت پر پیدا ہوتا ہے اور غیر مخلقہ سے مراد ہے وہ بچہ جو وقت سے پہلے ساقط ہو جاتا ہے۔

علقمہ سے روایت ہے وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کر رہے ہیں کہ رحم کے اندر جب نطفہ کا ٹھہراؤ ہو جاتا ہے تو ایک فرشتہ اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کرتا ہے، اے میرے رب! یہ مخلقہ ہے یا غیر مخلقہ، اگر اللہ فرماتا ہے غیر مخلقہ تو رحم اس کو خون کی شکل میں (باہر) پھینک دیتا ہے اور وہ نسمہ نہیں بن سکتا اور اگر اللہ مخلقہ فرماتا ہے تو فرشتہ عرض کرتا ہے، نر یا مادہ، بدبخت یا سعید ،اس کی مدت زندگی کتنی ہے، اس کا عمل کیسا ہے؟ اس کا رزق کیا ہے؟ حکم ہوتا ہے جا لوح محفوظ کو جا کر دیکھ تجھے سب کچھ اس میں مل جائے گا، فرشتہ جاتا ہے اور لوح محفوظ میں سب کچھ لکھا پاتا ہے اور اس کی نقل کر لیتا ہے اور وہ نقل اس کے پاس رہتی ہے حتیٰ کہ اس کے پاس وہ مدت میعاد آ جاتی ہے "لنبيّن لکم" ہم ان کو ظاہر کر دیتے ہیں اپنی قدرت کے مطابق اور اپنی حکمت کے مطابق کہ ہم نے ان کو کن کن ادوار سے گزارا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب ابتداء پیدا کرنے پر قدرت مند ہے تو دوبارہ جی اُٹھانے پر بھی ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ ہم تمہارے سامنے یہ کھول کر بیان کر دیں گے کہ تم کیا کرو گے اور کیا نہیں کرو گے اور تم اپنی عبدیت میں کن چیزوں کے ضرورت مند ہو۔

"**ونقرّ فی الارحام ما نشاء**" اس مدت میں نہ بچے کو باہر پھینکتے ہیں اور نہ ہی اسقاط حمل کرتے ہیں۔ "**الی اجل مسمّی**" ایک مدت تک ہم اس کو رحم میں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ جب تک کہ اس کی خلقت پوری نہ ہو جائے اور مدت تام نہ ہو جائے۔ "**ثم نخرجکم**" پھر تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالتے ہیں۔ "**طفلاً**" اس سے مراد بچہ ہے۔ اطفال نہیں فرمایا کیوں کہ عرب لوگ جمع کے صیغہ کو واحد کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ مصدر کے ساتھ تشبیہ دی۔

"**ثم لتبلغوا اشدکم**" جب تم اپنی عقلی اور جسمانی طاقت کے اس کمال کو پہنچ جاؤ جو اللہ کی طرف سے تمہارے لیے مقرر کر دیا گیا ہے۔ "**ومنکم من یتوفی**" بوڑھاپے سے پہلے۔ "**ومنکم من یرد الی ارذل العمر**" انتہائی پیری اور سن خرافت تک۔ "**لکیلا یعلم من بعد علم شیئاً**" اتنی عمر تک پہنچ جائے کہ جس عمر میں عقل متغیر ہو جائے اور اس کی سمجھ کمزور پڑ جائے۔ پھر دوسری دلیل بعث پر ذکر کی ہے۔ "**وتری الارض هامدة**" وہ خشک زمین تھی اس پر کوئی سبزہ نہ تھا۔ "**فاذا انزلنا علیها الماء**" پھر ہم نے اس پر بارش برسائی۔ "**اهتزت**" وہ سبزہ کی روئیدگی کے سبب ہلنے لگی۔ "**وربت**" اور وہ بڑھ گئی، اُبھر آئی، پھول گئی۔ ابو جعفر نے اس کو "**وابت**" پڑھا ہے ہمزہ کے ساتھ اور اسی طرح حم سجدہ میں پڑھا ہے۔ یعنی وہ بلند ہو گئی اور حرکت کرنے لگی۔ مبرد کا قول ہے کہ زمین کی طرف لہلہانے اور اُبھرنے کی نسبت بطور مجاز اً کی گئی ہے اس کو مؤنث ذکر کیا الارض کی وجہ سے۔

اور بعض نے کہا کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہوئی ہے۔ عبارت اصل میں یوں تھی "**ربت اهتزت**"...... "**وانبتت من کل زوج بهیج**" ہر صنف اور ہر قسم کے خوبصورت جوڑے جو دیکھنے میں بھلے لگتے ہیں۔ یہ دوسری دلیل ہے جو بعث بعد الموت پر دلالت کرتی ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑥ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ⑦ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ⑧ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ⑨ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ⑩ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑪

(ترجمہ) یہ سب اس سبب سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے اور وہی بے جانوں میں جان ڈالتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اور (نیز اس سبب سے ہوا کہ) قیامت آنے والی ہے اس میں ذرا شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ (قیامت میں) قبر والوں کو دوبارہ پیدا کر دے گا اور بعضے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدوں واقفیت (یعنی علم ضروری اور بدوں دلیل) یعنی علم استدلال عقلی) اور بدوں کسی روشن کتاب (یعنی علم استدلال نقلی) کے تکبر کرتے ہوئے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے (یعنی دین حق سے) بے راہ کر دیں ایسے شخص کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اس کو جلتی آگ کا عذاب چکھادیں گے (اور اس سے کہا جاوے گا کہ یہ تیرے ہاتھ کے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ ہے اور یہ بات ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ (اپنے) بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں (پس تم کو بلا جرم سزا نہیں دے گا) اور بعض آدمی اللہ کی عبادت (ایسے طور پر) کرتا ہے (جیسے کسی چیز کے) کنارے پر (کھڑا ہو) پھر اگر اس کو کوئی (دنیوی) نفع پہنچ گیا تو اس کی وجہ سے (ظاہری) قرار پالیا اور اگر اس پر کچھ آزمائش ہوگئی منہ اٹھا کر (کفر کی طرف) چل دیا (جس سے) دنیا و آخرت دونوں کو کھو بیٹھا یہی کھلا نقصان (کہلاتا) ہے۔

(تفسیر) ⑥ "ذلک بأن اللّٰہ ھو الحق" کہ جان لو کہ وہی حق ہے۔ "وانه یحیی الموتٰی وانه علٰی کل شیءٍ قدیر"

⑦ "وانّ الساعة آتیة لاریب فیھا وانّ اللّٰہ یبعث من فی القبور"

⑧ "ومن النّاس من یجادل فی اللّٰہ بغیر علم" اس سے مراد نضر بن حارث ہے۔ "ولا ھدی" وہ بیان جو معرفت الٰہیہ تک پہنچانے والا ہو۔ "ولا کتاب منیر"

⑨ "ثانی عطفه" روگردانی کرنا تکبر کی وجہ سے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس سے مراد ہے گردن پھیرنا۔ ابن جریج کا قول ہے حق سے پھر جانا تکبر کی وجہ سے۔ عطف ایک جانب کو کہتے ہیں۔ عطف الرجل کہا جاتا ہے جو شخص اپنی گردن دائیں یا بائیں موڑ دے۔ انسان اعراض کے وقت جس حصہ بدن کو موڑ لیتا ہے اور گھما لیتا ہے اس کو عطف کہتے ہیں۔ اس کی مثال "واذا تتلٰی علیه

آیاتنا ولی مستکبرًا" اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: "واذا قیل لهم تعالوا یستغفرلکم رسول اللّٰہ لووا رؤسهم"......"لیضل عن سبیل اللّٰہ" تاکہ وہ اللہ کے دین سے لوگوں کو گمراہ کرے۔ "له فی الدنیا خزیٌ" اس سے مراد عذاب ہے جو بدر کے دن قتل کردیئے گئے۔ اس دن نضر بن حارث، عقبہ بن ابی معیط بدر کے دن قتل کیے گئے۔ "ونذیقه یوم القیامة عذاب الحریق"

⑩ "ذلک بما قدمت یداک وأن اللّٰہ لیس بظلام للعبید" وہ گناہ کے بغیر سزا دے، یہ اس کی شان نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر تصرف کا اختیار ہے جس طرح چاہے کرے۔ اس کا سارے کا سارا فیصلہ عدل ہی ہے وہ ظالم نہیں۔

⑪ "ومن النّاس من یعبد اللّٰہ علی حرف" ان آیات کا نزول ان بدوی دیہاتیوں کے متعلق ہوا جو صحرا کو چھوڑ کر مدینے میں آکر مسلمان ہو جاتے اور وہیں رہ پڑتے تھے۔ اگر قیام مدینہ کے زمانے میں ان کی صحت درست رہتی، بیویوں کے لڑکے پیدا ہوتے اور گھوڑیوں کے خوبصورت بچھڑے ہوتے تو کہتے یہ اچھا مذہب ہے اور اس سے مجھے بڑا فائدہ ہوا اور اگر اس کے خلاف ہوتا، یعنی ان کی صحت بگڑ جاتی، عورتوں کے ہاں لڑکیاں پیدا ہوتیں تو کہتے کہ ہم اس مذہب میں داخل ہوئے ہم کو کوئی بھلائی حاصل نہیں ہوئی، یہ کہہ کر اسلام سے مرتد ہو جاتے اور اسلام سے منہ موڑ لیتے۔ یہی فتنہ ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی: "ومن النّاس من یعبد اللّٰہ علی حرف"

بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ حرف کا معنی کنارہ ہے۔ شک کرنے والا، منافق دونوں گروہوں کے کنارے پر ہوتا ہے۔ مؤمنوں کے گروہ کے کنارے پر اور کافروں کے گروہ کے کنارے پر۔ کبھی اِدھر مڑ جاتا ہے، کبھی اُدھر اور منافق بھی فوج کے آخری کنارے پر ہوتا ہے اگر فتح محسوس کرتا ہے تو ٹھہرا رہتا ہے اور اگر شکست محسوس کرتا ہے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

منافق میں ثابت قدمی نہیں ہوتی اور اگر ٹھہر بھی جائے تو پہاڑ کی ایک طرف ٹھہرنے کی طرح ٹھہرتا ہے کہ جو شخص پہاڑ کے نیچے کھڑا ہوتا ہے اور وہ پہاڑ اگر جامد نہ ہو تو پھر خطرہ ہوتا ہے کہ کسی جانب گر جائے تو یہ منافق بھی اسی طرح ہے، ڈرتا رہتا ہے کہ کب میرے اوپر پہاڑ گر جائے گا۔ اگر یہ اللہ کی عبادت کرتے اور تنگی کی حالت میں شکر کرتے اور مصیبت کے وقت صبر کرتے تو یہ ایک طرف (کنارے) نہ رہتے۔

حسن بصری کا قول ہے کہ منافق زبان سے عبادت کرتا ہے نہ کہ دل سے۔ "فان اصابه خیر" ان کو صحت و عافیت مل جائے اور معیشت زندگی آسان ہو جائے۔ "اطمأن به" وہ اس پر رضا مند رہتا ہے اور سکون میں رہتا ہے۔ "وان اصابته فتنة" اور اگر ان کے جسم میں کوئی آفت آجائے اور ان کو مالی تنگ دستی ہو جائے۔ "انقلب علی وجهه" تو وہ مرتد ہو جاتے ہیں جیسے کہ پہلے کفر پر تھے۔ "خسر الدنیا" یہ اس شک کا انجام ہے کہ دُنیا میں بھی خسارہ کہ اس نے جو اُمیدیں لگائی ہوئی تھیں وہ پوری نہ ہوئیں۔ "والاخرة" دین حق کو چھوڑنے کی وجہ سے آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا پڑے گا۔ یعقوب نے (خاسر) پڑھا ہے اور "والاخرة" کو مجرور پڑھا ہے۔ "ذلک هوا لخسران المبین" اور اس کا یہ کھلا ہوا نقصان ہے۔

يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ⑫ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۚ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ⑬

ترجمہ خدا (کی عبادت) کو چھوڑ کر ایسے کی عبادت کرنے لگا جو نہ اس کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور نہ اس کو نفع پہنچا سکتا ہے یہ انتہا درجہ کی گمراہی ہے وہ ایسے کی عبادت کر رہا ہے کہ اس (کی عبادت) کا ضرر بہ نسبت اس کے نفع کے زیادہ قریب الوقوع ہے ایسا کارساز بھی برا اور ایسا رفیق بھی برا۔

تفسیر ⑫ "یدعوا من دون اللہ مالا یضرہ" وہ ایسی چیز کی پوجا کرتا ہے کہ اگر اس کی پوجا نہ کرتے تو وہ چیز ان کو ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ "ومالا ینفعہ" اور اس کو پوجے تو وہ فائدہ نہیں دے سکتی۔ "ذلک ھو الضلال البعید" حق کا راستہ نہ ملنا، راہِ مستقیم سے دور ہو جانا۔

⑬ "یدعوا لمن ضرہ اقرب من نفعہ" یہ آیت مشکلات قرآن میں سے شمار کی جاتی ہے۔ اس میں چند سوالات ذکر کیے جاتے ہیں۔

سوال: پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یدعوا من دون اللہ مالا یضرہ ومالا ینفعہ" اور اس آیت میں ارشاد فرمایا "لمن ضرہ اقرب من نفعہ" ان دونوں آیات میں توفیق کیسے ممکن ہے؟

جواب: پہلی آیت میں "یدعوا من دون اللہ مالا یضرہ" اس آیت سے مراد ہے کہ ترک عبادت سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ یعنی اگر وہ بتوں کی عبادت نہیں بھی کرے گا تو وہ بت اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور دوسری آیت میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ اس کا ان بتوں کی عبادت کرنا زیادہ ضرر رساں ہے۔

سوال: یہاں کیسے فرمادیا کہ "لمن ضرہ اقرب من نفعہ" حالاں کہ بتوں سے بالکل ہی نفع حاصل نہیں کیا جا سکتا؟

جواب: یہ عرب کا محاورہ ہے کہ جو چیز بالکل موجود نہ ہو، اس کے بعد متعلق "بُعد" کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں شئی بعید ہے یعنی معدوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ذلک رجع بعید" یہ لوٹنا بعید ہے، یعنی ہو نہیں سکتا چونکہ بتوں سے فائدہ حاصل ہونا ممکن نہیں تھا، اس لیے "ضرّہ اقرب من نفعہ" فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ بت پرستی کا ضرر ضرور ہوگا۔

جواب: بعض حضرات نے کہا کہ کسی چیز کا ضرر اس کے نفع سے بڑھ کر ہے۔

"لمن ضرّہ أقرب من نفعہ" یہ لام کون سا ہے اس کے متعلق مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ صلہ ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ تم ایسے معبود کو پکارتے ہو جس کا نقصان نفع سے زیادہ ہے۔ یہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت ہے اور بعض نے کہا کہ "یدعوا" بمعنی یقول کے ہے۔ اس کی خبر محذوب ہے۔ "أی یقول لمن ضرّہ أقرب من نفعہ ھو اللہ"

بعض نے کہا کہ یہاں پر دوسرا "یدعوا" محذوف ہے۔ عبارت یوں ہوگی "یدعوا لمن ضرّہ اقرب من نفعہ"

یدعوا یہاں عبارت میں دوسرے یدعو کو محذوف قرار دیں، پہلے یدعو کی بناء پر

بعض نے کہا کہ "یدعوا من" یہ صلہ ہے۔ ان کا قول "ذلک هو الضلال البعید" گویا اس نے یوں کہا "هو الضلال البعید یدعوا" اس کے بعد جملہ کو دوبارہ ذکر کیا۔ اس صورت میں "من" محل رفع میں مبتداء ہے اور اس کی خبر "لبئس المولی" ہے۔ مولیٰ کا معنی مددگار ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد معبود ہے۔ "ولبئس العشیر" اس کا ساتھی اس کا رفیق یعنی بت۔ عرب کے ہاں زوج کو عشیر کہا جاتا ہے کہ وہ ہر وقت کا ساتھی اور رفیق معاشرت ہوتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ⑭ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ⑮ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍ ۢ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ⑯ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ⑰

ترجمہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل فرماویں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتا ہے کر گزرتا ہے جو شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخالفت کر کے) اس بات کا خیال رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ رسول کی دنیا اور آخرت میں مدد نہ کرے گا تو اس کو چاہیے کہ ایک رسی آسمان تک تان لے پھر (اس کے ذریعہ سے آسمان پر پہنچ کر اگر ہو سکے) اس وحی کو موقوف کرادے تو پھر (خوب) غور کرنا چاہیے آیا اس کی یہ تدبیر اس کی ناگواری کی چیز کو (یعنی وحی کو) موقوف کر سکتی ہے ہم نے اس قرآن کو اسی طرح اتارا ہے جس میں کھلی کھلی دلیلیں تعیین حق کی ہیں اور بات یہ (ہی) ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے (حق کی) ہدایت کرتا ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان اور یہود اور صابئین اور نصاریٰ اور مجوس اور مشرکین اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان میں قیامت کے روز (عملی) فیصلہ کر دے گا۔ (مسلمانوں کو جنت میں داخل کرے گا اور کافروں کو دوزخ میں) بیشک خدا تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔

تفسیر ⑭ "ان الله یدخل الذین آمنوا وعملوا الصالحات" (الآیہ)

⑮ "من کان یظن أن لن ینصره الله" جو یہ گمان کرتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اللہ نہیں کرے گا "فی الدنیا والاخرة فلیمدد بسبب" رسی تان لے۔ "الی السماء" اس سے مراد گھر کی چھت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چھت کے ساتھ ایک رسی باندھ کر اس کو اپنے گلے میں ڈال لو تا کہ مر جائے۔ "ثم لیقطع" پھر اسی رسی کو کاٹ دو۔ بعض نے کہا کہ پھر تو اس کو کاٹ دے۔ یعنی تم اس رسی کو لمبا چھوڑ دو تا کہ اس کے ذریعے سے رگیں کٹ جائیں یا دب جائیں اس سے وہ مر

جائے۔ "فلینظر هل یذهبن کیده" اس کی کاریگری اور اس کا حیلہ۔ "مایغیظ" ما بمعنی مصدر کے ہے۔ کیا اس کا غصہ اور مکر وفریب چلا جائے۔ اس کا معنی ہے کہ وہ غصے کے ساتھ اپنی گردن کو رسی سے باندھ لے تاکہ غصہ کی وجہ سے مر جائے۔ جیسا کہ حاسد کے لیے کہا جاتا ہے اگر تو اس بات پر راضی نہیں تو اپنا گلا گھونٹ کر مرجا۔

ابن زید کا قول ہے کہ آیت میں "السماء" سے مراد آسمان دُنیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص خیال کرتا ہو کہ اللہ اپنے نبی کی مدد نہیں کرے گا اس کو چاہیے کہ اس سلسلہ کو جڑ سے ہی کاٹ دے اور رسی تان کر آسمان دُنیا تک پہنچ جائے اور وہاں سے آنے والی خداوندی نصرت کو روک دے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آسمان دُنیا تک پہنچ کر وہاں سے وحی کا آنا بند کر دے۔ تو پھر وہ دیکھ لے کہ وہ اس کے ذریعے سے اپنے غصہ کو ٹھنڈا کر لے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ اس آیت کا نزول بنی اسد اور بنی غطفان کے حق میں ہوا۔ ان دونوں قبیلوں کا یہودیوں سے باہم امداد کا معاہدہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کہا ہمارے لیے مسلمان ہونا ممکن نہیں کیونکہ ہم کو اندیشہ ہے کہ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہیں کرے گا اور مسلمان ہونے کے بعد ہمارا یہودیوں سے معاہدہ ٹوٹ چکا ہوگا، وہ ہم کو غلہ دیں گے نہ ٹھہرنے کی جگہ، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مجاہد نے کہا کہ نصر کا معنی ہے رزق اور ھاء راجع ہے من کی طرف اس صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ اس کو دُنیا میں اور آخرت میں رزق عطا نہیں کرے گا اس کے برے گمان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کیوں کہ اس کو یہ خوف ہے کہ اس کو کوئی رزق نہیں دے گا اور تحقیق مدد آ پہنچی۔ اس سے مراد رزق ہے۔ جیسا کہ عرب کا قول ہے "من ینصرنی نصره الله" جو کچھ مجھے عطا کیا گیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا۔

ابو عبیدہ کا قول ہے کہ عربی زبان میں ارض منصورہ اس زمین کو کہتے ہیں جس پر بارش ہوگئی۔ ابو عمرو، نافع، ابن عامر اور یعقوب نے "ثم لیقطع" پڑھا ہے۔ پھر وہ فیصلہ کرے، لام کے کسرہ کے ساتھ اور دوسرے قراء نے جزم کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابن عامر نے "ولیوفوا ولیطوفوا" میں دونوں جگہ لام کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے جو حضرات کسرہ پڑھتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں "ثم لیقطع، ثم لیقضوا" میں فرق ہے کہ "ثم" دونوں کلاموں کے درمیان فاصلہ کرنے کے لیے لایا گیا ہے اور واؤ کے ساتھ کلمہ کا ذکر کرنا ایسا ہے گویا کہ وہ نفس کلمہ ہے، جیسے "فلینظر" میں فاء ہے۔

⑯ "وکذلک" جس طرح ہم نے وہ آیات نازل کیں جن سے امکان حشر، توحید صداقت اور دوسری آیات قرآنی مراد ہیں۔ "أنزلناه" اس سے مراد قرآن ہے۔ "آیات بینات وأن الله یهدی من یرید"

⑰ "انّ الذین آمنوا والذین هادوا والصابئین والنصاریٰ والمجوس والذین أشرکوا" شرک سے مراد بتوں کی پوجا کرنا ہے۔

"انّ اللّٰہ یفصل بینھم" ان کے درمیان ہم فیصلہ کرتے ہیں۔ "یوم القیامة انّ اللّٰہ علٰی کلِّ شیءٍ شھید"

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ (آیت سجدہ) ⑱ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ⑲

ترجمہ: اے مخاطب کیا تجھ کو (عقل سے یا مشاہدہ سے) یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ کے سامنے (اپنی اپنی حالت کے مناسب) عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے (تو) آدمی بھی اور بہت سے ایسے ہیں جن پر (بوجہ منقاد نہ ہونے کے) عذاب ثابت ہو گیا ہے اور (سچ یہ ہے کہ) جس کو خدا ذلیل کرے (اور اس کو توفیق ہدایت نہ ہو) اس کا کوئی عزت دینے والا نہیں (اور) اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے) جو چاہے کرے (جن کا اوپر آیتہ میں ذکر ہوا) دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے (دین کے) باہم اختلاف کیا سو جو لوگ کافر تھے ان کے (پہننے کے) لئے (قیامت میں) آگ کے کپڑے قطع کئے جاویں گے اور ان کے سر کے اوپر سے تیز گرم پانی چھوڑا جاوے گا۔

تفسیر ⑱ "اَلَمْ" کیا آپ نہیں جانتے۔ بعض نے کہا "اَلَم" ...... "تَرَ" تم اپنے دل کی آنکھوں سے "انّ اللّٰہ یسجد لہ من فی السمٰوات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب" مجاہد کا قول ہے ان کا سجدہ کرنا ان کے سایہ کا دوسری طرف مائل ہونا ہے۔ ابو العالیہ کا بیان ہے آسمان میں جو کچھ بھی ہے ستارے ہوں یا سورج یا چاند غروب شمس کے وقت یہ سب سجدے میں ہوتے ہیں۔ پھر وہ دوسرے دن اس وقت تک طلوع نہیں ہوتا۔ جب تک کہ اس کو اجازت نہ دی جائے۔ بعض حضرات نے کہا کہ سجود سے مراد طاعت وفرمانبرداری ہے۔ جماد میں سے کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرتی ہو۔ اللہ ہی کے لیے عاجزی اور تسبیح نہ کرتی ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کے متعلق خبر دی ہے۔ "قالتا أتینا طائعین" بعض نے پتھر کی وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا "وانّ منھا لما یھبط من خشیة اللّٰہ" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وان من شیءٍ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم" یہ اہل سنت کے موافق صحیح قول ہے۔

"وکثیر من النّاس" ان تمام اشیاء میں وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔ اسی طرح انسانوں میں سے بہت سے لوگ (یعنی مسلمان) اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ "وکثیر حق علیہ العذاب" اس سے مراد کفار ہیں۔ ان کے کفر اور ترک سجود کے باعث ان پر اللہ کا عذاب ثابت ہو چکا۔ "وکثیر حق علیہ العذاب" اس میں جملہ واؤ مستانفہ ہے۔ "ومن یھن اللّٰہ" جس کو اللہ ذلیل کر دے۔ "فمالہ من مکرم" اس کو کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ "انّ اللّٰہ یفعل ما یشاء" اللہ تعالیٰ جس کو چاہے

اپنی طرف سے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، نیک بختی اور بدبختی اس کے ارادہ اور مشیت سے ہے۔

⑲ ''هذان خصمان اختصموا في ربهم'' وہ جھگڑتے ہیں اپنے دین میں اور اس کے حکم میں۔ ''خصم'' اسم شبیہ ہے مصدر کا، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اختصموا'' لفظ جمع کے ساتھ۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: ''وهل أتاك نبأ الخصم اذ تسوروا المحراب''

هذان خصمان کی تفسیر

ان دونوں خصمین کے متعلق مفسرین رحمہم اللہ کے مختلف اقوال ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیت ''هذان خصمان اختصموا في ربهم'' کا نزول حضرت حمزہ، حضرت عبیدہ، حضرت علی رضی اللہ عنہم اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔ عتبہ بن ربیعہ کے متعلق ہوا۔ اوّل تینوں حضرات مؤمن تھے اور آخری تینوں اشخاص کافر تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت ہمارے متعلق اور بدر کے دن کافروں سے ہمارے مقابلے کے سلسلے میں نازل ہوئی۔ انہی سے دوسری روایت منقول ہے جو قیس بن عبادہ نے نقل کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، قیامت کے دن کافروں سے جھگڑا کرنے کے لیے سب سے پہلے میں ہی رحمت (الٰہی) کے سامنے دوزانوں بیٹھوں گا۔ قیس نے کہا کہ انہی لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی جن لوگوں نے بدر کے دن باہم مقابلہ کیا تھا۔ علی، حمزہ، عبیدہ، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ انہی کے سلسلہ میں اس آیت کا نزول ہوا۔

بدر کے روز حضرت علی حمزہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہم کا کافروں سے مقابلہ کرنا

محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ بدر کے دن عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نکل کر آئے اور صف تک پہنچ کر انہوں نے اپنے حریفوں کو میدان میں نکل کر آنے کی دعوت دی۔ ان کے مقابلے میں عبداللہ بن رواحہ اور تین انصاری جوان عوف، معاذ و معوذ نکل کر سامنے آئے۔ مؤخر الذکر تینوں جوان حارث کے بیٹے تھے۔ ان کی ماں کا نام عفراء تھا۔ فریق اوّل نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ فریق دوم نے کہا ہم انصاری ہیں اور نسب میں تمہارے ہم سفر اور شرفاء ہیں۔ فریق اوّل کی منادی نے پکارا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے مقابلے کے لیے ہمارے ہمسروں کو بھیجو جو ہماری قوم میں سے ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبیدہ بن حارث اُٹھو، حمزہ بن عبدالمطلب اُٹھو، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اُٹھو۔ حسب الحکم تینوں حضرات نکل کر میدان میں پہنچے۔ فریق اوّل نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ فریق دوم نے اپنے نام بتائے۔ فریق اوّل نے کہا ہاں تم ہم سر اور شرفاء ہو۔ عبیدہ سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھے۔ انہوں نے عتبہ کو للکارا اور حمزہ شیبہ کے مقابلہ پر نکلے اور

حضرت علی ولید بن عتبہ کے مقابلے میں پہنچے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مقابل کو تو دم ہی نہیں لینے دیا فوراً ہی شیبہ کو قتل کر دیا اور علی نے ولید کا کام تمام کر دیا۔ البتہ عبیدہ اور عتبہ کے درمیان چوٹیں رہیں۔ دونوں اپنی اپنی جگہ ڈٹے رہے، یہ دیکھ کر حمزہ اور علی اپنی تلواریں لے کر عتبہ پر ٹوٹ پڑے اور قتل کر دیا اور عبیدہ کو اُٹھا کر اپنے ساتھیوں کے پاس لے آئے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹانگ کٹ گئی تھی اور اس سے خون بہہ رہا تھا۔ جب یہ حضرات حضرت عبیدہ کو لے کر خدمت گرامی میں پہنچے تو عبیدہ نے کہا، کیا میں شہید نہیں ہوں گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں۔ عبیدہ نے کہا کہ اگر حضرت ابو طالب زندہ ہوتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ ان کے ان شعروں کا میں ہی زیادہ مستحق ہوں اور ان کے اشعار یہ تھے:

ونسلمه حتّى نصرع حوله ونذهل عن ابنائنا والحلائل

(ہم اس وقت تک ان کو تمہارے سپرد نہیں کر سکتے جب تک اپنے اہل وعیال کی طرف سے بے پرواہ ہو کر ان کے گرد ہماری لاشیں نہ پڑی ہوں۔)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور قتادہ نے کہا کہ یہ آیت مسلمانوں کے اور اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی۔ اہل کتاب نے کہا تھا ہم تمہارے مقابلے میں اللہ سے زیادہ قرب رکھتے ہیں۔ ہماری کتاب تمہاری کتاب سے اور ہمارا نبی تمہارے نبی سے مقدم ہے۔ مسلمانوں نے کہا ہم قرب الٰہی کے زیادہ مستحق ہیں۔ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تمہارے نبی پر اور اللہ کی نازل کی ہوئی ہر کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور تم ہمارے نبی کو بھی پہچانتے ہو اور ہماری کتاب کو بھی اور محض حسد کی وجہ سے انکار کرتے ہو۔ فریقین کا اللہ کے معاملہ میں یہی جھگڑا تھا۔

مجاہد اور عطاء بن رباح نے کہا کہ "**هذان خصمان**" سے تمام مسلمان مراد ہیں۔ بعض علماء نے کہا اس آیت "**انّ الذين امنوا والذين هادوا**" میں چھ مذاہب کا تذکرہ کیا گیا۔ ایک مذہب والوں کو جنتی اور پانچ مذاہب والوں کو دوزخی قرار دیا گیا ہے۔ عکرمہ کا قول ہے کہ باہم جھگڑا کرنے والی دو چیزیں جنت اور دوزخ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت اور دوزخ کا باہم جھگڑا ہوا۔ دوزخ نے کہا کہ میں اعلیٰ ہوں، مجھے تکبر کرنے والوں اور مغروروں کے لیے پسند کیا گیا ہے۔ جنت نے کہا میری کیا حالت ہے، میرے اندر تو سوائے کمزوروں، گرے پڑے لوگوں اور مسکینوں کے اور کوئی بھی داخل نہیں ہوگا، اللہ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے، میں اپنے جس بندے سے چاہوں گا تیرے ذریعہ سے رحم کروں گا اور دوزخ سے فرمایا تو میرا عذاب ہے تیرے ذریعہ سے میں جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا۔ تم دونوں میں سے ہر ایک کو ضرور بھرا جائے گا۔ دوزخ تو اس وقت تک نہیں بھرے گی، جب تک اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی ایڑھی مبارک نہ رکھ لیں۔ جب اللہ تعالیٰ اس کے اندر اپنا قدم مبارک رکھ دے گا تو دوزخ بھر جائے گی اور کہے گی بس بس اور وہ باہم سمٹ جائے گی۔ اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور جنت کے لیے اللہ دوسری مخلوق پیدا کر دے گا۔

"**فالذين كفروا قطعت لهم ثياب من نار**" سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا پگھلائے ہوئے تانبے کے کپڑے ہوں

گے، کوئی دھات بھی ایسی نہیں کہ تپانے کے بعد اس لباس سے زیادہ گرم ہو چونکہ لباس کی طرح پگھلا ہوا تانبا کافروں کے جسم کو محیط ہوگا، اس لیے اس کو لباس قرار دیا۔

بعض علماء نے کہا کہ دوزخیوں کو آگ کے ٹکڑے پہنائے جائیں گے۔ "یصب من فوق رؤسهم الحمیم" حمیم سے مراد گرم پانی ہے جو اپنی حرارت میں آخری درجہ تک پہنچ جائے۔

یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ⑳ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ ㉑ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْهَا وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ㉒ اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ㉓ وَهُدُوْٓا اِلَی الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوْٓا اِلٰی صِرَاطِ الْحَمِیْدِ ㉔

ترجمہ: (اور) اس سے ان کے پیٹ میں کی چیزیں (یعنی انتڑیاں) اوران کی کھالیں سب گل جاویں گی اوران کے (مارنے کے) لئے لوہے کے گرز ہوں گے وہ لوگ جب (دوزخ میں) گھٹے گھٹے (گھبرا جائیں گے) اوراس سے باہر نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جاویں گے اور (ان کو) کہا جاوے گا کہ جلنے کا عذاب (ہمیشہ کے لئے) چکھتے رہو (اور) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کہ ایمان لائے اورانہوں نے نیک کام کئے (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور) ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جاویں گے اور پوشاک ان کی وہاں ریشم کی ہوگی اور (یہ سب انعام ان کے لئے اس لئے ہے کہ دنیا میں) ان کو کلمہ طیب (کے اعتقاد) کی ہدایت ہوگئی تھی اوران کو اس (خدا) کے راستہ کی ہدایت ہوگئی تھی جو لائق حمد ہے (وہ راستہ اسلام ہے)

تفسیر ⑳ "یصهر به" وہ گرم پانی کی وجہ سے پگھل جائے گا۔ "مافی بطونهم" جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے ان سب کو جلا دے گی، انتڑیاں اور چربی۔ جب ان پر گرم پانی ڈالا جائے گا تو بیرونی جسم کے ساتھ ساتھ اندرونی جسم بھی پگھل جائے گا۔ "والجلود" اس کی گرمی کی وجہ سے ان کی جلد گر جائے گی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، گرم پانی ان کے سروں کے اوپر ڈالا جائے گا اور بہہ کر پیٹ کے اندر داخل ہو کر دونوں قدموں کے درمیان سے نکل جائے گا، صہر کا یہی معنی ہے کہ بار بار ایسا ہی کیا جائے گا۔

"ولهم مقامع من حدید" لوہے کے گرز ہوں گے اس کی واحد "مقمعة" ہے۔ لیث کا قول ہے کہ یہ لوہے کے گرز کے مشابہ ہے۔ یہ "قمعت رأسه" کے محاورے سے ماخوذ ہے۔ قمعت میں نے سخت ضرب رسید کی۔ اگر اس گرز کو زمین پر گاڑھ دیا جائے، پھر جن وانس جمع ہو جائیں تو اس کو زمین سے نکال نہ سکیں۔

㉑ "کلما ارادوا أن یخرجوا منها من غم" جب بھی وہ آگ سے نکلنے کی کوشش کریں گے تو دوبارہ اسی غم وتکلیف

میں لوٹا دیئے جائیں گے۔ "اعیدوا فیھا" ان کو گرزوں کے ذریعے واپس لوٹایا جائے گا۔ تفسیر میں ہے کہ جہنم میں گروہ در گروہ داخل ہوں گے، وہ آگ ان کو اوپر سے ڈھانپ دے گی، وہ اس سے نکلنے کی کوشش کریں گے، ان کو لوہے کے گرزوں کے ساتھ مارا جائے گا تو وہ ستر سال زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔ "وذوقوا عذاب الحریق" ان کو فرشتے کہیں گے کہ اب چکھو مزہ آگ کا کہ تم جلتے رہو دردناک عذاب اور دردناک تکلیف کے ساتھ۔ زجاج نے کہا یہاں تک ایک فریق کا ذکر تھا، دوسرے فریق کا تذکرہ اگلی حدیث کے ذیل میں آرہا ہے۔

㉓ "ان اللہ یدخل الذین امنوا وعملوا الصالحات جنات تجری من تحتھا الانھار یحلّون فیھا من اساور من ذھب" اساور سوار کی جمع ہے۔ "ولؤلؤاً" قراء اہل مدینہ اور عاصم نے "لؤلؤاً" منصوب کے ساتھ پڑھا ہے اور سورۃ الملائکہ میں بھی اس کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعقوب نے اس جگہ معنیٰ موافقت کی ہے اور مصاحف میں الف کے ساتھ لکھا ہے اور دوسرے قراء نے اس کو جر کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں اس کا عطف "من ذھب" پر ہوگا اور پورے قرآن میں ہمزہ اولیٰ کو چھوڑ دیا پورے قرآن میں، ابوبکر و ابوجعفر نے ان کی موافقت کی ہے۔ باقی رہی بات الف کو باقی رکھا جائے گا یا نہیں؟ اس بارے میں بعض حضرات نے کہا کہ اس کے الف کو باقی رکھا جائے گا۔ جیسا کہ قالوا اور کانوا میں الف کو باقی رکھا جاتا ہے۔ کسائی کا قول ہے کہ ہمزہ کو ثابت رکھا جائے گا جیسا کہ ہمزہ کو ثابت رکھا جاتا ہے۔ "ولباسھم فیھا حریر" کہ جنت میں لوگ ریشم کا لباس پہنیں گے، وہ لباس دُنیا میں ان پر حرام کر دیا گیا تھا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص دُنیا میں ریشم کا لباس پہنے گا اس کو آخرت میں ریشم نہیں ملے گا اور اگر وہ جنت میں پہنچ بھی جائے تب بھی اس کو ریشمی لباس نہیں ملے گا۔

㉔ "وھدوا الی الطیب من القول" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا طیب قول سے مراد یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر والحمدللہ کی شہادت۔ ابن زید کا قول ہے کہ اس سے مراد لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر والحمدللہ و سبحان اللہ۔ سدی کا قول ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے اور بعض نے کہا کہ اہل جنت کا قول الحمدللہ ہے کہ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ "وھدوا الی صراط الحمید" اس سے مراد اللہ کا دین اسلام ہے۔ حمید سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں، محمود سے مراد اچھے افعال ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِىْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ㉕ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِىْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ㉖ وَاَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ㉗ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِىْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا

رَزَقَهُم مِّنۢ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ﴿٢٨﴾

ترجمہ: بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور (مسلمانوں کو) اللہ کے راستہ سے اور مسجد حرام (یعنی حرم) سے روکتے ہیں جس کو ہم نے تمام آدمیوں کے واسطے مقرر کیا ہے کہ اس میں سب برابر ہیں اس میں رہنے والا بھی اور باہر سے آنے والا بھی یہ (روکنے والے) لوگ معذب ہوں گے اور جو شخص اس میں (یعنی حرم میں) کوئی خلاف دین کام قصداً ظلم (یعنی شرک وکفر) کے ساتھ کرے گا تو ہم عذاب دردناک کا مزہ چکھائیں گے اور جبکہ ہم نے ابراہیمؑ کو خانہ کعبہ کی جگہ بتلا دی اور حکم دیا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرنا (یہ ان کے مابعد والوں کو سنانا ہے) اور میرے (اس) گھر کو طواف کرنے والوں کے اور (نماز میں) قیام ورکوع وسجدہ کرنے والوں کے واسطے پاک رکھنا اور (ابراہیمؑ سے یہ بھی کہا گیا کہ) لوگوں میں حج (کے فرض ہونے) کا اعلان کر دو لوگ تمہارے پاس (حج کو) چلے آویں گے پیادہ بھی اور دبلی اونٹنیوں پر بھی جو کہ دور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی تا کہ اپنے (دینیہ اور دنیویہ) فوائد کے لئے آموجود ہوں اور (اس لئے آویں گے) تا کہ ایام مقررہ (یعنی ایام قربانی) میں ان مخصوص چوپاؤں پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں (یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہیں) جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطاء کئے ہیں سو ان (قربانی کے) جانوروں میں سے تم (کو) بھی (اجازت مع الاستحباب ہے کہ) کھایا کرو اور (مستحب ہے کہ) مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلایا کرو۔

تفسیر ㉕ "انّ الذین کفروا ویصدون عن سبیل اللّٰہ" مستقبل کا عطف ماضی پر ہے کیوں کہ یہاں لفظ مستقبل سے ماضی مراد ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا "الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللّٰہ" بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے "انّ الذین کفروا" سے جو ماقبل میں گزر چکے ہیں "ویصدون عن سبیل اللّٰہ" سے حال مراد ہے۔ یعنی وہ روکنے والے ہیں۔ "والمسجد الحرام" اور وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں۔ "الذی جعلناہ للنّاس" ان کے لیے قبلہ بنایا تا کہ اس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھیں اور حج کرنے کی جگہ بنائی۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے "وضع للنّاس"...... "سواءً" حفص نے عاصم ویعقوب کے حوالے سے منصوب پڑھا ہے۔ "سواءً" اس صورت میں یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوگا۔ "العاکف فیه والباد" دوسرے قراء نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں یہ مبتداء ہوگا اور اس کے مابعد والا جملہ خبر کہلائے گا۔ "للنّاس" تک یہ کلام تام ہو جائے گا۔ عاکف سے مراد مقیمین ہیں۔

العاکف فیه والباد کی تشریح

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ شہری اور دیہاتی دونوں برابر ہیں۔ خانہ کعبہ کی تعظیم اور حرمت میں اور حج کے مناسک ادا کرنے میں اور اسی طرف مجاہد، حسن اور ایک جماعت گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مسجد حرام ہے اور تسویہ سے مراد کعبہ کی تعظیم اور مسجد حرام میں نماز کی فضیلت افضل ہے اور بیت حرام میں طواف کرنا۔ اس اعتبار سے یہ افضل

ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد پوری مسجد حرام ہے۔ تسوی کا معنی یہ ہے کہ مقیم اور بدوی اس میں برابر ہیں، کسی کو کسی پر فوقیت حاصل نہیں، جو شخص بھی حرم کے اندر کسی جگہ پہلے ٹھہر جائے اس کو پیچھے آنے والا نکال نہیں سکتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، قتادہ اور ابن زید رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔

ان حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ مقیم ہو یا مسافر حرم کے اندر مکانوں اور فرودگاہوں پر سب کا حق برابر ہے۔ عبدالرحمٰن بن سابط کا قول ہے کہ حاجی جب مکہ میں آتے ہیں تو مکہ کے باشندوں کو بھی اپنے مکانوں پر ترجیحی حقوق باقی نہیں رہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ موسم حج میں لوگوں کو اپنے گھروں کے دروازے بند رکھنے سے منع فرماتے تھے۔ اسی قول کی بناء پر کہ مکہ کے گھروں کو فروخت کرنا اور ان کو اجارہ پر دینا جائز نہیں۔ یہی قول اوّل ہے اور یہی صواب کے زیادہ لائق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا جو ابوسفیان کے مکان میں چلا گیا۔ اس کے لیے امان ہے، آیت اور حدیث دونوں میں مکان کی اضافت مکان والوں کی طرف کی گئی جو ملکیت پر دلالت کرتی ہے۔ پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ اگر مکانوں کے مالک مہاجرین نہ ہوتے تو ان کو مظلوم قرار نہ دیا جاتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک گھر بطور جیل خانہ کے لیے خریدا چار ہزار دینار کے عوض۔ یہ بات جواز بیع پر دلالت کرتی ہے۔

یہ قول طاؤس، عمرو بن دینار اور امام شافعی رحمہم اللہ کا ہے۔ "ومن یرد فیه بالحاد بظلم" فیہ کی ضمیر مسجد حرام کی طرف راجع ہے خواہ اس سے کعبہ مراد ہو یا عام حرم۔ بالحاد میں باء زائد ہے۔ مبرد نے اس بات کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ جو شخص حرم میں الحاد کا ارادہ کرے گا ظلم کے ساتھ۔

الحاد کی تفسیر

الحاد کے بارے میں آئمہ مفسرین رحمہم اللہ کے مختلف اقوال ہیں۔ مجاہد اور قتادہ رحمہما اللہ کے نزدیک اس جگہ شرک اور غیر اللہ کی پرستش مراد ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ تمام ممنوعات کا ارتکاب مراد ہے خواہ قولی ہو یا فعلی، یہاں تک کہ خادم کو گالی دینا بھی اس میں داخل ہے۔ عطاء کا قول ہے کہ بغیر احرام کے حرم میں داخل ہونا۔

اور حرم کے اندر خلاف حرمت حرم کوئی کام کرنا، شکار کرنا، درخت کاٹنا مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حرم میں الحاد یہ ہے کہ جو شخص تم کو قتل نہ کر رہا ہو تم اس کو قتل کردو اور جو شخص تم پر ظلم نہ کر رہا ہو تم اس پر ظلم کرو، یہ قول ضحاک کا بھی ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ مکہ کے اندر گناہ کا درجہ بھی (باہر کے گناہ کے مقابلے میں) چند گنا ہو جاتا ہے جیسے حرم کے اندر نیکیوں کا درجہ چند گنا ہوتا ہے۔

حبیب بن ابی ثابت کا بیان ہے کہ حرم میں طعام کا ذخیرہ کرنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق " من یرد فیه بالحاد بظلم نذقه من عذاب الیم" کہ جس شخص نے صرف گناہ کا ارادہ کیا اور ارتکاب نہیں کیا تو

اس کے اعمال نامے میں گناہ نہیں لکھا جائے گا لیکن اگر کسی شخص کو مکہ میں قتل کرنے کا ارادہ کسی نے کیا اور جس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے وہ عدن میں ہے یا کسی اور شہر میں ہے تو ایسا ارادہ کرنے والے کو عذاب الیم کا مزہ چکھائے گا۔ سدی کا قول ہے اللہ تعالیٰ اس کو عذاب الیم کا مزہ چکھائے گا مگر یہ کہ وہ توبہ کرلے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دو خیمے تھے۔ ایک حل میں لگا ہوا تھا، دوسرا حرم کے اندر جب گھر والوں کو آپ کچھ سخت سست کہنا چاہتے تھے تو حل والے خیمہ میں جا کر کہتے تھے، لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا ہم اپنی گفتگو میں کہا کرتے تھے کہ حرم کے اندر "کلا واللہ" اور "بلی واللہ" کہنا بھی الحاد ہے۔

㉖ "واذ بوأنا لابراھیم مکان البیت" ہم نے ان کے لیے اس کو وطن کی جگہ بنایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ کیا، ہم نے بنایا اور بعض نے کہا کہ ہم نے ان کے لیے جگہ مقرر کردی۔ زجاج کے نزدیک اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ معین کردی۔

مقاتل بن حیان کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے ہم نے اس کو بلند کیا، اوپر اُٹھالیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے زمانے میں کعبہ کو آسمان کی طرف اُٹھالیا گیا تھا۔ پھر جب اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تعمیر کعبہ کا حکم دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام حیران ہوئے اور آپ کو پتہ بھی نہ چلا کہ کعبہ کا مقام کہاں ہے اور کہاں بناؤں۔ بحکم خدا ایک تند آندھی آئی جس کی وجہ سے کعبہ کے خطوط اساسی پر پڑی ہوئی ریت اور مٹی ہٹ گئی اور آپ کو کعبہ کی بنیادیں معلوم ہوگئیں۔

کلبی کا بیان ہے کہ اللہ نے مسافت کعبہ کے بقدر ایک ہوا بھیجی جو کعبہ کے مقام پر آکر کھڑی ہوئی۔ اس کے اندر سر تھا جو کہہ رہا تھا ابراہیم علیہ السلام میری قد کے برابر عمارت بناؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی مقدار کے بموجب تعمیر کی۔ "أن لاتشرک بی شیئًا" ہم نے ابراہیم علیہ السلام سے عہد لیا اور ہم نے اس کو کہا کہ وہ ہماری عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرے گا۔ "وطھربیتی للطائفین" جو لوگ اس گھر کا طواف کرتے ہیں۔ "والقائمین" اور جو اس میں مقیم ہیں۔ "والرکع السجود" اور جو اس میں نماز پڑھتے ہیں۔

㉗ "وأذن فی النّاس" اور لوگوں میں اس کا اعلان کردو۔ "بالحج" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی، اے اللہ! میری آواز کو پوری دُنیا تک کون پہنچائے گا؟ حکم ہوا آپ کے اوپر اعلان کرنا ہے، پہنچانا ہمارا کام ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مقام ابراہیم پر کھڑے ہوئے، فوراً وہ مقام اُٹھ کر بلند ترین مقام کے برابر ہوگیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دونوں انگلیاں دونوں کانوں میں رکھ کر چہرے کو دائیں، بائیں اور مشرق کی طرف گھماتے ہوئے کہا لوگو! تمہارے رب نے ایک مکان بنایا ہے اور تم پر اس کا حج کرنا فرض قرار دیا ہے۔ اپنے رب کی دعوت کو قبول کرو۔ سب نے باپوں کی پشت اور ماؤں کے پیٹوں کے اندر سے "لبیک اللّھم لبیک" کہا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے سب سے پہلے "لبیک" کہنے والے اہل یمن تھے۔ اسی لیے یمنی لوگ سب سے زیادہ حج کرتے ہیں۔ یہ بھی روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم نے کوہ ابا قبیس پر چڑھ کر ندا دی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اس آیت میں "النّاس" سے مراد اہل قبلہ ہیں۔ حسن کا قول ہے کہ "اذن فی النّاس بالحج" علیحدہ کلام ہے۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ حجۃ الوداع میں لوگوں کو حج کے لیے بلائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے، حج کرو۔ "یأتوک رجالاً" وہ پیدل چل کر حج کرنے آئیں گے، رجالاً جمع ہے راجل کی۔ جیسے قائم قیام اور صائم صیام ہے۔ "وعلی کل ضامر" ضمر دبلا لاغر اونٹ جو کثرت سفر کی وجہ سے دُبلا ہو گیا ہو، اس سے مراد شاق سفر۔ "یأتین من کل فج عمیق" وہ دور راستہ سے آئیں گے یا تین جمع کا صیغہ اس وجہ سے ذکر کیا کیونکہ حج کے سفر کے لیے آنے والے اکثر لوگ اونٹ پر ہی آئیں گے۔

28 "لیشهدوا" تا کہ ان کو حاضر کردے۔ "منافع لهم" سعید بن مسیّب کا قول ہے کہ منافع سے اس جگہ مراد ہے عفو و مغفرت۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے نزدیک منافع سے مراد تجارت ہے، یہی ایک روایت ابن زید عن ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے اور کہا ہے کہ اس سے مراد بازار ہیں۔ مجاہد نے کہا کہ تجارت بھی مراد ہے اور وہ تمام دُنیاوی اور اخروی امور مراد ہیں جن کو اللہ پسند فرماتا ہے۔

"ویذکروا اسم اللّٰه فی ایام معلومات" اس سے مراد عشرہ ذی الحجہ ہے۔ اکثر مفسرین کا قول بھی یہی ہے اور معلومات کہنے سے ان دنوں کی گنتی جاننے کی ترغیب دینا مقصود ہے کیوں کہ اس عشرے کے خاتمے پر حج کا وقت آتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول آیا ہے کہ ان ایام سے مراد ہے قربانی کا دن اور تین روز اس کے بعد کے۔

عطاء سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت منقول ہے کہ ایام معلومات سے مراد ہے عرفہ کا دن قربانی کا دن اور ایام تشریق۔ مقاتل نے ایام معلومات کو صرف ایام تشریق کہا ہے۔ "علی مارزقهم من بهيمة الانعام" اس سے مراد قربانی کے جانور جو کعبہ کی طرف بھیجے جاتے ہیں۔ خواہ قربانی واجب ہو یا مستحب، آیت میں کوئی قید نہیں۔ ہدایہ اور قربانی "نعم" سے کی جائے گی۔ نعم سے مراد اونٹ بقر، غنم ہے۔ زجاج نے اسی قول کو اختیار کیا ہے کہ ایام معلومات سے مراد یوم النحر ایام تشریق ہے۔ "بهيمة الانعام" کا ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اگر ان جانوروں کو نحر کیا جائے تو ان ایام میں جائز ہے۔ "فكلوا منها" یہ حکم اباحت کے لیے ہے واجب نہیں۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی قربانی کا گوشت کھانے کو جائز نہیں سمجھتے تھے اس بات میں علماء کا اتفاق ہے کہ ہدی اگر نفلی ہو تو پھر حاجی کے لیے اس سے کھانا جائز ہے اور اسی طرح نفلی اضحیہ سے کھانا بھی جائز ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث جو حجۃ الوداع کے بیان میں اس کی شاہد ہے۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے کچھ اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے قربانی کے لیے لے کر آئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹ قربانی کیلئے پیش کیے۔ ان میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ اونٹ ذبح کیے۔ پھر حسب الحکم باقی اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذبح کیے، ذبح کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شریک کر لیا تھا۔ پھر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہر اونٹ کے گوشت کا ایک ایک ٹکڑا لے کر ہانڈی میں ڈال کر پکایا جائے، حکم کی تعمیل کی گئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ گوشت کھایا اور شوربہ پیا۔

واجب ہدی حاجی کیلئے کھانا جائز ہے کہ نہیں

واجب ہدی کے متعلق شریعت میں اختلاف ہے، کیا اس سے مہدی کھا سکتا ہے یا نہیں؟ جیسے دم تمتع، دم قران اور دم واجب اور حج کے فساد ہونے سے جو دم واجب ہوتا ہے اس کے کھانے سے اور شکار کرنے کی صورت میں جو جزاء واجب ہوتی ہے اس سے کھانا جائز ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان دموں (قربانیوں) میں سے کھانا جائز نہیں اور اسی طرح جو کسی نے اپنے اوپر خود واجب کی ہوں، ان کو کھانا جائز نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ شکار کی جزاء اور نذر کے ذبیحہ کا گوشت نہیں کھا سکتا اور اس کے علاوہ کا گوشت کھا سکتا ہے۔

امام احمد و اسحاق اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ وہ تمتع کی ہدی سے کھا سکتا ہے اور ہر اس قربانی سے کھا سکتا ہے جو اس پر واجب ہوئی ہے لیکن وہ قربانی جو اس کے جرم کے باعث لازم ہوئی یا شکار کے بدلے میں لازم ہوئی یا نذر کے بدلے میں لازم ہوئی اس سے نہیں کھا سکتا۔ اور عام اصحاب الرأی کا قول ہے کہ وہ دم تمتع اور قران کی قربانی سے کھا سکتا ہے اور اس کے ماسواء قربانی سے نہیں کھا سکتا۔ "واطعموا البائس الفقیر" جو سخت محتاجی والا ہو جس کے پاس کوئی چیز نہیں اور البائس اس کو کہتے ہیں جس کو سخت احتیاجیت نے گھیر لیا ہو۔ البؤس شدت فقر کو ہی کہتے ہیں۔

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾

(ترجمہ) پھر لوگوں کو چاہیے کہ اپنا میل کچیل دور کر دیں اور اپنے واجبات کو پورا کریں اور (ان ہی ایام معلومات میں) اس مامون گھر (یعنی خانہ کعبہ) کا طواف کریں یہ بات تو ہو چکی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے محترم احکام کی وقعت کرے گا سو یہ (وقعت کرنا) اس کے حق میں اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے اور ان مخصوص چوپاؤں کو باستثناء ان (بعض بعض) کے جو تم کو پڑھ کر سنا دیئے گئے ہیں تمہارے لئے حلال کر دیا ہے تو تم لوگ گندگی سے یعنی بتوں سے (بالکل) کنارہ کش رہو اور جھوٹی بات سے کنارہ کش رہو۔

تفثھم کی تفسیر

(تفسیر) ﴿۲۹﴾ "ثم لیقضوا تفثھم" تفث میل کچیل کو کہتے ہیں اور قذارہ کہتے ہیں کہ بالوں اور ناخنوں کا لمبا ہونا اور

پراگندہ ہونا۔ عرب کا قول ہے کہ جس چیز کو انسان ناپسند سمجھتا ہو، اس کیلئے یہ لفظ بولتے ہیں یعنی جس سے انسان نفرت کرے اور حاجی بھی پراگندہ بال اور غبار آلود ہوتے ہیں جو اپنے بالوں کو نہ کاٹے اور اپنے ناخنوں کو نہ کاٹے۔ قضاء تفث کہتے ہیں ان تمام اشیاء سے نکلنا ہے تا کہ اپنی میل کچیل کو دور کریں۔ مراد یہاں احرام سے نکلنا ہے، مونچھوں کا کاٹنا اور بغلوں کے بالوں کا لینا اور اپنے ناخنوں کا کاٹنا اور کپڑے پہننا ہے۔ ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ اس سے مراد حج کے مناسک کو پورا کرنا ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا "تفث" سے مراد ہیں مناسک حج لبیں کترنا، زیر ناف اور بغلوں کو صاف کرنا، ناخن تراشنا۔

اور بعض نے کہا کہ 'تفث' اس جگہ رمی جمار ہے۔ زجاج کا قول ہے کہ تفث کا لفظ ہم کو قرآن ہی سے معلوم ہوا۔ یعنی یہ لفظ کلام عرب میں زیادہ مستعمل نہیں۔ **"ولیوفوا نذورھم"** مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اس سے مراد حج اور ہدی اور وہ چیز جو انسان دوران حج کسی چیز کی نذر مانتا ہے تا کہ وہ اس کو پورا کرے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد جو اس نے نذر مانی ہے اس کو پورا کرے۔ بعض نے کہا کہ اس نذر سے خروج ہے خواہ وہ اس نے مانی ہو یا نہ مانی ہو۔ عرب کے نزدیک ہر واجب کو پورا کرنے سے نکلنے کو کہتے ہیں کہ اس نے اپنی نذر کو پورا کیا۔ عاصم نے ابوبکر کی روایت میں یہ پڑھا ہے **"ولیوفوا"** واؤ کے نصب اور فاء کی تشدید کے ساتھ **"ولیطوفوا بالبیت العتیق"** اس سے مراد طواف واجب ہے اور وہ طواف افاضۃ ہے جو یوم النحر کو رمی اور حلق کے بعد کیا جاتا ہے۔

طواف کی اقسام

طواف کی تین اقسام ہیں: اول طواف قدوم، یہ وہ طواف ہے جب آفاقی مکہ آئے تو اس وقت جو طواف کرتا ہے پہلے تین چکروں میں رمل کرتا ہے اور چار چکروں میں چلتا ہے، یہ طواف سنت ہے اس کو ترک کرنے سے کچھ واجب نہیں ہوتا۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا جس کی تفصیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ بتائی کہ مکہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے وضو کر کے طواف کیا، اس کے بعد کوئی عمرہ نہ تھا، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور سب سے پہلے کعبہ کا طواف کیا، اب بھی عمرہ نہ تھا اس کے بعد، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مکہ میں) آ کر سب سے اوّل جو حج یا عمرہ کا طواف کیا اس میں پہلے تین چکر لپک کر (تیزی کے ساتھ) کیے اور چار چکر معمولی چال سے، پھر دو سجدے کیے، پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔

الثانی: یہ طواف افاضۃ ہے۔ یوم النحر رمی اور حلق کے بعد کیا جاتا ہے یہ طواف افاضہ ہے اسی طواف کے بعد احرام سے نکل کر انسان حلال ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صفیہ کو مکہ سے روانگی کے دن حیض آنا شروع ہو گیا تو کہنے لگی کہ مجھے روک دیا گیا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انہوں نے قربانی کے دن طواف (زیارت) کر لیا؟ عرض کیا گیا جی ہاں، فرمایا تو روانہ ہو۔

ثالث: یہ طواف وداع ہے اس میں کوئی رُخصت نہیں جو شخص مکہ سے جانے کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیے کہ سات چکر لگائے اور جو شخص اس طواف کو چھوڑ دے، اس پر دم واجب ہو جاتا ہے مگر وہ عورت جس کو حیض آ جائے تو اس کے لیے طواف وداع ترک کرنا جائز ہے۔ حضرت طاؤس سے روایت ہے کہ لوگوں کو حکم دیا کہ لوگوں کا اپنا آخری کام بیت اللہ کا طواف ہونا چاہیے مگر حائضہ عورت کو رُخصت دی ہے۔ پہلے تین چکروں میں رمل یہ طواف قدوم کے ساتھ خاص ہے اور طواف افاضہ اور طواف وداع میں ضروری نہیں۔

عتیق کے معنی میں مفسرین کے اقوال

"بالبیت العتیق" عتیق کے معنی میں مفسرین رحمہم اللہ کے مختلف اقوال ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت زبیر، مجاہد اور قتادہ کے حوالے سے مذکور ہے۔

① اس کو عتیق کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہر جابر اور بادشاہ ظالم کے قبضہ سے اللہ نے اس گھر کو ہمیشہ آزاد رکھا ہے، کوئی جابر حاکم کبھی اس پر قبضہ نہ کر سکا، نہ کر سکے گا، اس لیے اس کو عتیق کہا جاتا ہے۔

② سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ اس کو عتیق کہا گیا کیونکہ اس کا کوئی مالک نہیں ہوگا۔

③ حسن اور ابن زید کا قول ہے کہ عتیق اس وجہ سے کہا گیا کہ یہ قدیم گھر تھا اور سب سے پہلے بنایا گیا ہے جیسے کہا جاتا ہے دینار عتیق یعنی وہ پرانا دینار ہے۔

④ اور بعض نے کہا کہ اس کو عتیق کہا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو طوفان نوح سے غرق ہونے سے بچایا۔

"ذلک" جو ہم نے اعمال حج کے بارے میں ذکر کیا۔ "**ومن یعظم حرمات اللّٰہ**" اللہ کی نافرمانی سے بچو یعنی جن چیزوں سے رُکنے کا حکم دیا، ان سے رُک جائیں۔ لیث کا قول ہے کہ حرمات اللہ سے وہ امور مراد ہیں جن کی پابندی لازم ہے یعنی تمام اوامر اور نواہی حرمات الٰہیہ ہیں۔

زجاج نے کہا کہ حرمت وہ چیز ہے جس کو پورا پورا ادا کرنا واجب ہے اور کسی طرح کی اس میں کمی کرنا حرام ہے اور بعض اہل علم نے کہا کہ حرمات اللہ سے مراد ہیں آداب حج۔ ابن زید نے کہا کہ اس جگہ حرمات اللہ سے مراد ہیں بلد حرام اور بیت حرام اور ماہ حرام "**فھو خیر لہ عند ربّہ**" ان حرمات کی تعظیمات اللہ کے نزدیک بہتر ہے آخرت میں۔ "**واحلت لکم الانعام**" جب تم ان کو ذبح کرو تو ان کے گوشت سے کھاؤ اس سے مراد اونٹ، گائے اور بھیڑ ہیں۔ "**الا ما یتلی علیکم**" مگر جن کی حرمت ہم نے تمہارے لیے بیان کر دی ہے اس کا ذکر سورۃ مائدہ میں "**حرمت علیکم المیتۃ والدم**"

"**فاجتنبوا الرجس من الاوثان**" ان کی عبادت کرنے سے۔ یہ رجس کا سبب ہے، یہ عذاب کا سبب بنتا ہے۔ زجاج کا قول ہے کہ مِن یہاں پر تجنیس کے لیے ہے کہ تم ان بتوں سے بچو کیوں کہ یہ رجس ہیں۔ "**واجتنبوا قول الزور**" زور سے مراد جھوٹ اور بہتان ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس سے مراد جھوٹی گواہی ہے۔

روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا، اے لوگو! جھوٹی گواہی سے اجتناب کرو، اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے سے بچو، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی اور بعض نے کہا کہ جھوٹی گواہی سے مراد مشرکین کا تلبیہ کہنا کیونکہ وہ لبیک کہتے وقت یہ کہتے تھے "لبیک لا شریک لک الا شریکا تملکه و ما ملک" تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس شریک کے جس کا تو مالک ہے وہ تیرا مالک نہیں۔

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْتَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ﴿۳۱﴾ ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: اس طور سے کہ اللہ ہی کی طرف جھکے رہو (اور) اس کے ساتھ شریک مت ٹھہراؤ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں یا اس کو ہوا نے کسی دور دراز جگہ میں لے جا پٹکا یہ بات بھی ہو چکی اور (قربانی کے جانور کے متعلق اور سن لو کہ) جو شخص دین خداوندی کے ان (مذکورہ) یادگاروں کا پورا لحاظ رکھے گا تو اس کا یہ لحاظ رکھنا (خدا تعالیٰ سے دل کے ساتھ ڈرنے سے ہوتا ہے تم کو ان سے ایک معین وقت تک فوائد حاصل کرنا جائز ہے پھر (یعنی بعد ہدی بننے کے) ان کے ذبح حلال ہونے کا موقع بیت عتیق کے قریب ہے اور (جتنے اہل شرائع گزرے ہیں ان میں سے ہم نے ہرامت کے لئے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا فرمائے تھے سو (اس سے یہ بات نکل آئی کہ) تمہارا معبود (حقیقی) ایک خدا ہے تو تم ہمہ تن اسی کے ہو کر رہو (یعنی موحد خالص رہو) اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ایسے احکام الٰہیہ کے سامنے) گردن جھکا دینے والوں کو جنت وغیرہ کی) خوشخبری سنا دیجئے۔

تفسیر: ﴿۳۱﴾ "حنفاء للّٰه" اس کے ساتھ خالص رکھنے والے "غیر مشرکین به" قتادہ کا قول ہے دور شرک میں لوگ حج کرتے تھے لیکن ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں کو روکتے تھے اور اپنے کو حنیف کہتے تھے یعنی دین ابراہیمی پر قائم، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "حنفاء للّٰه غیر مشرکین به" وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں مسلمان موحدین سے لڑتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص شرک کرے وہ مؤحد نہیں وہ حنیف نہیں۔ "ومن یشرک باللّٰه فکانما خرّ" وہ گر جاتا۔ "من السماء" آسمان سے زمین پر "فتخطفه الطیر" اس کو پرندے اُچک لیتے اور لے جاتے خطف اور اختطاف کسی چیز کو جلدی کے ساتھ اُچک لینا۔

قراء اہل مدینہ نے خاء کے فتحہ کے ساتھ اور طاء کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے، "یتخطّفهٔ"...... "او تهوی به الریح"

وہ اس کی طرف مائل ہو جائے اور اس کو لے جائے۔ "فی مکان سحیق" دور مکان۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے کرتے شرک کرنے لگے تو وہ ایسا ہے جیسے کہ وہ آسمان سے گرا اور پرندے اس کو لے جائیں یا ہوا کے ذریعے کسی اور جگہ چلا جائے تو وہ اپنی حالت پر نہیں پہنچ سکتی۔

بعض نے کہا کہ مشرک کی حالت کو آسمان سے گرنے کے ساتھ تشبیہ دی کہ جب وہ آسمان سے گرتا ہے تو اس کو اپنے اوپر کوئی اختیار نہیں ہوتا، تو وہ ہوا کے سپرد ہو جاتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے یا پھر اس کا گوشت پرندے کھاتے ہیں یا کسی گھاٹی میں جا کر گر جاتا ہے۔

حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ کفار کے اعمال کو اس حالت کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ وہ ان کو ہلاکت کی جگہ لے جاتا ہے وہ اس پر قادر نہیں ہوتے کہ اپنے آپ کو اس آفت سے بچا سکیں۔

㉜ "ذلک" جو ہم نے ذکر کیا کہ گندگی اور جھوٹ سے بچنا۔ "ومن یعظم شعائر اللّٰہ فانھا من تقوی القلوب" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ اونٹ اور قربانی کے جانور ہیں جو قربانی کے لیے بھیجے جاتے ہیں اور بعض نے کہا کہ اللہ کے دین کی نشانیاں ہیں کیونکہ انہی کے ذریعے دلوں کا تقویٰ حاصل ہوتا ہے، ان دونوں کی تعظیم دل کا تقویٰ ہی ہے۔

㉝ "لکم فیھا" اس قربانی میں ہدی سے پہلے نام کرنے سے "منافع" بہت سارے منافع ہیں۔ یعنی ان پر سوار ہونا ان کی نسل بڑھانا اور ان کے اون اور ان پر بوجھ لادنا وغیرہ کے کام میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ "الی اجل مسمّی" ان کو نام رکھنے (قربانی کا جانور مقرر کرنے سے پہلے) اور ان کو ہدیہ کے لیے واجب کرنے سے، جب تم اس جانور کو اس کام کے لیے متعین کر دو تو پھر اس سے یہ منافع حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ مجاہد کا قول ہے اور یہی قتادہ اور ضحاک کا قول ہے اور یہی روایت مقسم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔

عطاء بن رباح، امام مالک اور امام شافعی، امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ نے آیت کا یہی مطلب بیان کیا۔ ان حضرات کا مسلک ہے کہ قربانی کے نامزد اونٹوں اور اونٹنیوں پر سوار ہونا بوجھ لادنا اور ان کا دودھ پینا بشرطیکہ اس عمل سے ان کو ایذاء نہ پہنچے جائز ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ خود پیدل چل رہا تھا اور قربانی کے اونٹ کو ہنکا کر لے جا رہا تھا۔ فرمایا اس پر سوار ہو جا، اس شخص نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانی کا اونٹ ہے، فرمایا سوار ہو جا، اس نے پھر کہا، قربانی کا اونٹ ہے، فرمایا اس پر سوار ہو جا۔ دوسری یا تیسری مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا برا ہو۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو فرمایا کہ قربانی کے جانور سے دودھ کا استعمال کر لے، جب وہ اپنے بچے کو پلانے کے بعد باقی بچ جائے۔ اصحاب الرائی کا قول ہے کہ قربانی کے جانور پر سوار نہ ہو۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب تک اس کو ضرر حاصل نہ ہو وہ اس پر سوار نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد شعائر حج اور مکہ میں حاضر ہونا ہے۔ اس میں تمہارے لیے تجارت کے منافع اور بازار ہیں، مقررہ مدت تک یہ جب ہے جب مکہ سے نکل جائیں۔ بعض نے کہا کہ "لکم فیھا منافع" سے مراد اجر و ثواب ہے۔ حج کے مناسک مقررہ مدت تک ادا کرنے میں۔ جب تک حج کے دن پورے نہ ہو جائیں

اس وقت تک ثواب ملتا رہتا ہے۔ "ثم محلها" اس سے مراد اس کا نحر کرنا ہے۔ "الی البیت العتیق" اس کی قربانی بیت عتیق کے پاس کی اس سے مراد پورا حرم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "فلا تقربوا المسجد الحرام" سارا کا سارا حرم ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس جگہ قربانی کرو اور منیٰ سارا کا سارا قربان گاہ ہے۔ لہٰذا تم اپنے ٹھہرنے کی جگہ بھی قربانی کر سکتے ہو۔ جن حضرات نے کہا کہ شعائر سے مراد حج کے فرائض ہیں تو اس قول کا معنی "ثم محلها الی البیت العتیق" یہ ہوگا کہ لوگوں کا احرام کھولنا بیت اللہ پہنچ کر۔ اس سے مراد طواف زیارت ہے۔

㉞ "ولکل امة" ایک صالح قوم ماقبل اقوام میں گزر چکی ہے۔ "جعلنا منسكا" حمزہ اور کسائی نے سین کے کسرہ کے ساتھ اس جگہ اور اس سورۃ کے آخر میں یہ اسم کے معنی میں ہے جیسے مسجد اور مطلع ہے اور وہ قربان گاہ ہے جہاں پر جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے۔ دوسرے قراء نے سین کے فتحہ کے ساتھ مصدر پڑھا ہے جیسے مدخل اور مخرج ہے۔ اس کا معنی خون بہانا، اس کو قربت کے لیے ذبح کرنا۔ "لیذکروا اسم اللہ علی مارزقهم من بهیمة الأنعام"

اس کے نحر کے وقت اور اس کے ذبح کے وقت اس کو "بهیمة" کے نام سے موسوم کیا کیونکہ یہ کلام نہیں کرتے۔ بعض نے کہا کہ "بهیمة الانعام" بہیمہ کے ساتھ "نعم" کی قید لگائی ہے اور کچھ چوپائے انعام کے علاوہ بھی ہوں گے جیسے گھوڑا، گدھا، خچر، بہائم تو ہیں لیکن ان کو انعام نہیں کہا جاتا، اسی لیے اس کی قربانی جائز نہیں۔ "فالٰهکم اله واحد" تم ان جانوروں کو اللہ کے نام پر ذبح کرو جو اکیلا ہے۔ "فله اسلموا" اسی کی پیروی کرو اور اسی کی اطاعت کرو۔ "وبشر المخبتین" ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ عاجزی کرنے والے تواضع کرنے والے۔ مجاہد کا قول یہ ہے کہ اللہ کی یاد میں مگن، مطمئن، خبث نشیبی مقام کو کہتے ہیں۔ اخفش نے اس کا ترجمہ کیا خشوع کرنے والے۔ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اہل اخلاص اطمینان کلبی نے اس کا ترجمہ کیا نرم دل لوگ۔ عمرو بن اوس نے کہا کہ "مخبتین" وہ لوگ ہیں جو کسی پر ظلم نہیں کرتے اور اگر ان پر ظلم کیا جائے تو انتقام نہیں لیتے۔

الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ㉟ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ط كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ㊱

(ترجمہ) جو ایسے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جو ان مصیبتوں پر کہ ان پر پڑتی ہیں صبر کرتے ہیں اور جو نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (بقدر حکم اور توفیق کے) خرچ کرتے ہیں اور قربانی کے اونٹ اور گائے (اور اسی طرح بھیڑ اور بکری کو بھی) ہم نے اللہ (کے دین) کی یادگار بنایا ہے ان جانوروں میں تمہارے (اور بھی) فائدے ہیں سو تم ان پر کھڑے کر کے (ذبح

کرنے کے وقت) اللہ کا نام لیا کرو پس جب وہ (کسی کروٹ کے بل) گر پڑیں (اور ٹھنڈے ہو جائیں) تو تم خود بھی کھاؤ اور بے سوال اور سوالی (محتاج) کو بھی کھانے کو دو (اور ہم نے ان جانوروں کو اس طرح تمہارے زیر حکم کر دیا تا کہ تم (اس پر اللہ تعالیٰ کا) شکر کرو۔

تفسیر ㉟ "الذین اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبھم والصّابرین علی ما اصابھم"...... "اصابھم" سے مراد بلائیں اور مصائب ہیں۔ "والمقیمی الصلاۃ" اوقات نماز میں نماز کو قائم کریں۔ "وممّا رزقنھم ینفقون" جو وہ صدقہ کرتے ہیں۔

㊱ "والبُدنَ" جمع ہے "بدنۃ" کی۔ اس کو بدنہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ بدن کی جسامت بڑی ہونے کی وجہ سے اس کو بدن کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "بدن الرجل بدنًا وبدانۃً" جب وہ خوب موٹا تازہ ہو جائے یا جو زیادہ عمر رسیدہ ہو جائے اور اس کا گوشت ڈھیلا پڑ جائے۔

عطاء اور سدی نے کہا کہ اونٹ گائے بدن ہیں بکریوں کو بدنہ نہیں کہا جاتا۔ "جعلناھا لکم من شعائر اللّٰہ" اللہ کے دین کے خاص نشانات ہیں۔ ان کو شعائر سے مسمّی کیا کیونکہ ان جانوروں کا شعار کیا جاتا ہے اور وہ یہ کہ لوہے کے ساتھ ہدی کے جانور کو نشان لگانا تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ ہدی کا جانور ہے۔ "لکم فیھا خیرٌ" دُنیا میں نفع اور آخرت میں اجر۔ "فاذکروا اسم اللّٰہ علیھا" ان کے نحر کے وقت اللہ کا نام لینا۔ "صوّاف" جب ان کے تین پائے باندھ دیئے ہوں اور ان کو صف میں کھڑا کریں۔ اس کے اگلے پاؤں کو باندھ دیا جائے یا پچھلے پاؤں کو، پھر اس کو نحر کرے۔

زیاد بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کے پاس آئے کہ انہوں نے اپنے اونٹ کو بٹھایا، پھر اس کا نحر کیا، فرمایا کہ ایک شخص کو کھڑا کیا کہ وہ اس کو قائم کرے کیونکہ یہ سنت محمد یہ ہے۔

مجاہد کا قول ہے کہ صواف اس کو کہتے ہیں جب کہ اس کے دائیں پاؤں کو باندھ دیا جائے اور وہ تین ٹانگوں کے اوپر کھڑا ہو جائے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے "صوافن" پڑھا ہے کہ اس کو باندھا اور پھر اس کا نحر کیا۔ اُبی، حسن اور مجاہد کے نزدیک (صوافی) پڑھا ہے۔ اس کا معنی ہے پاک صاف۔ اس کو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ذبح کرے، اس میں دوسرا اور کوئی شریک نہ ہو۔ "فاذا وجبت جنوبھا" جب وہ نحر کے بعد گر جائیں۔ وجوب اصل میں کہا جاتا ہے گر جانا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "وجبت الشمس" جب سورج غروب ہو جائے۔ "فکلوا منھا" یہ امر اباحت کے لیے ہے۔ "واطعموا القانع والمعتر" اس کے معنی میں اختلاف ہے۔

قانع اور معتر کی مختلف تفاسیر

❶ عکرمہ، ابراہیم اور قتادہ کا بیان ہے، قانع وہ ہوتا ہے جو گھر میں بیٹھا رہے۔ متعفف اسے کہتے ہیں جو اسے دیا جائے، اسی پر قناعت کرے اور سوال نہ کرے اور معتر اس کو کہتے ہیں جو سوال بھی کرے۔

❷ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ قانع وہ ہوتا ہے کہ وہ سوال نہ کرے اور معتر وہ ہے جو

دوسرے پر نظر رکھے کہ اس سے کچھ ملے اور اس سے کچھ سوال نہ کرے، ان دونوں تفسیروں کا حاصل یہ نکلا کہ قانع قناعت سے ہے، "قنع قناعة" کہا جاتا ہے وہ راضی ہو جائے جو کچھ اسے تقسیم کیا جائے۔

③ سعید بن جبیر، حسن، کلبی کا قول ہے کہ القانع وہ ہے جو سوال کرے معتر وہ ہے جو ہاتھ تو پھیلائے لیکن سوال نہ کرے۔ اس صورت میں "قانع، قنع، یقنع، قنوعًا" سے ہے جب وہ سوال کرے۔

④ حسن نے "والمعتری" پڑھا ہے جو معتر کے مثل ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "عرّہ واعترہ وعداہ واعتراہ اذا اتی یطلب معروفه" جب وہ معروف چیز کا مطالبہ کرے۔

⑤ ابن زید کا قول ہے کہ القانع سے مراد مسکین ہے اور "المعتر" اس کو کہتے ہیں جو مسکین نہیں ہوتا۔ لیکن وہ ایک قوم کے پاس آئے جن کے پاس ذبح شدہ جانور رکھے ہوئے ہوں تو وہ ان کے سامنے جا کر ان کے متعلق مانگے۔

"کذلک" اسی طرح جس طرح نحر کرنے کے لیے جانوروں کو صف بستہ کھڑے رکھتے ہیں۔

"سخرناها لکم" یہ تمہارے لیے نعمت ہے جن کے ذریعے سے تم ان جانوروں کے نحر کرنے میں قدرت رکھتے ہو۔

"لعلکم تشکرون" تاکہ تم اس انعام کے سبب شکر ادا کرو۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۸﴾ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴿۳۹﴾ نِ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾

ترجمہ اللہ تعالیٰ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون ولیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارا زیر حکم کر دیا تاکہ تم (اللہ کی راہ میں ان کو قربانی کر کے) اس بات پر اللہ کی بڑائی (بیان) کرو کہ اس نے تم کو (اس طرح قربانی کرنے کی) توفیق دی اور (اے محمد) اخلاص والوں کو خوشخبری سنا دیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ان مشرکین کے غلبہ وغیرہ کو) ایمان والوں سے (عنقریب) ہٹا دے گا بیشک اللہ تعالیٰ کسی دغاباز کفر کرنے والے کو نہیں چاہتا (اب) لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دیدی گئی جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر (بہت) ظلم کیا گیا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے (آگے ان کی مظلومیت کا بیان ہے) جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا

رب اللہ ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک دوسرے کے ہاتھ سے زور نہ گھٹواتا رہتا تو اپنے اپنے زمانے میں نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہو گئے ہوتے اور بیشک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) غلبہ والا ہے (وہ جس کو چاہے غلبہ اور قوت دے سکتا ہے)

تفسیر 37 "لن ینال اللہ لحومها و لا دماؤھا" زمانہ جاہلیت میں یہ رسم بد تھی کہ مشرک جب کسی جانور کی قربانی کرتے اس جانور کا خون کعبہ کے سامنے لے جاتے اور اس خون کے ذریعے سے کعبہ پر چھینٹے مارتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یعقوب نے "تنال و تناله" دونوں کے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ عام قراء نے اس کو یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ مقاتل نے اس کا یہ مطلب بیان کیا کہ اللہ قربانیوں کے گوشت اور خون کو اُٹھا کر اپنے پاس نہیں لے جاتا بلکہ تمہارے اعمال صالحہ اللہ کے پاس پہنچتے ہیں۔ "ولکن یناله التقوىٰ منکم کذلک سخرھالکم" اس سے مراد بدنہ ہے۔ "لتکبروا اللہ علی ماھداکم" اس بات پر اللہ کی کبریائی کا اعتراف کرو کہ اس نے اپنے دین کے نشانات اور آداب حج بتلائے۔ جانوروں کو تابع بنا لینے کا راستہ دکھایا اور پھر انہوں نے یوں کہا "اللہ اکبر علی ماھدانا والحمدللہ علی ما ابلانا و اولانا"...... "وبشر المحسنین" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد مؤحدین ہیں۔

38 "انّ اللہ یدافع عن الذین اٰمنوا" ابن کثیر اور اہل بصرہ نے (یدفع) پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے (یدافع) الف کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس سے مراد بڑے بڑے مشرکین کو مؤمنین سے دور ہٹا دیں گے۔ "انّ اللہ لا یحب کلّ خوان کفور" اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرنے والے کو کوئی پسند نہیں کرتا یا خوان کہا جاتا ہے امانت الٰہیہ میں بڑی خیانت کرنے والا، کفور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ خانوا اللہ سے مراد یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور اس کی نعمت کو ٹھکرانا۔ زجاج کا قول یہ ہے کہ جو شخص ذبح کے وقت اللہ کے سوا دوسرے کا نام لیتا ہے اور دوسرے کے نام پر قربانی کرتا ہے اور بھینٹ چڑھا کر بتوں کا تقرب حاصل کرتا ہے وہ خوان کفور ہے۔

39 "أذن" اہل مدینہ، بصرہ نے اور عاصم نے "أذن" الف کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے حضرات نے دونوں کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے۔ "للذین یقاتلون" اہل مدینہ، ابن عامر و حفص نے "یقاتلون" تاء کے فتحہ کے ساتھ وہ مؤمنین جو مشرکین کے خلاف جہاد کرتے ہیں۔

بعض ایک تفاسیر کا بیان ہے کہ مکہ کے مشرک، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت زیادہ ایذائیں دیتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کسی کا سر پھٹا ہوتا، کوئی زخمی ہوتا، کوئی پٹ کر آتا، سب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کرتے کہ ہمارے ساتھ ایک سلوک کیا جا رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تسلی دیتے اور فرماتے صبر کرو، ابھی مجھے لڑنے کا حکم

نہیں دیا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی۔ یہ پہلی آیت ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتال کا حکم دیا گیا۔

مقاتل کا بیان ہے کہ یہ آیت اس قوم کے متعلق نازل ہوئی جو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر کے گئے تھے تو یہ مشرکین ان لوگوں کو ہجرت کرنے سے روکتے تھے۔ ان لوگوں کے خلاف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا۔

"بانّهم ظلموا" اس سبب کے باعث کہ انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور مسلمانوں کو ایذاء دینے میں حد سے تجاوز کر رہے تھے۔ "وانّ الله علی نصرهم لقدیر"

⑳ "الذین اخرجوا من دیارهم بغیر حق" یہ پہلے الذین سے بدل ہے۔ "الا أن یقولوا ربّنا الله" وہ اپنی بستی سے صرف اسی وجہ سے نکالے گئے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

"ولولا دفع الله النّاس بعضهم ببعض" اس سے مراد جہاد اور اقامت حدود ہے۔ "لهدمت" قراء اہل مدینہ نے دال کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ تشدید کے ساتھ پڑھنے والے کثیر ہیں اور تخفیف کے ساتھ پڑھنے والے قلیل ہیں۔ "صوامع" مجاہد اور ضحاک کا قول ہے کہ صوامع سے مراد ہیں تارک الدنیا درویشوں کے عبادت خانے اور خانقاہیں۔ قتادہ نے کہا کہ صابیوں کے عبادت گھر مراد ہیں۔ "وبیع" عیسائیوں کے گرجا گھر۔ "وصلوات" یہودیوں کی عبادت گاہیں۔ عبرانی زبان میں یہودیوں کے عبادت خانوں کو صلوات کہا جاتا ہے۔ "ومساجد یذکر فیها اسم الله کثیرًا" مساجد سے مراد ہیں مسلمانوں کی مسجدیں جو اُمت محمدیہ میں سے ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر اللہ بعض کو بعض کے ذریعے سے دفع نہ کرتا تو ہر نبی کے دور میں اس کی اُمت کے عبادت خانے ڈھا دیئے جاتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں صابیوں کے عبادت گھر، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں عیسائیوں کے گرجے اور صابیوں کے عبادت خانے اور عہد محمدی میں مسجدیں۔

ابن زید کا قول ہے کہ "بالصلوات" سے مراد اہل اسلام کی نمازیں ہیں کیوں کہ ان کی صفوں میں دشمن بھی پہنچ جائیں تو اپنی نماز کو توڑتے نہیں۔ "ولینصرن الله من ینصره" وہ ان کے دین اور اس کے نبی کا مددگار ہے۔ "ان الله لقویٌ عزیز"

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿41﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّ ثَمُوْدُ ﴿42﴾ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿43﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿44﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿45﴾

(ترجمہ) یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو

خدا ہی کے اختیار میں ہے اور یہ (مجادل) لوگ اگر آپ کی تکذیب کرتے ہوں تو (آپ مغموم نہ ہوجئے) (کیونکہ) ان لوگوں سے پہلے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیمؑ اور قوم لوط اور اہل مدین بھی (اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام) کی تکذیب کرچکے ہیں اور موسیٰ کو بھی (قبط کی طرف سے) کاذب قرار دیا گیا سو (تکذیب کے بعد) میں نے (ان) کافروں کو (چندے) مہلت دی پھر میں نے ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا سو (دیکھو) میرا عذاب کیسا ہوا غرض کتنی بستیاں ہیں جن کو ہم نے (عذاب سے) ہلاک کیا جن کی یہ حالت تھی کہ وہ نافرمانی کرتی تھیں سو (اب ان کی یہ کیفیت ہے کہ) وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور (اسی طرح ان بستیوں میں) بہت سے بیکار کنویں اور بہت سے قلعی چونے کے محل سو کیا یہ (منکر) لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں۔

تفسیر ㊶ "الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وأمروا بالمعروف ونھوا عن المنکر" زجاج کا قول ہے کہ یہ ماقبل نصرت کی صفت ہے۔ "مکناھم" کا معنی ہے کہ ہم نے دشمن پر آپ کو مدد دی یہاں تک کہ آپ شہر میں ٹھہرے رہے۔ اس سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ حسن کا قول ہے کہ اس سے مراد یہی اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ "وللّٰہ عاقبۃ الامور" تمام مخلوقات کا آخری امر اور ان کا لوٹنا ان کی طرف ہوگا اور تمام بادشاہوں کی بادشاہت اس دن ختم ہوجائے گی سوائے اللہ کی بادشاہت کے اور تمام اُمور کا رجوع اسی کی طرف ہے۔

㊷ "وان یکذبوک" اگر آپ کو یہ جھٹلاتے ہیں۔ "فقد کذبت قبلھم قوم نوح و عاد و ثمود" آپ سے پہلے اقوام بھی اپنے انبیاء کو جھٹلا چکی ہیں اس لیے آپ اس وجہ سے غم نہ کھائیں۔

㊸ "وقوم ابراھیم و قوم لوط"

㊹ "واصحاب مدین و کذب موسٰی فاملیت للکافرین" یعنی ہم نے تمہیں مہلت دی اور تمہاری سزاؤں کو مؤخر کردیا۔ "ثم اخذتھم" پھر ہم نے تمہیں پکڑ لیا۔ "فکیف کان نکیر" یہ استفہام انکاری ہے۔ یعنی ہماری ان پر کیسی پکڑ ہوئی کہ ہم جھٹلانے والوں کو کس طرح عذاب دیتے ہیں اور کس طرح ہلاک کرتے تھے۔ لہٰذا اس کے ذریعے سے ہم ان لوگوں کو ڈراتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں اور ان کی تکذیب کرتے ہیں۔

㊺ "فکاین" اور ان کے ساتھ۔ "من قریۃ اھلکناھا" قراء اہل بصرہ اور یعقوب نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے "أھلکناھا" نون اور الف کے ساتھ تعظیم کی بناء پر پڑھا ہے۔

"وھی ظالمۃ" اور اس کے اہل والے ظالم تھے۔ "فھی خاویۃ" ان کے اوپر گری پڑی ہیں۔ "علی عروشھا" اس کی چھتیں "وبئر معطلۃ" اور بہت سارے کنویں بےکار پڑے رہ گئے، کوئی ان سے پانی نکالنے والا ہی نہیں رہا۔ "وقصر مشید" قتادہ، ضحاک اور مقاتل کا بیان ہے کہ اس سے مراد اونچے بلند۔ جیسا کہ عربی محاورہ ہے "شادَ بناہ" اس کی عمارت کو اونچا کیا۔ سعید بن جبیر، عطاء، و مجاہد رحمہم اللہ کا قول ہے کہ شید کا معنی ہے چونا، گچ، مصالحہ، اس لیے مشید کا ترجمہ یہ ہوا چونے اور گچ سے چنے ہوئے۔

بعض نے کہا کہ "بئر معطلة" اور قصر مشید دونوں یمن میں تھے۔ قصر پہاڑ کی چوٹی پر تھا اور کنواں دامن کوہ میں۔ ہر ایک کے مالک کچھ لوگ تھے بڑے عیش و راحت میں غرق لیکن جب انہوں نے کفر کیا تو اللہ نے ان کو تباہ کر دیا، قصر اور کنواں ویران ہو گیا۔

ابو روق نے ضحاک کے حوالے سے بیان کیا کہ وہ کنواں حضر موت کے ایک شہر میں تھا، شہر کا نام حاصورا تھا۔ یہ شہر چار ہزار مؤمنوں نے آباد کیا تھا جو حضرت صالح علیہ السلام کے ہم رکاب حضر موت میں آ گئے تھے۔ اسی حضر موت میں حضرت صالح علیہ السلام کی وفات ہو گئی۔ اسی لیے اس بستی کو حضر موت کہنے لگے، آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے حاصورا کی تعمیر کی اور کنویں پر مستقل قیام کر لیا اور اپنے آدمیوں میں سے ایک شخص کو امیر اور حاکم بنا لیا۔ مدت دراز تک رہتے رہے، نسلیں بڑھیں اور آبادی وسیع ہو گئی۔ آخر کچھ لوگ بگڑ گئے اور بتوں کی پوجا کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے حنظلہ بن صفوان کو نبی بنا کر بھیجا۔ حضرت حنظلہ قلی تھے، لوگوں کا بوجھ اُٹھایا کرتے تھے، آپ نے نصیحت کی، قوم نے نصیحت نہ مانی، تکذیب کی اور بازار میں ان کو قتل کر دیا۔ نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ کر دیا، ان کے محل ویران اور کنویں بیکار پڑے رہ گئے۔

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَکُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ وَیَسْتَعْجِلُوْنَکَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ۭ وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمہ: جس سے ان کے دل ایسے ہو جاویں کہ اس سے سمجھنے لگیں یا ان کے کان ایسے ہو جاویں جن سے سننے لگیں بات یہ ہے کہ (نہ سمجھنے والوں کی کچھ) آنکھیں اندھی نہیں ہو جایا کرتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں اور یہ لوگ (نبوت میں شبہ نکالنے کے لئے) آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کبھی اپنا وعدہ خلاف نہ کرے گا اور آپ کے رب کے پاس کا ایک دن (امتداء میں یا اشتداء میں) برابر ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کی شمار کے موافق۔

تفسیر ﴿۴۶﴾ "أفلم یسیروا فی الارض" اس سے مراد کفار مکہ ہیں کہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ماقبل اُمتوں کا کیا حشر کیا جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلایا۔

"فتکون لهم قلوب یعقلون بها او آذان یسمعون بها" جو ہم نے ماقبل اقوام کا تذکرہ کیا، ان سے عبرت حاصل کرو۔ "فانها لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور" "التی فی الصدور" کو بطور تاکید کے ذکر کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے "یطیر بجناحیه" اس کا معنی یہ ہے کہ اعمی ضار سے مراد دل کا اندھا اور اعمی البصر یہ دین کے امور میں ضرر نہیں دیتا۔ قتادہ کا قول ہے کہ آنکھ کی بینائی پہنچنے اور فائدہ اُٹھانے کا ایک ذریعہ ہے اور دل کی بینائی حقیقت میں فائدہ بخش بینائی ہے۔

⑰ "ویستعجلونک بالعذاب" یہ آیت نضر بن حارث کے متعلق نازل ہوئی جس نے یہ دُعا کی تھی اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ "ولن یخلف اللّٰہ وعدہ" اس وعید کو بدر کے دن پورا کیا گیا۔

"وانّ یومًا عند ربک کالف سنة مما تعدون" ابن کثیر، حمزہ وکسائی نے "یعدون" یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ جیسا کہ پہلے "یستعجلونک" میں ہے۔ دوسرے قراء نے تاء کے ساتھ "تعدون" پڑھا ہے کیونکہ خطاب مستعجلین مؤمنین کے بارے میں ہے اور سورۃ تنزیل السجدہ والی آیت میں ان کے ساتھ تاء سے موافقت کی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ چھے دنوں میں ایک دن مراد ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ مجاہد اور عکرمہ کا قول ہے کہ ایام آخرت میں ایک دن تمہارے ہزار سال کے برابر ہوگا۔ اس کی تائید حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فقراء، مہاجرین کے گروہ تم کو بشارت ہو کہ قیامت کے دن کو نور کامل حاصل ہوگا، تم جنت کے اندر مال داروں سے آدھا دن پہلے داخل ہوگے اور تمہارے رب کا ایک دن تمہارے ہزار سال کے برابر ہوگا۔

ابن زید کا قول ہے "وانّ یومًا عند ربک کالف سنة مما تعدون" یہ دن آخرت کے ایام میں سے شمار کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "مقدارہ خمسین الف سنة مما تعدون" اس سے مراد بھی قیامت کا دن ہے۔ معنی آیت کا یہ ہے کہ جس عذاب کے یہ لوگ فوری طلب گار ہیں۔ اس کا ایک دن شدت تکلیف اور طول میں انسانوں کی گنتی کے ہزار سال کے برابر ہے۔ بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اللہ اپنے وعدہ کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا لیکن اس نے عذاب کو اس دن تک مؤخر کر رکھا ہے جو تمہارے ہزار سال کے برابر ہوگا۔ تو پھر یہ لوگ کس طرح عذاب میں جلدی کرتے ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ شدت تکلیف کے دن لمبے ہیں اور خوشی کے دن بہت مختصر ہیں۔

عطاء کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کا معنی یہ بیان کیا کہ اللہ کے پاس ایک دن اور تمہارے ایک ہزار سال مہلت دینے کے برابر ہیں کیونکہ اللہ قادر ہے جب چاہے گا پکڑ لے گا، کوئی چیز اس کے قبضہ سے باہر نہیں۔ تاخیر کی وجہ سے کوئی چیز، اللہ کے دست قدرت سے باہر نہیں ہوسکتی۔ عذاب کو فوراً نازل کر دینا اور کچھ مدت مؤخر کر دینا، دونوں باتیں اس کی قدرت کے لیے مساوی ہیں۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا. وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿٤٨﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٩﴾ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٥٠﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿٥١﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٥٢﴾

ترجمہ اور بہت سی بستیاں ہیں جن کو میں نے (ان کی طرح) مہلت دی تھی اور وہ (ان ہی کی طرح) نافرمانی کرتی تھیں پھر میں نے ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا اور (سب کو) میری ہی طرف لوٹنا ہوگا (اور) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اے لوگوں میں تو صرف تمہارے لئے ایک آشکارا ڈرانے والا ہوں سو جو لوگ (اس ڈر کو سن کر) ایمان لے آئے اور اچھے کام کرنے لگے ان کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی جنت) ہے اور جو لوگ ہماری آیتوں کے متعلق (ان کے ابطال کی) کوشش کرتے رہتے ہیں (نبی کو اور اہل ایمان کو) ہرانے کے لئے ایسے لوگ دوزخ (میں رہنے) والے ہیں اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کے قبل کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے (اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے) کچھ پڑھا (تب ہی) شیطان نے اس کے پڑھنے میں (کفار کے قلوب میں) شبہ ڈالا۔ پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو (جوابات قاطعہ سے) نیست و نابود کر دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات (کے مضامین) کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب علم والا خوب حکمت والا ہے۔

تفسیر ⑱ "وکاین من قریة املیت لها" ہم نے ان کو مہلت دی۔ "وهی ظالمة ثم اخذتها والیّ المصیر"

⑲ "قل یا یها النّاس انّما أنا لکم نذیر مبین"

⑳ "فالذین آمنوا وعملوا الصالحات لهم مغفرة ورزق کریم" رزق کریم سے مراد وہ اشیاء جو کبھی ختم نہ ہونے والی۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد جنت ہے۔

㉑ "والذین سعوا فی ایاتنا" اور جو لوگ ردّ کرنے کے لیے ہماری آیات کے متعلق کوشش کرتے رہتے ہیں۔ "معاجزین" ابن کثیر اور ابو عمرو نے معجزین تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور سورۃ سبا میں بھی تا کہ وہ لوگوں کو ان کے ایمان سے ورغلائیں اور دوسرے قراء نے معاجزین الف کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس سے مراد معاندین ہیں۔ قتادہ نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ وہ اپنے خیال میں ہمیں ہرانا چاہتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ نہ قیامت ہوگی نہ دوزخ اور نہ ہی جنت اور "یعجزوننا" کا معنی یہ ہے کہ ہم ان کو فوت کر دیں گے اور وہ ہم پر قادر نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "أم حسب الذین یعملون السیئات أن یسبقونا"

"اولئک اصحاب الجحیم" کہ وہ ہمیں عاجز کر دیں اور ہم پر غلبہ حاصل کرلیں۔ ہر ایک کے سامنے دوسرا عاجز ہو جائے، دوسرا ہار جائے۔

㉒ "وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته"

حضرت ابن عباس اور محمد بن کعب قرظی کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی قوم والوں نے رُخ پھیر لیا اور کلام اللہ سے ان کا دور دور رہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شاق گزرا تو آپ کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ کاش! اللہ کی طرف سے کوئی ایسا طریقہ پیدا ہو جاتا جس سے قوم والے آپ کے قریب آ جاتے۔ آپ کو قوم والوں کے مسلمان ہو جانے کی بڑی ہی رغبت تھی۔ چنانچہ ایک روز آپ قریش کے جلسہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ سورۃ نجم نازل ہوئی۔ آپ نے لوگوں کے سامنے

پڑھ کرسنائی۔ جب پڑھتے پڑھتے آیت "افرائیتم الات والعزی ومنوة الثالثة الاخری" پر پہنچے تو شیطان نے وہ دلی خواہش جو آپ کے سینے میں پیدا ہوتی رہتی تھی، زبان سے نکلوادی اور آپ کی زبان سے آیت مذکورہ کے بعد نکل گیا۔

"تلک الغرانیق العلیٰ وانّ شفاعتھن لترتجی"

قریش نے جب یہ الفاظ سنے تو بڑے خوش ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تلاوت میں مستغرق رہے اور اسی طرح سورۃ ختم کرلی تو آخر سورۃ میں سجدہ کیا، آپ کے سجدہ کرنے کی وجہ سے تمام مسلمانوں نے بھی سجدہ کیا اور کعبہ میں جو مشرک تھے، انہوں نے بھی سجدہ کیا، کوئی مسلمان یا مشرک بغیر سجدہ کے نہیں رہا، صرف ولید بن مغیرہ اور سعید بن عاص نے سجدہ نہیں کیا اور ایک ایک مٹھی کنکریاں اُٹھا کر اپنی پیشانی سے لگالیں۔ بات یہ تھی کہ یہ دونوں بہت بوڑھے تھے، سجدہ کرنے کی ان میں طاقت نہیں تھی۔ اس کے بعد قریش منتشر ہوگئے اور اپنے معبودوں کا ذکر جو سنا تھا، اس سے بڑے خوش تھے اور اب کہہ رہے تھے اب تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمارے معبودوں کا ذکر اچھے الفاظ میں کردیا، ہم کو اقرار ہے اور ہم جانتے ہیں کہ اللہ ہی زندگی اور موت دیتا ہے، وہی پیدا کرتا ہے اور رزق دیتا ہے لیکن ہمارے یہ معبود اللہ کے دربار میں ہماری سفارش کریں گے۔ اب جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو ان کا حصہ دے دیا تو اب ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔

جب شام ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے یہ کیا کیا کہ جو کلام میں آپ کے پاس اللہ کی طرف سے لایا تھا اس کے سوا دوسرے کلام کی لوگوں کے سامنے آپ نے تلاوت کی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر بہت غمگین ہوئے اور آپ کو اللہ کا بڑا ڈر لگا۔ اس پر اللہ رب العزت نے یہ آیت "وما ارسلنا من قبلک" نازل ہوئی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی عطا فرمائی ہے جو صحابی اس زمانہ میں حبش میں تھے ان کو جو اطلاع ملی کہ قریش نے بھی سجدہ کیا اور یہ بھی کہا گیا کہ قریش مسلمان ہوگئے تو ان میں سے اکثر لوگ اپنے اپنے قبائل میں واپسی کے ارادے سے چل دیئے اور بولے مکہ والوں سے ہمیں محبت ہے لیکن جب مکہ کے قریب پہنچے تو ان کو اطلاع ملی کہ اہل مکہ کے مسلمان ہونے کی جو خبر ان کو پہنچی تھی، وہ غلط تھی۔ چنانچہ یہ لوگ مکہ میں چھپ چھپا کر داخل ہوئے یا کسی کی پناہ لے کر۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو قریش نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس بات پر ندامت ہے کہ انہوں نے ہمارے معبودوں کی تعریف کیوں کی اور یہ دونوں حرف شیطان نے آپ کی زبان پر القا کیے اور ہر مشرک کی زبان پر بھی یہ لفظ تھا۔ اس لفظ کی وجہ سے مشرکین کا اور شر بڑھ گیا اور جو لوگ مسلمان تھے، ان پر بہت گراں گزرا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وما ارسلنا من قبلک من رسول" آپ سے پہلے بھی جن کو ہم رسول بنا کر بھیجتے ہیں ان پر حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر جاتے ہیں اور نبی جس کو نبوت الہام و خواب کے ذریعے سے ہو، ہر رسول نبی تو ہوسکتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوسکتا۔

بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے جب اس نے پسند کیا، جب اس نے دلی خواہش کی جب اس نے دل ہی دل میں ایسی بات کی جس کا علم اس کو نہیں دیا گیا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ "القی الشیطان" کا معنی ہے وسوسہ کا راستہ پالینا اور مراد نبی

میں (کچھ) ڈال دینا۔کوئی نبی ایسا نہیں ہوا کہ جب اس نے قوم کے ایمان لانے کی تمنا کی ہو اور شیطان نے اس کی تمنا میں کوئی ایسی بات نہ ڈال دی ہو، جو اس کی قوم کے لیے دل پسند ہو۔

اکثر اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ تمنی کا معنی ہے کہ پڑھا اور امنیه کا معنی ہے قرأت یعنی پیغمبر نے جب اللہ کی کتاب پڑھی تو شیطان نے اس کی قرأت میں مداخلت کی۔حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ایک شاعر نے کہا:

تمنی کتاب اللّٰہ اوّل لیلة وآخرها لاقی حمام المقادر

(شروع رات میں آپ نے کتاب اللہ کی تلاوت کی اور آخر رات میں موت مقدرہ سے ملاقات کی۔)

اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا یہ نماز کے اندر تلاوت کی ہے یا باہر۔بعض حضرات نے کہا کہ نماز میں قرأت کی اور بعض نے کہا کہ نماز کے باہر قرأت کی۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

سوال: یہ بات کیسے ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلاوت میں ایسی غلطی واقع ہو جائے؟ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے اور اصل دین میں آپ سے غلطی ممکن نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا "**لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه**" شیطان ان کے پاس نہیں آ سکتا نہ آگے سے نہ پیچھے سے؟

جواب: علماء نے اس سوال کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔

❶ بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ نہیں پڑھے اور نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ الفاظ آپ کی زبان سے نکلتے سنے۔صرف شیطان نے (آپ کی آواز بنا کر) مشرکوں کے کانوں میں یہ الفاظ ڈال دیئے، مشرکوں نے خیال کرلیا کہ یہ الفاظ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہے ہیں۔

❷ قتادہ کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت اس وقت نیم بیہوشی کی تھی کہ القاء شیطانی کی وجہ سے یہ الفاظ آپ کی زبان سے سہواً نکل گئے لیکن فوراً ہی اللہ نے آپ کو متنبہ فرما دیا۔

❸ بعض نے کہا کہ ایک شیطان جس کا نام ابیض تھا اس نے یہ حرکت کی تھی اور یہ ایک بڑی آزمائش تھی اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرح طرح سے آزمائش کرتا ہے۔"**ثم یحکم اللّٰہ آیاته**" پھر ہم اس کے بعد اپنی آیات کو اور مضبوط کرتے ہیں۔"**واللّٰہ علیم حکیم**"

لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۝۵۳ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۵۴ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ۝۵۵

اَلْمُلْکُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ یَحْکُمُ بَیْنَهُمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿56﴾ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَاُولٰٓئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿57﴾ وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿58﴾

ترجمہ (اور یہ قصہ اس لئے کیا ہے) تا کہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ایسے لوگوں کے لئے آزمائش (کا ذریعہ) بنادے جن کے دل میں (شک کا) مرض ہے اور جن کے دل (بالکل) ہی سخت ہیں اور واقعی (یہ) ظالم لوگ بڑی مخالفت میں ہیں اور تا کہ جن لوگوں کو فہم (صحیح) عطا ہوا ہے وہ (ان اجوبہ اور نور ہدایت سے) اس امر کا زیادہ یقین کر لیں کہ یہ (جو نبی نے پڑھا ہے وہ) آپ کے رب کی طرف سے حق ہے سو ایمان پر زیادہ قائم ہو جاویں پھر اس کی طرف ان کے دل اور بھی جھک جاویں اور واقعی ان ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی راہ راست دکھلاتا ہے اور (رہ گئے) کافر لوگ (سو وہ) ہمیشہ اس (پڑھے ہوئے حکم) کی طرف سے شک ہی میں رہیں گے یہاں تک کہ ان پر دفعۃً قیامت آجاوے یا ان پر کسی بے برکت دن کا (کہ قیامت کا دن ہے) عذاب آپہنچے بادشاہی اس روز اللہ ہی کی ہوگی وہ ان سب (مذکورین) کے درمیان (عملی) فیصلہ فرمائے گا سو جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور اچھے کام کئے ہوں گے وہ چین کے باغوں میں ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا تو ان کے لئے ذلت کا عذاب ہوگا (وہ فیصلہ یہ ہوگا) اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں (یعنی دین کے لئے) اپنا وطن چھوڑا پھر وہ لوگ (کفر کے مقابلہ میں) قتل کئے گئے یا مر گئے اللہ تعالیٰ ضرور ان کو ایک عمدہ رزق دے گا اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب دینے والوں سے اچھا (دینے والا) ہے۔

تفسیر ﴿53﴾ "**لیجعل ما یلقی الشیطان فتنة**" آزمائش اور مصیبت۔ "**للذین فی قلوبهم مرض**" مرض سے مراد شک اور نفاق ہے۔ "**والقاسیة**" جامد ہیں۔ "**قلوبهم**" حق کے قبول کرنے سے وہ سخت ہیں اس سے مراد مشرک لوگ ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہا کہ مشرکین نے جو کچھ سنا تھا اس سے ان کو خوشی حاصل ہوئی تھی۔ پھر اس کلام کو ختم کر دیا گیا اور اس پڑھنے کی بناء پر ہم نے ان کی دشمنی میں مزید اضافہ ہی کیا اور ان لوگوں نے یہ گمان کیا تھا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی طرف سے بیان کیا ہے۔ پھر ان کو اس بات سے ندامت حاصل ہوئی۔ "**وان الظالمین**" ظالمین سے مراد مشرکین ہیں۔ "**لفی شقاق**" اس سے مراد گمراہی ہے۔ "**بعید**"

﴿54﴾ "**ولیعلم الذین اوتوا العلم**" اس سے مراد توحید اور قرآن ہے۔ سدی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منسوخ کردہ احکامات کی تصدیق کرنا۔ "**انه**" اس سے مراد محکم آیات قرآنی ہیں۔ "**الحق من ربک فیؤمنوا به**" یہ اعتقاد رکھو کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے۔ "**فتخبت له قلوبهم**" اس کے ذریعے سے اپنے دلوں میں سکون حاصل کرتے ہیں۔ "**وانّ اللّٰه لهاد الذین اٰمنوا الی صراط مستقیم**" سیدھا راستہ اور وہ اسلام ہے۔

﴿55﴾ "**ولا یزال الذین کفروا فی مریة منه**" وہ لوگ اس بات میں شک کے اندر پڑے ہوئے ہیں کہ یہ شیطان نے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے القا کیا اور وہ لوگ یہ کہتے ہیں ۔ پہلے انہوں نے ہمارے بتوں کے متعلق ذکر خیر کیا، پھر اس سے رجوع کرلیا۔ ابن جریج کا قول ہے کہ وہ قرآن کے بارے میں شک کرتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ دین (صراط مستقیم) کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ "حتّٰی تاتیھم الساعة بغتة" اس سے مراد قیامت ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد موت ہے۔

"او یأتیھم عذاب یوم عقیم" ضحاک اور عکرمہ کا اس بارے میں یہ قول ہے، ایسا دن جس کی رات نہیں ہوگی۔

یوم عقیم کی تفسیر

اکثر مفسرین رحمہم اللہ کے نزدیک یوم عقیم سے مراد بدر کا دن ہے اور ساعۃ سے مراد قیامت کا دن ہے۔ یوم بدر کو عقیم اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس دن کفار کو کوئی خیر حاصل نہیں ہوگی اور اسی طرح ریح عقیم بغیر بارش کے ہوا کو کہتے ہیں۔ لغت میں عقیم ممنوع کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے رجل عقیم۔ جب اس کو اپنے بیٹے سے روک دیا گیا ہو۔ بعض نے کہا کہ اس عظیم کام میں اس کا کوئی مثل نہیں کہ وہ فرشتوں کے ساتھ قتال کرے۔ ابن جریج کا قول ہے کہ وہ رات تک انتظار نہیں کریں گے جب تک کہ شام سے پہلے پہلے وہ قتل نہ کردیئے جائیں۔

56 "الملک یومئذٍ" اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ "للّٰہ" اس کے ساتھ کوئی جھگڑنے والا نہیں، اس کی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں۔ "یحکم بینھم" پھر ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ "فالذین آمنوا وعملوا الصالحات فی جنات النعیم"

57 "والذین کفروا وکذبوا بآیاتنا فاولٰئک لھم عذاب مھین"

58 "والذین ھاجروا فی سبیل اللّٰہ" جو لوگ اپنے وطن سے اور اپنے قبیلہ والوں سے اللہ تعالیٰ کی طاعت و فرمانبرداری میں اور اس کی رضا کے حصول کے لیے ہجرت کی۔ "ثم قتلوا او ماتوا" قتلوا تشدید کے ساتھ بھی ہے۔ "لیرزقنھم اللّٰہ رزقًا حسنًا" رزق حسن سے مراد جو کبھی ختم ہونے والا نہ ہو اور وہ جنت کا رزق ہے۔ "وانّ اللّٰہ لھو خیر الرازقین" بعض نے کہا کہ اس قول کا مطلب دوسری آیت سے واضح ہے۔ "بل احیاء عند ربّھم یرزقون"

لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿59﴾ ذٰلِكَ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿60﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ م بَصِيْرٌ ﴿61﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿62﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿63﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿64﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ

وَالْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ط وَیُمْسِکُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۵﴾

ترجمہ (اور رزق حسن کے ساتھ) اللہ تعالیٰ ان کو ایسی جگہ لے جا کر داخل کرے گا جس کو وہ (بہت ہی) پسند کریں گے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر بات (کی مصلحت) کو خوب جاننے والا ہے بہت حلم والا (بھی) ہے یہ (مضمون تو) ہو چکا اور جو شخص (دشمن کو) اسی قدر تکلیف پہنچاوے جس قدر (اس دشمن کی طرف سے) اس کو تکلیف پہنچائی گئی تھی (اور) پھر اس شخص پر زیادتی کی جاوے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی ضرور امداد کرے گا اللہ تعالیٰ کثیر العفو کثیر المغفرت ہے (ایسے وقائق پر داروگیر نہیں کرتا) یہ (مومنین کا غالب کر دینا) اس سبب سے ہے کہ اللہ رات (کے اجزاء) کو دن میں اور دن (کے اجزاء) کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور (نیز) اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ (ان سب احوال واقوال کو) خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے یہ (نصرت) اس سبب سے (یقینی) ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے اور جن چیزوں کی اللہ تعالیٰ کے سوا یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں وہ بالکل ہی لچر ہیں اور اللہ ہی عالیشان اور (سب سے) بڑا ہے (اور اے مخاطب) کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا جس سے زمین سرسبز ہو گئی بیشک اللہ تعالیٰ بہت مہربان (اور) سب باتوں کی خبر رکھنے والا ہے سب اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (یعنی وہ سب کا مالک ہے) اور بیشک اللہ ہی ایسا ہے جو کسی کا محتاج نہیں (اور) ہر طرح کی تعریف کے لائق ہے (اور اے مخاطب) کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے کام میں لگا رکھا ہے زمین کی چیزوں کو اور کشتی کو (بھی) کہ وہ دریا میں اس (خدا) کے حکم سے چلتی ہے اور وہی آسمانوں کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے۔

تفسیر ⑤⑨ "لیدخلنهم مدخلا یرضونه" کیوں کہ اس میں ان کی من پسند اشیاء ہوں گی اور ایسی اشیاء ہوں گی جو آنکھوں کو لذت بخشیں۔ "وان اللّٰه لعلیم" ان کی نیتوں کو جانتا ہے۔ "حلیم" وہ بڑے تحمل والا ہے، فوری سزا نہیں دیتا۔

⑥⓪ "ذلک" جو ہم نے آپ کے سامنے بیان کیا۔ "ومن عاقب بمثل ما عوقب به" ظالم کو اس کے ظلم کے بدلے میں جزا دی جائے گی۔ حسن نے اس کی تشریح اس طرح کی ہے من عاقب جس نے مشرکوں کے ساتھ جنگ کی۔ "ثم بغی علیه" اس کو گھر سے نکال کر اس کے ساتھ زیادتی کی گئی۔ وہ ظلم وجور جو مشرکین نے مسلمانوں کے ساتھ کیے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو ان کے گھروں سے نکالا گیا۔

اس آیت کا نزول مشرکین کی قوم کے بارے میں ہوا کہ کچھ مشرک مسلمانوں کی ایک جماعت پر ۲۸ محرم کو لڑنے کے لیے چڑھ آئے۔ مسلمانوں نے ماہ محرم کے احترام کی وجہ سے لڑنا مناسب نہیں سمجھا اور مشرکوں سے درخواست کی کہ محرم میں جنگ نہ کرو لیکن مشرکوں نے یہ درخواست رد کر دی اور مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ یہ مشرکوں کی طرف سے مسلمانوں پر زیادتی ہوئی، مسلمان

اپنی جگہ قائم رہے اور اللہ کی طرف سے ان کی مدد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "لینصرنه الله" عقاب اوّل کی جزاء کے معنی میں ہے۔ "انّ الله لعفوٌ غفور" مسلمانوں سے جو غلطی ہوگئی اللہ نے ان کے گناہوں کو معاف کر دیا۔

⑥١ "ذلک" یہ مدد و نصرت "بأن الله" وہ قادر ہے جس پر وہ چاہے اور اس کی قدرت کی یہ بھی ایک نشانی ہے۔ "يولج الليل فى النهار ويولج النهار فى الليل وأنّ الله سميع بصير"

⑥٢ "ذلک بانّ الله هو الحق و ان ما يدعون" اہل بصرہ، حمزہ، کسائی، حفص نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے، اس سے مراد مشرکین ہیں۔ "من دونه هو الباطل وأن الله هو العلى" وہ ہر چیز سے بلند و بالا ہے۔ "الكبير" وہ عظیم الشان اور عالی مرتبہ ہے۔ ایسا کہ اس کا کوئی مثل نہیں۔

⑥٣ "الم تر أنّ الله انزل من السماء ماء فتصبح الارض مخضرةً" اس سے نباتات مراد ہیں۔ "انّ الله لطيف" اپنے بندوں کو رزق دیتا ہے اور اپنے بندوں کے لیے زمین سے سبزہ نکالا۔ "خبير" جو بندوں کے دلوں میں ہے اس کو جانتا ہے جب ان سے بادل (بارش) کو روک لیا جاتا ہے تو بندوں کے دلوں میں اس کے متعلق کیا ہوتا ہے۔

⑥٤ "له ما فى السموات وما فى الارض" زمین میں خواہ اس کے بندے ہوں یا اور کوئی چیز اس کی ملکیت میں ہو۔ "وانّ الله لهو الغنى" اپنے بندوں سے "الحميد" اس کے افعال میں۔ یعنی وہ اپنے افعال میں خود محمود ہے، خواہ اس کی حمد کوئی بھی نہ کرے۔

⑥٥ "الم تر انّ الله سخرلكم ما فى الارض والفلک" اور تمہارے لیے کشتیوں کو مسخر کیا۔ "تجرى فى البحر بأمره" اور خشکی میں جو چوپائے ہیں جن پر تم سوار ہوتے ہو۔

اور کشتیاں جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ "ويمسک السماء أن تقع على الارض" تاکہ وہ زمین پر نہ گرے۔ "الا باذنه ان الله بالنّاس لرؤف رحيم"

وَهُوَ الَّذِىْٓ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ⑥٦ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِى الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ⑥٧ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑥٨ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ⑥٩ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِىْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑦٠ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ⑦١

ترجمہ: ہاں اگر اسی کا حکم ہو جائے تو خیر بالیقین اللہ تعالیٰ لوگوں (کے حال) پر بڑی شفقت اور رحمت فرمانے والا

ہے اور وہی ہے جس نے تم کو زندگی دی پھر (وقت موعود پر) تم کو موت دے گا پھر (قیامت میں دوبارہ) تم کو زندہ کرے گا واقعی انسان ہے بڑا بے قدر (جتنی امتیں اہل شرائع گزری ہیں) ہم نے (ان میں) ہر امت کے واسطے ذبح کرنے کا طریق مقرر کر دیا ہے کہ وہ اسی پر ذبح کیا کرتے تھے سوان (معترض) لوگوں کو چاہیئے کہ آپ سے اس امر (ذبح) میں جھگڑا نہ کریں اور آپ (ان کو) اپنے رب (یعنی اس کے دین) کی طرف بلاتے رہیئے (کیونکہ) آپ یقیناً صحیح راستہ پر ہیں اور اگر (اس پر بھی) یہ لوگ آپ سے جھگڑا نکالتے رہیں تو آپ (اخیر بات یہ) فرما دیجیئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے روز (عملی) فیصلہ فرما دے گا جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے تھے (آگے اس کی تائید ہے کہ) اے مخاطب کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے یقینی بات یہ ہے کہ یہ (سب ان کا قول فعل) نامۂ اعمال میں ہے۔ (پس) یقیناً (ثابت ہو گیا کہ) یہ (فیصلہ کرنا) اللہ تعالیٰ کے نزدیک (بہت) آسان ہے اور یہ (مشرک) لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن (کے جواز عبادت) پر اللہ تعالیٰ نے کوئی حجت (اپنی کتب میں) نہیں بھیجی اور نہ ان کے پاس اس کی کوئی (عقلی) دلیل ہے اور ان ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا

تفسیر ⑯ **"وھو الذین احیاکم"** تمہیں اس نے پیدا کیا حالانکہ اس سے پہلے تم کچھ نہ تھے۔ **"ثم یمیتکم"** پھر تمہاری مدت پوری ہونے پر تمہیں موت دے دے گا۔ **"ثم یحییکم"** پھر وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا، قیامت کے دن ثواب اور عقاب کے لیے۔ **"ان الانسان لکفور"** انسان اللہ کی نعمتوں کا ناشکرا ہے۔

⑰ **"لکل اُمة جعلنا منسکاھم ناسکوہ"** ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے ہر اُمت کے لیے ایک شریعت مقرر کر دی تھی جس پر وہ چلتے تھے۔

بعض نے منسک کا ترجمہ تہوار کے ساتھ کیا ہے۔

مجاہد اور قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد قربان گاہ ہے جس میں وہ جانوروں کو ذبح کرتے ہیں۔

بعض نے کہا کہ منسک سے مراد عبادت کی جگہ ہے اور بعض نے کہا کہ مرکز انس جس سے وہ مانوس تھے۔ عربی میں منسک اس مقام کو کہتے ہیں جہاں کسی اچھے یا برے کام کے لیے لوگ جمع ہونے کے عادی ہوں۔ مناسک حج کو مناسک اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ لوگ حج کے مقامات پر ہر سال آتے اور جمع ہوتے ہیں۔

"فلا ینازعنک فی الامر" ذبح کرنے کے معاملے میں۔ اس آیت کا نزول بدیل بن ورقاء یزید بن خنیس اور بشر بن سفیان کے متعلق ہوا۔ ان لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا تھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ جس جانور کو تم اپنے ہاتھوں سے قتل کرتے ہو اس کو تو کھاتے ہو اور جس کو خدا براہِ راست مار دیتا ہے اس کو نہیں کھاتے۔ زجاج نحوی نے کہا بظاہر نزاع کی ممانعت مشرکوں کو ہے لیکن حقیقت میں ممانعت کا رُخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ عرب کہتے ہیں کہ فلاں شخص تم سے جھگڑا نہ کرے، یعنی تم

اس سے جھگڑا نہ کرو لیکن ایسا ان افعال میں ہوتا ہے جو طرفین سے صادر ہوں۔ جب ایک فریق اپنا حق چھوڑ دے تو دوسرے کو اختیار نہیں۔ "وادع الی ربک" اپنے رب کی طرف بلاؤ کہ وہ اللہ رب العزت پر ایمان لائیں۔ "انک لعلی ھدیً مستقیم"

⑱ "وان جادلوک فقل اللّٰہ اعلم بما تعملون"

⑲ "اللّٰہ یحکم بینکم یوم القیامۃ فیما کنتم فیہ تختلفون" اس وقت تم لوگ پہچان لوگے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ اختلاف کا معنی ہے دو جھگڑا کرنے والوں میں سے ہر ایک کا دوسرے کے خلاف ہو جانا۔

⑳ "الم تعلم أن اللّٰہ یعلم ما فی السماء والارض انّ ذلک" سب کچھ وہ جانتا ہے۔ "فی کتاب" لوح محفوظ میں۔ "ان ذلک" اس کا علم تمام چیزوں میں۔ "علی اللّٰہ یسیر"

㉑ "ویعبدون من دون اللّٰہ مالم ینزل بہ سلطاناً" سلطان سے مراد حجت اور دلیل ہے۔ "ومالیس لھم بہ علم" جو کچھ انہوں نے کام کیا، وہ محض جہالت کی بناء پر کیا نہ کہ علم کی بنیاد پر۔ "وما للظالمین" اس سے مراد مشرکین ہیں۔ "من نصیر" ان کے لیے کوئی مددگار نہیں ہوگا جو اللہ کے عذاب سے ان کو بچا سکے۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ یَكَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۷۲﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْــًٔا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۷۴﴾

ترجمہ: اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں جو کہ (اپنے مضامین میں) خوب واضح ہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو تم ان کافروں کے چہروں (بوجہ ناگواری باطنی کے) برے آثار دیکھتے ہو قریب ہے کہ یہ ان لوگوں پر اب حملہ کر بیٹھیں (گے) جو ہماری آیتیں ان کے سامنے پڑھ رہے ہیں آپ (ان مشرکین سے) کہیے کہ کیا میں تم کو اس (قرآن) سے زیادہ ناگوار چیز بتلا دوں وہ دوزخ ہے (کہ) اس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے اے لوگو ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سنو (وہ یہ ہے کہ) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ ایک (ادنیٰ) مکھی کو تو پیدا کر ہی نہیں سکتے گو سب کے سب بھی (کیوں نہ) جمع ہو جائیں اور (پیدا کرنا تو بڑی بات ہے وہ ایسے عاجز ہیں کہ) اگر ان سے مکھی کچھ چھین لے جائے تو اس کو (تو) اس سے چھڑا (ہی) نہیں سکتے ایسا عابد بھی لچر اور ایسا معبود بھی لچر۔ (افسوس ہے) ان لوگوں نے اللہ کی جیسی تعظیم کرنا چاہئے تھی (کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے) وہ نہ کی (کہ شرک کرنے لگے) حالانکہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا سب پر غالب (بھی) ہے۔

تفسیر ⑫ "واذا تتلی علیهم آیاتنا بینات" بینات سے مراد قرآن مجید ہے۔ "تعرف فی وجوه الذین کفروا المنکر" غصہ اور ناگواری وترش روئی کی وجہ سے آثار انکار ان کے چہروں پر نمودار ہو جاتے ہیں۔ "یکادون یسطون" پکڑلیں گے یا ضرر پہنچانے کے لیے تلاوت کرنے والوں کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے اور بعض نے کہا وہ پھیلائیں گے۔ "بالذین یتلون علیهم آیاتنا" اس سے مراد محمد اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم جو آیات پڑھتے ہیں ان پر شدت غصہ کی وجہ سے ان کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے "سطا علیه، سطا به" دونوں ہم معنی ہیں۔ سطو اور سطوۃ مصدر ہے اس پر حملہ کیا یا پکڑنے کے لیے جبر کیا۔ "قل" اے محمد! "افأنبئکم بشر من ذلکم" یہ تمہارے لیے زیادہ بری اور زیادہ ناگوار ہوگی جو کچھ تم قرآن سے سنتے ہو۔ "النار" اس سے مراد آگ ہے۔ "وعدها الله الذین کفروا وبئس المصیر"

⑬ "یا یها النّاس ضرب مثل" ضرب کا معنی جعل ہے۔ جیسا کہ مقولہ مشہور ہے۔ بادشاہ نے لوگوں کی ایک جماعت بھیجی یا بادشاہ نے ذمیوں پر جزیہ لازم کیا۔ یعنی ان پر یہ ڈال دیا۔ مشرکین نے بتوں کے ہی ساتھ ساتھ شریک کر لیا اور انہی بتوں کو شریک کر کے ان کی عبادت کرتے ہیں۔ "فاستمعوا له" آپ ان کی حالت اور ان کے وصف کو سن لو، پھر اس کو بیان کر دیا اور فرمایا: "انّ الذین تدعون من دون اللّٰه" اس سے مراد بت پرست ہیں جو بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ "لن یخلقوا ذباباً" ان کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے ان کو واحد ذکر کیا۔ وہ کسی چیز پر قادر نہیں ہوتیں۔ اس کی واحد اور جمع بھی استعمال ہوتی ہے، تھوڑی کے لیے "أذبة" اور کثیر کے لیے ذباب بولا جاتا ہے۔ جیسے "غراب، وأغربة اور غربان" ہے۔ "ولو اجتمعوا له" اس کو پیدا کیا۔ "وان یسلبهم الذباب شیئًا لایستنقذوه منه"

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ اپنے بتوں کو زعفران کے ساتھ لیپ کرتے تھے۔ جب وہ خشک ہو جاتا تو مکھی جا کر اس کو اُٹھا کر لے آتی۔ سدی کا قول ہے کہ بتوں کے سامنے کھانا رکھا ہوتا تھا اس میں مکھی گر جاتی تو وہ اس کو بھی کھا جاتے۔ ابن زید کا قول ہے کہ وہ اپنے بتوں کو زیورات وجواہرات سے مزین کرتے تھے اور ان پر خوشبو لگاتے تھے۔ بسا اوقات ان سے کوئی چیز گر جاتی تو وہ اس کو لے لیتی یا کوئی مکھی اس کو لے لیتی تو وہ معبود اس سے چھڑانے پر قادر نہیں تھے۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا "وان یسلبهم الذباب شیئًا" اگر مکھی بتوں کے اوپر سے کوئی چیز اُچک لے تو وہ اس سے چھڑانے کے قادر نہیں۔ "ضعف الطالب والمطلوب"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا طالب سے مراد ہے مکھی جو اس چیز کی طلب گار ہوتی ہے جس کو وہ بت سے چھینتی ہے اور مطلوب سے مراد ہے بت جس سے مٹھائی وغیرہ مکھی طلب کرتی ہے، طالب کمزور اور مطلوب بالکل ہی بے بس اور بعض نے اس کے برعکس تفسیر کی ہے۔ طالب بت اور مطلوب مکھی لیکن بت تو بے جان ہیں وہ کسی چیز کی بھی طلب نہیں رکھتا اس لیے اس کو طالب قرار دینا صرف ظاہری صورت کے لحاظ سے کہا جائے گا اور طالب استنقاذ فرض کر لیا جائے گا۔ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ طالب سے مراد بت پرست اور مطلوب سے مراد بت ہیں۔

⑭ "ما قدروا الله حق قدره" اس طرح اس کی تعظیم نہیں کی جس طرح تعظیم کرنی چاہیے تھی اور اس کے پہچاننے کا جس طرح حق تھا اس طرح اس کو نہیں پہچانا اور جن اوصاف کا حق تھا وہ اوصاف آپ نے بیان نہیں کیے۔ اسی لیے حقیر ترین چیزوں کو اس کی عبادت میں شریک قرار دے لیا۔ "ان الله لقویٌّ عزیز"

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ⑮ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ⑯ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (آیت سجدہ) ⑰

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے رسالت کے لئے (جس کو چاہتا ہے) منتخب کر لیتا ہے فرشتوں میں سے (جن فرشتوں کو چاہے) احکام پہنچانے والے (مقرر فرما دیتا ہے) اور اسی طرح آدمیوں میں سے یقینی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے (یعنی) وہ ان (سب فرشتوں اور آدمیوں) کی آئندہ اور گذشتہ حالتوں کو (خوب) جانتا ہے اور تمام کاموں کا مدار اللہ ہی پر ہے (یعنی وہ مالک مستقل بالذات ہے اے ایمان والو تم رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور اپنے رب کی عبادت کیا کرو اور (تم ایسے) نیک کام (بھی) کیا کرو امید (یعنی وعدہ) ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔

تفسیر ⑮ "الله يصطفى" منتخب کیے۔ "من الملائكة رسلا" مرسل ملائکہ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل وغیرہ ہیں۔ "ومن النّاس" اور انسانوں میں سے رسول منتخب کیے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے علاوہ بھی ایک انبیاء کی جماعت ہے۔

یہ آیت اس وقت اُتری جب مشرکوں نے کہا تھا "ء انزل عليه الذكر من بيننا" کیا ہماری جماعت میں سے اس معمولی شخص پر قرآن اُتارا گیا۔ اس کی تردید میں فرمایا کہ پیغمبر بنانے کا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہی جس کو چاہتا ہے پیغمبری کے لیے منتخب کر لیتا ہے۔ "انّ الله سميع بصير" ان کے قول کو سننے والا اور بصیر ہے ان کے لیے جن کو رسالت کے لیے منتخب کیا۔

مابین ایدیهم و ماخلفهم کی مختلف تفاسیر

⑯ "يعلم ما بين ايديهم" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آگے پیچھے کی تشریح میں فرمایا جو کچھ انہوں نے آگے بھیجا۔ "وما خلفهم" اور جو کچھ انہوں نے پیچھے چھوڑا۔ حسن کا قول ہے کہ "مابين ايديهم" سے مراد جو کچھ وہ عمل کر چکے اور "وما خلفهم" سے مراد جو اس کے بعد وہ عمل کریں گے۔ بعض نے کہا کہ "مابين ايديهم" سے مراد فرشتے، آسمانی کتابیں اور رسول ہیں جو ان کے پیدا کرنے سے پہلے گزر چکے ہیں اور "وما خلفهم" سے مراد ان پیغمبروں کے بعد کے احوال سے اللہ واقف ہیں۔ "والى الله ترجع الامور"

⑰ "یا یھا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا" اس سے مراد نماز پڑھو کیونکہ نماز ہی ایسی عبادت ہے جس میں رکوع اور سجود ہوتے ہیں۔ "واعبدوا ربکم" اور تم اکیلے رب کی عبادت کرو۔ "وافعلوا الخیر" اور نیکی کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اس سے مراد قرابت داروں سے اچھا سلوک کرنا ان کو جوڑے رکھنا "لعلکم تفلحون" تا کہ تم سعادت مندی اختیار کرو اور جنت کے حصول میں کامیاب ہو جاؤ۔

یہاں پر سجدہ تلاوت ہے کہ نہیں ائمہ کے اقوال

اس آیت کے پڑھنے کے بعد سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے یا نہیں اس کے متعلق اہل علم کا آپس میں اختلاف ہے۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ اس کے بعد سجدہ واجب ہوتا ہے۔ یہ قول عمر و علی و ابن مسعود اور ابن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے اور فقہاء میں سے ابن المبارک، شافعی، احمد و اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ کیا سورۃ حج کو یہ فضیلت ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں؟ فرمایا، ہاں۔ جو یہ دو سجدے نہ کرے وہ ان آیتوں کو نہ پڑھے اور بعض دوسرے حضرات کا بیان ہے کہ اس جگہ سجدہ تلاوت نہیں ہے۔ یہ قول سفیان ثوری اور اصحاب الرائے کا ہے۔

قرآن پاک کے چودہ سجدے شمار کیے ہیں۔ اکثر اہل علم کے نزدیک ان میں سے تین تو مفصلات اور بعض قوم کے نزدیک مفصل میں سجدہ نہیں۔ یہ قول ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے اور یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سورۃ اقراء میں سجدہ کیا ہے اور "اذا السماء انشقت" میں بھی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ متاخر الاسلام صحابی ہیں۔

سورۃ صاد کے سجدہ میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سجدہ شکر ہے اور سجود قرآن میں سے نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور بعض حضرات کا قول ہے کہ اس میں سجدہ ہے اور یہی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی قول سفیان ثوری، ابن المبارک، اصحاب الرائے، امام احمد اور اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے۔ ابن المبارک، اسحاق، احمد اور ایک جماعت کا قول ہے کہ سجود قرآن پندرہ ہیں۔ انہوں نے سورۃ حج کے دونوں "سجدوں" اور سورۃ "ص" میں بھی سجدہ کو شمار کیا ہے۔ اس پر دلیل حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں پندرہ سجدے شمار کیے ہیں۔

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَاجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ

هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٧٨﴾

ترجمہ: اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کروجیسا کوشش کرنے کا حق ہے اس نے تم کو (اور امتوں سے) ممتاز فرمایا اور (اس نے) تم پر دین (کے احکام) میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی تم اپنے باپ ابراہیمؑ کی (اس) ملت پر (ہمیشہ) قائم رہو اس (اللہ) نے تمہارا لقب مسلمان رکھا (نزول قرآن سے) پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی تاکہ تمہارے (قابل شہادت اور معتبر ہونے کے لئے) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) گواہ ہوں اور (اس شہادت رسولؐ کے قبل) تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ (تجویز) ہو سو تم لوگ (خصوصیت کے ساتھ) نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ ہی کو مضبوط پکڑے رہو وہ تمہارا کارساز ہے (کسی کی مخالفت تم کو حقیقۃً ضرر نہ دے گی) سو کیا اچھا کارساز ہے اور کیسا اچھا مددگار ہے۔

وجاهدوا فی الله حق جهاده کی تفسیر

تفسیر ⑦⑧ "وجاهدوا فی الله حق جهاده" اللہ کے راستے میں دشمن کے خلاف لڑنا جیسا کہ لڑنے کا حق ہے، اتنی طاقت کے ساتھ لڑنا کہ اپنی آخری حد تک کی طاقت لگ جائے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ اللہ کے دین میں کسی برا کہنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنا ہی حق جہاد ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان **"یجاهدون فی سبیل الله ولا یخافون لومة لائم"** ضحاک اور مقاتل کا بیان ہے کہ اللہ کے لیے کام کرو۔ جیسا کہ کام کرنے کا حق ہے اور اس کی عبادت کرو جیسا کہ عبادت کا حق ہے۔ مقاتل بن سلیمان کا بیان ہے کہ یہ اس آیت سے منسوخ ہے۔ **"فاتقوا الله ما استطعتم"**

اکثر مفسرین رحمہم اللہ کا قول ہے کہ حق جہاد یہ ہے کہ نیت خالص اللہ کے لیے ہو۔ سدی نے کہا کہ حق جہاد یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے، نافرمانی نہ کی جائے۔ عبداللہ بن المبارک کا بیان ہے کہ نفس اور نفسانی ہوا و ہوس سے جہاد کرنا ہی جہاد اکبر ہے اور حق جہاد ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آئے تو فرمایا ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ آئے۔ اس صورت میں جہاد اصغر سے مراد جہاد مع الکفار ہے اور جہاد اکبر سے مراد نفس سے جہاد کرنا ہے۔ **"هو اجتباكم"** تمہیں اپنے دین کے لیے منتخب کیا ہے۔ **"وما جعل علیکم فی الدین من حرج"** کا معنی ہے تنگی۔

بعض اہل تفسیر نے یہ بیان کیا ہے کہ مؤمن جب کسی گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اللہ اس کے لیے گناہ کی سزا سے نکلنے کا راستہ ضرور بنا دیتا ہے۔ توبہ کے ذریعے سے ہو یا دنیاوی سزا یا اداء حقوق کی صورت میں ہو یا کفارہ دے کر ہو۔ بہرحال اللہ نے دین اسلام میں ایسی تنگی نہیں رکھی کہ کسی طرح اس گناہ سے پاک ہونے کی گنجائش ہی نہ ہو۔

بعض اہل علم کا قول ہے کہ تنگی نہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ نے اداء فرائض کے اوقات میں کوئی اشتباہ نہیں رکھا۔ فرائض کو ادا کرنے کے لیے اوقات مقرر فرما دیئے۔ مثلاً ہلال رمضان، ہلال فطر و وقت حج وغیرہ۔

مقاتل کا بیان ہے کہ تنگی نہیں کی یعنی ضرورت کے وقت سہولت کا باب کھول دیا۔ مثلاً سفر میں نماز کا قصر، پانی نہ ملنے یا

نقصان رساں ہونے کی صورت میں تیمم سخت ضرورت کے وقت مُردار کو کھانا، مجبوری کے وقت بیٹھ کر بلکہ لیٹ کر نماز ادا کرنا یہی قول کلبی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ تنگی نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل پر سخت احکام کے جو بار تھے اور سخت بندشیں تھیں، اللہ نے اس اُمت سے اس کو ساقط کر دیا۔ "ملة ابیکم ابراهیم"...... "ابیکم منصوب بنزع الخافض" ہے۔ بعض نے کہا کہ منصوب علی الاغراء ہے۔ یعنی تم پیروی کرو۔ اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کے دین کی اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کا حکم دیا کیونکہ وہ بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت میں داخل ہیں۔

شبہ اور اس کا ازالہ

سوال: اگر یہ سوال کیا جائے کہ "ملة ابیکم" کہنے کی کیا وجہ ہے؟ حالانکہ تمام مسلمانوں کا نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہے؟

جواب: اس سے خطاب صرف عرب کو ہے کیونکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ بعض نے جواب دیا کہ یہ خطاب تمام مسلمانوں کو ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سب کے لیے والد کی طرح ہیں۔ لہٰذا اس معنی کی بناء پر ان کا احترام تمام مسلمانوں پر واجب ہے اور ان کے حقوق کی حفاظت بھی واجب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وازواجه امهاتهم" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ میں تمہارے لیے باپ کی طرح ہوں۔ "هو سماكم" اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لکھا۔ "المسلمين من قبل" قرآن کے نزول سے پہلے کتابوں میں۔ "وفی هذا" اور اس کتاب میں یہی اکثر مفسرین کا قول ہے۔

ابن زید کا قول ہے کہ ھو کی ضمیر ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہے یعنی اس زمانے سے پہلے اپنے زمانے میں ابراہیم علیہ السلام نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔ اس وقت سے پہلے اور اس وقت میں۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دُعا میں کہا "ربّنا واجعلنا مسلمين لک ومن ذريتنا امّةً مسلمة لک" اے ہمارے رب! ہم کو اپنا مطیع بنا دے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک مسلمان اُمت بنا دے۔ "ليكون الرسول شهيدًا عليكم" اس سے مراد قیامت کا دن ہے کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادت دیں گے کہ ہم نے پیغام پہنچا دیا تھا۔ "وتكونوا" اور تم "شهداء على النّاس" کہ تمہارے رسولوں نے ان تک پیغام پہنچا دیا۔ "فاقيموا الصلوٰة واٰتوا الزكوٰة واعتصموا باللّٰه" اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ کرو۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے دین کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ اپنے رب سے مانگو وہ تمام مکروہات سے تم کو محفوظ رکھے گا۔ بعض نے کہا کہ اپنے رب سے دُعا کرو تاکہ وہ دین پر تم کو ثابت قدم رکھے۔ بعض نے کہا کہ اعتصام باللہ سے مراد ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوطی سے تھامے رکھے۔ "هو مولكم" وہی تمہارا ولی اور تمہارا مددگار ہے اور وہی تمہارا محافظ ہے۔ "فنعم المولى ونعم النصير" جو تمہارا مددگار ہے۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْن

مکی سورت ہے۔اس میں ایک سو اٹھارہ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ① الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ② وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ③

ترجمہ: بالتحقیق ان مسلمانوں نے (آخرت میں) فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور جو لغو باتوں سے (خواہ قولی ہوں یا فعلی) برکنار رہنے والے ہیں۔

تفسیر: حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم گنگناہٹ کی آواز سنتے جیسے کہ شہد کی مکھیوں کی آواز۔ہم ان کے پاس کچھ دیر ٹھہر جاتے اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی، میں ان کے پاس ایک گھڑی رُکا رہا اور قبلہ کی طرف رُخ کیا اور اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور فرمایا: "اللھمّ زدنا ولا تنقصنا واکرمنا وآثرنا ولا تؤثر علینا وارض عنّا" اے اللہ! ہمیں خوب عطا فرما اور ہمیں نقصان میں مبتلا نہ فرما اور ہمیں عزت دے اور ہمیں عطائے رکھ اور دوسروں کو ہم پر فوقیت عطا نہ فرما اور ہم سے ہمیشہ راضی رہ۔ پھر فرمایا کہ ہم نے آپ پر ایسی دس آیات نازل کیں جو ان کو قائم رکھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی "قد افلح المؤمنون" سے دس آیات تک اور احمد بن حنبل اور علی بن المدینی اور ایک جماعت نے عبدالرزاق سے روایت نقل کی ہے اور کہا "واعطنا ولا تحرمنا وأرضنا و ارض عنّا" اور ہمیں عطا کر محروم نہ کر اور ہم سے راضی ہو جا۔

① "قد افلح المؤمنون" قد حرف تحقیق و تاکید کے لیے ہے۔ محققین کے نزدیک قد ماضی کو حال کے قریب کر دیتا ہے۔ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کامیابی ان کو حاصل ہو چکی ہے۔ فلاح نجات اور بقاء کو کہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ توحید کی تصدیق کرنے والے سعادت یاب ہوں گے اور جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

خشوع کی مختلف تفسیریں

② "الذین ھم فی صلاتھم خاشعون" خشوع کے معنی میں مفسرین رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد عاجزی کرنے والے اللہ کے سامنے اظہار عجز کرنے والے۔ ② حسن اور قتادہ رحمہم اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد ڈرنے والے۔ ③ مقاتل کا قول ہے کہ اس سے مراد تواضع کرنے والے ہیں۔ ④ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول

ہے کہ اس سے مراد نظریں نیچی رکھنے والے اور اپنی آواز کو پست کرنے والے۔ خشوع وخضوع کے قریب قریب ہے۔ فرق یہ ہے کہ خضوع کا تعلق انسان کے ظاہری بدن کے ساتھ ہے اور خشوع کا تعلق انسان کے باطن قلب، بصر اور صوت کے ساتھ ہے۔

جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے "وخشعت الاصوات للرحمٰن" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت آئی ہے کہ نماز میں اِدھر اُدھر التفات نہ کرنا خشوع ہے۔ 5 سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ خشوع یہ ہے کہ یہ معلوم بھی نہ ہو کہ کون دائیں طرف ہے اور کون بائیں طرف اور دائیں بائیں نظر نہ ڈالے۔

مسروق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کے متعلق سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، یہ ایک اچکنا ہوتا ہے جو شیطان بندے کی نماز میں سے اُچک لیتا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ بندے کی طرف برابر متوجہ رہتا ہے۔ جب تک بندہ نماز میں اِدھر اُدھر نظر کو متوجہ نہیں کرتا۔ جب بندہ اِدھر اُدھر التفات کرتا ہے تو اللہ بھی اس کی طرف سے توجہ پھیر لیتا ہے۔

6 عمرو بن دینار نے کہا کہ خشوع سے مراد ہے۔ 7 سکون اور حسن ہیئت۔ ابن سیرین رحمہ اللہ کا قول ہے کہ تو اپنی نظر کو سجدہ کی جگہ سے نہ ہٹانا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نماز میں اپنی آنکھوں کو آسمان کی طرف اُٹھاتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی "الذین هم فی صلاتهم خاشعون" تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی نظروں کو سجدے کی جگہ جما کر رکھتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگ نماز کے اندر اپنی نگاہ آسمان کی طرف بلند کیوں کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اس معاملے میں اتنا سخت تھا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ لوگوں کو اس حرکت سے باز آنا چاہیے ورنہ ان کی نگاہیں اُچک لی جائیں گی۔

8 عطاء کا قول ہے کہ اپنے بدن کے کسی حصے کے ساتھ نہ کھیلنا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز کے اندر اپنی داڑھی سے کھیلتے دیکھا۔ فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اعضاء بدن میں بھی ہوتا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہو تو وہ کنکریوں کو مسح نہ کرے کیونکہ اس پر اس وقت اللہ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے۔

9 بعض نے کہا کہ نماز میں خشوع نام ہے توجہ کی یکسوئی کا کہ دوسری طرف خیال نہ جائے اور زبان سے جو الفاظ ادا کر رہا ہے اس پر غور وفکر کرنا چاہیے۔

3 "والذین هم عن اللغو معرضون" عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ لغو سے مراد

شرک ہے اور حسن کا قول ہے کہ لغو سے مراد گناہ اور نافرمانیاں ہیں۔ زجاج کا قول ہے لغو سے مراد ہر باطل اور لھو چیز ہے، خواہ اس کا تعلق قول سے ہو یا فعل سے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد کفار کے ساتھ معارضہ کرنا ہے، برا بھلا کہنے کے ساتھ یا گالی گلوچ کے ساتھ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "واذ امروا باللغو مروا کراما" اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ بری بات سنتے ہیں تو خود اس کے اندر گھس نہیں پڑتے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ④ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ⑤ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ⑥ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ⑦ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ⑧ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ⑨ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ⑩

ترجمہ اور جو (اعمال و اخلاق میں) اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی (حرام شہوت رانی سے) حفاظت رکھنے والے ہیں لیکن اپنی بیبیوں سے یا اپنی (شرعی لونڈیوں سے حفاظت نہیں کرتے) کیونکہ ان پر (اس میں) کوئی الزام نہیں ہاں جو اس کے علاوہ (اور جگہ شہوت رانی کا) طلبگار ہو ایسے لوگ حد (شرعی) سے نکلنے والے ہیں اور جو اپنی (سپردگی میں لی ہوئی) امانتوں اور اپنے عہدوں کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں (ہاں) ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں۔

تفسیر ④ "**والذین هم للزكٰوة فاعلون**" جو ان پر زکوٰۃ واجب ہے وہ ادا کرتے ہیں۔ زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو فعل کے ساتھ تعبیر کیا کیونکہ فعل کا وقوع نفس مال پر نہیں ہو سکتا بلکہ فعل کا تعلق ادا کرنے سے ہے۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ یہاں زکوٰۃ سے مراد عمل صالح ہے۔ یعنی وہ نیک عمل کرنے والے ہیں۔

⑤ "**والذین هم لفروجهم حافظون**" فوج اسم جمع ہے خواہ شرم گاہ مرد کی ہو یا عورت کی۔ حفظ الفرج حرام سے پاک دامن رہنا۔

⑥ "**الاعلى ازواجهم**" سوائے اپنی بیویوں کے علی بمعنی من کے ہے۔ "**او ما ملكت ايمانهم**" ما یہاں پر محل خفض (حالت جر) میں ہے۔ یہ آیت خاص طور پر مردوں کے بارے میں ہے۔ اس دلیل کی وجہ سے "**او ما ملكت ايمانهم**" کیونکہ عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے مملوک غلام سے استمتاع بالفرج کرے۔ "**فانهم غير ملومين**" اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو مگر اپنی بیوی اور باندی سے کیونکہ ان دونوں سے استمتاع کی صورت میں ملامت کا مستحق نہیں ہوتا شریعت کی حدود میں رہ کر۔ یعنی حالت حیض و نفاس نہ ہو۔

⑦ "**فمن ابتغٰى وراء ذلك**" جس نے ان عورتوں کے علاوہ کوئی اور صورت تلاش کی۔ مثلاً متعہ کی یا کسی اور چیز کی۔ "**فاولئك هم العادون**" ظلم اور زیادتی میں تجاوز کرنے والے ہوں گے یا حلال و حرام میں تجاوز کرنے والے ہوں گے اور یہ آیت

اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ استمناع بالید بھی حرام ہے۔ یہی اکثر علماء کا بیان ہے۔ عطاء کا قول ہے کہ کچھ لوگوں کا حشر ایسی حالت میں ہوگا کہ ان کے ہاتھ حاملہ ہوں گے۔ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں نے عطاء سے یہ مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا مکروہ ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ کچھ لوگ اپنے آلات مردمی سے خود کھیلتے ہیں، اللہ نے ان پر عذاب نازل فرمایا۔

❽ "والذین ھم لاماناتھم" ابن کثیر نے اس کو مفرد پڑھا ہے اور سورۃ معارج میں بھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وعھدھم" دوسرے قراء نے اس کو جمع کے ساتھ ذکر کیا۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان "انّ اللّٰہ یامرکم أن تؤدوا الامانات الی اھلھا" یہاں آیت میں امانات جمع کا صیغہ ذکر کیا۔ "وعھدھم راعون" وہ حفاظت کرنے والے ہیں۔ یعنی اپنی امانتوں کی حفاظت کرنے والے اور وہ قسمیں جو لوگوں کے ساتھ کھاتے ہیں ان کو وہ پوری کرتے ہیں۔ امانتوں کی مختلف اقسام ہیں یا تو امانت بندوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوگی جیسے نماز، روزہ، عبادات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر واجب کی ہیں اور بعض امانتیں بندوں کے درمیان جیسے کوئی چیز ودیعت رکھی ہے تو اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

❾ "والذین ھم علی صلواتھم" حمزہ اور کسائی نے "صلاتھم" واحد ذکر کیا ہے اور دوسرے قراء نے جمع کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ "یحافظون" اور ان کی ادائیگی میں مداومت اختیار کرتا ہے اور اوقات کی رعایت رکھتے ہیں، نماز کو تکرار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کیونکہ ان کی محافظت واجب ہے۔ جیسا کہ ان میں خشوع واجب ہے۔

❿ "اولئک" اس صفت والے "ھم الوارثون" دوزخیوں کے جو درجات جنت میں تھے یہ اہل جنتی ان درجات کے وارث ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے ہر ایک کے لیے دو گھر ہیں، ایک گھر جنت میں اور دوسرا دوزخ میں۔ جب کوئی مر کر دوزخ میں چلا جاتا ہے تو اہل جنت اس کے جنت والے گھر کے وارث ہو جاتے ہیں، اللہ کے فرمان "اولئک ھم الوارثون" کا یہی مطلب ہے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ہر ایک کے لیے منزل ہے۔ ایک منزل جنت میں اور ایک منزل آگ میں۔ مؤمن کے لیے جنت میں اس کی جگہ ہے اور اس کے لیے جو دوزخ میں مقام ہوتا ہے اس کو گرا دیا جاتا ہے اور کافر کے لیے جو جگہ جنت میں متعین ہوتی ہے وہ گرا (مٹا) دی جاتی ہے اور دوزخ والی جگہ اس کے لیے مقرر کی جاتی ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ وارث ہونے کا یہ معنی ہے کہ مآل کاران کو جنت ملے گی جیسے وارث بالآخر میراث پاتا ہے۔

الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ⑪ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ⑫ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ⑬ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ

اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ⑭ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ⑮

ترجمہ جوفردوس کے وارث ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ (یعنی غذا) سے بنایا پھر ہم نے اس کو نطفہ سے بنایا جو کہ (ایک مدت معینہ تک) ایک محفوظ مقام (یعنی رحم) میں رہا پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنا دیا پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو (گوشت کی) بوٹی بنا دیا پھر ہم نے اس بوٹی (کے بعض اجزاء) کو ہڈیاں بنا دیا پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اس کو ایک دوسری ہی (طرح کی) مخلوق بنا دیا سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے پھر تم بعد اس (تمام قصہ عجیبہ) کے ضروری مرنے والے ہو پھر تم قیامت کے روز دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے

تفسیر ⑪ "الذین یرثون الفردوس" فردوس جنت کا اعلیٰ درجہ ہے۔ یہ ہم نے سورۃ کہف میں ذکر کیا ہے۔ "ھم فیھا خالدون" اس میں نہ ان کو موت آئے گی اور نہ وہ اس جہنم سے نکل سکیں گے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین اشیاء اپنے ہاتھ سے بنائیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے بنایا، توریت کو اپنے ہاتھ سے لکھا، فردوس کو اپنے ہاتھ سے بنایا، پھر فرمایا میری عزت کی قسم! کہ اس میں کوئی شرابی داخل نہیں ہوگا اور نہ ہی دیوث۔

⑫ "ولقد خلقنا الانسان" ہم نے جنس انسان آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ انسان اسم جنس ہے یہ واحد اور جمع دونوں استعمال ہوتے ہیں۔ "من سلالۃ" ❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ "سلالۃ" سے مراد پانی کا خلاصہ ہے۔ ❷ مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد بنی آدم ہیں۔ ❸ عکرمہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ "سلالۃ" سے مراد ہے وہ پانی جو پشت سے کھینچا جاتا ہے عرب نطفے کو "سلالۃ" کہتے ہیں اور ولد کو سلیل کہتے ہیں کیونکہ وہ ان دونوں سے ہی کھینچا جاتا ہے۔ "من طین" اس سے مراد طین آدم ہیں۔ سلالۃ کہتے ہیں مٹی سے پیدا ہونا اور حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے تھے چونکہ دوسرے انسان نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اور غذا زمین سے پیدا ہوتی ہے۔

کلبی نے کہا طین سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا گیا ہے اور اسی مٹی سے انسان کے نطفہ کو کھینچا جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ انسان سے مراد آدم علیہ السلام ہیں۔ "من سلالۃ" ان کی مٹی کو ہر جگہ سے کھینچا گیا تھا۔

⑬ "ثم جعلناہ نطفۃ" یعنی وہ انسان جس کو ہم نے نطفہ سے بنایا۔ "فی قرار مکین" ٹھہرنے کی جگہ اور وہ رحم مادر ہے اور وہ ایک مقررہ مدت تک اس میں قرار پکڑتا ہے۔

"ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظامًا" ابن عامر اور ابوبکر کے نزدیک عظما پڑھا ہے۔ "فکسونا العظام" ظاء کے سکون کے ساتھ واحد استعمال ہوتا ہے اور دوسرے قراء نے جمع کے صیغہ کے ساتھ نقل کیا ہے کیونکہ انسان کئی عظام پر مشتمل ہے۔ اس آیت میں ہر خلق پر چالیس دن کا وقفہ ہوتا ہے، چالیس دن کے بعد یہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ "فکسونا العظام لحمًا" ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت کا لباس چڑھایا۔ "ثم انشأناہ

خلقا آخر" مفسرین رحمہم اللہ کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، شعبی، عکرمہ، ضحاک اور ابوالعالیہ نے کہا کہ "خلقا آخر" سے مراد ہے روح پھونکنا۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد دانتوں اور بالوں کا اُگ آنا۔ ابن جریج نے مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ مکمل جوان ہونا مراد ہے۔ حسن نے کہا کہ نر یا مادہ ہونا مراد ہے۔

عوفی کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تفسیری قول نقل کیا ہے کہ ولادت کے بعد انسان کے تدریجی احوال مراد ہیں کہ پیدائش سے لے کر دودھ پینے کے وقت تک اور اس کے بیٹھنے سے لے کر لیٹنے تک، چلنے سے عاقل مند ہونے تک کہ وہ کھائے پیئے، یہاں تک کہ وہ حلم کی عمر تک پہنچ جائے اور پھر اس کے بعد ایک شہر سے دوسرے شہر گھومنا سب ہی انشاء خلق کی آخری صورتیں ہیں۔ "فتبارک اللّٰہ" کہ وہی تعظیم اور ثناء کا مستحق ہے۔ اسی طور پر کہ نہ اس پر زوال آیا ہے اور نہ آئے گا۔ "احسن الخالقین" وہ اچھی صورت بنانے والا اور اندازہ کرنے والا اور خلق لغت میں تقدیر (اندازہ) کو کہتے ہیں۔

مجاہد کا قول ہے کہ بندے بھی بناتے ہیں اور اللہ بھی بناتا ہے اور اللہ سب بنانے والوں میں سے بہتر بنانے والا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے "رجل خالق ای صانع" وہ بنانے والا ہے۔

ابن جریج کا قول ہے کہ خالقین جمع کا صیغہ اس وجہ سے ذکر کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حضرت آدم علیہ السلام کی طرح پیدا کیا۔ "انی اخلق لکم من الطین" یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت کر کے کہا کہ وہ سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔

⑮ "ثم انکم بعد ذلک لمیتون" میت تشدید کے ساتھ آتا ہے اور مائت جو اس کے بعد کبھی نہ مرے اور ہم عنقریب تمہیں موت دے دیں گے۔ "میت" تخفیف کے ساتھ لیکن اس میں تخفیف جائز نہیں۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ⑯ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ⑰ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ⑱

ترجمہ: اور ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے اور ہم مخلوق (کی مصلحتوں) سے بے خبر نہ تھے اور ہم نے آسمان سے (مناسب) مقدار کے ساتھ پانی برسایا پھر ہم نے اس کو (مدت تک) زمین میں ٹھہرایا اور ہم اس (پانی) کے معدوم کر دینے پر (بھی) قادر ہیں

تفسیر ⑯ "ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون"

⑰ "ولقد خلقنا فوقکم سبع طرائق" اس سے مراد سات آسمان ہیں کیونکہ ہر اوپر والا آسمان نیچے والے پر چڑھا ہوا ہے۔ اگر نچلی چیز بالائی چیز کی طرح ہو تو نچلی کو بالائی چیز کا طریقہ کہا جاتا ہے۔ اس سے طارق النعل ہے کہ جب کوئی دوسرے شخص کے نشان قدم پر چلے اور بعض نے کہا کہ طرائق کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آسمانوں کے اندر فرشتوں یا سیاروں کے چلنے کی گزرگاہیں ہیں۔ "وما کنا عن الخلق غافلین" ہم ان کے ذریعے سے تمہاری حفاظت کرنے والے ہیں کہ وہ تم پر

گریں گے نہیں کہ تم اس سے ہلاک ہو جاؤ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "ویمسک السماء أن تقع علی الارض الا باذنه" بعض نے کہا کہ ہم نے آپ کو بے کار نہیں چھوڑا بغیر امر و نہی کے۔ بعض نے کہا کہ ہم مخلوق کو پیدا کرنے میں غافل نہیں۔ ہم نے تمہارے اوپر آسمان بنائے اور اس میں شمس و قمر اور ستارے تمہارے فائدے کے لیے لگا دیئے ہیں۔

⑱ "وانزلنا من السماء ماء بقدر" اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا اندازہ ہے کہ کتنی بارش ہماری معیشت کے لیے کافی ہے۔ "فاسکناه فی الارض" کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تالابوں اور حوضوں اور گڑھوں میں پانی کو جمع کر دیا تاکہ بارش نہ ہو تو لوگ اس سے کام چلائیں۔ بعض اہل تفسیر نے کہا کہ اس سے زمین کا پانی پینا مراد ہے، پانی کو زمین چوس لیتی ہے، زمین کے مسامات میں پانی گھس جاتا ہے، پھر اس سے چشمے اور سوت پھوٹ نکلتے ہیں، زمین سے جتنا پانی برآمد ہوتا ہے وہ آسمان سے برسا ہوا ہی ہوتا ہے۔

"وانّا علی ذهاب به لقادرون" یہاں تک کہ تم پیاسے ہلاک ہو جاتے اور تمہارے مویشی ہلاک ہو جاتے اور تمہاری زمین بھی بنجر ہو جاتی۔ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت سے چار دریا نازل کیے ہیں۔ سیحان، جیحان، دجلہ، فرات مقاتل نے عکرمہ سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے ایک چشمہ سے جو جنت کے نچلے نشیبی حصہ میں تھا پانچ دریا جبرئیل علیہ السلام کے دونوں بازوؤں پر نازل فرمائے۔ سیحون جیحون، دجلہ، فرات، نیل۔ جبرئیل علیہ السلام نے یہ دریا بطور امانت پہاڑوں کے سپرد کر دیئے اور زمین میں بہا دیئے اور لوگوں کے لیے فائدہ بخش بنا دیئے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے "وانزلنا من السماء ماء بقدر فاسکناه فی الارض" سے اس طرف اشارہ ہے پھر جب یاجوج ماجوج کا زمانہ آئے گا تو اللہ جبرئیل علیہ السلام کو بھیج کر زمین سے قرآن اور تمام علم کو اور حجر اسود کو جو بیت اللہ کا رکن ہے اور مقام ابراہیم کو اور تابوت موسیٰ کو مع اس کی اندرونی چیزوں کے اور ان پانچوں دریاؤں کو آسمان کی طرف اُٹھا لے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وانّا علی ذهاب به لقادرون" جب یہ اشیاء زمین سے اُٹھالی جائیں گی تو اہل ارض دُنیا اور دین کی ہر بھلائی سے محروم ہو جائیں گے۔

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ⑲ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ⑳ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ㉑

ترجمہ: پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعہ سے باغ پیدا کئے کھجوروں کے اور انگوروں کے تمہارے واسطے ان میں بکثرت میوے بھی ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو اور (اسی پانی سے) ایک (زیتون کا) درخت بھی (ہم نے پیدا کیا) جو کہ طور سینا میں (بکثرت) پیدا ہوتا ہے جو اگتا ہے تیل لئے ہوئے اور کھانے والوں کا سالن لئے ہوئے اور

تمہارے لئے مواشی میں (بھی) غور کرنے کا موقع ہے کہ ہم تم کو ان کے جوف میں چیز (یعنی دودھ) پینے کو دیتے ہیں اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور (نیز) ان میں سے بعض کو کھاتے بھی ہو

تفسیر ⑲ "**فانشأنا لکم بہ**" اس سے مراد پانی ہے۔ "**جنات من نخیل و اعناب لکم فیھا**" ان باغات میں "**فواکہ کثیرۃ ومنھا تاکلون**" تم گرمیوں اور سردیوں میں اس کو کھاتے ہو۔ نخیل اور اعناب کو ذکر کیا کیونکہ عرب کے اندر یہی کثیر پھل ہیں۔

⑳ "**وشجرۃ**" اور ہم نے تمہارے لیے ایک اور درخت پیدا کیا۔ "**تخرج من طور سیناء**" اور وہ زیتون کا درخت ہے۔ قراء اہل حجاز اور ابوعمرو نے "**سِیناء**" سین کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے ان دونوں کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کے معنی میں اختلاف ہے۔

❶ مجاہد کا قول ہے کہ اس کا معنی برکت ہے یعنی برکت والے پہاڑ سے ہم نے زیتون کو پیدا کیا۔

❷ قتادہ کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے حسن، ہم نے زیتون کو اچھے پہاڑ سے پیدا کیا۔ ضحاک کا قول ہے کہ یہ نبطی زبان کا لفظ ہے۔

❸ عکرمہ نے کہا ہے کہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔ ❹ کلبی نے اس کا معنی یہ نقل کیا ہے کہ "**سیناء**" کا معنی ہے درختوں والا۔

❺ بعض نے کہا سریانی زبان میں گھنے درختوں کی جھاڑی کو سیناء کہتے ہیں۔ ❻ مقاتل نے کہا کہ جس پہاڑ پر بکثرت پھل دار درخت ہوں اس کو نبطی زبان میں سیناء اور سینین کہا جاتا ہے۔ ❼ مجاہد کا قول ہے کہ سیناء خاص پتھروں کی ایک قسم ہوتی ہے۔ یہ طور میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ ❽ ابن زید کا قول ہے کہ "**طور سیناء**" پورا نام اس پہاڑ کا ہے جو مصر اور ایلہ کے درمیان واقع ہے جہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی گئی تھی۔ "**تنبت بالدھن**" ابن کثیر اہل بصرہ، یعقوب نے "**تنبت**" تاء کے ضمہ اور باء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی قراء نے تاء کے فتحہ کے اور باء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اگر تاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھیں تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ اس کے پھل سے تیل حاصل کرتے ہیں اور وہ زیتون ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ نبت اور انبت کی دونوں لغات ہیں معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔ زہیر کا قول ہے۔

رأیت ذوی الحاجات حول بیوتھم قطینالھم حتی اذا أنبت البقل

ہم نے زیتون کو غریب گھروں کے اردگرد پایا، ہم نے ان لوگوں میں سے بہت ہی کم کو پایا کہ وہ اپنے لیے زیتون کو نہ اُگاتے ہوں۔ "**وصبغ للاکلین**" صبغ اور صباغ اس سالن کو کہتے ہیں جس میں روٹی ڈبوئی جاتی ہے اور روٹی پر اس کا رنگ آجاتا ہے اور ادام عام سالن کو کہتے ہیں جس کو روٹی کے ساتھ کھایا جاتا ہے خواہ اس سے روٹی رنگین ہو یا نہ ہو۔

مقاتل کا بیان ہے کہ اللہ نے اس درخت کو ادام بھی بنایا ہے اور دھن بھی۔ "**روغن زیت**" ادام سے مراد زیتون اور دھن سے مراد زیت ہے۔ طور کے ساتھ زیتون کی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ سب سے پہلے طور میں ہی زیتون کا درخت پیدا ہوا۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ طوفان کے بعد زمین پر سب سے پہلے زیتون کا ہی درخت پیدا ہوا۔

㉑ "**وان لکم فی الانعام لعبرۃ**" یہ نشانی ہے جس کے ساتھ عبرت حاصل کرتے ہیں۔ "**نسقیکم**" عام قراء نے نون کے ساتھ

ذکر کیا ہے۔ ابوجعفر نے اس جگہ تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور فتحہ کے ساتھ۔ "مما فی بطونها ولکم فیها منافع کثیرۃ ومنها تاکلون"

وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ ۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿٢٦﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٨﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿٣٠﴾

ترجمہ: اور ان پر اور کشتی پر لدے لدے پھرتے (بھی) ہو۔ اور ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف پیغمبر گر کے بھیجا سو انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا کہ اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کیا کرو اس کے سوا کوئی تمہارے لئے معبود بنانے کے لائق نہیں (اور جب یہ بات ثابت ہے تو) پھر کیا تم (دوسروں کو معبود بنانے سے) ڈرتے نہیں ہو پس (نوح کی یہ بات سن کر) ان کی قوم میں وکا فر رئیس تھے (عوام سے) کہنے لگے کہ یہ شخص بجز اس کے کہ تمہاری طرح کا ایک (معمولی) آدمی ہے اور کچھ نہیں ہے (اس دعویٰ سے) ان کا مطلب یہ ہے کہ تم سے برتر ہو کر رہے اور اگر اللہ کو (رسول بھیجنا) منظور ہوتا تو فرشتوں کو بھیجتا ہم نے یہ بات اپنے پہلے بڑوں میں بھی نہیں سنی بس یہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہو گیا ہے سو ایک وقت خاص (یعنی اس کے مرنے کے وقت تک اس (کی حالت) کا اور انتظار کر لو نوحؑ نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرا بدلہ لے بوجہ اس کے کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ہے پس ہم نے (اس کی دعا قبول کی اور) ان کے پاس حکم بھیجا کہ تم کشتی تیار کر لو ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے پھر جس وقت ہمارا حکم (عذاب قریب) آپہنچے اور (علامت اس کی یہ ہے کہ) زمین سے پانی ابلنا شروع ہو تو (اس وقت) ہر قسم (کے جانوروں) میں سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو دو عدد اس (کشتی) میں داخل کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی (سوار کر لو) باستثناء اس کے جس پر ان میں سے (غرق ہونے کا) حکم نافذ ہو چکا ہے اور (یہ سن لو کہ) مجھ سے کافروں (کی نجات) کے بارے میں کچھ گفتگو مت کرنا (کیونکہ) وہ سب غرق کئے جائیں گے۔ پھر جس وقت تم اور تمہارے

ساتھی (مسلمان) کشتی میں بیٹھ چکو تو یوں کہنا شکر ہے خدا کا جس نے ہم کو کافر لوگوں سے (یعنی ان کے افعال اور تکالیف سے) نجات دی اور یوں کہنا کہ اے میرے رب مجھ کو (زمین پر) برکت کا اتارنا اتاریو اور آپ سب اتارنے والوں سے اچھے ہیں اس (واقعہ مذکورہ) میں بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم (یہ نشانیاں معلوم کرا کر اپنے بندوں کو) آزماتے ہیں۔

تفسیر 22 "وعليها وعلى الفلك تحملون" خشکی میں اونٹوں پر سوار ہوتے ہو اور سمندر میں کشتی پر۔

23 "ولقد ارسلنا نوحًا الى قومه فقال يا قوم اعبدوا الله" اسی کی توحید بیان کرو۔ "مالكم من اله غيره" اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ "أفلا تتقون" تم اس کے خوف سے ڈرتے ہو کہ وہ تمہیں غیر اللہ کی پوجا کرنے پر سزا دے گا۔

24 "فقال الملاء الذين كفروا من قومه ما هذا الا بشر مثلكم يريد أن يتفضل عليكم" اس کو ہم نے تم پر فضیلت بخشی تو وہ تمہارا متبوع اور تم اس کے تابع ہو۔ "ولو شاء الله" یعنی اگر اللہ کو منظور ہوتا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ "لا نزل ملائكة" تو وحی پہنچانے میں "ما سمعنا بهذا" جس بات کا حضرت نوح علیہ السلام مدعی ہیں۔ "فى أباء نا الاوّلين" بعض نے کہا کہ ہم نے یہ نہیں سنا کہ کسی بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہو۔

25 "ان هو الا رجل به جنةٌ" اس سے مراد جنون ہے۔ "فتربصوا به حتّى حين" یعنی اس کو برداشت کرو اور اس وقت کا انتظار کرو کہ یہ خود ہی مر جائے گا اور راحت پالے گا۔

26 "قل رب انصرني بما كذبون" یعنی ہم نے ان کو ہلاک کر دیا بسبب ان کی تکذیب کے۔

27 "فاوحينا اليه أن اصنع الفلك باعيننا ووحينا فاذا جاء امرنا وفار التنور فاسلك فيها" اس کشتی میں داخل ہو جایئے۔ "من كل زوجين اثنين واهلك الا من سبق عليه القول منهم" مگر ان کو اس پر سوار مت کیجئے جن پر ہلاک کرنے والا حکم سبقت کر چکا ہے۔ "ولا تخاطبني في الذين ظلموا انهم مغرقون"

28 "فاذا استويت" جب تم اس میں بیٹھ چکو۔ "أنت ومن معك على الفلك فقل الحمدلله الذى نجانا من القوم الظالمين" اس سے مراد کافر لوگ ہیں۔

29 "وقل ربّ أنزلني منزلا مباركًا" ابوبکر نے عاصم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ "منزلاً" میم کے فتحہ کے ساتھ اور زاء کے کسرہ کے ساتھ اس سے مراد اُترنے کی جگہ ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ کشتی ہے جو سوار ہونے کے بعد اُترے ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ زمین ہے جس میں طوفان کے بعد اُترے ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد کشتی ہی ہو اور اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ کشتی سے نکلنے کے بعد کشتی میں برکت سے مراد عذاب سے نجات کا حاصل ہونا۔ کشتی سے نکلنے کے بعد ان کی اولاد ثلاثہ میں بہت کثرت سے بڑھا ہے۔ "وانت خير المنزلين"

30 "انّ فى ذلك" جو ہم نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی کشتی کے متعلق ذکر کیا ہے اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرنے کا ذکر کیا۔ "لايات" ان کی قدرت کی نشانیاں۔ "وان كنا لمبتلين" ہم نے ان کا امتحان لیا نوح علیہ السلام کو بھیج کر،

ان کی نصیحت کے ساتھ اور ہم نے ان کا انتظار کیا کہ وہ نزول عذاب سے پہلے اس پر عمل کریں گے۔

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿٣١﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿٣٤﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿٣٥﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿٣٦﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٣٧﴾

ترجمہ: پھر ہم نے (قوم نوحؑ کے بعد) دوسرا گروہ پیدا کیا پھر ہم نے ان میں ایک پیغمبر کو بھیجا جو ان ہی میں کے تھے (ان پیغمبر نے کہا) کہ تم لوگ اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود (حقیقی) نہیں کیا تم (شرک سے) ڈرتے نہیں ہو اور ان پیغمبر کی یہ بات سن کر) ان کی قوم میں سے جو رئیس تھے جنہوں نے (خدا ورسول کے ساتھ) کفر کیا تھا اور آخرت کے آنے کو جھٹلایا تھا اور ہم نے ان کو دنیوی زندگانی میں عیش بھی دیا تھا کہنے لگے کہ بس یہ تو تمہاری طرح ایک معمولی آدمی ہیں (چنانچہ) یہ وہی کھاتے ہیں جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتے ہیں جو تم پیتے ہو اور اگر تم اپنے جیسے ایک (معمولی) آدمی کے کہنے پر چلنے لگو تو بیشک تم (عقل کے) گھاٹے میں ہو کیا یہ شخص تم سے کہتا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے اور (مرکر) مٹی اور ہڈیاں ہوجاؤ گے تو (دوبارہ زندہ کر کے زمین سے) نکالے جاؤ گے بہت ہی بعید اور بہت ہی بعید ہے جو بات تم سے کہی جاتی ہے بس زندگی تو یہی ہماری دنیوی زندگی ہے کہ ہم میں کوئی مرتا ہے اور کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم دوبارہ زندہ کیے جاویں گے۔

تفسیر: ⑪ "ثم أنشانا من بعدهم" اس کے ہلاک کرنے کے بعد۔ "قرنًا اخرين"

⑫ "فارسلنا فيهم رسولاً منهم" اس سے مراد ھود علیہ السلام اور ان کی قوم مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم مراد ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ "أن اعبدوا الله مالكم من اله غيره أفلا تتقون"

⑬ "وقال الملاء من قومه الذين كفروا وكذبوا بلقاء الاخرة" جب آخرت میں پہنچ جائیں گے۔ "وأترفناهم" ہم نے ان پر نعمت کی اور ان پر وسعت کی۔ "في الحيوة الدنيا ما هذا الا بشر مثلكم يأكل مما تأكلون منه ويشرب مما تشربون" اس سے وہ پیتے ہیں۔

⑭ "ولئن أطعتم بشرًا مثلكم انكم اذًا لخاسرون" وہ لوگ بے وقوف اور جاہل تھے۔

⑮ "ايعدكم أنكم اذا متم وكنتم ترابًا و عظامًا انكم مخرجون" تمہیں تمہاری قبروں سے زندہ اُٹھایا جائے گا اور پھر

اسی میں لوٹایا جائے گا۔ کیا تم اس بات کا وعدہ کرتے ہو کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی مٹی ہو جاؤ گے اور ہڈیاں بوسیدہ ہو جانے کے بعد دوبارہ اُٹھایا جائے گا۔ اس کی نظیر قرآن پاک میں ہے: "الم یعلموا انه من یحادد اللّٰه ورسوله فان له نار جهنم خالدًا فیها"

㊱ "هیهات هیهات لما توعدون" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ بمعنی بعد کے ہے۔ یہ بہت دور ہے۔ "هیهات هیهات" تاء کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ نصر بن عاصم نے اس کو ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس میں ساری لغات صحیح ہیں۔ یہ أین اور کیف کی طرح اور جنہوں نے اس کو رفع کے ساتھ پڑھا ہو تو وہ کہتے ہیں کہ وہ مثل منذ وقط اور حیث کی طرح ہے اور جو حضرات اس کو کسرہ پڑھتے ہیں وہ اس کو امس اور ھولاء کی طرح ہے۔

㊲ "ان هی" اس سے مراد دُنیا ہے۔ "الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا" اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ یعنی نحیا و نموت۔ ہم ہی زندہ کرنے والے اور موت دینے والے ہیں کیوں کہ وہ بعث بعد الموت کے منکر تھے۔ بعض نے کہا کہ وہ اپنے آباء کو تو مُردہ سمجھتے تھے اور بیٹوں کو زندہ سمجھتے تھے۔ بعض کا قول ہے کہ وہ ایک قوم کو زندہ سمجھتے تھے اور دوسری کو مُردہ۔ "وما نحن بمبعوثین" موت کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کر کے اُٹھائیں گے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ㊳ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِىْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ㊴ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ㊵ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ㊶ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ ۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ㊷ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ㊸ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ㊹

(ترجمہ) بس یہ ایک ایسا شخص ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے اور ہم تو ہرگز اس کو سچا نہ سمجھیں گے پیغمبر نے دعا کی کہ اے میرے رب میرا بدلہ لے اس وجہ سے کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ارشاد ہوا کہ یہ لوگ عنقریب پشیمان ہوں گے چنانچہ ان کو ایک سخت آواز نے (یعنی عذاب نے) موافق وعدہ برحق کے آ پکڑا (جس سے وہ سب ہلاک ہو گئے) پھر ہم نے ان کو خس و خاشاک (کی طرح پامال) کر دیا سو خدا کی مار کافر لوگوں پر پھر ان (عاد یا ثمود) کے (ہلاک ہونے کے) بعد ہم نے اور امتوں کو پیدا کیا کوئی امت (ان امتوں میں سے) اپنی مدت معینہ سے (ہلاک ہونے میں) نہ پیش دستی کر سکتی تھی اور نہ (اس مدت سے) وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے تھے پھر (ان کے پاس) ہم نے اپنے پیغمبروں کو یکے بعد دیگرے (ہدایت کیلئے) بھیجا جب کبھی کسی امت کے پاس اس امت کا (خاص) رسول آیا انہوں نے اس کو جھٹلایا سو ہم نے (بھی ہلاک کرنے میں) ایک کے بعد ایک کا نمبر لگا دیا اور ہم نے ان کی کہانیاں بنا دیں سو خدا کی مار ان لوگوں پر جو (انبیاء کے سمجھانے پر بھی) ایمان نہ لاتے تھے

تفسیر ㊳"ان ھو" اس سے مراد رسول ہیں۔ "الا رجل افتری علی اللہ کذبا وما نحن لہ بمؤمنین" بعث بعدالموت کی تصدیق کرتے ہیں۔

㊴"قال رب انصرنی بما کذبون"

㊵"قال عما قلیل" اس سے مراد تھوڑے سے ماصلہ ہے۔ "لیصبحن" تو وہ ہو جائیں گے۔ "نادمین" کفر و تکذیب پر۔

㊶"فاخذتھم الصیحۃ" عذاب کی چیخ و پکار "بالحق" بعض نے کہا کہ ہلاک کرنے والی چیخ اور بعض نے کہا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے چیخ ماری جس کے ذریعے سے ان کے دل پھٹ گئے۔ "فجعلناھم غثاءً" ہم نے ان کو ہلاک کر دیا جیسے سیلاب کے اوپر کوڑا کرکٹ بہہ کر آ جاتا ہے۔ ہم نے اس کوڑے کی طرح ان کو کر دیا۔ "فبعدًا للقوم الظالمین"

㊷"ثم انشأنا من بعدھم قرونًا اٰخرین" اس کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں۔

㊸"ماتسبق من اُمۃ أجلھا" جو مدت ان کے لیے مقرر تھی اس سے تقدیم و تاخیر نہیں ہوئی۔ "من صلۃ" ہے اس کی ہلاکت کے وقت "وما یستأخرون" اور نہ ہی ہلاکت سے پہلے ان کو مؤخر کیا جا سکتا ہے۔

㊹"ثم ارسلنا رسلنا تترى" تواتر اور متواترہ چیزوں کا پے در پے یعنی ایک کے بعد دوسرے کا اور دوسرے کے بعد تیسرے کا آنا اور بغیر کسی اجتماعیت کے تسلسل قائم ہونا اور اس وجہ سے کہ دونوں نبیوں کے درمیان ایک طویل زمانہ ہے۔ اصمعی کا قول ہے کہ "واترت الخبر" اس وقت کہا جاتا ہے جب ایک کے پیچھے دوسری خبر دی جائے اور دونوں کے درمیان کچھ وقفہ ہو۔

قراء کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ ابو جعفر، ابن کثیر، ابو عمرو نے تنوین کے ساتھ پڑھا ہے اور یعقوب نے الف کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابو عمرو حالت وقف میں آخر الف کے ساتھ نہیں پڑھتے۔ جیسے "رأیت زیدًا" میں آخر میں الف ہے اور باقی قراء نے اس کو بلا تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔ ہمارے نزدیک اس کے آخر میں یاء کے ساتھ وقف ہے اور اسی کی طرف حمزہ اور کسائی گئے ہیں۔ ان کا قول غضبی و سکری کی طرح ہے اور یہ اسم جمع ہے جیسے شتی۔ دونوں قراءتوں کی صورت میں تاء اولی واؤ سے بدل کر آئی ہے۔ "تتری" اصل تری تھا۔ متواتر قراءۃ کے ساتھ واؤ اور تاء تقویٰ اور تکلان کی طرح ہے۔

"کلما جاء اُمۃ رسولھا کذبوہ فاتبعنا بعضھم بعضًا" بعض کو بعض کے ذریعے سے ہلاک کر دیا۔ یعنی جس طرح ہم نے پیغمبروں کو یکے بعد دیگرے بھیجا۔ اسی طرح اُمتوں کو بھی ایک کے بعد دوسرے کو ہلاک کر دیا۔ "وجعلناھم احادیث" یعنی ہم نے ان کو کہانیاں بنا دیا۔ ان کی داستانیں اور ہلاکت کے قصے رہ گئے جن کو لوگ بطور داستان بیان کرتے ہیں اور عبرت آموز دماغوں والے ان سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔ احادیث احدوثہ کی جمع ہے۔ احدوثہ وہ قصہ ہے جس کو لوگ دل بہلانے کے لیے تعجب کے ساتھ پڑھتے اور بیان کرتے ہیں۔

اخفش کا بیان ہے یہ لفظ احدوثہ اور احادیث کا استعمال شر کے موقع پر ہوتا ہے اور خیر کے موقع پر یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ ہم نے ان کو احادیث بنا دیا بلکہ یوں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص حدیث (ایک افسانہ یا واقعہ) ہو گیا۔ "فبعدًا لقوم لا یؤمنون"

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ. بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾

ترجمہ پھر ہم نے موسیٰ اوران کے بھائی ہارونؑ کو اپنے احکام اور کھلی دلیل دے کر فرعون اوراس کے درباریوں کے پاس (بھی پیغمبر بنا کر) بھیجا سوان لوگوں نے (ان کی تصدیق واطاعت سے) تکبر کیا اور وہ لوگ تھے ہی متکبر چنانچہ وہ (باہم) کہنے لگے کہ کیا ہم ایسے دو شخصوں پر جو ہماری طرح کے آدمی ہیں ایمان لے آویں (اوران کے مطیع بن جاویں) حالانکہ ان کی قوم کے لوگ ہمارے زیر حکم ہیں غرض وہ لوگ ان دونوں کی تکذیب ہی کرتے رہے پس ہلاک کئے گئے (اوران کے ہلاک ہونے کے بعد) ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی توراۃ) عطا فرمائی تا کہ (اس کے ذریعہ سے) وہ لوگ (یعنی قوم بنی اسرائیل) ہدایت پاویں اور ہم نے مریم کے بیٹے (عیسیٰؑ) کو اوران کی ماں (حضرت مریمؑ کو بڑی نشانی بنایا اور ہم نے ان دونوں کو ایک ایسی بلند زمین پر لے جا کر پناہ دی جو (بوجہ غلات اور میوہ جات پیدا ہونے کے) ٹھہرنے کے قابل اور شاداب جگہ تھی اے پیغمبرو تم (اور تمہاری امتیں) نفیس چیزیں کھاؤ اور نیک کام (یعنی عبادت) کرو (اور) میں تم سب کے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں اور (ہم نے ان سب سے یہ بھی کہا کہ) یہ ہے تمہارا طریقہ کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے اور (حاصل اس طریقہ کا یہ ہے کہ) میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ سے ڈرتے رہو۔

تفسیر ﴿۴۵﴾ **"ثم ارسلنا موسٰی واخاہ ھارون بایاتنا و سلطان مبین"** واضح دلیل کے ساتھ یعنی ید بیضاء اور عصی کے ساتھ اوراس کے علاوہ دوسرے معجزات کے ساتھ۔

﴿۴۶﴾ **"الٰی فرعون و ملائہ فاستکبروا"** وہ ایمان کی تعظیم اور ماننے سے تکبر کرنے لگے۔ **"و کانوا قومًا عالین"** یعنی وہ لوگ مغرور تھے، لوگوں پر جبر اور ظلم کیا کرتے تھے۔

﴿۴۷﴾ **"فقالوا"** یعنی فرعون اوراس کی قوم نے کہا **"انؤمن لبشرین مثلنا"** اس سے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام ہیں کہ کیا ہم ان پر ایمان لے آئیں۔

"وقومھما لنا عابدون" وہ ان کی اطاعت کرنے والے اور عاجزی کرنے والے ہیں۔ عرب لوگ ہر اس شخص کو عابد کہہ دیتے ہیں جو کسی کا خدمتی اور حکم بردار ہو۔

﴿۴۸﴾ **"فکذبوھما فکانوا من المھلکین"** وہ سب غرق کردیئے گئے۔

㊾"ولقد اٰتینا موسٰی الکتاب" اس سے مراد توریت ہے۔ "لعلھم یھتدون" تا کہ اس کی قوم ہدایت یافتہ ہوجائے۔

㊿"وجعلنا ابن مریم و امه آیة" ہماری قدرت کی نشانی۔ یہاں پر آیتان نہیں۔ فرمایا، بعض نے کہا کہ ان دونوں کی شان یہ ہے کہ ہم نے ان دونوں کو نشانی بنایا اور بعض حضرات نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے ان دونوں کو نشانی بنایا ہے۔ "...... کلتا الجنتین آتت أکلھا"...... "وآوینا ھما الی ربوة" ربوۃ بلند مقام کو کہا جاتا ہے۔

ربوہ مقام کی تفصیل

اس میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔ ❶ عبداللہ بن سلام نے فرمایا کہ یہ دمشق تھا۔ ❷ سعید بن مسیب اور مقاتل کا بھی یہی قول ہے۔ ❸ ضحاک کا قول ہے کہ غوطہ دمشق مراد ہے۔ ❹ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "ربوة" سے مراد رملہ ہے۔ ❺ عطاء کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول آیا ہے کہ ربوۃ سے مراد بیت المقدس ہے۔ یہی قول قتادہ اور کعب کا ہے۔ ❻ کعب نے کہا کہ ربوۃ کا حصہ بہ نسبت دوسری زمین کے اٹھارہ میل آسمان کے قریب تھا۔ ❼ ابن زید کے نزدیک مصر مراد ہے۔ ❽ ابن زید کا قول ہے کہ اس سے مراد مصر ہے۔ ❾ سدی کے نزدیک فلسطین کی سرزمین مراد ہے۔ "ذات قرار" ہموار زمین جس پر رہنے والے ٹھہر سکیں۔ "ومعین" معین جاری پانی کو کہتے ہیں جو ظاہراً جاری ہوتا ہے۔

51"یا یھا الرسل" حسن، مجاہد اور قتادہ، سدی، کلبی اور ایک جماعت کا قول ہے کہ اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ عرب کے نزدیک واحد کا اطلاق جماعت پر ہوتا ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ بعض حضرات نے کہا کہ اس سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام مراد ہیں۔ "کلوا من الطیبات" جو تمہارے لیے حلال ہیں۔ "واعملوا صالحًا" صلاح کہتے ہیں شریعت کے وجوب کردہ احکام کو صحیح طریقے سے چلنا۔ "انی بما تعملون علیم"

52"وان ھذہ" اہل کوفہ "اِن" میں الف کے کسرہ کے ساتھ ہے اور باقی قراء نے الف کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابن عامر نے نون تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور بعض نے ان کو صلہ قرار دیا ہے۔ دوسرے قراء نے نون کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہاں پر عبارت محذوف ہے۔ "بان ھذہ اُمتکم" اس سے مراد تمہاری ملت و شریعت جس پر تم ہو۔

"امتکم اُمة واحدة" ملت واحدہ سے مراد اسلام ہے۔ "وانا ربکم فاتقون" یعنی میں چونکہ تمہارا رب ہوں اس لیے مجھ سے ڈرو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ میں تمہیں اسی بات کا حکم کرتا ہوں جو حکم پہلے بھیجے ہوئے انبیاء علیہم السلام کرتے تھے ہم سب کا حکم (تبلیغ) ایک ہی ہے۔

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَھُمْ بَیْنَھُمْ زُبُرًا ط کُلُّ حِزْبٍ م بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرْھُمْ فِیْ غَمْرَتِھِمْ حَتّٰی حِیْنٍ ﴿۵۴﴾ اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَھُمْ فِی الْخَیْرٰتِ

ط بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٨﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿٦٠﴾

ترجمہ سوان لوگوں نے اپنے دین میں اپنا طریق الگ الگ کر کے اختلاف پیدا کرلیا ہر گروہ کے پاس جو دین ہے وہ اسی سے خوش ہے سو آپ ان کو ان کی (اسی) حالت میں ایک خاص وقت تک رہنے دیجئے کیا یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ مال واولاد دیتے چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدے پہنچا رہے ہیں (یہ بات ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ (اس کی وجہ) نہیں جانتے اس میں کوئی شک نہیں جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

تفسیر ⑤③ **"فتقطعوا أمرهم"** اپنے اپنے دین میں نئے نئے الگ الگ طریقے ایجاد کردیئے۔ **"بينهم"** انہوں نے آپس میں تفرقہ پیدا کردیا تو وہ آپس میں یہودی، نصرانی اور مجوسی ہوگئے۔ **"زبرًا"** وہ گروہ گروہ ہوگئے، فرقہ فرقہ، ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اس کا واحد زبور ہے۔ زبور کا معنی ہے ٹکڑا، فرقہ۔ اس سے (**زبر الحديد**) لوہے کے ٹکڑے۔ وہ فرقے فرقے ہوگئے جیسے لوہے کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے ہیں۔ بعض اہل شام کے قراء نے زبر اباء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

بعض نے کہا کہ انہوں نے کتاب کے مختلف حصے بنالیے تھے وہ بعض پر ایمان لاتے اور بعض کا انکار کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ بعض کتاب کی تحریف کی۔ **"كل حزب بما لديهم"** ہر گروہ کے پاس جو کچھ دین ہے وہ اسی پر اترائے ہوئے ہیں۔ **"فرحون"** وہ تعجب اور خوشی کرتے ہیں۔

⑤④ **"فذرهم في غمرتهم"** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے کفر وگمراہی میں اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے غفلت۔ **"حتى حين"** ایک مقررہ مدت تک جب تک ان کو موت نہ آجائے۔

⑤⑤ **"ايحسبون أنما نمدهم به من مال و بنين"** جو کچھ ہم ان کو مال واولاد دیتے چلے آتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی زیادہ فائدہ دے رہے ہیں۔

⑤⑥ **"نسارع لهم في الخيرات"** ہم ان کو جلدی جلدی فائدہ دے رہے ہیں اور ان کے ثواب کو مقدم کریں گے۔ ان کے نیک اعمال کے سبب اور ان کی رضامندی کے سبب۔ **"بل لا يشعرون"** ہم ان کو جلدی جلدی فائدہ پہنچا رہے ہیں۔

⑤⑦ **"ان الذين هم من خشية ربهم مشفقون"** وہ خوف رکھتے ہیں۔ اشفاق کا معنی خوف سے کیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مؤمنین جو اللہ سے خوف رکھتے ہیں اور اس کی سزا سے ڈرتے ہیں۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مؤمن نیکی بھی کرتا ہے اور پھر ڈرتا بھی رہتا ہے اور منافق بدی کرتا ہے اور پھر بے فکر بھی رہتا ہے۔

⑱"والذین هم بایات ربهم یؤمنون" اس کا معنی ہے کہ وہ تصدیق کرتے ہیں۔

⑲"والذین هم بربهم لایشرکون"

⑳"والذین یؤتون ما آتوا" وہ عطا کرتے ہیں جو زکوٰۃ اور صدقات سے دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت "والذین یؤتون ما آتوا" جو اعمال کرتے ہیں نیک اعمال۔ "وقلوبهم وجلة" وہ اللہ کے عذاب سے نجات نہیں پاتے اور ان کے اعمال قبول نہیں کیے جاتے۔ "انهم الی ربهم راجعون" اس لیے کہ وہ اس پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کے حضور ایک دن ضرور حاضر ہونا ہے۔

حسن بصری کا قول ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور کوشش کے ساتھ کرتے ہیں۔ پھر بھی ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کی طاعت رد نہ کی جائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت "والذین یؤتون ما اتوا وقلوبهم وجلة" کے متعلق دریافت کیا اور عرض کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے اور چوری کرتے ہیں، فرمایا نہیں، اے صدیق کی بیٹی! بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور خیرات کرتے ہیں اور پھر بھی ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کی یہ طاعت رد نہ کی جائے، یہی وہ لوگ ہیں جو بھلائیوں میں تیزی کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں۔

اُولٰٓئِکَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَھُمْ لَھَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَا نُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا وَلَدَیْنَا کِتٰبٌ یَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ بَلْ قُلُوْبُھُمْ فِیْ غَمْرَةٍ مِّنْ ھٰذَا وَلَھُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِکَ ھُمْ لَھَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰٓی اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْھِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا ھُمْ یَجْئَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْئَرُوا الْیَوْمَ اِنَّکُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمہ: اور جو لوگ (اس ایمان میں) اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے ہیں اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور (باوجود دینے کے) ان کے دل اس سے خوفزدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں یہ لوگ (البتہ) اپنے فائدے جلدی جلدی حاصل کر رہے ہیں اور وہ ان کی طرف دوڑ رہے ہیں اور ہم (تو) کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ کام کرنے کو نہیں کہتے (بس جو کام بتلا رکھے ہیں سب آسان ہی ہیں) اور ہمارے پاس ایک دفتر (نامۂ اعمال کا محفوظ) ہے جو ٹھیک ٹھیک (سب کا حال) بتا دے گا اور لوگوں پر ذرا ظلم نہ ہوگا بلکہ ان کفار کے قلوب اس دین کی طرف سے جہالت (اور شک) میں ہیں اور اس کے علاوہ ان لوگوں کے اور بھی (برے برے) عمل ہیں جن کو یہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب (بعد الموت) میں دھر پکڑیں گے تو فوراً چلا اٹھیں گے (اس وقت ان سے کہا جاوے گا) کہ اب مت چلاؤ ہماری طرف سے تمہاری مطلق مدد نہ ہوگی

تفسیر ㉑"اولئک یسارعون فی الخیرات" جو نیک اعمال میں آگے بڑھتے ہیں۔ "وهم لها سابقون"

اور وہ اس کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ''لمانهوا'' ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے سعادت پہلے ہی سے مقدر ہو چکی ہے۔ کلبی کا بیان ہے کہ یہ تمام اُمتوں پر اعمال صالحہ کے لحاظ سے سبقت کر گئی۔

⑫ ''ولا نكلف نفسا الا وسعها'' اس کی طاقت کے بقدر جو شخص قیام پر قادر نہیں تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور جو شخص روزے کی طاقت نہ رکھے اسے چاہیے کہ وہ افطار کرے۔ ''ولدينا كتاب ينطق بالحق'' وہ لوح محفوظ ہے وہ حق بات کرتے ہیں اور سچ کو واضح کرتے ہیں۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے کسی نفس کو اس کی وسعت سے بڑھ کر مکلف نہیں بنایا مگر جس کی وہ قدرت رکھتا ہے اور ہم نے اس کو لوح محفوظ میں ثابت رکھا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد بندوں کے اعمال ہیں جو حفاظت کے فرشتے لکھتے ہیں۔ ''وهم لايظلمون'' ان کی نیکیوں کو کم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی برائیاں بڑھائی جائیں گی۔ پھر اس کے بعد کفار کا تذکرہ کیا۔

⑬ ''بل قلوبهم في غمرة'' چھا جانے والی غفلت اور جہالت۔ ''من هذا'' اس قرآن سے ''ولهم اعمال من دون ذلک'' کفار کے اعمال خبیثہ جو ان مؤمنین کے اعمال سے ہٹ کر ہیں، وہ اعمال جو اللہ تعالیٰ نے پہلے ذکر کیے۔ ''انّ الذين هم من خشية ربهم مشفقون''...... ''هم لها عاملون'' ان کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ جو وہ اعمال بد کرتے ہیں ان کے بسبب وہ دوزخ میں چلے جائیں کیوں کہ ان پر شقاوت اور بدبختی غالب آ گئی۔ یہی قول اکثر مفسرین کا ہے۔

⑭ ''حتّى اذا أخذنا مترفيهم'' کہ ہم ان کو پکڑ لیتے ہیں، ان کے اغنیاء اور ان کے سرداروں کو۔ ''بالعذاب''

مترفیهم بالعذاب سے کونسا عذاب مراد ہے

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد بدر کا دن ہے۔

ضحاک کا قول ہے کہ وہ قحط مراد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ان پر پڑا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا میں فرمایا تھا، اے اللہ! قبیلہ مضر پر سخت قحط نازل کر دے اور ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کے قحط کی طرح قحط ڈال دے۔ نتیجتاً یہ ہوا کہ قحط کی مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ یہاں تک کہ کتوں کو اور مُردار کو اور جلی ہوئی ہڈیوں کو بھی کھا گئے۔ ''اذا هم يجئرون'' وہ جزع فزع کرنے لگے اور مدد طلب کرنے لگے۔ جار اصل میں عاجزی کے ساتھ آواز کو بلند کرنے کو کہتے ہیں۔

''لا تجأروا اليوم'' تم لوگ مت چلاؤ۔ ''انكم منّا لا تنصرون'' تم سے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور نہ ہی تمہیں وہ نفع دے گا، تمہاری اس عاجزی اور چیخ و پکار کو۔

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿٦٦﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ

لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَ هُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾

ترجمہ میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر (رسول کی زبانی) سنائی جایا کرتی تھیں تو تم الٹے پاؤں بھاگتے تھے تکبر کرتے ہوئے قرآن کا مشغلہ بناتے ہوئے اس قرآن کی شان میں بیہودہ بکتے ہوئے تو کیا ان لوگوں نے اس کلام (الٰہی) میں غور نہیں کیا یا ان کے پاس ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے بڑوں کے پاس نہیں آئی تھی یا یہ لوگ اپنے رسول سے واقف نہ تھے اس وجہ سے ان کے منکر ہیں یا یہ لوگ آپ کی نسبت جنون کے قائل ہیں (سو ان میں تو کوئی وجہ بھی معقول نہیں) بلکہ (ان کی اصلی تکذیب کی وجہ یہ ہے کہ) یہ رسول ان کے پاس حق بات لے کر آئے ہیں اور ان میں اکثر لوگ حق بات سے نفرت رکھتے ہیں اور بفرض محال اگر دین حق ان کے خیالات کے تابع ہو جاتا تو تمام آسمان اور زمین اور جو ان میں آباد ہیں سب تباہ ہو جاتے بلکہ ہم نے ان کے پاس ان کی نصیحت کی بات بھیجی سو یہ لوگ اپنی نصیحت (نافعہ) سے بھی روگردانی کرتے ہیں

تفسیر ﴿۶۶﴾ "**قد كانت آياتي تتلى عليكم**" اس سے مراد قرآن ہے۔ "**فكنتم على اعقابكم تنكصون**" وہ اُلٹے پاؤں واپس لوٹ جاتے ہیں۔ قہقری کہتے ہیں کہ وہ ایمان سے پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں۔

﴿۶۷﴾ "**مستكبرين به**" اس کنایہ میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ ان کے قصے واضح ہیں۔ ان کا مرجع بیت الحرام قرار دیا ہے اور کنایہ مذکور نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اس بات سے تکبر کرتے کہ ہم ہی بیت اللہ کی تعظیم کرنے والے ہیں اور وہ یہ کہتے کہ ہم ہی اہل ہیں اس کے اور یہ بھی کہتے تھے کہ ہم پر کوئی خوف نہیں اور تمام لوگوں میں سے وہ اپنے آپ کو امن میں سمجھتے تھے۔

بعض نے کہا کہ وہ قرآن سے تکبر کرتے تھے اس پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ پہلا قول واضح اور ظاہر ہے۔ "**سامرًا**" منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رات کے وقت داستانیں، قصے، کہانیاں کرتے کعبہ کے اِردگرد حلقے بناتے اور اس میں یہ قصے گوئیاں کرتے۔ "**تهجرون**" نافع نے "**تهجرون**" تاء کے ضمہ جیم کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ "**اهجار** سے" کلام میں بہت زیادہ فحش گوئی، یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یا قرآن کی شان میں بیہودہ بکتے تھے۔ بعض نے کہا کہ ہجر سے ہے بمعنی کٹ جانا۔ بعض نے کہا کہ وہ اپنی اپنی زبانوں سے ایسے الفاظ نکالتے تھے جو ان کو خود معلوم نہ ہوتا کہ وہ کیا نکالتے ہیں جیسے کوئی شخص نیند میں بول رہا ہو۔

﴿۶۸﴾ "**أفلم يدبروا**" وہ اس پر غور وفکر کرے۔ "**القول**" کیا وہ اس قول پر غور وفکر نہیں کرتے، قرآن پر غور وفکر نہیں کرتے۔ اگر غور وفکر کرتے رہتے تو وہ ان دلائل کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی جان چکے ہوتے۔ "**ام جاء هم مالم يأت آباء هم الاوّلين**" انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔ اس سے مراد یہ کہ ہم نے آپ سے پہلے بھی ان کی طرف رسول بھیجے، اسی طرح

آپ کو بھی ان کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ بعض نے کہا کہ اُم یہاں بل کے معنی میں ہے یعنی ہم نے ان کے آباواجداد کی طرف پہلے انبیاء ورسل بھیجے ہیں لیکن ان لوگوں نے ان کا انکار کیا۔

69 "ام لم یعرفوا رسولھم" رسول سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ "فھم له منکرون" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کیا انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن، بڑے میں اوران کے نسب ان کی صداقت اوران کی امانت اوران کے عہدووفا کو نہیں جانتے، ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی ان پرایمان نہیں لاتے۔

70 "ام یقولون به جنة" وہ آپ کو مجنون زدہ کہتے ہیں حالانکہ آپ ایسے نہیں۔ "بل جاء ھم بالحق" وہ سچی بات لے کر آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کسی کے سامنے مخفی نہیں کہ وہ صحیح ہی ہے ہر عاقل شخص اس کو سمجھ سکتا ہے۔ "واکثرھم للحق کارھون"

71 "ولو اتبع الحق أھواء ھم" ابن جریج، مقاتل، سدی اوراہل حق کی ایک جماعت کے نزدیک الحق سے مراد اللہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کی مراد کے مطابق عمل کر لیتا۔ بعض نے کہا کہ اگر اللہ ان کی مراد کی موافقت کرتا اور دوسروں کو اپنا شریک بنالیتا یا اپنے لیے اولاد اختیار کر لیتا۔ جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں "لفسدت السماء والارض" فراء اورزجاج کا قول ہے کہ حق سے مراد قرآن ہے کہ اگر میں ان کی مراد کے مطابق قرآن نازل کر دیتا یعنی شریک یا ولد بنا تا ان کے اعتقاد کے مطابق تو آسمان وزمین اور جو کچھ اس میں ہے اس میں فساد برپا ہو جاتا۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ہے "لو کان فیھما الھة الا اللّٰہ لفسدتا"...... "ومن فیھن بل اٰتیناھم بذکرھم" جو کچھ ہم بیان کر چکے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ذکر ہم سے مراد ہے، وہ کتاب جس میں ان کی بزرگی اور شرف کا بیان ہے یعنی قرآن مجید۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "لقد انزلنا الیکم کتابًا فیه ذکرکم" یعنی ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی جس میں تمہارے لیے شرف اور بزرگی ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا، اس میں تمہارے لیے بزرگی اور تمہاری قوم کے لیے بھی بزرگی ہے۔ "فھم عن ذکرھم معرضون" وہ ایسی کتاب کی طرف بھی التفات نہیں کرتے جو ان کے لیے باعث شرف ہے۔

اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿72﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿73﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿74﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿75﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿76﴾ حَتّٰى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿77﴾

ترجمہ: یا آپ ان سے کچھ آمدنی چاہتے ہیں تو آمدنی تو آپ کے رب کی سب سے بہتر ہے اور وہ سب دینے

والوں سے اچھا ہے اور (خلاصہ ان کی حالت کا یہ ہے کہ) آپ تو ان کو سیدھے راستہ کی طرف (جس کو اوپر حق کہا ہے) بلا رہے ہیں اور ان لوگوں کی جو کہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یہ حالت ہے کہ اس (سیدھے) راستہ سے ہٹے جاتے ہیں اور اگر ہم ان پر مہربانی فرماویں اور ان پر جو تکلیف ہے اس کو ہم دور بھی کر دیں تو وہ لوگ (پھر) اپنی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے اصرار کرتے ہیں اور ہم نے ان کو گرفتار عذاب بھی کیا ہے سو ان لوگوں نے نہ اپنے رب کے سامنے (پورے طور سے) فروتنی کی اور نہ عاجزی اختیار کی یہاں تک کہ ہم جب ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے۔ تو اس وقت بالکل حیرت زدہ رہ جاویں گے۔

تفسیر ⑦② "ام تسئلهم" جو لوگ تم لے کر آئے ہو۔ "خرجًا" اجر و سامان۔ "فخراج ربّک خیر" یعنی جو کچھ اللہ نے تمہیں رزق میں سے اور ثواب میں سے دیا وہ بہتر ہے۔ "وھو خیر الرازقین" حمزہ اور کسائی نے "خراجًا" پڑھا ہے۔ ان دونوں کو ہمزہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ابن عامر نے ان دونوں کو الف کے بغیر، دوسرے قراء نے بغیر الف کے پڑھا ہے۔

⑦③ "وانک لتدعوھم الی صراط مستقیم" صراط مستقیم سے مراد دین اسلام ہے۔

⑦④ "وان الذین لا یؤمنون بالاخرة عن الصراط" اس سے مراد دین حق ہے۔ "لنکبون" وہ عادل اور ان کی طرف مائل ہوں گے۔

⑦⑤ "ولو رحمناھم و کشفنا مابھم من ضر" اس سے مراد قحط ہے۔ "للجوا" تب بھی یہ اڑے رہے۔ "فی طغیانھم یعمھون" اور وہ اس سے چھٹکارا نہیں پا سکیں گے۔

⑦⑥ "ولقد أخذناھم بالعذاب" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے لیے یہ دُعا کی کہ اللہ ان پر یوسف علیہ السلام کے زمانے کی طرح ان پر قحط نازل فرما۔ اللہ نے ان پر قحط مسلط کر دیا۔ ابوسفیان نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا، محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم کو اللہ کا اور قرابت داری کا واسطہ دیتا ہوں۔ اب تو ہم اون اور خون بھی کھانے لگے، بھوک سے انتہائی مجبور ہو گئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی "فما استکانوا لربھم" انہوں نے نہ توبہ کی اور نہ ہی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کی۔ "وما یتضرعون" یعنی انہوں نے اپنے رب سے عاجزی اور خشوع نہیں کیا۔

⑦⑦ "حتّی اذا فتحنا علیھم بابًا ذا عذاب شدید" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد یوم بدر میں قتال ہے۔ یہی قول مجاہد کا بھی ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد موت ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد قیامت ہے۔ "اذاھم فیه مبلسون" ہر بھلائی سے مایوس ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ⑦⑧ وَهُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ⑦⑨ وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ

وَالنَّهَارِ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ⑧⓪ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ⑧① قَالُوْٓا ءَ اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ⑧② لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ⑧③ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑧④ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۗ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ⑧⑤ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ⑧⑥ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۗ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ⑧⑦ قُلْ مَنْ ۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑧⑧

ترجمہ اور وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین پر پھیلا رکھا ہے اور تم سب (قیامت میں) اسی کے پاس لائے جاؤ گے اور وہ ایسا ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کے اختیار میں ہے رات اور دن کا گھٹنا بڑھنا سو کیا تم (اتنی بات نہیں سمجھتے بلکہ یہ بھی ویسی ہی بات کہتے ہیں جو اگلے (کافر) لوگ کہتے چلے آئے (یعنی) یوں کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں رہ جاویں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جاویں گے اس کا تو ہم سے اور (ہم سے) پہلے ہمارے بڑوں سے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے یہ کچھ بھی نہیں محض بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آتی ہیں آپ (جواب میں) یہ کہہ دیجئے کہ (اچھا یہ بتلاؤ کہ) یہ زمین اور جو اس پر رہتے ہیں یہ کس کی ہیں اگر تم کو کچھ خبر ہے وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ کی ہیں (تو) ان سے کہئے کہ پھر کیوں نہیں غور کرتے (اور) آپ یہ بھی کہئے کہ (اچھا یہ بتلاؤ کہ) ان سات آسمانوں کا مالک اور عالیشان عرش کا مالک کون ہے (اس کا بھی) وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ یہ بھی (سب) اللہ کا ہے (اس وقت) آپ کہیئے کہ پھر تم (اس سے) کیوں نہیں ڈرتے آپ (ان سے) یہ بھی کہئے (اچھا) وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا اگر تم کو کچھ خبر ہے

تفسیر ⑦⑧ "وهو الذی أنشأ لكم السمع" تمہارے لیے کان سننے کے لیے پیدا کیے۔ "والابصار والافئدة" تاکہ تم اس کو سنو اور دیکھو اور پھر اس پر غور وفکر کرو۔ "قليلاً ما تشكرون" ان نعمتوں پر وہ شکر ادا نہیں کرتے۔

⑦⑨ "وهو الذی ذرأكم" تمہارے لیے پیدا کیا۔ "فی الارض واليه تحشرون" تمہیں اُٹھائے گا مرنے کے بعد۔

⑧⓪ "وهو الذی يحی ويميت وله اختلاف الليل والنهار" رات اور دن کی تدبیر زیادتی اور نقصان کے ساتھ۔ فراء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو مختلف اشیاء پیدا کی ہیں اور دونوں سفید اور کالے میں بھی تفاوت ہے۔ "افلا تعقلون" کیا تم نہیں دیکھتے اللہ کی اس کارکردگی (صنعت) کو اور پھر اس پر غور وفکر نہیں کرتے۔

⑧① "بل قالوا مثل ما قال الاوّلون" انہوں نے جھٹلایا جیسے کہ پہلوں نے جھٹلایا۔

82 "قالوا ء اذا متنا وكنا ترابا وعظامًا ء انا لمبعوثون" ہم ان کو جمع کریں گے۔ یہ سوال انکاری بطور تعجب کے ہے۔

83 "لقد وعدنا نحن و آباء نا هذا" وعدہ جو ہم نے تم سے پہلے اگلوں سے کیا تھا۔ "من قبل" ان لوگوں کے وہم کے مطابق یہ کہتے تھے کہ ہم سے پہلے ہمارے بڑوں سے بھی یہ وعدہ چلا آرہا ہے یہ کچھ نہیں محض بے سند باتیں ہیں، اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ "ان هذا الا اساطير الاوّلين" پہلوں کی من گھڑت کہانیاں ہیں۔

84 "قل" اے محمد آپ اہل مکہ کو جواب دیتے ہوئے کہہ دیجئے "لمن الارض ومن فيها" مخلوقات میں سے "ان كنتم تعلمون" اگر تم اس کی پیدائش اور ملکیت کے بارے میں جانتے ہو۔

85 "سيقولون لله" اور یہ بات ان کے لیے کہنا لازمی ہے کیوں کہ وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی مخلوق ہیں۔ "قل" جب وہ اس بات کا اقرار کریں تو اس وقت آپ ان سے کہہ دیں۔ "افلا تذكرون" وہ یہ جانتے ہیں کہ جو ان سب کو پہلی مرتبہ پیدا کرنے پر قادر ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ مرنے کے بعد دوبارہ ان کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

86 "قل من ربّ السّمٰوٰت السبع وربّ العرش العظيم"

87 "سيقولون لله" عام قراء نے للہ پڑھا ہے اور اہل بصرہ نے اس کو (اللہ) پڑھا ہے۔ اسی طرح اہل بصرہ اور دوسرے تمام مصاحف میں الف کے ساتھ لکھا ہے۔ "قل افلا تتقون" اور تم ڈرتے ہو۔

88 "قل من بيده ملكوت كل شيءٍ" ملکوت کا معنی ہے حکومت، عزت، غلبہ، ملکوت میں واؤ اور تاء مبالغہ کے لیے ہے۔ "وهو يجير" وہ جس کو چاہتا ہے برائی سے بچاتا ہے۔ "ولا يجار عليه" اور جس کو اللہ پناہ نہ دے اس کو کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اللہ جس کو دکھ پہنچانا چاہے اس کو دکھ پہنچنے سے کوئی بچا نہیں سکتا اور کوئی شخص اللہ کو ضرر پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ "ان كنتم تعلمون" اس کا معنی یہ ہے کہ تم اگر جانتے ہو تو پھر جواب دو۔

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿89﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿90﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿91﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿92﴾ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿93﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿94﴾ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿95﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿96﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿97﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿98﴾

ترجمہ (تب بھی جواب میں) وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب صفتیں بھی اللہ ہی کی ہیں آپ (اس وقت) کہیے کیا

کہ پھر تم کو کیسا خبط ہو رہا ہے بلکہ ہم نے ان کو سچی بات پہنچائی ہے اور یقیناً یہ جھوٹے ہیں اللہ نے کسی کو اولاد نہیں قرار دیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو (تقسیم کر کے) جدا کر لیتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا اللہ ان (مکروہ) باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ (اس کی نسبت) بیان کرتے ہیں جاننے والا ہے سب پوشیدہ اور آشکارا کا غرض ان لوگوں کے شرک سے وہ بالاتر ہے آپ (حق تعالیٰ سے) دعا کیجئے کہ اے میرے رب جس عذاب کا ان کافروں سے وعدہ کیا جارہا ہے اگر آپ مجھ کو دکھا دیں تو اے میرے رب مجھ کو ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجئے اور ہم اس بات پر کہ جو ان سے وعدہ کر رہے ہیں آپ کو بھی دکھلا دیں قادر ہیں آپ ان کی بدی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کر دیا کیجئے جو بہت ہی اچھا اور (نرم) ہو ہم خوب جانتے ہیں جو جو کچھ یہ آپ کی نسبت) کہا کرتے ہیں اور آپ یوں دعا کیا کیجئے کہ اے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے اور اے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس بھی آویں۔

تفسیر ⑧⑨ "**سیقولون لله قل فانی تسحرون**" وہ اس بارے میں دھوکہ دیتے ہیں اور اللہ کی توحید اور اس کی اطاعت میں اسراف کرتے ہیں یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ تو پھر تم حق کو باطل کس طرح خیال کرتے ہو۔

⑨⓪ "**بل اتیناهم بالحق**" حق سے مراد صدق ہے۔ "**وانهم لکاذبون**" جو یہ لوگ ہمارے بارے میں شرک اور ولد کے بارے میں دعویٰ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہیں۔

⑨① "**ماتخذ الله من ولد وما کان معه من اله**" وہ شریک سے پاک ہے۔ "**اذًا لذهب کل اله بما خلق**" اس نے مخلوقات کو اکیلے میں پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر راضی نہیں کہ اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کیا جائے اور اللہ تعالیٰ اس بات سے بے نیاز ہیں کہ ان کا کوئی مددگار ہو مخلوقات کے پیدا کرنے میں۔ "**ولعلا بعضهم علٰی بعض**" بعض لوگ بعض پر غلبہ پاتے ہیں۔ جیسا کہ دُنیاوی بادشاہوں کا طریقہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سے برأت کی ہے۔ "**سبحان الله عما یصفون**"

⑨② "**عالم الغیب والشهادة**" اہل مدینہ کوفہ نے عالم کے میم پر ضمہ پڑھا ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے۔ دوسرے قراء نے مجرور پڑھا ہے۔ اس صورت میں یہ صفت ہوگی ماقبل آیت "**سبحان الله عما یصفون**" سے "**فتعالٰی عما یشرکون**" ان چیزوں کی تعظیم کرتے ہیں جن کو وہ لوگ شریک ٹھہراتے ہیں۔ اس آیت کا معنی ہے کہ وہ لوگ جس صفت کے ساتھ موصوف کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند و بالا ہے۔

⑨③ "**قل ربّ اما ترینی ما یوعدون**" اگر وہ عذاب مجھے دکھا دے جو ان لوگوں کے ساتھ عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے۔

⑨④ "**ربّ**" اے میرے رب! "**فلاتجعلنی فی القوم الظالمین**" ان کے ہلاک ہونے کے ساتھ مجھے نہ ہلاک کر دینا۔

⑨⑤ "**وانا علٰی أن نریک مانعدهم**" ان کو عذاب کے وقت "**لقادرون**"

⑨⑥ "**ادفع بالتی هی احسن**" سب سے اچھی خصلت سے مراد ہے درگزر کرنا، رُخ پھیر لینا، صبر کرنا اور بھلائی کرنا۔

"السیئة" ان کی برائی پر یعنی ان کی برائی کے مقابلے میں اپنی طرف سے ان کے ساتھ بھلائی کرو۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اذیت پر مؤمنون کو صبر کرنے اور ان کے ساتھ قتال کرنے سے روکنا یہ آیت سیف سے منسوخ ہے۔ "**نحن اعلم بما یصفون**" وہ اس کو جھٹلاتے ہیں اور وہ اس سے شرک کرتے ہیں۔

⑰ "**وقل ربّ اعوذبک**" ان کو مجھ سے روک دے اور ان کے شر سے بچا۔ "**من همزات الشیاطین**" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد شیطان کے دھوکے ہیں۔ حسن کا قول ہے کہ اس سے مراد وساوس شیطان ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ ان کا پھونکنا۔ اہل معانی نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ ان کو معاصی کی طرف اغوا کر لینا۔ "**همز**" اصل میں کسی چیز کی سختی کے لیے بولا جاتا ہے یا اس کا معنی ہے زور سے دھکا دینا۔

⑱ "**واعوذبک ربّ أن یحضرون**" اور میں اپنے امور میں ان سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ یہاں (حضور) کا لفظ ذکر کیا مطلب یہ ہے کہ شیطان جب بھی حاضر ہوتا ہے تو وہ وسوسہ ڈالتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے متعلق خبر دی جو بعث کے منکر ہیں وہ موت کے وقت دُنیا میں واپس لوٹنے کا سوال کریں گے۔

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سر) پر موت آ (کھڑی ہو) تی ہے اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھ کو (دنیا میں) پھر واپس بھیج دیجئے تا کہ جس (دنیا) کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں (پھر جا کر) نیک کام کروں ہرگز (ایسا) نہیں (ہوگا) یہ (اس کی) ایک بات ہی بات جس کو وہ کئے جا رہا ہے اور ان لوگوں کے آگے ایک (چیز) آڑ (کی آنے والی) ہے مراد اس سے موت ہے) قیامت کے دن تک پھر جب (قیامت میں) صور پھونکا جائے گا تو ان میں (جو) باہمی رشتے ناتے (تھے) اس روز نہ رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا سو جس شخص کا پلہ (ایمان کا) بھاری ہوگا تو ایسے لوگ کامیاب (یعنی ناجی) ہوں گے۔

تفسیر ⑲ "**حتّی اذا جاء أحدهم الموت قال ربّ ارجعون**" ارجعنی نہیں کہا۔ عرب کی عادت یہ تھی کہ جب وہ رب کو پکارتے تو واحد کا صیغہ ذکر کرتے اور کبھی کبھار واحد کے صیغہ کو جمع کے ساتھ تعظیم کرنے کی وجہ سے ذکر کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے "**انّا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون**" اور اسی طرح قرآن میں بہت ساری جگہوں پر واحد کے صیغہ کو جمع کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ رب اور روح قبض کرنے والے ملائکہ سب کو خطاب ہے۔ اوّل سب کو مخاطب بنایا کیونکہ فریاد اصل میں اس سے کی، پھر ملائکہ سے درخواست کی کہ وہ دُنیا میں پھر لوٹا دیں۔

⑩⑩ "لعلی اعمل صالحا فیما ترکت" کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان لا الٰہ الا اللہ کو ضائع کر دیا۔ بعض نے کہا کہ اللہ کی اطاعت کروں گا اور اعمال صالحہ بجالاؤں گا۔ قتادہ کا قول ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال اور اپنے خاندان کی طرف جانے کی تمنا نہیں کرے گا اور نہ ہی مال جمع کرنے اور نفسانی شہوات کو پورا کرنے کی وجہ سے وہ تمنا نہیں کرے گا بلکہ اس کی تمنا صرف یہی ہوگی کہ وہ اللہ کی اطاعت کے مطابق عمل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو ایسے عمل کی تمنا کرے جس کی کافر کر رہا ہے جب وہ رب کے عذاب کو دیکھ لیتا ہے۔ "کلا" یہ کلمہ ردع اور زجر کے لیے ہے۔ یعنی اس کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا۔ "انھا" اس کے لوٹنے کا سوال "کلمۃ ھو قائلھا" وہ اس مراد کو نہیں پہنچ سکتا۔ "ومن ورائھم برزخ" اس کے سامنے اور اس کے پیچھے ایک آڑ ہے۔ "الٰی یوم یبعثون" برزخ دو چیزوں کے درمیان رُکاوٹ و حائل ہے۔ اس کے معنی میں آئمہ مفسرین کا اختلاف ہے۔ مجاہد نے کہا کہ ان لوگوں کے اور واپسی کے درمیان حجاب ہے۔ قتادہ کا بیان ہے کہ برزخ سے مراد ہے دُنیا کی باقی عمر۔ ضحاک کا قول ہے کہ اس سے مراد برزخ ہے، موت سے قیامت تک کی مدت، بعض نے کہا کہ برزخ سے مراد قبر ہے۔

⑩① "فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم" اس نفخہ کے متعلق مفسرین آئمہ کے مختلف اقوال ہیں۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ صور پھونکے جانے سے مراد اس جگہ پہلا نفخہ صور ہے جس کے متعلق ارشاد فرمایا "ونفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض"...... "فلا انساب بینھم"...... "ولا یتساء لون" پھر دوسرا نفخہ پھونکا جائے گا۔ اس وقت سب کھڑے کھڑے دیکھ رہے ہوں گے اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے سوال کریں گے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا قیامت کے دن بندے یا بندی کا ہاتھ پکڑ کر علی الاعلان سب اگلوں اور پچھلوں کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور ایک منادی ندا دے گا یہ فلاں بن فلاں ہے، اس کی طرف کسی کا حق ہو تو وہ اپنا حق لینے آجائے۔ اس وقت جس شخص کا اپنے باپ یا بیٹے یا بی بی یا بھائی پر کوئی حق ہوگا وہ خوش ہوگا اور اپنا حق وصول کرے گا۔ اس کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آیت "فلا انساب" پڑھی۔ عطاء کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بھی آیا ہے کہ اس جگہ نفخہ سے مراد دوسرا نفخہ ہے۔

"فلا انساب بینھم" یعنی دُنیا میں شرافت نسب پر ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے۔ قیامت کے دن کوئی کسی پر نسبی فخر نہیں کر سکے گا اور نہ ہی تو اصل والا سوال ایک دوسرے سے کرے گا۔ جیسا کہ دُنیا میں ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے کہ تو کون ہے، تمہارا کس قبیلہ سے تعلق ہے؟

دوسوال اور ان کے جوابات

سوال: حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن تمام رشتے خواہ سببی ہوں یا نسبی سب منقطع ہو جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نسبی اور سسرالی رشتہ کے علاوہ؟

جواب۔ بعض حضرات نے اس کا جواب دیا ہے کہ قیامت کے دن کوئی ذریعہ اور نسب سودمند نہیں ہوگا سوائے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اور نسبت کے یعنی سوائے قرآن اور ایمان کے۔

سوال: اس آیت میں فرمایا کہ "ولا یتساء لون" جبکہ دوسری جگہ آیت میں ارشاد فرمایا "واقبل بعضھم علٰی بعض یتساء لون"؟

جواب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ قیامت کے احوال اور مواقع مختلف ہوں گے کسی مقام پر تو اتنا خوف طاری ہوگا کہ کوئی کسی کو نہ پوچھے گا اور بعض مواقع ایسے بھی آئیں گے کہ ذرا افاقہ اور سکون ہوگا۔ اس وقت ایک دوسرے کی حالت دریافت کرے گا۔ ⑩② "فمن ثقلت موازینہ فاولٰئک ھم المفلحون"

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾

ترجمہ: اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا (یعنی وہ کافر ہوگا) سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کرلیا اور جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ان کے چہروں کو (اس جہنم کی) آگ جھلستی ہوگی اور اس (جہنم) میں ان کے منہ بگڑے ہوں گے کیوں کیا تم کو میری آیتیں (دنیا میں) پڑھ کر سنائی نہیں جایا کرتی تھیں اور تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے (یہ اس کی سزا مل رہی ہے) وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب واقعی اپنے ہاتھوں ہماری بدبختی نے ہم کو گھیر لیا تھا اور (بیشک) ہم گمراہ لوگ تھے اے ہمارے رب ہم کو اس (جہنم) سے (اب) نکال دیجئے پھر اگر ہم دوبارہ (ایسا) کریں تو ہم بیشک پورے قصور وار ہیں ارشاد ہوگا کہ اسی (جہنم) میں راندے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات مت کرو۔

تفسیر ⑩③ "ومن خفت موازینہ فاولٰئک الذین خسروا أنفسھم فی جھنم خالدون"

⑩④ "تلفح وجوھھم النار" ان کو جھلسا دے گا۔ بعض نے کہا کہ آگ ان کو جلا دے گی۔ "وھم فیھا کالحون" ان کی شکلیں بگڑ جائیں گی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "وھم فیھا کالحون" کہ آگ ان کو بھون ڈالے گی کہ اوپر کا ہونٹ بالائی جانب کو اتنا اُٹھ جائے گا کہ سر کے وسط تک پہنچ جائے گا اور نچلا ہونٹ اتنا لٹک جائے گا کہ ناف سے جا کے لگے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ کافر کے جسم کی چوڑائی سات رات چلنے کے بقدر ہوگی۔ پس اس کی داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی اور ان کے ہونٹ ایسے ہوں گے جیسے پکی ہوئی سری جس کے دانت باہر نکل آئے ہوں اور ہونٹ سکڑ گئے ہوں اور وہ کالے رنگ کے قبیح شکل والے ہوں گے۔

⑩⑤ "الم تکن آیاتی تتلی علیکم" اس قرآن کے ذریعے ہم تمہیں ڈراتے ہیں۔ "فکنتم بھا تکذبون"

⑩⑥ "قالوا ربنا غلبت علینا شقوتنا" حمزہ اور کسائی نے "شقاوتنا" پڑھا ہے شین کے فتحہ کے ساتھ۔ اس میں دونوں لغات

جائز ہیں یعنی ہم نے تمہارے لیے بدبختی لکھ دی، پس تمہیں کوئی ہدایت نہیں دے گا۔ "و کنا قوما ضالین" ہدایت سے بہرہ ور ہیں۔

⑩⑦ "ربّنا اخرجنا منها" اس آگ سے "فان عدنا" اگر ہم دوبارہ اس کی طرف لوٹے۔ "فانّا ظالمون"

⑩⑧ "قال اخسئوا" دور ہو جاؤ۔ "فیها" جیسا کہ کتے کو دور کرنے کے وقت کہا جاتا ہے۔ "اخسئوا" دُر "ولا تکلمون" اور جو عذاب ہم نے تم پر کیے ہیں ان عذاب کو دور کرنے کی بات مت کرو یہ عذاب تم سے کبھی کم نہیں کیا جائے گا، اس کلام کے بعد وہ ہر قسم کی اُمید سے نا اُمید ہو جائیں گے اور ہمیشہ کے لیے مایوس ہو جائیں گے۔

دوزخیوں کی پکار داروغہ جہنم کا جواب

حسن کا قول ہے کہ دوزخیوں سے یہ آخری کلام ہوگا۔ اس کے بعد وہ کلام نہ کر سکیں گے سوائے دم گھٹنے اور آہیں بھرنے کے اور کوئی بات نہ کر سکیں گے، کتوں کی طرح بھونکیں گے نہ خود بات سمجھیں گے نہ اپنی بات سمجھا سکیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دوزخی مالک کو پکاریں گے اور کہیں گے مالک۔ جہنم کا داروغہ چالیس سال ان کو جواب نہیں دے گا۔ چالیس سال کے بعد جواب دے گا اور کہے گا "انکم ماکثون" تم کو ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔ یہ جواب ملنے کے بعد وہ اپنے رب کو پکاریں گے اور کہیں گے "ربّنا اخرجنا منها فان عدنا فانّا ظالمون" اللہ ان کو دُنیا کی مدت سے دُگنی مدت تک کوئی جواب نہیں دے گا یوں ہی پڑا رہنے دے گا۔ اس مدت کے بعد جواب دے گا تو فرمائے گا "اخسئوا فیها ولا تکلمون" اس وقت وہ بالکل مایوس ہو جائیں گے اور کوئی بات نہیں کر سکیں گے، سوائے دم گھٹنے اور گڑگڑ کرنے کے ایک کلمہ بھی ان کے منہ سے نہیں نکلے گا۔ قرطبی کا قول ہے کہ جب ان سے "اخسئوا فیها ولا تکلمون" کہا جائے گا تو ان کی ساری اُمیدیں کٹ جائیں گی اور ایک دوسرے کی طرف رُخ کر کے بھونکیں گے، اس وقت دوزخ اوپر سے بند کر دی جائے گی۔

اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

(ترجمہ) میرے بندوں میں ایک گروہ تھا جو (ہم سے) عرض کیا کرتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو ہم کو بخش دیجئے اور ہم پر رحمت فرمایئے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں سو تم نے ان کا مذاق مقرر کیا تھا (اور) یہاں تک (اس کا مشغلہ کیا) کہ اس مشغلہ نے تم کو ہماری یاد بھی بھلا دی اور تم ان سے ہنسی کیا کرتے تھے میں نے ان کو آج ان کے صبر کا یہ بدلا دیا کہ وہی کامیاب ہوئے ارشاد ہوگا کہ (اچھا یہ بتلاؤ)

کہ تم برسوں کے شمار سے کس قدر مدت زمین پر رہے ہوگے وہ جواب دیں گے کہ ہم ایک دن یا ایک دن سے بھی کم رہے ہوں گے اور سچ یہ ہے کہ ہم کو یاد نہیں) سو گننے والوں سے پوچھ لیجئے ارشاد ہوگا کہ تم (دنیا میں) تھوڑی ہی مدت رہے (لیکن) کیا خوب ہوتا کہ تم (یہ بات دنیا میں) سمجھتے ہوتے

تفسیر ⑲ "انه كان فريقًا من عبادی" اس سے مراد مؤمنین ہیں۔ "يقولون ربّنا آمنا فاغفرلنا وارحمنا وانت خير الراحمين" ⑪ "فاتخذتموهم سخريا" قراء اہل مدینہ حمزہ وکسائی نے سین کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اسی طرح سورۃ ص میں بھی پڑھا ہے اور باقی قراء نے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور سورۃ زخرف میں سب نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ خلیل نحوی کا قول ہے کہ اس میں دونوں لغات ہیں۔ جیسے کہ "لُجی" لام کے ضمہ اور "لِجی" لام کے کسرہ کے ساتھ۔ جیسے "کوکب دُرِّیٌّ" اور "دِرِّیٌّ" دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے۔ فراء اور کسائی کے نزدیک کسرہ کی صورت میں استہزاء بالقول والا معنی ہوگا اور ضمہ کی صورت میں اس کا معنی ہوگا اس کو روک دیا یا مجبور کر دیا۔ ایسے کام کا مکلّف کیا جو وہ کرنا نہیں چاہتا۔

"حتّى انسوكم" اس مشغلہ استہزاء نے تم کو ہماری یاد بھلا دی۔ "ذكرى وكنتم منهم تضحكون" اس کی نظیر یہ آیت ہے "ان الذين اجرموا كانوا من الذين آمنوا يضحكون" مقاتل نے کہا کہ اس آیت کا نزول فقراء صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق ہوا جیسے عمار، حضرت صہیب، حضرت سلمان، حضرت حباب رضی اللہ عنہم۔ ان صحابہ کے متعلق کفار قریش استہزاء کرتے تھے۔

⑪ "انی جزيتهم اليوم بما صبروا" تمہاری اذیتوں اور تمہاری اس استہزاء کی بنا پر جو انہوں نے دُنیا پر کیا۔ "انهم هم الفائزون" حمزہ اور کسائی نے "انھم" ہمزہ کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں یہ جملہ مستانفہ ہوگا۔ دوسرے قراء نے ہمزہ کے فتحہ کے، اس صورت میں یہ مفعول ثانی ہوگا۔ یعنی آج کے دن ان کے صبر کے بسبب ان کو بدلہ دوں گا جو جنت کی صورت میں ہوگا۔

⑫ "قال كم لبثتم" حمزہ اور کسائی کا قول ہے کہ یہ "قل اِن" ہے، امر اور نہی کے معنی میں۔ آیت کا معنی یہ ہوگا کہ آپ کہیے اے کافرو! یہاں پر کلام کو واحد کے قائم مقام قرار دیتے ہیں۔ مراد اس سے جماعت ہے۔ جب اس کا معنی مفہوم ہوا اور یہ بھی جائز ہے کہ خطاب ان میں سے ہر ایک کو ہو۔ "ای قل يا يها الكافرون" ابن کثیر نے پڑھا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ خبر ہے کیونکہ دوسرا جملہ اس کا جواب ہے اور دوسرے قراء نے ان دونوں کو ایسے ہی پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفار سے کہیں گے کہ تم کتنا عرصہ دُنیا میں ٹھہرے ہو۔ "فی الارض" دُنیا اور قبر میں "عدد سنين" ⑬ "قالوا لبثنا يومًا او بعض يوم" وہ دُنیا میں رہنے کی مدت عذاب کے خوف کی وجہ سے بھول جائیں گے۔ "فسئل العادين" اس سے مراد فرشتے ہیں جو بنی آدم کے اعمال کو لکھتے اور شمار کرتے ہیں۔ ⑭ "قال ان لبثتم" جتنی مدت تم دُنیا میں ٹھہرے۔ "الا قليلا" اس کو قلیل اس وجہ سے کہا کہ اگرچہ دُنیا میں کتنی مدت ہی وہ ٹھہرا رہا ہے تو وہ قیامت و آخرت کے مقابلے میں دُنیا کی مدت کو قلیل ہی سمجھیں گے اور قبر اس کا منتہیٰ ہے۔ "لو انكم كنتم تعلمون" جتنی مقدار میں تم دُنیا میں ٹھہرے ہو۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ⑮ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ⑯ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ

عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ⑰ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ⑱

ترجمہ ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یونہی مہمل (خالی از حکمت) پیدا کر دیا ہے اور یا (خیال کیا تھا) کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے سو (اس سے کامل طور پر ثابت ہو گیا کہ) اللہ تعالیٰ بہت ہی عالیشان ہے جو کہ بادشاہ حقیقی ہے اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں (اور وہ) عرش عظیم کا مالک ہے اور جو شخص (اس امر پر دلیل قائم ہونے کے بعد) اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی بھی عبادت کرے کہ جس (کے معبود ہونے) پر اس کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں سو اس کا حساب اس کے رب کے ہاں ہوگا (جس کا نتیجہ لازمی یہ ہے کہ) یقیناً کافروں کو فلاح نہ ہوگی (بلکہ ابدالآباد معذب رہیں گے) اور آپ یوں کہا کریں کہ اے میرے رب (میری خطائیں) معاف کر اور رحم کر اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

تفسیر ⑮ "افحسبتم انما خلقناکم عبثا" لہو ولعب کے لیے نہ کہ اس کی حکمت کے لیے منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے۔ بعض نے کہا کہ اس کو عبث پیدا نہیں کیا تا کہ تم اس میں کھیلو، کودو، بیکار زندگی گزارو جیسا کہ چوپایوں کو پیدا کیا گیا نہ ان کے لیے ثواب ہے اور نہ ہی عقاب (سزا)۔ یہ اس قول کے مثل ہے "**ایحسب الانسان أن یترک سدًی**" بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عبادت کے لیے پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ کے اوامر پر عمل کرنے اور نواہی سے بچنے کے لیے۔ "**وانکم الینا لا ترجعون**" کیا تم گمان کرتے ہو کہ آخرت میں تم کو ہماری طرف نہیں لوٹایا جائے گا، بدلہ لینے کیلئے۔ حمزہ، کسائی، یعقوب نے "**لاترجعون**" پڑھا ہے۔ تاء کے فتحہ اور جیم کے کسرہ کے ساتھ۔

حضرت عبداللہ بن ہبیرہ نے حنش سے روایت نقل کی کہ ایک مجنون کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، آپ نے ان کے دونوں کانوں میں آیت "**افحسبتم انما خلقناکم**" آخر تک پڑھ کر دم کر دی، اللہ تعالیٰ نے اس کو اچھا کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا، تم نے اس کے کانوں میں کیا دم کیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے واقعہ عرض کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر کوئی شخص اس کو پڑھ کر پہاڑ پر دم کر دے تو پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اس چیز سے منزہ قرار دے دیا جس کی طرف مشرکین موصوف کرتے تھے۔

⑯ "**فتعالی اللّٰہ الملک الحق لا الٰہ الا ھو رب العرش الکریم**" اچھا ٹھکانا۔ بعض نے کہا کہ بلند مقام۔

⑰ "**ومن یدع مع اللّٰہ الٰھا اٰخر لابرھان لہ بہ**" نہ اس کے پاس کوئی حجت ہے اور نہ ہی ان کے پاس کوئی دلیل ہے اس شرک کے دعویٰ میں۔ "**فانما حسابہ**" اس کا بدلہ "**عند ربہ**" اس کے عمل کا بدلہ اس کو دے گا۔ "**ثم انّ علینا حسابھم**" ...... "**انہ لایفلح الکافرون**" نہ تو وہ کوئی دلیل وحجت ان کے کام آئے گی اور نہ ہی ان کا جھوٹ

⑱ "**وقل رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین**"

سُوْرَۃُ النُّوْر

اس میں ۶۴ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍ ۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ①

ترجمہ: یہ ایک سورت ہے جس کے (الفاظ) کو (بھی) ہم (ہی) نے نازل کیا ہے اور اس (کے معنی یعنی احکام) کو (بھی) ہم (ہی) نے مقرر کیا ہے اور ہم نے اس (سورت) میں صاف صاف آیتیں نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھو اور عمل کرو۔

تفسیر: ① "سورة" یہ سورت "انزلنها وفرضناها" ابن کثیر ابوعمرو "وَفَرَّضناها" راء کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

ہم نے وحی کے ذریعے سے تم پر جو احکام لاگو کیے ہیں ان پر عمل کرنا تمہارے لیے لازمی اور ضروری ہے۔ بعض اہل تفاسیر کا قول ہے کہ ہم نے اس کے اندر حدود مقرر کردی ہیں۔ اللہ عزوجل کا فرمان "فنصف ما فرضتم" ہم نے تمہارے لیے یہ حد مقرر کردی ہے اور تخفیف کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان "انّ الذی فرض علیک القرآن" تشدید کی صورت ہو تو پھر اس کا معنی یہ ہوگا کہ ہم نے اس کو تمہارے لیے کھول کھول کر بیان کردیا اور بعض نے کہا کہ ھو بمعنی فرض کے ہے جو ایجاب کے معنی میں ہے۔ تشدید تکثیر کے لیے ہے۔ اس صورت میں اس کا معنی یہ ہوگا کہ یہ تم پر اور تمہارے بعد قیامت تک آنے والے کے لیے ہم نے اس کو واجب کردیا ہے۔ "وأنزلنا فيها آيات بيّنات" واضح دلالت ہیں۔ "لعلّكم تذكرون" تاکہ تم ان سے نصیحت حاصل کرو۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ② اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ③

ترجمہ: زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد سو ان میں ہر ایک کے سو درے مارو اور تم لوگوں کو ان دونوں پر

اللہ تعالیٰ کے معاملے میں ذرا رحم نہ آنا چاہئے اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور دونوں کو سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت کو حاضر رہنا چاہئے۔زانی نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ کے اور (اسی طرح) زانیہ کے ساتھ بھی اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک کے اور یہ (یعنی ایسا نکاح) مسلمانوں پر حرام (اور موجب گناہ) کیا گیا ہے اور۔

تفسیر 2 "الزّانیة والزّانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة" مراد اس سے جب وہ دونوں آزاد بالغ ہوں، عاقل ہوں، باکرہ ہوں اور شادی شدہ نہ ہوں تو پھر ہر ایک کو سو کوڑے مارے جائیں گے۔کہا جاتا ہے جلدہ جب اس کی جلد پر مارا جائے۔جیسا کہ اس کو کہا جاتا ہے اس کا سر اور اس کا پیٹ جب اس کے سر اور پیٹ پر مارا جائے۔جیسا کہ کہا جاتا ہے "فاجلدوا" کہنے سے اشارہ ہے کہ صرف جلد بدن پر مارو، ایسا نہ مارو جو کھال کو اُدھیڑ کر گوشت تک پہنچ جائے۔

اسی بناء پر فقہاء کرام نے اس سے یہ مسئلہ معلوم کیا۔اکثر اہل علم کا قول ہے کہ غیر شادی شدہ کو سو کوڑے اور ایک سال شہر بدر کرنا ہے اور اگر وہ شادی شدہ ہے تو اس کی سزا رجم ہے جس کا ذکر سورۃ نساء میں گزر چکا ہے۔"ولا تاخذکم بهما رافة" یہ تمہارے لیے رحمت اور آسانی ہے۔ابن کثیر نے "رافة" الف کے ساتھ پڑھا ہے۔سورۃ الحدید میں اس لفظ میں قراء کا اختلاف نہیں ہے۔"رافة" کا تعلق دل سے ہوتا ہے اس سے کوئی روکتا نہیں کیوں کہ یہ انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔

ولاتأخذکم بهما رأفة کی مختلف تفاسیر

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی باندی کو کوڑے لگائے جب اس نے زنا کیا تھا۔آپ نے جلاد سے فرمایا کہ اس کی پیٹھ اور ٹانگوں پر کوڑے مارو۔آپ کے ایک بیٹے نے کہا "لا تاخذکم بهما رافةٌ فی دین اللّٰه" حضرت عبداللہ نے فرمایا بیٹے اللہ نے مجھے یہ حکم نہیں دیا کہ میں اس کو قتل کردوں، میں نے کوڑے مار دیئے اور درد پہنچا دیا۔

اس آیت کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے 1 کہ تم لوگ ان دونوں پر نرمی اختیار نہ کرو کہ تم حدود قائم نہ کرسکو۔یہی قول مجاہد، عکرمہ، عطاء، سعید بن جبیر، نخعی، شعبی کا قول ہے 2 اور ایک جماعت کا قول ہے کہ تم کو اللہ کے دین میں کوئی نرمی نہ پکڑ لے کہ ہلکی مار مارو، ایسا نہ کرو بلکہ دردناک مار مارو۔ 3 امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جرم زنا اور تہمت زنا کی سزا دینے میں سختی کی جائے کیونکہ ان کی سزائیں کتاب اللہ میں مذکور ہیں اور شراب کی سزا میں خفت اختیار کی جائے کیونکہ شراب کی سزا صرف حدیث میں آئی ہے، قرآن مجید سے ثابت نہیں ہے۔ 4 قتادہ کا قول ہے کہ شراب خوری اور تہمت زنا کی سزا میں نرمی برتی جائے، زنا کی سزا جاری کرنے میں سختی سے کام لیا جائے۔"فی دین اللّٰه" اللہ کے حکم میں "ان کنتم تؤمنون باللّٰه والیوم الآخر" اس کا معنی یہ ہے کہ مؤمن اللہ تعالیٰ کی حدود نافذ کرنے میں نرمی اختیار نہیں کرتا۔جب اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کا حکم آ جائے۔"ولیشهد" چاہیے کہ تو حاضر ہو۔"عذابهما" اس سے مراد ان دونوں کی حدود ہیں۔جب اس پر قائم کی جائے۔

''طائفة'' اس سے مراد جماعت ''من المؤمنين'' مجاہد اور امام نخعی رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا کہ کم از کم مقدار ایک فرد اور اس سے اوپر عکرمہ، عطاء نے کہا کہ دو مرد اور اس سے اوپر مراد ہیں۔ زہری اور قتادہ کا قول ہے کہ دو یا اس سے زائد کو طائف کہتے ہیں۔ امام مالک اور ابن زید نے طائفہ کی تعداد چار بتائی ہے کہ زنا پر گواہ چار ہونے چاہئیں۔

زانی کی سزا کا بیان

③ ''الزانی لاینکح الا زانیة او مشرکة والزانیة لا ینکحھا الازان أو مشرک وحرّم ذلک علی المؤمنین'' علماء نے اس آیت کے معنی اور حکم میں اختلاف کیا ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ جب مہاجر مدینہ میں آئے تو ان میں کچھ لوگ بالکل نادار تھے، کچھ مال و متاع نہ تھا اور قبیلہ والے موجود نہ تھے۔ مدینہ میں کچھ پیشہ ور عورتیں رہتی تھیں جو خود فروش تھیں اور اس زمانے میں مدینہ کے اندر سب سے زیادہ مالدار تھیں۔ کچھ نادار مہاجروں نے ان سے نکاح کرنا چاہا تاکہ ان کے بے سرمایہ لوگوں کے خرچ کی کفالت وہ عورتیں کرلیں۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت طلب کی۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ان پیشہ ور عورتوں سے نکاح کرنا مؤمنوں کے لیے حرام کردیا گیا ہے کیونکہ وہ مشرک ہیں۔ یہ قول مجاہد، عطاء بن ابی الرباح، قتادہ، زہری اور شعبی کا قول ہے اور عوفی کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول آیا ہے۔

عکرمہ کا بیان ہے کہ اس آیت کا نزول مکہ اور مدینہ کی چند عورتوں کے حق میں ہوا جن میں سے نو عورتوں کے جھنڈے پیشہ ور عورتوں کی طرح لگے ہوئے تھے جن سے ان کی شناخت ہوجاتی تھی۔ ان میں سے ایک عورت تھی اُم مزول یہ سائب بن ابی السائب مخزومی کی باندی تھیں۔ جاہلیت کے زمانے میں لوگ زناکار عورتوں سے نکاح کرلیتے تھے۔ پھر ان کی کمائی کھاتے تھے۔ کچھ مسلمانوں نے بھی ان عورتوں سے اسی طور پر نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ ایک مسلمان نے اُم مزول سے نکاح کرنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی، اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ ایک شخص جس کا نام مرثد بن ابی المرثد غنوی تھا۔ وہ قیدیوں کو مکہ سے اُٹھا کر مدینہ پہنچاتا تھا اور مکہ میں ایک باغی عورت تھی، اس کو عناق کہا جاتا تھا اور وہ اس کی زمانہ جاہلیت میں دوست تھی۔ جب وہ مکہ میں آتا تو وہ اس کو اپنے ہاں بلاتی۔ اس پر مرثد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے زنا حرام قرار دیا ہے۔ اس نے کہا کہ تم میرے ساتھ نکاح کرلو۔ انہوں نے کہا کہ میں اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں؟ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میں عناقا سے نکاح کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے کوئی جواب نہیں دیا حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی ''والزّانیة لا ینکحھا الا زان او مشرک'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا اور اس آیت کو میرے سامنے تلاوت کی اور مجھے کہا کہ تم اس کے ساتھ نکاح نہ کرنا، ان لوگوں کے نزدیک یہ تحریم خاص انہی لوگوں کے لیے تھی نہ کہ تمام لوگوں کے ساتھ۔

بعض نے کہا کہ آیت میں نکاح سے مراد جماع ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ زانی زنا نہیں کرتا، زانیہ سے یا مشرکہ سے اور زانیہ زنا نہیں کرتی مگر زانی مشرک سے یہ تفسیر سعید بن جبیر، ضحاک بن مزاحم کا ہے اور والبی نے اس قول کی نسبت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف کی ہے۔ زید بن ہارون نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ زانی اگر زانیہ سے جماع کو حلال سمجھ کر کرتا ہے تو وہ مشرک ہے اور اگر حرام سمجھ کر کرتا ہے تو وہ زانی ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ زانیہ عورت سے نکاح کو حرام قرار دیتے تھے اور یہ ارشاد فرماتے ہیں۔ جب زانی زانیہ سے نکاح کر لیتا ہے تو ہمیشہ کے لیے دونوں زانی رہتے ہیں۔ حسن کا قول ہے کہ سزا یافتہ زانی نکاح نہیں کرتا یا نکاح نہ کرے مگر سزا یافتہ زانیہ سے اور سزا یافتہ زانیہ سے نکاح نہیں کرتا یا نکاح نہ کرے مگر سزا یافتہ زانی۔

سعید بن مسیب اور اہل تفسیر کی ایک جماعت کا قول آیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ اسی آیت کی وجہ سے زانیہ سے نکاح حرام تھا لیکن جب یہ آیت "وانکحوا الایامی منکم" نازل ہوئی تو اس سے حرمت مذکورہ منسوخ ہوگئی۔ لہٰذا زانیہ بھی ایامی میں داخل ہے اس لیے اس سے نکاح جائز ہے۔ یہ لوگ اس سے استدلال کرتے ہیں۔

وہ یہ روایت ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ میری بیوی کسی چھونے والے یا طلبگار کے ہاتھ کو دفع نہیں کرتی۔ فرمایا تو اس کو طلاق دے دے۔ اس شخص نے کہا وہ خوبصورت ہے مجھے اس سے محبت ہے۔ فرمایا تو اس کو اپنے پاس رکھ۔ دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے کہ تو ایسی حالت میں اسے اپنے پاس روکے رکھ۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے زنا کے سلسلہ میں ایک مرد اور ایک عورت کو پٹوایا اور ان کو ترغیب دی کہ دونوں میں نکاح ہو جائے لیکن مرد نے انکار کر دیا۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ④ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ م بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ م بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ⑥ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ⑦

ترجمہ: جو لوگ (زنا) کی تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ (اپنے دعویٰ پر) نہ لا سکیں تو ایسے لوگوں کو اسی درے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی قبول مت کرو (یہ دنیا میں ان کی سزا ہوئی) اور یہ لوگ (آخرت میں بھی مستحق سزا ہیں اس وجہ سے کہ) فاسق ہیں لیکن جو لوگ اس (تہمت لگانے) کے بعد (خدا کے سامنے) توبہ کر لیں اور اپنی (حالت کی) اصلاح کر لیں سو (اس حالت میں) اللہ تعالیٰ ضرور مغفرت کرنے والا رحمت کرنے والا ہے اور جو لوگ

اپنی (منکوحہ) بی بی کو (زنا کی) تہمت لگائیں اور ان کے پاس بجز اپنے (ہی دعویٰ کے) اور کوئی گواہ نہ ہوں (جن کو عدد میں چار ہونا چاہئے) تو ان کی شہادت (جو کہ دافع حبس یا حد قذف ہو) یہی ہے کہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ بیشک میں سچا ہوں اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں

تفسیر ④"والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة" اس سے زنا کی تہمت ہے۔

زنا کی تہمت لگانے والے کی سزا کا بیان

ہر وہ شخص جو کسی شادی شدہ یا غیر شادی شدہ پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کو یوں کہے۔ تو نے زنا کیا یا کہے اے زانی! تو اس پر اسّی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں گے اگر وہ آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو اس کو چالیس کوڑے مارے جائیں گے اور اگر مقذوف شادی شدہ نہ ہو تو پھر قاذف پر تعزیر لگائی جائے گی۔ احصان کی پانچ شرائط ہیں۔ مسلمان ہونا، عاقل، بالغ، آزاد اور زنا سے پاک ہونا۔ حتیٰ کہ اگر اس نے بلوغت کے ابتدائی دنوں میں زنا کر لیا، پھر اس نے توبہ کر لی اور اس کی توبہ سے اس کی زندگی بدل گئی اور اس کی عمر طویل ہو گئی تو پھر اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔

اور اگر مقذوف نے اس کی تہمت کو سچا کہا اس طور پر کہ اس نے زنا کا اقرار کر لیا یا تہمت لگانے والے نے چار گواہ حاضر کر دیئے تو پھر قاذف سے حد ساقط ہو جائے گی کیوں کہ اس پر حد واجب ہوتی ہے اس کی جھوٹی تہمت لگانے سے اس کا صدق ثابت ہو گیا۔ "والذین یرمون المحصنات" جو محصنات پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں۔ یعنی آزاد مسلمان پاک دامن عورت پر اور وہ چار گواہ بھی پیش نہ کر سکے، ان کے زنا پر تو پھر ان تہمت لگانے والوں کو اسّی (۸۰) کوڑے لگاؤ۔ "ولا تقبلوا لهم شهادةً ابدًا و اولئک هم الفاسقون"

کیا جھوٹی تہمت لگانے والے کی گواہی قابل قبول ہو گی یا نہیں

⑤"الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان الله غفور رحیم" اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ جھوٹی تہمت لگانے والے توبہ کے بعد اس کی شہادت قابل قبول ہو گی یا نہیں۔ اس بناء پر بعض حضرات کا قول ہے کہ قاذف کی گواہی نفس قذف کی وجہ سے ردّ کی جائے گی لیکن جب اس نے توبہ کی اور اپنے فعل پر نادم ہوا اور اس کے بعد اس کی حالت اچھی ہو گئی تو اس کی گواہی قبول کر دی جائے گی۔ خواہ اس نے حد لگنے کے بعد توبہ کی ہو یا حد لگنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے "الا الذین تابوا" یہاں پر استثنٰی شہادت کے ردّ ہونے کی طرف لوٹ رہی ہے اور فسق کی طرف۔ توبہ کے بعد اس کی شہادت قبول کر لی جائے گی اور فسق والا الزام بھی ختم ہو جائے گا۔ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

اور سعید بن جبیر، مجاہد، عطاء، طاؤس، سعید بن المسیب، سلیمان بن یسار، شعبی، عکرمہ، عمر بن عبدالعزیز اور زہری کا قول ہے اور امام مالک وشافعی رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

دوسرے حضرات کی اس مسئلہ میں یہ رائے ہے کہ "**محدود فی القذف**" کی گواہی کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ اگرچہ اس نے توبہ بھی کر لی ہو۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ یہاں استثنیٰ "**واولٰئک هم الفاسقون**" سے ہے یہ قول امام نخعی، شریح اور اصحاب الرائے کا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نفس قذف کے ذریعے اس کی شہادت رد نہیں کی جائے گی۔ جب تک کہ اس پر حد نہ جاری کر دی گئی ہو۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حد لگنے سے پہلے اس میں شر تھا لیکن جب اس پر حد جاری کر دی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ بن گئی تو پھر کیسے اس کی گواہی، اس کی اچھی حالت ہونے کے وقت اس کو رد کر دیا جائے گا اور کیسے اس کی گواہی قبول کی جاسکتی ہے، جب اس پر حد نہ جاری کر دی ہو۔

شعبی کا قول ہے کہ حد قذف محض توبہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں اس آیت میں استثنیٰ کل کا کل کے ساتھ ہے اور عام علماء کا قول یہ ہے کہ یہ توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ البتہ جس پر تہمت لگائی ہے وہ اس کو معاف کر دے تو پھر معافی ہو سکتی ہے۔ جیسے قصاص معاف کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے لیکن توبہ سے ساقط نہیں ہوتا۔

شبہ اور اس کا ازالہ

سوال یہ ہوتا ہے کہ جب اس کی شہادت توبہ کے بعد قبول ہو جاتی ہے تو پھر آگے "ابدًا" کا کیا مطلب ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ اس کی شہادت ہمیشہ کے لیے قبول نہیں کی جائے گی۔ جب تک کہ وہ اس جھوٹی تہمت پر مُصر رہے لیکن جب وہ مصر نہیں رہا توبہ کر لی تو پھر اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی۔ جیسا کہ کافر کے لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی گواہی کبھی قبول نہیں ہوتی اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک کہ وہ اپنے کفر پر قائم رہے گا اس وقت تک اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔

⑥ "**والذین یرمون أزواجهم**" جو ان لوگوں کی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں۔ "**ولم یکن لهم شهداء**" جو ان کے قول کے صحیح ہونے پر گواہی نہیں دیتے۔ "**الا انفسهم**" مگر اپنے آپ کے علاوہ کوئی اور گواہ نہیں پاتے۔ "**فشهادة أحدهم أربع شهادات بالله انه لمن الصادقین**" حمزہ، کسائی، حفص، یعقوب نے "**اربع شهادات**" عین کے رفع کے ساتھ مبتداء ہونے کی وجہ سے پڑھا ہے۔ "**فشهادة احدهم التی تدرأ الحد أربع شهادات**" دوسرے قراء نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں عبارت اس طرح ہوگی "**فشهادة احدهم أن یشهد اربع شهادات بالله انه لمن الصادقین**"

⑦ "**والخامسة أن لعنة الله علیه ان كان من الكاذبین**" نافع اور یعقوب نے "أن" تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور اسی طرح دوسرا "أن" بھی پڑھا ہے۔ یعقوب نے یہاں لعنۃ اللہ کی جگہ غضب اللہ پڑھا ہے رفع کے ساتھ اور نافع نے غضب

ضاد کے کسرہ کے ساتھ اور باء کے فتحہ کے ساتھ لفظ (اللہ) کو مرفوع پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے "أنَّ" تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ "لعنة" نصب کے ساتھ غضب ضاد کے فتحہ کے ساتھ۔ "انّ" کا اسم ہونے کی وجہ سے۔

"والخامسة" دوسرا منصوب ہے گواہی دینے والا پانچویں مرتبہ گواہی دے گا، دوسرے قراء نے اس کو مرفوع پڑھا ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے اور اس کی خبر پہلے کی طرح ہے۔

شان نزول اور عویمر عجلانی کا واقعہ

اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ عویمر عجلانی سے روایت ہے کہ عاصم بن عدی الانصاری کے پاس آئے۔ ان سے کہا کہ اے عاصم! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی کو دیکھے تو کیا وہ اس کو قتل کردے؟ انہوں نے کہا ہاں میں اس کو قتل کردوں گا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ یہ کیسے کر سکتے ہو؟ اے عاصم! آپ اس کے بارے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمالیں۔ حضرت عاصم نے اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ناپسندیدہ جانا اور عاصم پر اللہ اکبر کہا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں سنا۔ جب عاصم اپنے گھر کی طرف لوٹے۔ عویمر عجلانی آئے اور انہوں نے ان سے پوچھا، عاصم کہنے لگے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچھی خبر لے کر نہیں آیا۔

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کو اچھا نہیں جانا۔ اس پر عویمر عجلانی نے کہا کہ میں ہرگز اس وقت تک چین کے ساتھ نہیں بیٹھوں گا جب تک کہ اس مسئلہ کے متعلق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لوں۔ عویمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! اگر کوئی شخص اپنے گھر والوں کے ساتھ اجنبی شخص کو دیکھے تو کیا اس کو وہ قتل کردے؟ تو اس کو اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ یا کیسے اس کے ساتھ کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تیرے اور تیرے ساتھی کے متعلق آیت نازل ہوگی تو میرے پاس آجانا۔ سہل فرماتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان لعان کیا گیا اور میں ان کے درمیان موجود تھا۔ جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہوئے تو عویمر نے کہا اے اللہ کے رسول! اس نے جھوٹ بولا ہے۔ اگر میں اس کو اپنے پاس روکے رکھوں گا تو اس کو تین طلاقیں دے دوں گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے۔ پہلا قول امام مالک اور ابن شہاب رحمہما اللہ کا ہے۔ دونوں میاں بیوی کے درمیان لعان کرنے کا۔ یہی طریقہ رائج ہوگیا۔

محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذرا اس کو دیکھتے رہنا، اگر اس عورت کا بچہ پیدا ہوا اور وہ سانولا، سیاہ چشم بھاری سرینوں والا اور گداز پنڈلیوں والا ہو تو میرا خیال ہو جائے گا کہ عویمر نے سچ کہا تھا اور اگر اسی کی طرح سرخ رنگ کا ہوا ہو تو میں سمجھوں گا کہ عویمر نے اس عورت پر دروغ بندی کی۔ چنانچہ جب بچہ پیدا ہوا تو ایسا ہی تھا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے مطابق عویمر کی سچائی ظاہر ہوتی تھی۔ چنانچہ آئندہ اس بچہ کا نسب ماں سے ملایا جاتا۔

ہلال بن امیہ کا واقعہ

بروایت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا ہے کہ ہلال بن اُمیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی شریک بن سحماء پر زنا کی تہمت لگائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرعی گواہ پیش کرو ورنہ کوڑے مارے جائیں گے۔ ہلال نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر کوئی شخص کسی کو اپنی بیوی پر دیکھے تو کیا گواہوں کو تلاش کرنے جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ یا پھر تمہاری پشت پر کوڑے۔ ہلال نے کہا قسم ہے اس کی جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے۔ میں بلا شک وشبہ سچا ہوں، اللہ ضرور کوئی حکم ایسا نازل فرمائے گا جس سے میری پشت کوڑوں سے بچ جائے گی۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آیات ذیل لے کر نازل ہوئے۔ "**والذین یرمون ازواجھم**" یہ آیت پڑھی۔ یہاں تک کہ "**ان کان من الصادقین**" تک تلاوت فرمائی۔

حسب الحکم ہلال آئے اور انہوں نے شہادت دی یعنی لعان کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم برابر فرماتے رہے کہ اللہ جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے تو کیا تم دونوں میں سے کوئی ایک اپنے قول سے رجوع کرلے گا۔ ہلال کی شہادت کے بعد عورت کھڑی ہوئی اور اس نے شہادت دی یعنی لعان کیا۔ جب پانچویں شہادت کا نمبر آیا تو لوگوں نے اس کو روکا اور کہا یہ شہادت فیصلہ کر دینے والی ہے، عورت ذرا جھجکی اور مڑی یہاں تک کہ ہمارا خیال ہوا کہ یہ شہادت سے لوٹ جائے گی۔ پھر کہنے لگی میں اپنے خاندان کو آئندہ ہمیشہ کے لیے رسوا نہیں کروں گی۔ چنانچہ اس نے شہادت جاری رکھی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دیکھتے رہنا، اگر اس کا بچہ پیدا ہوا اور آنکھیں سرمگیں ہوں، سرین بھاری ہو اور پنڈلیاں گداز ہوں تو خیال کرلینا کہ وہ شریک بن سحماء کا ہے۔ چنانچہ جب بچہ پیدا ہوا تو وہ ایسا ہی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کتاب اللہ کا فیصلہ نازل نہ ہوا ہوتا تو پھر میں اس بچہ کو عورت کی طرف منسوب کرتا۔

عکرمہ نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "**والذین یرمون المحصنات**"، تو انصار کے سردار سعد بن عبادہ نے عرض کیا (کیا) اسی طرح یہ آیت نازل ہوئی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے گروہ انصار سن رہے ہو، تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں۔ نزول آیت میں شبہ ہے، انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کو آپ برا نہ کہیں، یہ بڑے غیرت مند آدمی ہیں، بخدا انہوں نے ہمیشہ کنواری سے نکاح کیا اور نہ ہی اپنی کسی بیوی کو طلاق دی۔ ان کی اسی شدت غیرت کی وجہ سے ہم میں سے کوئی شخص جرأت نہیں کرسکتا کہ اس سے نکاح کرے۔ حضرت سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ بخدا یہ تو میں ضرور جانتا ہوں کہ یہ آیت حق ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے لیکن مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ میں بدکار عورت کو اس حالت میں دیکھوں کہ کوئی شخص اسے اپنی رانوں میں دبائے ہوئے ہے تو مجھے یہ بھی اجازت نہیں کہ میں اس کو اس کی جگہ سے ہلا سکوں۔ جب تک چار گواہ لا کر ان کو آنکھوں سے دکھا نہ دوں۔ خدا کی قسم! جب تک میں گواہ لاؤں گا تو وہ شخص اپنا کام کر کے چل دے گا۔ اس واقعہ کو زیادہ مدت نہیں گزری تھی۔

کہ ہلال بن اُمیہ کا قصہ ہوگیا۔ حضرت ہلال ان تینوں میں سے ایک تھے جن کی توبہ قبول ہونے کی صراحت آئی تھی۔ ان کا واقعہ یوں ہوا کہ حضرت ہلال رات کو اندھیرا پڑے اپنی زمین سے واپس آئے، آ کر دیکھا کہ کوئی شخص ان کی بیوی کے پاس موجود ہے۔ آپ نے اپنی آنکھوں سے ان کی حرکت دیکھی اور اپنے کانوں سے ان کی باتیں سنیں لیکن اس شخص کو متنبہ نہیں کیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، میں اندھیرا پڑے گھر آیا تو میں نے اپنی بیوی کے پاس ایک آدمی کو دیکھا، اپنی آنکھوں سے اور اپنے کانوں سے ان کی باتیں سنیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ناگوار محسوس ہوئی اور بہت بار گزری۔ دوسری طرف انصار جمع ہوئے اور انہوں نے کہا سعد بن عبادہ کے قول نے ہم کو آزمائش میں ڈال دیا۔ اب ہلال بن اُمیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوڑے لگوائیں گے اور لوگوں میں ان کی شہادت کو باطل قرار دیں گے۔ ہلال نے کہا خدا کی قسم! مجھے اُمید ہے کہ اللہ میرے لیے اس سے رہائی کا کوئی راستہ ضرور نکال دے گا۔

اُدھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوڑے لگوانے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے لگی۔ دوران وحی تمام اصحاب خاموش ہوگئے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے فارغ ہونے تک اور کچھ دیر تک رہے۔ یہ آیات نازل ہوئیں "والذین یرمون ازواجھم" آخر آیت تک۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، خوشخبری ہو، ہلال اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کشائش پیدا کر دی ہے۔ ہلال نے کہا مجھے اللہ سے اس کی اُمید تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کو بلواؤ حسب الحکم عورت حاضر ہوئی، جب دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اکٹھے ہوئے تو عورت سے کہا گیا عورت نے ہلال کے قول کو جھوٹا قرار دے دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ یقیناً جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے تو کیا تم دونوں میں سے کوئی اپنے بیان سے رجوع کرنے والا ہے۔ ہلال نے کہا اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ قربان، میں سچ کہہ چکا اور میں نے حق بات کہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان دونوں کے درمیان لعان کر دو۔

حسب الحکم ہلال سے کہا گیا شہادت دو، ہلال نے چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہا میں یقیناً سچا ہوں، پانچویں شہادت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال سے فرمایا، ہلال اللہ سے ڈرو، دُنیاوی عذاب آخرت کے عذاب سے آسان ہے اور اللہ کا عذاب لوگوں کے عذاب سے بہت زیادہ سخت ہے اور یہ پانچویں شہادت واجب کر دینے والی ہے۔ اگر تو جھوٹا ہے تو عذاب کو تجھ پر واجب کر دے گی۔ ہلال نے کہا خدا کی قسم! اس شہادت پر مجھے عذاب نہیں دے گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر میرے کوڑے نہیں ماریں گے۔ اس کے بعد پانچویں شہادت میں ہلال نے کہا کہ اللہ کی لعنت مجھ پر، اگر میں جھوٹا ہوں۔ پھر پانچویں شہادت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو روکا اور فرمایا، اللہ سے ڈر، پانچویں شہادت یقیناً واجب کر دینے والی ہے اور اللہ کا عذاب لوگوں کے عذاب سے زیادہ سخت ہے۔ یہ سن کر تھوڑی دیر کے لیے عورت رُک گئی اور اقرار کرنے کا ارادہ کیا لیکن پھر کہنے لگی خدا کی قسم! میں اپنے خاندان کو رسوا نہیں کروں گی۔ چنانچہ اس نے پانچویں شہادت دے دی اور کہا اللہ کا مجھ پر غضب ہو، اگر وہ ہلال سچا ہو۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو الگ کر دیا اور فیصلہ کر دیا کہ بچہ اگر ہوتا

تو عورت کا ہوگا، باپ کی طرف سے اس کی نسبت نہیں کی جائے گی لیکن بچہ کو ولد حرام نہیں کہا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اگر بچہ ایسا ایسا ہو تو شوہر کا ہوگا اور اگر ایسا ایسا ہو تو وہ اس شخص کا ہوگا جس کا نام لیا گیا ہے۔ چنانچہ جب بچہ پیدا ہوا تو خاکستری رنگ کے اونٹ کی طرح بدشکل تھا جو آئندہ زندگی میں مصر کا حاکم بنا لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ میرا باپ کون ہے۔

تمام روایات میں ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مقاتل کے نزدیک جب یہ آیت نازل ہوئی "والذین یرمون المحصنات" پھر اس کو جمعہ کے دن منبر پر کھڑے ہو کر سنائی تو عاصم بن عدی انصاری نے اُٹھ کر عرض کیا، یارسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کردے، اگر ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو دیکھ لے اور جو کچھ دیکھا ہے اس کو بیان کردے تو اس کو اسّی (۸۰) کوڑے مارے جائیں گے اور مسلمان اس کو فاسق کہیں گے اور آئندہ اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ ہم گواہ اس وقت کہاں سے لا سکتے ہیں۔ گواہوں کی تلاش میں جائیں گے تو اتنے وقت میں وہ شخص اپنے کام سے فارغ ہو کر جا چکا ہوگا۔ انہی عاصم کے ایک چچا زاد بھائی تھے جن کا نام عویمر تھا اور عویمر کی بیوی خولہ بنت قیس بن محصن تھیں۔ عویمر عاصم کے پاس پہنچے اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کے پیٹ پر سوار خود شریک بن سحماء کو دیکھا۔ عاصم نے "انا للہِ وَاِنَّا اِلَیہ راجعون" پڑھا اور آئندہ جمعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ، گزشتہ جمعہ کو جو بات میں نے عرض کی تھی اس میں مبتلا میرے ہی خاندان کا ایک شخص ہو گیا۔ عویمر، خولہ اور شریک سب عاصم کے بنی عم تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو طلب فرمایا اور عویمر سے ارشاد فرمایا وہ تیری بیوی اور تیرے چچا کی بیٹی ہے، اللہ سے ڈر اس سے بہتان نہ باندھ، عویمر نے عرض کیا، یارسول اللہ! عویمر بڑا غیرت مند آدمی ہے اس نے دیکھا کہ میں اور شریک دیر تک بیدار رہتے اور باہم باتیں کرتے رہتے، اس کو غیرت آئی اور غیرت نے اس سے وہ بات کہلوائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شریک سے فرمایا، تیرا کیا بیان ہے؟ اس نے کہا جو عورت کہہ رہی ہے وہی میں کہتا ہوں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو حکم دیا کہ "الصلوٰۃ جامعة" کی ندا کردے۔ منادی نے ندا کردی، لوگ جمع ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی۔ پھر عویمر کو فرمایا اُٹھ اور کھڑا ہو کر اللہ کو گواہ کر کے کہہ کہ خولہ زانیہ ہے اور میں یقیناً بلاشبہ سچا ہوں۔ عویمر نے کھڑے ہو کر یہی شہادت دی۔ عویمر نے کہا کہ پھر دوسری شہادت میں عویمر نے کہا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے شریک کو خولہ کے پیٹ پر دیکھا اور میں بلاشبہ سچا ہوں اور پھر تیسری شہادت میں عویمر نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ اس عورت کا جو حمل ہے وہ میرا نہیں کسی اور کا ہے اور میں سچا ہوں۔ پھر چوتھی شہادت میں عویمر نے کہا میں اللہ کو شاہد جان کر کہتا ہوں کہ میں نے چار مہینے سے اس سے قربت نہیں کی اور بلاشک میں سچا ہوں۔ پھر پانچویں مرتبہ عویمر نے کہا اگر عویمر اس بات میں جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خولہ سے فرمایا کھڑی ہو، خولہ کھڑی ہوئی اور اس نے کہا میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں زانیہ نہیں ہوں اور عویمر جھوٹا ہے۔ پھر دوسری شہادت میں خولہ نے کہا میں خدا کی قسم کی کھا کر کہتی ہوں کہ عویمر نے شریک کو میرے پیٹ پر نہیں دیکھا اور عویمر جھوٹا ہے۔ پھر

تیسری شہادت میں عورت نے کہا میں عویمر سے حاملہ ہوں اور یہ جھوٹا ہے۔ پھر چوتھی شہادت میں عورت نے کہا عویمر نے کبھی مجھے زنا کی حالت میں مبتلا نہیں دیکھا اور یہ جھوٹا ہے۔ پھر پانچویں شہادت میں اس نے کہا اگر عویمر اس قول میں سچا ہو تو خولہ پر اللہ کا عذاب ٹوٹے۔ تکمیل شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو الگ کرادیا اور فرمایا، اگر یہ قسمیں نہ ہوتیں تو اس وقت اس عورت کے معاملے میں کچھ رائے ہوتی، پھر لوگوں سے فرمایا بچے کی پیدائش کے وقت کو دیکھتے رہو، اگر بچہ کے دونوں آبرو کشادہ ہوں، دونوں میں فاصلہ ہو، بال بھورے ہوں، رنگ مائل باسرخی ہوں تو وہ شریک بن سحماء کا ہے اور اگر رنگ خاکستری ہو، بال گھنگھریالے ہوں، اعضاء کے جوڑ اونٹ کی طرح ہوں تو سمجھو کہ وہ اس شخص کا نہیں ہے جس کی طرف زنا کی نسبت کی گئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا خولہ کا بچہ پیدا ہوا تو وہ شریک سے بہت زیادہ مشابہ تھا۔

محصن وغیر محصن کی سزا کا حکم

اس آیت کے حکم میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو اس کو اجنبی شخص کے تہمت لگانے کی طرح حد لگائی جائے گی اگر وہ محصن ہو اور اگر وہ محصن نہ ہو تو پھر اس کو تعزیر لگائی جائے گی اور اگر کوئی اجنبی تہمت لگائے اس پر حد قائم کی جائے گی۔ ہاں اگر وہ چار گواہ حاضر کردے زنا پر تو پھر اس سے حد ساقط ہو جائے گی اور اگر مقذوف اقرار کرلے کہ میں نے زنا کیا تو پھر بھی قاذف پر حد نہیں لگے گی۔

اگر یہ معاملہ زوجین کا ہو تو پھر ان دونوں میں لعان کرادی جائے گی اور اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔ زوجہ پر لعان کرنا یہ بمنزلہ گواہوں کے ہے کیونکہ کوئی شخص اگر اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو دیکھے تو اس وقت اس کے لیے گواہ تلاش کرنا ممکن نہیں اور اس عار پر صبر کرنا بھی ممکن نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حجت پوری کرنے کے لیے اور اس کے سچ کو ثابت کرنے کے لیے لعان کا حکم دیا۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں "**فشهادة أحدهم أربع شهادات بالله ان لمن الصادقين**" جب شوہر بیوی کے اوپر زنا کے گواہ پیش کرلے یا وہ اقرار زنا کرلے تو پھر اس سے حد ساقط ہو جائے گی اور لعان بھی نہیں ہوگی۔

الا یہ کہ یہاں پر اس کا کوئی بچہ ہو جو خاوند کے مشابہ ہو جو اس کے لعان کی نفی قرار دے اور جب امام اس بات کا ارادہ کرے کہ ان دونوں کے درمیان لعان کرے وہ شوہر کو بلائے اور کلمات لعان اس سے کہلوائے اور وہ یہ الفاظ کہے "**قل اشهد بالله انى لمن الصادقين فيما رميت به فلانة بالزنا**" اور اگر عورت نے خاوند پر تہمت لگائی تو اس چیز کا نام لے گی کہ میں نے اس کو اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھا اور اگر اس پر کسی جماعت نے زنا کی تہمت لگائی تو اس جماعت کا نام لیا جائے گا۔ شوہر وہی الفاظ کہے گا جس کی تلقین قاضی یا جج کرے گا۔ اگر اس کی بیوی کو حمل ہو یا لڑکا ہو تو اس کی نفی کا ارادہ کرنا چاہے تو ان الفاظ میں کرے گا کہ اگر اس کا حمل ہے تو زنا کا ہے، وہ مجھ سے نہیں ہے اور پانچویں مرتبہ کہے گا کہ "**علىّ لعنة الله ان كنت من الكاذبين فيما رميت فلانة**" مجھ پر لعنت ہو، اللہ کی اگر میں جھوٹا ہوں۔ اس بات میں کہ میں نے فلاں پر جھوٹی تہمت لگائی

ہے۔ جب یہ کلمات وہ حاکم کے بغیر ادا کردے تو وہ اپنے آپ کو محسوب کرنے والا نہیں ہوگا۔ جب اس کا شوہر لعان سے فارغ ہو جائے تو میاں بیوی کے درمیان تفریق کردی جائے گی اور اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی اور اس کا نسب منتفی ہو جائے گا اور اس سے حد قذف ساقط ہو جائے گی، عورت پر حد زنا واجب ہو جائے گی۔

اگر وہ محصنہ ہے تو رجم کیا جائے گا اور غیر محصن ہو تو اس کو کوڑے مارے جائیں گے اور ملک بدر کیا جائے گا۔ یہ پانچ احکام جن کا تعلق زوج کی لعان کے ساتھ متعلق تھا۔

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ ۢ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ⑧ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ⑨

ترجمہ: اور (اس کے بعد) اس عورت سے (سزائے حبس یا حد زنا) اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار بار قسم کھا کر کہے کہ بیشک یہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کا غضب ہو اگر یہ سچا ہو

تفسیر: ⑧ "ویدرؤا" اور دور کرے "عنها العذاب أن تشهد أربع شهادات بالله ان لمن الكذبين"

⑨ "والخامسة أنّ غضب الله عليها ان كان من الصادقين" اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہے جو حد کی صورت میں ہے۔ جیسا کہ ابتداء سورۃ میں اس کا حکم دیا گیا۔ "وليشهد عذابهما طائفة من المؤمنين" ان دونوں میں سے ایک آیت کا معنی یہ ہے کہ جب شوہر اپنی بیوی کے ساتھ لعان کرتا ہے تو بیوی پر زنا کی حد واجب ہو جاتی ہے اور جب ان پر حد زنا لعان کے ذریعے سے واجب ہوتی ہے تو وہ اس کو اپنے آپ سے دور کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جب لعان کرتا ہے تو وہ چار گواہ پیش کرتا ہے۔ پھر وہ حاکم کے کہنے پر قسمیں اُٹھاتا ہے کہ جس چیز کے بارے میں یہ مجھ پر جھوٹی تہمت لگا رہا ہے میں اس سے بری ہوں اور وہ پانچویں مرتبہ یہ کہے گی کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر عذاب ہو، اگر میرا شوہر اس معاملہ میں سچا ہو جو کچھ اس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے۔ لعان کے ساتھ ایک ہی حکم متعلق ہوگا اور وہ حد کا ساقط ہو جانا۔ اگر شوہر نے زنا پر گواہ مقرر کر لیے تو پھر اس سے حد زنا ساقط نہیں ہوگی۔

اصحاب الرائے کے نزدیک میاں بیوی پر حد واجب نہیں ہوگی صرف لعان ہوگا۔ اگر وہ لعان کرنے پر راضی نہ ہوں تو پھر ان کو قید کر لیا جائے گا حتیٰ کہ وہ دونوں لعان کرلیں اور اگر شوہر لعان کرلے اور عورت لعان سے رُک جائے تو عورت کو قید کر لیا جائے گا یہاں تک کہ وہ لعان نہ کرلے۔ دوسرے حضرات کے نزدیک لعان یہ اس کے قول کی تصدیق ہے۔ تہمت لگانے والا اگر بینہ قائم کرنے کے لیے بیٹھ جائے تو اس کو قید نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ گواہ پالے۔ یہ اس اجنبی شخص کی طرح ہے کہ جس نے تہمت لگائی، پھر گواہوں کا انتظار کرنے لگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لعان فرقت اور نسب کی نفی کا موجب ہے اور یہ دونوں چیزیں حاصل نہیں ہوں گی مگر لعان سے اور وہ دونوں میاں بیوی کے لعان کرنے کی ہی وجہ سے ہوگا۔ اب یہ فرقت کس حکم میں ہوگی فسخ

نکاح ہوگی یا طلاق۔اس بارے میں اکثر اہل علم کا بیان ہے کہ یہ فرقت فسخ نکاح کے حکم میں ہے۔ یہ قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ان دونوں کے درمیان یہ تفریق دائمی ہوگی۔

اگرلعان کے بعد شوہر اپنے قول سے رجوع کرلے تو اس کے رجوع کو مانا جائے گا۔اس کے حق میں نہ کہ اس کی بیوی کے حق میں۔اس صورت میں شوہر پر حد جاری کی جائے گی اور پیدا شدہ بچے کو اصل باپ کی طرف منسوب کیا جائے گا لیکن لعان کی وجہ سے جو حرمت ابدی لازم ہو چکی وہ مرتفع (ختم) نہیں ہوگی۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک میاں بیوی کے درمیان جو فرقت واقع ہوتی ہے یہ فرقت طلاق ہے۔لعان کے بعد اگر شوہر نے اپنے آپ کو جھوٹا ثابت کر دیا تو پھر حد جاری ہونے کے بعد وہ دوبارہ اپنی بیوی کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے اور اسی طرح اگر اس نے لعان کے چند کلمات کہے تو پھر بھی لعان کا حکم متعلق نہیں ہوگا۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر وہ لعان کے اکثر کلمات کو ادا کرلیا تو اس صورت میں یہ کل کے قائم مقام ہوگا۔

ہر وہ شخص جس کی قسم کا اعتبار ہے اس سے لعان کا بھی اعتبار ہوگا خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا ذمی۔ یہ قول سعید بن المسیب، سلیمان بن یسار اور حسن، اور یہی قول ربیعہ، مالک، ثوری، شافعی اور اکثر اہل علم کا ہے۔لیکن امام زہری، اوزاعی، اصحاب الرائے کے نزدیک لعان صرف آزاد مسلمان اور غیر محدود دین پر ہوگا اور وہ دونوں میاں بیوی ہوں یا ان دونوں میں سے ایک غلام ہو، دوسرا ذمی ہو یا محدود فی القذف ہوں تو پھر ان پر لعان نہیں ہوگا۔قرآن کی ظاہری آیات ان لوگوں کے لیے دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان لعان جاری ہوگا۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" **والذین یرمون أزواجھم**" یہاں پر آزاد اور غلام محدود وغیر محدود کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں ارشاد فرمایا" **الذین یظاھرون من نسائھم**" پھر آزاد اور غلام دونوں ظہار میں برابر ہیں اور لعان صحیح نہیں، سوائے حاکم یا اس کے خلیفہ کے حکم سے۔

سب سے اشد لعان چار اشیاء سے منعقد ہوتی ہے جس میں الفاظ کی خوب رعایت رکھی گئی ہو۔اس طور پر کہ اپنی جگہ پر لعان کرتے وقت اس کا نام بھی لے اور لوگوں کی جماعت کے سامنے اس کو بیان کرے۔الفاظ مستحقہ کے درمیان کسی چیز کی کمی کرنے کی کوئی اجازت نہیں۔رہا مکان ایسی جگہ جو جگہوں میں سے سب سے زیادہ اعلیٰ واشرف ہو۔اگر وہ مکہ میں ہو تو پھر رکن اور مقام کے درمیان یہ قسم لے اور اگر مدینہ میں ہو تو پھر منبر کے قریب اور اس کے علاوہ تمام شہروں میں جامع مساجد میں منبر کے قریب لعان کرے۔زمان سے مراد عصر کی نماز یا مطلق کسی نماز کا وقت ہو اور جمع سے مراد کم از کم چار افراد ہوں اور تغلیظ بالجمع مستحب ہے۔اگر حاکم ان دونوں کے درمیان لعان کرے، اکیلے تو جائز ہے مکان کی تعیین واجب ہے یا مستحب اس بارے میں دو قول ہیں۔

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ⑩ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑪

ترجمہ اور (اے مردو اور عورتو) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ کا فضل اور اس کا کرم ہے (کہ ایسے ایسے احکام مقرر کیے ہیں) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا (اور) حکمت والا ہے (تو تم بڑی مضرتوں میں پڑ جاتے) جن لوگوں نے یہ طوفان (حضرت صدیقہؓ کی نسبت) برپا کیا ہے (اے مسلمانو) وہ تم میں کا ایک (چھوٹا سا) گروہ ہے تم اس (طوفان بندی) کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ (باعتبار انجام کے) تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے ان میں سے ہر شخص کو جتنا کسی نے کچھ کیا تھا گناہ ہوا اور ان میں سے جس نے اس (طوفان) میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کو سخت سزا ہوگی۔

تفسیر 10 "ولولا فضل اللّٰہ علیکم ورحمته وانّ اللّٰہ توّاب حکیم" یہاں لولا کا جواب محذوف ہے کہ تم ان کی سزائیں جلدی کرتے ہو لیکن یہ تمہارے لیے ستر ہے اور تم پر حد لعان کی وجہ سے ساقط کر دی۔ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے ہیں، جو شخص اپنے گناہوں سے رجوع کرے، رحمت کے ساتھ اور حکیم ہے، جو حدود اس نے تمہارے لیے مقرر کی ہیں، اس کی حکمت کے متعلق وہ خوب جانتا ہے۔

واقعہ افک

11 "ان الذین جاء وا بالافک عصبة منکم" صالح ابن شہاب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے بیان کیا عروۃ بن زبیر، سعید بن المسیب، علقمہ بن وقاص و عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود عن عائشہ رضی اللہ عنہم سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ انہوں نے اس وقت یہ حدیث بیان کی تھی کہ جب تہمت لگانے والوں کی تہمت سے اللہ عزوجل نے ان کو بری کیا تھا سب رواۃ جو اس حدیث کو مجھ سے بیان کرتے ہیں اور بعض حضرات نے اس حدیث کو اپنے پاس زبانی محفوظ کیا اور بعض لوگوں نے اس کو اپنے پاس ویسے محفوظ کر لیا اور بعض میرے سے وہی حدیث زبانی یاد کرتے ہیں جو میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔ بعض حضرات بعض کی تصدیق کرنے لگے اور بعض اس کو بعض سے یاد کرنے لگے اور وہ لوگ کہنے لگے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر کا ارادہ کرتے تھے تو اپنی بیویوں میں قرعہ اندازی کرتے تھے جس کا نام قرعہ میں نکل آتا اس کو ساتھ لے جاتے تھے۔

چنانچہ ایک جہاد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جانے لگے تو حسب معمول قرعہ اندازی کی میرا نام نکل آیا، مجھے آپ نے ساتھ لے لیا۔ یہ واقعہ پردہ کی آیت نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ میں ہودج میں سوار ہوئی، میرا ہودج ہی اُٹھا کر اونٹ پر رکھا جاتا تھا اور نیچے اُتارا جاتا تھا۔ اس طرح ہم مدینہ سے چل دیئے۔ جب جہاد سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور مدینہ کے قریب پہنچ کر ایک جگہ اُترے، رات کو کوچ کرنے کا اعلان ہوا، میں حاجت کے لیے اُٹھی اور چل کر لشکر سے دور نکل گئی۔ ضرورت سے فارغ ہو کر جب اپنے مقام پر پہنچی تو اس وقت سینے پر ہاتھ رکھا تو عقیق یمنی کا ہار جو میں نے پہنا ہوا تھا وہ ٹوٹ کر کہیں گر گیا، میں ہار کو ڈھونڈنے کے لیے فوراً واپس چلی گئی۔ ہار کی تلاش میں مجھے دیر لگ گئی، میرے ہودج کو اُٹھا کو اونٹ پر رکھنے والے لوگ آئے اور یہ خیال کر کے کہ میں ہودج کے اندر ہوں خالی ہودج کو اُٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا۔ اسی زمانے میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں،

بھاری نہیں ہوتی تھیں۔ ان پر گوشت نہیں چڑھا ہوتا تھا، کھانا تھوڑا کھاتی تھیں، اس لیے لوگوں نے ہودج کی خفت محسوس نہ کی۔ پھر میں تو کم سن لڑکی ہی تو تھی، انہوں نے ہودج کو اُٹھا کر اونٹ پر لاد دیا اور اونٹ کو کھڑا کر کے چل دیئے، لشکر کے روانہ ہونے کے بعد مجھے ہار مل گیا، پڑاؤ پر واپسی آئی تو وہاں پر کوئی بھی نہ تھا، پڑاؤ بالکل خالی تھا، مجبوراً میں اپنی فرودگاہ پر ہی رُک گئی اور خیال کیا کہ جب لوگ مجھے نہیں پائیں گے تو لوٹ کر ضرور آئیں گے، اپنی جگہ مجھے بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی اور میں سو گئی۔

صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ نے لشکر کے پیچھے بہت دور قیام کیا تھا وہ لشکر کی گری پڑی اشیاء پر نگرانی کرنے والے تھے، وہ رات کے آخری حصہ میں اپنی قیام گاہ سے روانہ ہوئے اور صبح کو میری جگہ پر پہنچ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ کوئی سو رہا ہے، دیکھتے ہی مجھے پہچان لیا کیونکہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا، مجھے دیکھ کر انہوں نے "انا للّٰہ و انا الیہ راجعون" پڑھا۔ میں ان کے پڑھنے کی آواز سے بیدار ہوگئی اور اپنا چہرہ چادر سے ڈھانک لیا۔ خدا کی قسم! انہوں نے مجھ سے کوئی بات ہی نہیں کی اور سوائے "انا للّٰہ و انّا الیہ راجعون" کے اور کوئی لفظ میں نے ان سے نہیں سنا۔ اپنی اونٹنی انہوں نے میرے پاس لا کر بٹھا دی اور گھٹنا باندھ دیا، میں اُٹھ کر اونٹنی پر سوار ہوگئی، وہ مہار پکڑے ہوئے آگے آگے چلتے رہے، ہمارا لشکر ٹھیک دوپہر کے وقت ایک جگہ ٹھہر گیا تھا، میں اسی طرح لشکر تک پہنچ گئی۔ میرے معاملے میں جس کو ہلاک ہونا تھا وہ غلط افواہیں پھیلا کر مارا گیا۔ اس تہمت تراشی کا بڑا منافق عبداللہ بن ابی سلول تھا جو اس افواہ کا ذمہ دار جانا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں مدینہ پہنچ کر بیمار ہوگئی اور ایک مہینہ بیمار رہی اور لوگ تہمت لگانے والوں کی باتیں سن رہے تھے، مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے خبر دی کہ کچھ گروہ آپ کے متعلق یہ باتیں بیان کرتے ہیں اور پھر ان باتوں پر یقین رکھتے ہیں اور ان سے لوگ باتیں سنتے ہیں اور پھر ان باتوں کو آگے پھیلاتے ہیں۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ تہمت لگانے والوں کے نام نہیں ذکر کیے مگر حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ، حمنہ بنت جحش اور دوسرے لوگ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "والذی تولی کبرہ" اس سے مراد عبداللہ بن ابی سلول ہے۔ عروہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ پسند نہ تھا کہ آپ کے سامنے حضرت حسان کو برا کہا جائے، آپ فرماتی تھیں کہ حسان کا ہی تو یہ شعر ہے:

فان ابی وولدتی و عرضی لِعرض محمد منکم وقاءُ

(میرے ماں باپ اور میری آبرو تم سے، محمد کی آبرو کو بچانے والے ہیں، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو پر میرے والدین اور آبرو قربان)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے ان بیماری کے دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ لطف میرے اوپر نہیں تھا جیسے کہ پہلے تھا۔ بس اتنی بات ہوتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول آتے اور السلام علیک کرتے اور فرماتے تم لوگ کیسے ہو؟ پھر واپس چلے جاتے۔ اس سے مجھے شبہ ہوتا، پریشانی ہوتی لیکن راز کا پتہ نہ تھا۔ جب میں اچھی ہوگئی مگر

کمزور تھی تو ایک رات کو اُم مسطح کو ساتھ لے کر میں مناصع کی طرف جانے کے لیے نکلی۔ پہلے ہمارے گھروں کے پاس بیت الخلاء بنے ہوئے نہیں ہوتے تھے۔ رفع ضرورت کے لیے رات کو ہم جنگل کی طرف عربوں کے پہلے رواج کے مطابق جایا کرتے تھے، ہم کو گھروں کے قریب بیت الخلاء بنانے سے ایذاء ہوتی تھی۔

فرماتی ہیں کہ میں اور اُم مسطح دونوں ساتھ ساتھ ضرورت سے فارغ ہو کر گھر کی طرف کو لوٹے۔ اُم مسطح کا پاؤں چادر سے اُلجھ گیا اور اس نے ٹھوکر کھائی، گرتے ہی اس کے منہ سے نکلا مسطح مرے، میں نے کہا کہ تم نے بہت بری بات کہی، کیا تم ایسے لوگوں کو برا کہہ رہی ہو جو بدر میں شریک تھے۔ اُم مسطح نے کہا، بیٹی کیا تم نے اس کی بات نہیں سنی؟ میں نے کہا کہ اس نے کیا کہا، اس پر اُم مسطح نے مجھے تہمت تراشوں کی کہی ہوئی بات بتائی۔ اس بات کو سن کر میری بیماری اور بڑھ گئی۔ جب گھر لوٹ کر آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول جب تشریف لائے اور دریافت کیا، آپ لوگ کیسے ہیں تو میں نے کہا کیا آپ کی اجازت ہے، میں اپنے والدین کے گھر جانا چاہتی ہوں، مجھے یقین تھا کہ اصل خبر مجھے اپنے ماں باپ سے مل جائے گی۔ آپ نے اجازت دے دی، میں والدین کے گھر پہنچی اور اپنی والدہ سے پوچھا، اماں یہ لوگ کیا باتیں کررہے ہیں؟ والدہ نے کہا بیٹا تم اس کا رنج نہ کرو، جب کوئی عورت کسی شوہر کی نظر میں محترم ہوتی ہے اور شوہر اس سے محبت کرتا ہے اور اس کی سوکنیں بھی ہوتی ہیں تو سوکنیں اس کے خلاف بڑی بڑی باتیں بناتی ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ! لوگ یہ باتیں کررہے ہیں، میں اس خبر کو سن کر رات بھر روتی رہی، صبح تک نہ میرا آنسو تھما نہ نیند آئی، پھر صبح کو بھی روتی رہی۔

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھر علی بن ابی طالب اور اُسامہ بن زید کو مشورہ کے لیے بلایا کیونکہ وحی آنے میں دیر ہوگئی تھی۔ اُسامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کی پاک دامنی سے واقف تھے۔ انہوں نے پاک دامن ہونے کا مشورہ دیا۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ اُسامہ کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کی محبت تھی۔ اسی کے مطابق انہوں نے مشورہ دیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ آپ کی بیوی ہیں، ہم تو ان کو اچھا ہی جانتے ہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کے لیے اللہ نے کوئی تنگی نہیں رکھی۔ ان کے علاوہ بہت عورتیں ہیں۔ آپ خادمہ سے دریافت کریں۔ وہ سچ سچ کہہ دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلایا اور فرمایا کیا تو نے عائشہ کی کوئی ایسی حرکت دیکھی ہے جس سے تیرے دل میں کوئی شک گزرا ہو؟ بریرہ نے کہا قسم ہے اس کی جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کوئی بات ایسی نہیں دیکھی کہ میں نکتہ چینی کرسکوں۔ ہاں بس اتنی بات ضرور ہے وہ چونکہ کم سن لڑکی ہے آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے، بکری آتی ہے اور اس کو کھا جاتی ہے۔ اس تحقیقات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور عبداللہ بن ابی کی طرف سے معذرت پیش کرنے کے خواستگار ہوئے اور فرمایا اے گروہ اہل اسلام! میرے گھر والوں کے معاملے میں عبداللہ بن ابی کی ذات سے مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے کہ کوئی اس کی طرف سے میرے سامنے کوئی عذر پیش کرسکتا ہے؟ خدا کی قسم! مجھے اپنی بیوی کے متعلق اچھائی ہی معلوم ہوئی، لوگ ایک ایسے آدمی کا نام لے رہے ہیں جس کے اندر مجھے کوئی برائی معلوم نہیں ہے اور وہ میرے گھر کے اندر میرے ساتھ ہی جاتا ہے۔

یہ سن کر سعد بن معاذ اشہلی کھڑے ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں آپ کو معذور جانتا ہوں۔ اگر وہ اوس کے قبیلہ میں ہے تو میں اس کی گردن اُڑا دوں گا اور اگر ہمارے خزرجی بھائیوں میں سے ہے تو آپ جو حکم دیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ یہ بات سن کر قبیلہ خزرج کا ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا۔ حسان کی ماں اس شخص کے چچا کی بیٹی تھی یعنی سعد بن عبادہ اور سردار خزرج کھڑے ہوئے۔ پہلے یہ نیک آدمی تھے لیکن قبیلہ کی حمیت ان پر سوار ہوگئی اور سعد بن معاذ سے کہنے لگے خدا کی قسم! تم نے جھوٹ کہا ہے تم نہ اس کو قتل کرو گے اور نہ اس کو قتل کرنے کی تم میں ہمت ہے اور اگر تمہارے قبیلہ والوں میں سے وہ ہوتا تو میرے خیال میں تم اس کو قتل نہ کرتے۔ اس پر سعد بن معاذ کے چچازاد بھائی اسید بن حضیر نے سعد بن عبادہ سے کہا تم نے خدا کی قسم! جھوٹ کہا، ہم اس کو ضرور بضرور قتل کریں گے۔ تم یقیناً منافق ہو، منافقوں کی طرف سے لڑتے ہو، اس کے بعد اوس اور خزرج دونوں قبیلے جوش میں آ گئے۔ قریب تھا کہ آپس میں لڑ پڑیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کو ٹھنڈا کر رہے تھے، آخر سب خاموش ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، میں اس روز بھی روتی رہی اور رات بھر آنسو نہیں تھمے اور نہ ہی نیند آئی۔ والدین کو اندیشہ ہوگیا کہ روتے روتے میرا جگر پھٹ نہ جائے، دونوں حضرات میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی کہ ایک انصاری عورت نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے اجازت دے دی، وہ آ کر بیٹھ گئی اور میرے ساتھ رونے لگی۔ کچھ دیر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بیٹھ گئے، اس سے پہلے جب میرے متعلق چہ مگوئیاں شروع ہوئی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور ایک مہینے کا وقفہ گزر چکا تھا۔ اس عرصہ میں میرے معاملہ کے متعلق کوئی وحی بھی نہیں آئی تھی۔ بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل کلمہ شہادت پڑھا، پھر فرمایا، عائشہ! مجھے تیرے متعلق ایسی ایسی خبریں پہنچی ہیں اگر تو ان سے پاک ہے تو اللہ تیری پاکی ظاہر فرما دے گا اور اگر اتفاقاً تو کسی گناہ میں مبتلا ہوگئی ہے تو اللہ سے توبہ و استغفار کر۔ بندہ جب گناہ کا اقرار کر لیتا ہے اور معافی کا طلبگار ہوتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات پوری کر چکے تو میرے آنسو تھم گئے کہ ایک قطرہ بھی نکلتا مجھے محسوس نہیں ہوا۔ پھر میں نے اپنے والد سے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب دیجئے۔ والد نے کہا خدا کی قسم! مجھے کوئی جواب معلوم نہیں، کیا جواب دوں۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے یہی بات کہی کہ آپ جواب دیجئے۔ انہوں نے بھی والد کی طرح یہی کہا کہ میں کیا کہوں مجھے کوئی جواب معلوم نہیں۔ آخر میں نے خود کہا، خدا کی قسم! میں جان گئی کہ تم لوگوں نے یہ بات سن کر اپنے دلوں میں جمالی ہے اور اس کو سچ ماننے لگے ہو، اگر اب میں کہوں کہ میں اس سے پاک ہوں اور خدا جانتا ہے کہ میں اس سے پاک ہوں تو آپ مجھے سچ نہ جانو گے اور اگر میں آپ کے سامنے اقرار کر لوں اور خدا جانتا ہے کہ میں اس فعل سے پاک ہوں تو آپ مجھے سچا سمجھو گے۔ (اس لیے میں کچھ نہیں کہہ سکتی) مجھے اپنی اور آپ کی حالت کے سوا اس کے کوئی مثال نہیں ملتی جو یوسف علیہ السلام کے باپ نے کہا تھا **"فصبر جمیل و اللّٰہ المستعان علی ماتصفون"** پس میں بھی یہی کہتی ہوں۔ یہ کہنے کے بعد میں نے منہ موڑ لیا اور بستر پر لیٹ گئی۔ میں یہ تو جانتی تھی کہ چونکہ میں پاک ہوں، اللہ

ضرور میری پاکی کا اظہار فرمادے گا لیکن میرا یہ گمان بھی نہ تھا کہ میرے معاملہ میں اللہ کوئی ایسی وحی نازل فرمائے گا جو ہمیشہ قرآن میں پڑھی جائے گی۔ میرے دل میں میری حالت اس قابل نہ تھی کہ اللہ اس کے سلسلہ میں اپنا کلام نازل فرماتا جو پڑھا جائے گا، مجھے تو یہ اُمید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے میری پاک دامنی کا کوئی خواب دکھا دیا جائے گا۔

اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس جگہ سے ہٹے بھی نہ تھے اور نہ کوئی گھر والا باہر نکلا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمادی اور نزول وحی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تکلیف ہوتی تھی وہ ہونے لگی، سخت سردی کے زمانے میں نزول وحی کے وقت چاندی کے موتیوں جیسے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے۔ کچھ دیر کے بعد وحی کی وہ حالت دور ہوئی اور ہنستے ہوئے جو لفظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اپنے منہ سے نکالا وہ یہ تھا عائشہ خوشخبری ہو، اللہ تعالیٰ نے تیری پاکدامنی کا اظہار کر دیا۔ میری والدہ نے کہا اُٹھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، میں نے کہا خدا کی قسم! میں اُٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں جاؤں گی اور نہ اللہ کے سوا کسی کا شکر کروں گی، اللہ نے میری پاکی ظاہر کر دی۔ اس پر مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری برأت میں دس آیات نازل فرمائیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسطح بن اثاثہ کو خرچ دیا کرتے تھے، قرابت کی وجہ سے یا فقر کی وجہ سے۔ انہوں نے کہا کہ میں مسطح پر کچھ خرچ نہ کروں گا۔ اس واقعہ کے بعد جو کچھ اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کہا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "ولا یأتل اولوا الفضل منکم والسعة" سے لے کر "غفورٌ رحیم" تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے کیوں نہیں، اللہ کی قسم! میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ نے میری بخشش فرمادی۔ پھر وہ مسطح کو خرچ دینے لگے اور کہنے لگے میں اس کو ہمیشہ دوں گا کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس واقعہ کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے میرے متعلق پوچھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نہیں جانتی اور نہ ہی میں نے دیکھا اور کہا کہ میرے کانوں نے اور آنکھوں نے اس میں کبھی کوئی نفرت نہیں دیکھی۔ اللہ کی قسم! میں اس میں خیر کو ہی جانتی ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زینب بنت جحش کو ان کی دینداری کی وجہ سے اللہ نے بچائے رکھا۔ انہوں نے سوائے کلمہ خیر کے اور کچھ نہیں کہا لیکن ان کی بہن حمنہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہوگئی۔ یہ باتیں کرنے والے مسطح، حسان بن ثابت اور عبداللہ بن ابی منافق تھے۔ عبداللہ بن ابی ہی ایسی باتیں نکال کر لاتا اور جمع کرتا تھا۔

ابن شہاب نے کہا کہ مجھے اس جماعت کے متعلق یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، واللہ کہ وہ شخص جس کے بارے میں کہا گیا جو کچھ کہا گیا اس نے کہا تو اس کے لیے کہا جانا چاہیے تھا کہ سبحان اللہ (اللہ اس سے پاک ہے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ بیت الخلاء کے علاوہ کسی جگہ بھی ہم عورتیں اپنا ستر نہیں کھولتیں۔ اس واقعہ کے بعد صفوان ایک جہاد میں شہید ہوگئے۔ ابن شہاب کی روایت اسی سند کے متعلق ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، اگر تم سے کوئی گناہ ہو گیا ہو تو اللہ سے بخشش طلب کر اور اس سے توبہ کر کیوں کہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے (آخر حدیث تک نقل کیا) پھر تہمت لگانے والوں میں سے جس کو ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے تو میری خادمہ سے اس کے متعلق سوال کیا۔ خادمہ نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کوئی عیب نہیں دیکھا ہاں جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آٹا بنا کر سو جاتی بکری گھر میں داخل ہوتی اور وہ آٹا کھا لیتی۔ اس کے بعد پھر لوگ خاموش ہو گئے۔ خادمہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں سچ بولتی ہوں، یہاں تک کہ بعض لوگ ان افواہوں سے خاموش ہو گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی ذات پاک ہے کہ میں جان گئی تھی جیسا کہ سونا، چاندی والا آگ میں سونے چاندی کو پگھلا کر اس کی اصل کو جان لیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب وحی نازل ہو چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے اور اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے ارشاد فرمایا، خوشخبری ہو اے عائشہ! اللہ نے تیری برأت کے لیے آیات نازل فرمائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والدین نے کہا کہ کھڑی ہو جاؤ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں ان کے لیے نہیں کھڑی ہوں گی اور نہ ہی ان کا شکر ادا کروں گی بلکہ اپنے رب کی تعریف اور اسی کا شکر ادا کروں گی جس نے مجھے اس تہمت سے بری قرار دیا۔ تحقیق انہوں نے میرے متعلق سب کچھ سنا لیکن اس پر انکار نہیں کیا اور نہ ہی اس بات پر عار دکھائی۔

"**والذین جاء وا بالافک**" اس سے مراد جھوٹ ہے۔ اس جھوٹ سے مراد برا جھوٹ ہے۔ اس کو "**افک**" کہا گیا کیونکہ یہ حق سے پھرنے والا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "**افک الشیٔ**" جب اس کو چہرے سے پلٹ دیا جائے کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ثناء و تعریف کی مستحق ہیں۔ جن لوگوں نے برائی کی نسبت ان کی طرف کی وہ برائی انہی کے چہرے پر آ پڑی۔ "**عصبة منکم**" ایک جماعت جن میں عبداللہ بن ابی سلول و مسطح بن اثاثہ وحسان بن ثابت وحمنہ بنت جحش جو طلحہ بن عبید اللہ وغیرہ ہیں "**لاتحسبوہ شرًا لکم**" اس سے مراد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر عیب لگانے کا رنج جو خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا۔ بعض نے کہا کہ یہ خطاب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ان کے والدین کو ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صفوان کو ہے۔ اس کو تم اپنے لیے برا نہ سمجھو۔ "**بَل ھو خیر لکم**" کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے تمہارے لیے اجر و ثواب دے گا اور تمہارے لیے برأت کرے گا۔ "**لکل امری منھم**" یہ جھوٹی جماعت "**ما اکتسب من الاثم**" یعنی جس نے جتنا گناہ کیا اتنی سزا اس کے لیے مقرر ہے کسی نے خود الزام تراشی کی، کسی نے اس کو پھیلانا پسند کیا۔ اس کے گناہ کے مطابق اس کو سزا ملے گی۔ "**والذی تولیٰ کبرہ**" جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں یہ طوفان سب سے پہلے اُٹھایا اور اس کو پھیلایا اس کو سخت عذاب دیا جائے گا۔ "**کبرہ**" بعض کاف کے ضمہ کے ساتھ پڑھتے ہیں اور

عام قراء کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ کسائی نے کہا کہ اس میں دو لغات ہیں۔ ضحاک کا قول ہے کہ اس بات کو پھیلانے کے لیے عبداللہ بن ابی سلول کھڑا ہوگیا۔ زہری سے روایت ہے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتی ہیں کہ "**والذی تولی کبرہ منھم**" سے مراد عبداللہ بن ابی سلول ہے اور **عذاب الیم** سے مراد آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

ابن ابی ملیکہ نے بروایت عروہ قصہ افک کے ذیل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان نقل کیا کہ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا پھر میں سوار ہوگئی، صفوان نے اونٹ کی مہار پکڑلی، چلتے چلتے منافقوں کی ایک جماعت کی طرف سے ہمارا گزر ہوا۔ منافقوں کا قاعدہ تھا کہ مسلمانوں کے عام لشکر سے الگ اپنا پڑاؤ کرتے تھے اور ان کی رہائش گاہ مسلمانوں کی رہائش گاہ سے علیحدہ ہوتی تھی۔ منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی کہنے لگا یہ عورت کون ہے؟ ساتھیوں نے جواب دیا عائشہ (رضی اللہ عنہا) ہے۔ عبداللہ بن اُبی بولا، خدا کی قسم! یہ اس سے نہیں بچی اور نہ وہ اس سے بچا، تمہارے نبی کی بیوی رات بھر ایک مرد کے ساتھ رہی تو صبح ہوئی تو وہ شخص آگے آگے چلنے لگا۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ "**والذی تولّی کبرہ**" سے چار شخص مراد ہیں۔ عبداللہ بن ابی سلول، حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد حسان بن ثابت ہیں۔

مسروق کا قول ہے کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حسان بن ثابت اس وقت اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں یہ شعر پڑھ رہے تھے:

حصان رزان ماتزن بریبة — وتصبح غرثٰی من لحوم الغوافل

(وہ بڑی پاکدامن اور بڑی باوقار ہیں، کسی شبہ کی بات سے متہم نہیں کی جاسکتیں، ان کا پیٹ بے خبر، بھولی عورتوں کے گوشت سے خالی رہتا ہے)...... (یہ کسی کی غیبت نہیں کرتیں)۔

حضرت اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا مگر تم ایسے نہیں ہو۔ مسروق کہتے ہیں میں نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ آپ ان کو اپنے آنے کی اجازت کیوں دیتی ہیں؟ اللہ نے تو فرمادیا ہے "**والذی تولّی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم**" اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نابینا ہوجانے سے سخت عذاب اور کیا ہوگا۔

روایت میں آیا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت تراشی کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ہر ایک کو اسی اسی کوڑے لگوائے۔

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ⑫ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ⑬ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑭ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ

وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَاللّٰهِ عَظِيْمٌ ⑮

ترجمہ آگے ان قاذفین مومنین کو ناصحانہ ملامت ہے) جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے آپس والوں کے ساتھ گمان نیک کیوں نہ کیا اور (زبان سے) یوں کیوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے (آگے اس حسن ظن اور افک کے وجوب کی وجہ ارشاد ہے کہ یہ (قاذف) لوگ اس (اپنے قول) پر چار گواہ کیوں نہ لائے سو جس صورت میں یہ لوگ (موافق قاعدہ کے) گواہ نہیں لائے تو بس اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا دنیا میں اور آخرت میں تو جس شغل میں تم پڑے تھے اس میں تم پر سخت عذاب واقع ہوتا جب کہ تم اس (جھوٹ) کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی تم کو (کسی دلیل سے) مطلق خبر نہیں اور تم اس کو ہلکی بات (یعنی غیر موجب گناہ) سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات تھی۔

تفسیر ⑫ "لولا" ھلا کے معنی میں ہے۔ "اذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسهم" اپنے بھائیوں سے نیک گمان کیوں نہ کیا۔ "خیرًا" حسن کا قول ہے کہ اس سے مراد اہل دین ہیں کیونکہ تمام مؤمنین ایک جسم کی مانند ہیں۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان "ولا تقتلوا انفسكم" اور دوسری آیت میں ہے "فسلموا على انفسكم"...... "وقالوا هذا افكٌ مبين" یہ جھوٹ واضح ہے۔

⑬ "لولا جاء وا عليه باربعة شهداء" جیسا کہ انہوں نے گمان کیا۔ "فاذ لم يأتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكاذبون"

سوال: وہ اللہ کے نزدیک کیسے جھوٹے ہوسکتے ہیں جب کہ انہوں نے گواہ قائم نہیں کیے حالانکہ اللہ کے نزدیک جھوٹا شخص تو جھوٹا ہی ہے۔ خواہ وہ گواہ قائم کرے یا گواہ قائم نہ کرے؟

جواب اللہ کے نزدیک کا مطلب ہے کہ اللہ کے فیصلے میں۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے اللہ کے حکم کو جھٹلایا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حق میں، اس کا معنی یہ ہے کہ وہ سب جھوٹے ہیں، غیبت کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ وہ اصل حقیقت کو نہیں جانتے۔

⑭ "ولولا فضل الله عليكم ورحمته فى الدّنيا والاخرة لمسكم فيما افضتم" کا معنی خضتم ہے۔ "فيه" اس برائی میں "عذاب عظيم" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان پر ایسا عذاب جو کبھی نہ ختم ہونے والا، اس وجہ سے دُنیا کے عذاب کو پہلے ذکر کیا پھر اخروی عذاب کو ذکر کیا۔ "والذى تولّٰى كبره منهم له عذاب عظيم" اور وہ عذاب ان کو پہنچ گیا کہ ان کو کوڑے مارے گئے اور حد لگائی گئی۔

روایت میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار آدمیوں پر حد قذف جاری

کی۔ عبداللہ بن ابی، حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش۔

⑮ "اذ تلقونه" جو کچھ تم کہتے ہو۔ "بالسنتکم" مجاہد اور مقاتل نے کہا کہ وہ بعض بعض سے روایت کرتے ہیں۔ کلبی کا قول ہے کہ اس کی صورت یہ ہوئی تھی کہ ایک شخص دوسرے سے ملتا اور کہتا تھا مجھے ایسی خبر ملی ہے کیا واقعہ ہے؟ اس طرح ایک دوسرے سے زبانی لیتا تھا۔ اسی طرح ابی بن کعب نے بھی پڑھا ہے۔ زجاج کا قول ہے کہ بعض بعض کے ساتھ سیکھتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قرأت "تلقونه" لام کے زیر کے ساتھ ہے اور قاف کے تخفیف کے ساتھ۔ ولق سے ہے بمعنی جھوٹ۔ "وتقولون بافواهكم ماليس لكم به علم و تحسبونه هينا" وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ آسان ہے اس میں کوئی گناہ نہیں۔ "وهو عند الله عظيم" اور وہ ان پر بہت بڑا بوجھ ہے۔

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ⑯ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑰ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ. وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑱ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ. وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ⑲ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ⑳ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ. وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَازَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ. وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ㉑

ترجمہ اور تم نے جب اس (بات) کو (اوّل) سنا تھا تو یوں کیوں نہ کہا کہ مجھ کو زیبا نہیں کہ ہم ایسی بات منہ سے بھی نکالیں معاذ اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسی حرکت مت کرنا اگر تم ایمان والے ہو اور اللہ تعالیٰ تم سے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا بڑا حکمت والا ہے جو لوگ (بعد نزول آیات کے بھی) چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں سزائے دردناک (مقرر) ہے اور (اس امر پر سزا کا تعجب مت کرو کیونکہ) اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اور (اے تائبین) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ کا فضل و کرم ہے (جس سے تم کو توفیق توبہ کی دی) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بڑا شفیق بڑا رحیم ہے (تو تم بھی اس وعید سے نہ بچتے) اے ایمان والو تم شیطان کے قدم بقدم مت چلو (یعنی اس کے اغوا پر عمل مت کرو) اور جو شخص شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے تو وہ تو (ہمیشہ ہر شخص کو) بے حیائی اور نامعقول ہی کام کرنے کو کہے گا اور اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی (توبہ کر کے) پاک و صاف نہ ہوتا لیکن اللہ

تعالیٰ جس کو چاہتا ہے (توبہ کی توفیق دے کر) پاک وصاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا سب کچھ جانتا ہے۔

تفسیر ⑯ "ولولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا أن نتکلم بھذا سبحانک" بمعنی تعجب کے ہے۔ "ھذا بھتان عظیم" یعنی یہ بڑا جھوٹ ہے جو انسان کو حیران کر دیتا ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ نے ابوانصاری سے کہا کہ کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو خبر مجھ تک پہنچی ہے (اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "سبحانک ھذا بھتان عظیم" اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

⑰ "یعظکم اللہ" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو اشیاء اللہ نے تم پر حرام کی ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ جن چیزوں سے اللہ نے تمہیں روکا ہے۔ "أن تعودوا لمثلہ ابدًا ان کنتم مؤمنین"

⑱ "ویبین اللہ لکم الایات" امر ونواہی کو کھول کر بیان کرتے ہیں۔ "واللہ علیم" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور صفوان بن معطل کے بارے میں جانتا ہے۔ "حکیم" ان دونوں کو برأت کی حکمت

⑲ "ان الذین یحبون أن تشیع الفاحشة" جو بری باتیں پھیلانے کے خواہش مند ہیں اور زنا کو پھیلاتے ہیں اور پسند کرتے ہیں۔ "فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرة" اس سے مراد عبداللہ بن ابی اور اس کے منافقین چیلے دُنیاوی عذاب سے مراد حد ہے اور آخروی عذاب سے مراد آگ ہے۔ "واللہ یعلم" ان کے اس دجل کو اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور جن لوگوں نے اس میں حصہ لیا وہ اللہ کے غصہ کا شکار ہوئے۔ "وانتم لاتعلمون"

⑳ "ولولا فضل اللہ علیکم و رحمته وأن اللہ رؤف رحیم" یہ لولا کا جواب محذوف ہے۔ اگر ان پر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو ان پر عذاب جلدی آجاتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس سے مراد مسطح حسان بن ثابت، حمنہ بنت جحش ہیں۔

㉑ "یا یھا الذین آمنوا لا تتبعوا خطوات الشیطان ومن یتبع خطوات الشیطان فانه یامر بالفحشاء" برے افعال "والمنکر" ہر وہ ناپسندیدہ کام جو اللہ کو پسند نہیں۔ "ولولا فضل اللہ علیکم ورحمته ما زکی" مقاتل کا بیان ہے کہ اس سے مراد اصلاح ہے۔ قتیبہ نے کہا کہ تو پاک نہ ہوتا۔ "منکم من احد" بعض مفسرین کے نزدیک آیت میں عموم ہے۔ وہ اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس کا فضل ورحمت نہ ہوتی تو ان میں سے کوئی بھی نہ بچتا۔ بعض کا قول ہے کہ یہ خطاب ان لوگوں کے لیے ہے کہ جنہوں نے "افک" کے معاملے میں خوب انتشار پھیلایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اگر اس کا فضل نہ ہوتا تو تمہیں اس گناہ سے پاک نہ کیا جاتا اور تمہاری اصلاح بھی نہ ہوتی۔ بعض نے کہا کہ اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو کسی کی توبہ قبول نہ کی جاتی۔ "ابدًا ولکن اللہ یزکی" تمہیں اس سے پاک کر دیا۔ "من یشاء" اپنی رحمت سے تمہارے اس گناہ کو بخش دیا۔ "واللہ سمیع علیم"

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوٓا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِينَ وَالْمُهٰجِرِينَ

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ. وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا. اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ. وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ㉒ اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَلَہُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ㉓ یَّوْمَ تَشْہَدُ عَلَیْہِمْ اَلْسِنَتُہُمْ وَاَیْدِیْہِمْ وَاَرْجُلُہُمْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ㉔

ترجمہ اور جو لوگ تم میں (دینی) بزرگی (اور دنیوی) وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہئے کہ یہ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کر دے بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے (آگے منافقین کے وعید کی تفصیل ہے) جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاکدامن ہیں (اور) ایسی باتوں (کے کرنے) سے (بالکل) بے خبر (اور) ایمان والیاں ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کو (آخرت میں) بڑا عذاب ہوگا جس روز ان کے خلاف میں ان کی زبانیں گواہی دیں گی اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں بھی (گواہی دیں گے) ان کاموں کی جو کہ یہ لوگ کیا کرتے تھے۔

تفسیر ㉒ "ولا یأتل" یعنی وہ قسم نہ کھائیں۔ یہ الالیۃ سے مشتق ہے اس کا معنی ہے قسم "اولوا الفضل منکم والسّعۃ" اس سے مراد مال داری اور کشائش رزق ہے۔ "منکم" سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ "ان یؤتوا اولی القربیٰ والمساکین والمھاجرین فی سبیل اللّٰہ" سے مراد حضرت مسطح اور ان جیسے لوگ ہیں۔ حضرت مسطح مسکین بھی تھے، مہاجر بھی تھے، بدری بھی تھے اور حضرت ابوبکر کی خالہ کے بیٹے بھی تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم اُٹھائی کہ کوئی چیز بھی اس پر خرچ نہیں کریں گے۔ "ولیعفوا ولیصفحوا" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں۔ "الاتحبون" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خطاب ہے۔ "ان یغفر اللّٰہ لکم واللّٰہ غفور رحیم" جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا تو کہنے لگے کہ کیوں نہیں مجھے پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اس معاملے کو معاف کر دیا اور مسطح کو نفقہ دینے سے رجوع کر لیا جو خرچ ان کو دیا کرتے تھے وہ دوبارہ دینے لگے اور کہنے لگے کہ میں ہمیشہ ان کو دیتا رہوں گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک کا قول ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرے چند صحابہ رضی اللہ عنہم نے قسم کھائی تھی کہ جن لوگوں نے اس بہتان تراشی میں حصہ لیا ہے ان کو کچھ نہیں دیں گے۔ اس پر یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

㉓ "ان الذین یرمون المحصنات" اس سے مراد پاک دامن عورتیں ہیں۔ "الغافلات" زنا سے بے خبر بدکاری سے دور۔ "المؤمنات" برائی سے غافل جوان کے دل میں بھی کبھی نہیں آئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی قرآن کی بیان کردہ صفات کے مطابق تھیں۔ "لعنوا" ان کو سزا دی گئی "فی الدنیا" دُنیا میں ان پر حد جاری کی گئی۔ "والاخرۃ" آخرت میں ان کے لیے آگ کا دردناک عذاب ہوگا۔ "ولھم عذاب عظیم" مقاتل کا بیان ہے کہ یہ حکم خاص عبداللہ بن ابی کے لیے

تھا۔خصیف سے روایت ہے کہ میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا زنا کرنے اور تہمت زنا لگانے میں سے کون زیادہ سخت ہے؟ فرمایا جو مؤمنہ پر جھوٹی تہمت لگائے وہ دُنیا وآخرت میں ملعون ہے۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خاص طور پر اس کا ذکر کیا کہ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے گا وہ دُنیا وآخرت میں ملعون ہے۔بعض حضرات کا قول ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دوسری ازواج مطہرات کے بارے میں بھی ہے اور ساری مؤمنات کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

عوام بن حوشب نے قبیلہ بنی کاہل کے ایک شیخ کے حوالے سے نقل کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت مذکورہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دوسری اُمہات المؤمنین کے حق میں خاص طور پر نازل ہوئی۔اس آیت میں توبہ کا ذکر نہیں اور اگر کوئی دوسری مؤمن عورت پر زنا کی تہمت لگائے اس کے لیے اللہ نے توبہ کی گنجائش رکھی ہے۔اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت "**والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شهداء، الا الذین تابوا**" تلاوت فرمائی اور فرمایا، ان لوگوں کے لیے توبہ کا ذکر کیا گیا اور آیت مذکورہ بالا میں ان لوگوں کے لیے توبہ کا ذکر نہیں کیا گیا۔دوسرے اہل تفاسیر نے لکھا ہے کہ اس آیت کا نزول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے حق میں ہوا تھا۔ یہاں تک کہ وہ آیت جو شروع سورت میں گزری، نازل ہوئی۔"**والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شهداء**" بعد کو نازل ہوئی اور اس میں حد قذف اور توبہ کا ذکر کر دیا گیا۔"**فان اللّٰه غفور رحیم**" اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے کوڑے اور توبہ کو نازل فرمایا۔

㉔ "**یوم تشهد علیهم**" حمزہ اور کسائی نے "**یشهد**" پڑھا ہے۔فعل کی تقدیم کی وجہ سے اور دوسرے قراء نے "**تشهد**" تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔"**السنتهم**" زبان بندی سے پہلے کا وقت مراد ہے۔"**وأیدیهم وارجلهم**" روایت میں آتا ہے کہ زبان پر مہر لگا دی جائے گی۔ پھر ہاتھ اور پاؤں بولیں گے جو کچھ دُنیا میں انہوں نے کیا ہوگا وہ سب کچھ کھول کر بیان کر دیں گے۔بعض نے کہا کہ بعض لوگوں کی زبانیں گواہی دیں گی اور بعض لوگوں کے ہاتھ پاؤں۔"**بما کانوا یعملون**"

يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ㉕ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ. وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ. اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ. لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ㉖

ترجمہ: اس روز اللہ تعالیٰ ان کو واجبی بدلہ پورا پورا دے گا اور (اس روز ٹھیک ٹھیک) ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ ہی ٹھیک فیصلہ کرنے والا (اور) بات (کی حقیقت) کو کھول دینے والا ہے اور یہ (قاعدہ کلیہ ہے) گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لائق ہوتے ہیں یہ اس بات سے پاک ہیں جو یہ (منافق) کہتے پھرتے ہیں ان (حضرات) کے لئے (آخرت میں) مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی جنت) ہے۔

تفسیر 25 "یَوْمَئِذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ" یعنی ٹھیک ٹھیک واجبی بدلہ۔ بعض نے کہا کہ انصاف والا فیصلہ۔ "ویعلمون أنّ اللّٰه هو الحق المبین" ان کی حقیقت واضح ہو جائے گی جو کچھ انہوں نے دُنیا میں شمار کرر کھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا عبداللہ بن ابی (دین کی صداقت) میں شک کرتا تھا۔ قیامت کے دن اس کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ ہی حق مبین ہے۔

26 "اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ" اکثر مفسرین کے نزدیک "الخبیثات" سے مراد ہی گندی باتیں، مذمت، تحقیر اور توہین کرنے والے ناپاک الفاظ ہیں۔ خبیثین سے مراد لوگ ہیں۔ "والخبیثون" لوگوں کے ساتھ۔ "للخبیثات" سے مراد ان کے اقوال ہیں۔ "والطیبات" سے مراد قول ہے۔ "للطیبین" لوگوں سے "والطیبون" لوگوں سے "للطیبات" قول سے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ گندی باتیں کرنے والے کے ساتھ لائق نہیں مگر گندے لوگ۔ اور پاک لوگوں کے لیے لائق نہیں مگر پاکیزہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان لوگوں کی بری باتوں کے لائق نہیں کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پاکیزہ ہیں۔ لہٰذا ان کی طرف پاک کلام اچھی باتوں، ان کی تعریف وثناء کو مضاف کہا جائے گا اور اسی کے وہ لائق ہیں۔

آیت اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ کی تفسیر

زجاج کا قول ہے کہ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ گندے کلمات جیسے کلمہ کفر، جھوٹ، صحابہ اور اہل بیت کو برا کہنا، پاک دامن عورتوں پر زنا کا بہتان رکھنا اور اس جیسی دوسری باتیں ناپاک آدمیوں جیسے عبداللہ بن ابی وغیرہ کے لیے مناسب ہیں وہی ایسی باتیں کہہ سکتے ہیں۔ پاک لوگ ایسا کلام زبان سے نہیں نکال سکتے۔ گندے لوگوں کو انہی گندی باتوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ یہ ان لوگوں کی مذمت کرنا مقصود ہے جنہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تھی اور اس میں ان لوگوں کی مدح ہے جنہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس تہمت سے بری سمجھا تھا۔

ابن زید کا قول ہے کہ خبیثات سے مراد گندی عورتیں اور خبیثین سے مراد گندے مرد ہیں۔ یعنی اکثر گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہوتے ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پاک ہیں اسی لیے اللہ نے ان کو اپنے رسول کی زوجیت کے لیے منتخب فرمایا۔

"اولئک مبرؤن" اس سے مراد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور صفوان ہیں۔

ان دونوں کو جمع کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا جیسے "فان کان له اخوة" یہاں اخوۃ سے مراد اخوان ہیں۔ بعض نے کہا کہ "اولئک مبرؤن" یعنی پاک مرد اور پاک عورتیں اس تہمت سے بری ہیں۔ "ممّا یقولون لهم مغفرة ورزق کریم" مغفرت سے مراد گناہوں سے درگزر کرنا اور رزق کریم سے مراد جنت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

روایت میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چند باتوں پر ناز کرتی تھیں جو آپ ہی کو عطا کی گئی تھیں کسی اور عورت کو نہیں دی گئیں۔

ان میں ایک یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تصویر ایک ریشمی کپڑے میں (لپیٹ کر) لائے اور کہا یہ آپ کی بیوی ہیں۔ دوسرا یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور عورت کے ساتھ جو کنواری ہو شادی نہیں کی۔ تیسرا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھا۔ چوتھا یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک دفن کیا گیا۔ پانچواں یہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک چادر میں ہوتے تو وحی آجاتی۔ یہ شرف کسی اور بیوی کو حاصل نہیں ہوا۔ چھٹا یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کی صراحت آسمان سے نازل ہوئی۔ ساتواں یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی صاحبزادی ہیں۔ آٹھواں یہ کہ آپ صدیقہ اور طاہرہ ہیں۔ نواں یہ کہ آپ سے مغفرت اور رزق کریم عطا فرمانے کا وعدہ کیا گیا۔

مسروق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے کوئی حدیث بیان کرتے تو یہ الفاظ کہتے مجھ سے بیان کیا۔ صدیق کی صاحبزادی صدیقہ نے جو رسول اللہ کی چہیتی بیوی تھیں اور جن کی پاک دامنی آسمان سے نازل کی گئی تھی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا. ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ. وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٢٨﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿٢٩﴾ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿٣٠﴾

(ترجمہ) اے ایمان والو تم اپنے (خاص رہنے کے) گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ (ان سے) اجازت حاصل نہ کر لو اور (اجازت لینے سے قبل) ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو یہی تمہارے لئے بہتر ہے (یہ بات تم کو اس لئے بتلائی ہے) تاکہ تم خیال رکھو (اور اس پر عمل کرو) پھر اگر ان گھروں میں تم کو کوئی (آدمی) معلوم نہ ہو تو (بھی) ان گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ تم کو (مختار اذن کی جانب سے) اجازت نہ دی

جائے اور اگر تم سے (اجازت لینے کے وقت) یہ کہہ دیا جائے کہ (اس وقت) لوٹ جاؤ تو تم لوٹ آیا کرو یہی بات تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے (اور اگر خلاف کرو گے تو سزا کے مستحق ہو گے) تم کو ایسے مکان میں چلے جانے کا گناہ نہ ہو گا جن میں (گھر کے طور پر) کوئی نہ رہتا ہو ان میں تمہاری کچھ برت ہو اور تم جو کچھ علانیہ کرتے ہو اور جو پوشیدہ طور پر کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔ آپ مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے بیشک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں۔

تفسیر 27 **"یا یھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتّٰی تستانسوا و تسلموا علی اھلھا ذلکم خیرلکم لعلّکم تذکرون"** ...... "**حتّٰی تستانسوا**" کا مرادی معنی ہے اجازت حاصل کرلو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "**تستاذنوا**" پڑھا ہے اور کہتے ہیں کہ "**تستانسوا**" کاتب سے غلطی سے لکھا گیا ہے۔ اسی طرح ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بھی پڑھا ہے۔ معروف قراۃ "**تستانسوا**" ہے بمعنی استیذان اور بعض نے کہا کہ الاستئناس کا معنی ہے انس طلب کرنا اور وہ یہ ہے کہ دیکھا جائے گھر میں کوئی موجود ہو تو اس میں اجازت لیکر داخل ہو جائے۔

خلیل کا قول ہے کہ استئناس کا معنی ہے اس کو دیکھنا۔ "**انست ناراً**" میں نے آگ دیکھ پائی ہے طلب اذن کو استئناس کے لفظ سے اس لیے تعبیر کیا کہ طلبگار اجازت کے دل میں ایک طرح کی وحشت ہوتی ہے اس کو اندیشہ ہوتا ہے کہ شاید داخلے کی اجازت نہ ملے۔ جب داخلے کی اجازت مل جاتی ہے تو اس کی وحشت خاطر دور ہو جاتی ہے۔ طلبگار اجازت طالب علم بھی ہو سکتا ہے۔ اس کو معلوم نہیں ہوتا کہ داخلے کی اجازت مل جاتی ہے تو اس کی وحشت خاطر دور ہو جاتی ہے۔ جب اجازت مل جاتی ہے تو اس کو علم ہو جاتا ہے۔ بعض نے کہا استئناس کا معنی ہے کہ آدمی دروازے کے باہر کھڑا ہو کر سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر کہے اور کھنکارے تاکہ اطلاع ملنے پر اہل خانہ اجازت دے دیں۔

کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینی چاہیئے

اس آیت کا حکم یہ ہے کہ کوئی بھی دوسرے کے گھر میں داخل ہو تو سلام کر کے داخل ہو یا اجازت لے کر داخل ہو۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ اجازت پہلے لے یا سلام پہلے کرے۔ اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ پہلے اجازت طلب کرے اور یہ کہے کہ کیا میں داخل ہو سکتا ہوں۔ آپ پر سلام ہو۔ "**حتّٰی تستانسوا و تسلموا علی اھلھا**"

اکثر علماء کے نزدیک سلام پہلے کیا جائے اور کہے سلام علیکم "**أأدخل**" اور کہتے ہیں کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ اس کی تقدیری عبارت یہ ہے کہ "**حتّٰی تسلموا علی اھلھا و تستأذنوا**" اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں ہے۔ حضرت کلدہ بن حنبل کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا نہ اجازت داخلہ مانگی نہ سلام کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، واپس جاؤ اور واپس جا کر کہو السلام علیکم، کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے داخلہ کی اجازت طلب کی اور کہا، کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا نہیں، ایک شخص نے آنے والے کو مشورہ دیا کہ پہلے سلام کر پھر اجازت داخلہ طلب کر، حسب مشورہ اس نے سلام کیا، پھر اجازت طلب کی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اجازت داخلہ دیدی۔

بعض لوگوں کا خیال ہے اگر آنے والے کی نظر کسی آدمی پر پڑ جائے تو پہلے سلام کرے اور کوئی نظر نہ آئے تو طلب اجازت پہلے کرے، پھر سلام کرے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنی محرم عورتوں کے پاس آنا چاہتے تو ان سے بھی اجازت داخلہ کے طلب گار ہوتے تھے۔ حسن کا بیان ہے کہ اگر ایک ہی گھر ہو تو وہ کھنکارے اور تھوڑی سی حرکت کرلے تا کہ اس کی آہٹ سے دوسرے گھر والوں کو پتہ چل جائے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے پاس ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آئے اور کہا مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آدمی بھیج کر بلوایا، میں طلب کرنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچا اور تین بار سلام کیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سلام کا جواب نہیں دیا، میں لوٹ آیا۔ پھر جب میری ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے جواب طلب کیا کہ تم کیوں نہیں آئے؟ میں نے جواب دیا میں تو آیا تھا اور تین مرتبہ سلام کرنے کے بعد بھی جب سلام کا جواب نہ آیا تو میں واپس لوٹ گیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا اگر تم میں سے کوئی تین مرتبہ داخلہ کی اجازت طلب کرے اور اس کو اجازت نہ ملے تو اس کو لوٹ جانا چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس بات پر گواہی دو۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں اُٹھ کھڑا ہوا اور ان کے ساتھ جا کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے شہادت دے دی۔

بشر بن سعید حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور اس میں فرمایا کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی تین مرتبہ اجازت لے لے اور اس کو اجازت نہ ملے تو اس کو چاہیے کہ وہ لوٹ جائے۔ حسن نے کہا کہ پہلی مرتبہ اطلاع آمد ہے۔ دوسری مرتبہ سلام کرنا واجازت وطلب امر ہے اور تیسری مرتبہ واپسی کے لیے اجازت کی طلب ہے۔

㉘ **"فان لم تجدوا فیھا احدًا فلا تدخلوھا"** اگر تم میں سے کوئی بھی گھر میں موجود نہ ہو تو اس میں داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کرے۔ اگر اجازت نہ ملے تو اس میں داخل نہ ہو۔ **"حتّٰی یؤذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا"** جب کوئی گھر میں موجود ہو تو اگر وہ کہیں کہ واپس لوٹ جاؤ تو واپس لوٹ جانا چاہیے، دروازے میں بیٹھ نہیں جانا چاہیے۔ **"ھو ازکیٰ لکم"** وہیں سے واپس لوٹ جانا بہتر ہے اور تمہارے لیے فائدہ مند ہے۔

قتادہ کا قول ہے کہ اگر گھر میں داخلے کی اجازت نہ ملے تو گھر کے دروازے پر بیٹھ جانا نہیں چاہیے کیونکہ گھر کے دروازوں

پر عام طور پر حاجت مند لوگ بیٹھتے ہیں۔ہاں اگر کوئی گھر میں موجود نہ ہو تو پھر اس کے انتظار میں بیٹھ جانا جائز ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انصار کے دروازے پر احادیث کے حصول کے لیے آیا کرتے تھے اور انصاری کے دروازے میں ان کے انتظار میں بیٹھ جاتے، داخل ہونے کی اجازت طلب نہ کرتے۔ انصاری فرماتے، اے رسول اللہ! کے چچا کے بیٹے، آپ نے مجھے اطلاع دے دی ہوتی۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم کو اسی طرح طلب علم کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی سے روایت ہے کہ ایک بار ایک شخص نے حجرے کے پردے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر سے جھانک کر دیکھا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کوئی نوک دار لوہے کی چیز تھی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے میں اس کی آنکھ میں اس کو چبھو دیتا۔طلب اجازت کا حکم تو فقط نہ دیکھنے کیلئے ہی دیا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی شخص تمہاری اجازت کے بغیر تم کو جھانک کر دیکھے اور تم کوئی کنکری اس کو پھینک مارو اور کنکری سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تمہارا کوئی جرم نہیں۔ ”**واللہ بما تعملون علیم**“ اجازت کے ساتھ داخل ہونا اور بغیر اجازت کے دخول ہونا۔جب آیت استیذان نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ وہ گھر کیسے ہوں گے۔قریش کے تاجر جو مکہ و مدینہ اور شام کے درمیان آتے جاتے ہیں۔سرداران قریش و مکہ کے اُترنے کے مقام مقرر ہوتے ہیں جن کے اندر کوئی رہتا نہیں ہے وہاں کسی سے اجازت داخلہ مانگیں گے اور کسی کو سلام کریں گے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

㉙ ”**لیس علیکم جناح أن تدخلوا بیوتًا غیر مسکونة**“ بغیر اجازت کے داخل ہونے کا حکم جن گھروں میں دیا گیا ہے وہ اس آیت میں مذکور ہیں۔ ”**فیھا متاع لکم**“ جس میں تمہارے نفع کی چیز ہے۔

غیر مسکونة سے کون سے گھر مراد ہیں

ان گھروں سے کون سے گھر مراد ہیں۔اس بارے میں آئمہ کے مختلف اقوال ہیں۔قتادہ کا قول ہے کہ ان سے مراد وہ دُکانیں، کوٹھڑیاں اور مکانات ہیں جو قافلے والوں کے لیے بنا دیئے جاتے تھے۔قافلے آتے جاتے وقت وہاں ٹھہرتے تھے اور اپنا سامان رکھتے تھے۔ان مکانوں میں بغیر اجازت طلبی کے داخلے کو جائز کر دیا گیا۔اس صورت میں متاع یہ ہوگی کہ وہاں لوگ اُترتے ہیں اور سامان رکھتے ہیں اور سردی گرمی سے بچتے ہیں۔

ابن زید نے کہا ان سے مراد وہ تجارتی کوٹھیاں اور دُکانیں ہیں جو بازاروں میں ہوتی ہیں جہاں خرید و فروخت کے لیے لوگ داخل ہوتے ہیں یہی منفعت ہے۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ بازار کی دُکانوں میں داخل ہونے کی اجازت لینی ضروری نہیں۔ابن سیرین جب بازار کی کسی دُکان پر جاتے تو فرماتے السلام علیکم میں داخل ہو جاؤں۔پھر داخل ہو جاتے۔

عطاء نے کہا اس سے مراد ویران کھنڈر ہیں اور متاع سے مراد ہے بول و براز کے لیے جانا۔ بعض نے کہا کہ وہ تمام مکانات مراد ہیں جہاں کوئی باشندہ نہ ہو کیونکہ اجازت طلبی کا حکم صرف اسی لیے دیا گیا ہے کہ کسی ننگے کھلے پر نظر نہ پڑ جائے۔ جن مکانوں کے اندر کوئی رہتا نہ ہو ان کے اندر داخل ہونے میں کسی برہنگی پر نظر پڑنے کا کوئی اندیشہ نہیں، اس لیے اجازت طلب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ **"واللّٰہ یعلم ما تبدون وما تکتمون"**

30 **"قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم"** جن عورتوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے ان سے اپنی نظروں کو جھکانا۔ من صلہ ہے یعنی اپنی نظروں کو جھکائے رکھو۔ بعض نے کہا کہ **"من تبعیضیہ"** ہے کیونکہ مؤمنین کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ کسی کو نہ دیکھیں سب کی طرف سے آنکھیں بند رکھیں بلکہ جس کو دیکھنے کی اجازت نہیں اس کی طرف نظر اُٹھانے کی ممانعت ہے بلکہ نامحرم کی طرف بالا رادہ دوسری بار دیکھنے کی بندش ہے۔ پہلی مرتبہ جو بلا ارادہ نظر پڑ جائے اس کا گناہ نہیں۔ **"ویحفظوا فروجھم"** جو عورتیں ان پر حلال نہیں ان سے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریں۔

ابو العالیہ کا بیان ہے کہ قرآن پاک میں جس جگہ بھی شرمگاہ کی حفاظت کرنے کا حکم آیا ہے وہاں زنا اور حرام سے بچنا مراد ہے۔ صرف اس مقام میں حفاظت سے مراد پردہ کرنا اور اپنی شرمگاہ کو چھپائے رکھنا ہے۔ **"ذلک"** یعنی یہ اپنی نظروں کا نیچے جھکانا اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنا۔ **"ازکیٰ لھم"** یہ تمہارے لیے بہتر اور پاکیزہ ہے۔ **"ان اللّٰہ خبیر بما یصنعون"** وہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

اچانک نظر پڑ جائے تو اس کا حکم

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، علی پہلی نظر کے ساتھ دوسری دفعہ نظر نہ کرنا کیوں کہ پہلی نظر تو تیرے لیے جائز ہے اس کے بعد دوسری نظر جائز نہیں۔ حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کا مسئلہ دریافت کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ نظر پھیر لیا کرو۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مرد کسی مرد کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اور نہ ہی کوئی عورت دوسری عورت کے ننگ کو دیکھے اور نہ ہی دو مرد اکٹھے ایک لحاف میں سوئیں۔ (جب وہ دونوں ننگے ہوں) اور نہ ہی دو عورتیں ایک لحاف میں سوئیں۔ (جب کہ وہ ننگی ہوں)

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ

اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ. وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ اور (اسی طرح) مسلمان عورتوں سے (بھی) کہہ دیجئے کہ (وہ بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت (کے مواقع) کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس (موقع زینت) میں سے (غالباً) کھلا رہتا ہے (جس کے ہر وقت چھپانے میں حرج ہے اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں اور اپنی زینت (کے موقع مذکورہ) کو (کسی پر) ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے (محارم پر یعنی) باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر یا اپنے (حقیقی علاتی اور اخیافی بھائیوں پر یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنی (حقیقی علاتی اور اخیافی) بہنوں کے بیٹوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنی لونڈیوں پر یا ان مردوں پر جو طفیلی (کے طور پر رہتے) ہوں اور ان کو ذرا توجہ نہ ہو یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردوں کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے (مراد غیر مراہق ہیں) اور اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جائے اور مسلمانو (تم سے جو ان احکام میں کوتاہی ہوگئی ہو تو) تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

تفسیر ۳۱ "**وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن**" جن کو دیکھنا جائز نہیں اس سے آنکھیں بند رکھیں۔ "**ویحفظن فروجھن**" ان مردوں کے سامنے جوان کے لیے حلال نہیں۔ بعض نے کہا "**یحفظن فروجھن**" یعنی اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں تا کہ ان میں سے کوئی ان کو نہ دیکھے۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھیں۔ جب حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ ان کے بعد آئے، یہ واقعہ حجاب کے نزول کے بعد کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کو ارشاد فرمایا کہ ان سے پردہ کریں، میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا وہ اندھے نہیں ہیں، وہ تو ہمیں نہیں دیکھ رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم دونوں اندھی ہوگئی ہو اور تم دونوں دیکھ نہیں رہی۔ "**ولا یبدین زینتھن**" وہ اپنی زینت کو غیر مرد کے سامنے ظاہر نہ کرے۔ یہاں زینت سے مراد پوشیدہ زینت ہے۔ زینت دو ہیں، زینت خفیہ اور زینت ظاہرہ۔ خفیہ زینت خضاب پاؤں میں لگانا، کانوں کی بالیاں اور دوسری سج دھج۔ یہ لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اجنبی شخص کا ان کو دیکھنا جائز ہے۔ زینت سے مراد زینت کی جگہیں ہیں۔

الا ماظھر منھا کی مختلف تفاسیر

"**الا ماظھر منھا**" اس سے مراد زینت ظاہرہ ہے۔ اس زینت کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے جس کو اللہ رب العزت نے استثناء فرمایا ہے۔

سعید بن جبیر، ضحاک، اوزاعی کے نزدیک چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد ثیاب کپڑے ہیں۔ "خذوا زینتکم عند کل مسجد" اس زینت سے مراد بھی کپڑے ہیں۔

حسن کے نزدیک اس سے مراد چہرہ اور کپڑے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سرمہ، انگوٹھی اور ہاتھوں میں مہندی وغیرہ ہے۔ باقی رہی زینت جو ظاہری ہوتی ہے اجنبی مرد اس کو دیکھ سکتا ہے جب کہ فتنہ خوف اور شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ ان میں سے کسی چیز کا بھی خوف پیدا ہو جائے تو نظروں کا جھکانا ضروری ہے۔ اس مقدار میں اس کو کھلا رکھنا جائز ہے کہ عورت اپنے بدن کو ظاہر کرے اس لیے کہ یہ ستر عورت نہیں۔ لیکن نماز کی حالت میں ان کو ڈھانپنا ضروری ہے۔ عورت کا سارا بدن ستر ہے اس کو چھپانا ضروری ہے۔ "ولیضربن بخمرھن" اپنی اوڑھنیوں کا کچھ حصہ گریبانوں پر ڈالے رکھیں۔ "علی جیوبھن" تاکہ اس کے ذریعے سے ان کے سینے اور ان کی گردن اور ان کے بال چھپے رہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا سابق مہاجر عورتوں پر اللہ کی رحمت ہو۔ جب اللہ عزوجل نے یہ آیت "ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن" نازل فرمائی تو انہوں نے اپنی چادریں پھاڑ کران کے خمار بنا لیے۔ "ولا یبدین زینتھن" یعنی وہ زینت جس کو ظاہر کرنا ممنوع ہے اس کو ظاہر نہ کریں جن کو نماز کے اندر اور نماز کے علاوہ کھولنا جائز نہیں۔ "الا لبعولتھن"

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مقاتل کے نزدیک کہ نہ ڈالو پردہ اور اوڑھنیاں اور نہ ہی اپنی زینت کو ظاہر کرو مگر شوہروں کے لیے۔

مرد مرد کو اور عورت' عورت کے کونسے بدن کو دیکھ سکتی ہے

"او آبائھن او أباء بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن أو اخوانھن أو بنی اخوانھن او بنی اخواتھن" ان لوگوں کے لیے جائز ہے کہ وہ باطنی زینت دیکھ سکتے ہیں مگر ناف اور گھٹنے کے درمیان نہیں دیکھ سکتے۔ شوہر کے لیے اپنی بیوی کے پورے بدن کو دیکھنا جائز ہے لیکن اس کے فرج کو نہیں دیکھ سکتا مکروہ ہے۔

"او نسائھن" جائز ہے ایک عورت کا دوسری عورت کے بدن کو دیکھنا مگر ناف سے گھٹنے تک نہیں دیکھ سکتی۔ جیسا کہ محرم مرد کسی کے اتنی مقدار ستر کو نہیں دیکھ سکتا۔ یہ اس وقت ہے جبکہ عورت مسلمان ہو اور اگر عورت کافرہ ہو تو اس کی ننگ کو مسلمان عورت دیکھ سکتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک اس کا کشف عورت دیکھنا جائز ہے جیسا کہ مسلمان عورت مسلمان کا دیکھ سکتی ہے کیونکہ یہ امور عورتوں کے متعلق ہیں۔ بعض حضرات نے کہا کہ جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "او نسائھن" اور کافرہ عورتیں ہماری عورتوں میں داخل نہیں، وہ دین کے معاملے میں ہمارے لیے اجنبی ہیں۔

لہٰذا اس کو اجنبی مرد کی طرح دور رکھا جائے گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت عبیدہ بن جراح کو لکھا کہ کتابی عورتوں کو مسلمان عورتوں کے ساتھ حمام میں جانے سے روک دیں۔

کیا عورت کا غلام اپنی آقا کا محرم ہے

"او ما ملکت ایمانھن" اس مسئلہ میں بھی آئمہ کا اختلاف ہے۔ بعض قوم نے کہا کہ عورت کا غلام اس کے لیے محرم ہے۔ اس کے دخول جائز نہیں۔ اگر چہ وہ عفیف (پاکدامن) ہو اور وہ اپنے مولیٰ کی ناف سے گھٹنے تک ستر کو نہیں دیکھ سکتا۔ یہ محارم کی طرح ہے جیسا کہ قرآن پاک کی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور ثابت بن انس کی روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمایا اور غلام کو ساتھ لے کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت سیدہ کے پاس صرف اتنا کپڑا تھا کہ اگر سر چھپاتی تھیں تو پاؤں کھلے رہتے تھے اور اگر ٹانگیں چھپاتی تھیں تو سر تک کپڑا نہیں پہنچتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات دیکھی تو ارشاد فرمایا کوئی حرج نہیں صرف تمہارا باپ اور تمہارا غلام ہے۔ (اس کا جواب بعض حضرات نے دیا کہ ہوسکتا ہے وہ غلام چھوٹی عمر کا ہو) بعض حضرات نے کہا کہ ان کے ساتھ اجنبی غلام تھا۔

یہی قول سعید بن المسیب کا ہے اور کہتے ہیں کہ اس آیت سے مراد غلام مراد نہیں ہیں بلکہ باندیاں ہیں۔ ابن جریج کا قول ہے کہ "نسائھن" سے مراد ہیں مسلمان آزاد عورتیں اور "ما ملکت ایمانھن" سے مراد ہیں باندیاں خواہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں، غلام مراد نہیں ہیں۔ لہٰذا کسی مسلمان عورت کا کسی مشرک عورت کے سامنے اپنی زینت کا انکشاف جائز نہیں ہوگا، ہاں اگر باندی ہو، خواہ مشرکہ ہی ہو تو اس سے زینت کا اخفاء ضروری نہیں۔ "او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال"

ابوجعفر، ابن عامر اور ابوبکر نے غیر کو منصوب پڑھا ہے۔ "التابعین" کو معرفہ اور غیر کو نکرہ پڑھا ہے۔ بعض نے کہا کہ یہاں غیر "الا" کے معنی میں ہے۔ معنی یہ ہے کہ اپنی زینت کو تابعین (وہ مرد جو طفیلی کے طور پر رہتے ہیں) پر ظاہر کر سکتے ہو مگر وہ لوگ جن میں کچھ رغبت نہ ہو۔ بعض حضرات نے (غیر) مجرور پڑھا ہے۔ اس صورت میں التابعین کی صفت ہوگی۔ "والاربۃ" اور "الارب" حاجت کو کہتے ہیں۔

غیر اولی الاربۃ سے کیا مراد ہے

"او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال" سے مراد وہ لوگ جو خود کمائی کر کے نہ کھا سکتے ہوں بلکہ یہ لوگ گھر والوں کے تابع ہوتے ہیں تاکہ بچا کھچا کھانا ان کو مل جائے۔ ان لوگوں کو عورتوں کی طرف رغبت نہیں ہوتی۔ یہ قول مجاہد، عکرمہ، شعبی کا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے نامرد مراد ہیں۔

حسن کا قول ہے کہ "غیر اولی الاربۃ" سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو انتشار نہ ہوسکتا ہو اور نہ عورتوں کی رغبت ان میں باقی رہی ہو اور نہ ہی ان میں شہوت آتی ہو۔

سعید بن جبیر نے کہا کہ اس سے مراد ناقص العقل خبطی مراد ہے۔عکرمہ کا قول ہے کہ کٹا ہوا ذکر مراد ہے۔بعض نے کہا کہ اس سے مراد مخنث ہے۔مقاتل کا بیان ہے کہ بوڑھا کھوسٹ، نامرد خصی اور ذکر بریدہ مراد ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں ایک مخنث (بطور خادم) تھا۔ہم اس کو "اولی الاربة" میں شمار کرتے تھے۔ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس آئے۔وہ مخنث ایک عورت کے متعلق صفات بیان کررہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ جب وہ آتی ہے تو چار شکنیں ہوتی ہیں اور جب وہ واپس مڑتی ہے تو آٹھ شکنیں ہوتی ہیں۔اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں یہ عورتوں کے محاسن سے واقف ہے۔اس کے پاس کوئی نہ آئے بلکہ اس سے پردہ کریں۔

"او الطفل الذین لم یظھروا علی عورات النساء" طفل اور اطفال دونوں واحد اور جمع استعمال ہوتے ہیں۔ عورتوں کے پردے کے مقامات کو انہوں نے کھولا نہ ہو یا پردے کی باتوں کی ان کو ابھی واقفیت نہ ہوتی ہو۔بعض نے کہا کہ بچے عورتوں کے معاملات پر واقف نہ ہوں۔وہ جانتے ہی نہ ہوں کہ پردے کی بات کیا ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ وہ عورتوں کی اُمور کی طاقت نہ رکھتے ہوں۔بعض نے کہا کہ بلوغت حد شہوت تک نہ پہنچے ہوں۔

"ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن" عورت جب چلتی تھی تو پاؤں زمین پر مارتی تھی تا کہ اس کی پازیب کی آواز لوگ سن لیں اس کی ممانعت کردی گئی۔"وتوبوا الی اللہ جمیعًا" اللہ تعالیٰ کے امر و نواہی کے معاملے میں ہم سے جو کوتاہی ہوگئی اس سے معافی طلب کریں۔بعض نے کہا کہ اللہ کی اطاعت کی طرف رجوع کرو جس کا اس نے اس سورۃ میں حکم دیا اس پر عمل کرو اور جس سے منع کیا ہے اس سے رُک جاؤ۔"ایه المؤمنون لعلّکم تفلحون" ابن عامر نے "ایه المؤمنون" ایہ ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔اسی طرح "بایه الساحر" اور "ایه الثقلان" ان دونوں مقامات پر ھا کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔دوسرے قراء نے ھا کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے خود سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرما رہے تھے، لوگو! اپنے رب کی طرف رجوع کرو، میں ہر روز سو بار اپنے رب کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ہم گنتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس میں سو بار فرماتے تھے "رب اغفرلی وتب علیّ انک انت التوّاب الغفور" اور ایک روایت میں "تواب الرحیم" ہے۔اس کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ اس سورۃ میں عورات کا بیان ہے کہ جائز نہیں دیکھنے والے کے لیے کہ وہ مرد کے ننگ کو دیکھے اور اس کے گھٹنے سے ناف تک دیکھے اور اسی طرح ایک عورت دوسری عورت کے ننگ کو نہ دیکھے۔البتہ عورت ننگ کے علاوہ دوسری عورت کا پورا بدن دیکھ سکتی ہے جب کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

ران ستر عورت میں شامل ہے یا نہیں؟

امام مالک ابن ابی ذئب کا قول ہے کہ ران عورت نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ خیبر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران مبارک پر چوٹ آئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران مبارک سے ازار ہٹائی گئی۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی پنڈلی کی سفیدی کو دیکھا۔ اکثر اہل علم کا قول ہے کہ فخذ عورت میں شامل نہیں۔

محمد بن جحش سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معمر کے پاس سے گزرے، اس حال میں کہ ان کی رانیں کھلی ہوئی تھیں فرمایا اے معمر اپنی رانوں کو ڈھانپ کر رکھ' کیوں کہ ران ننگ میں شامل ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جوہر بن خویلد یہ اصحاب صفہ میں سے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ران ننگ میں داخل ہے۔ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث انس مسند ہے اور جوہر کی حدیث احوط ہے۔ اگر عورت مرد کے ساتھ ہو اور وہ اجنبیہ ہو اور آزاد ہو تو اس کا سارا بدن اجنبی کے حق میں عورت ہے۔ اس کے بدن کے کسی حصہ کی طرف دیکھنا جائز نہیں مگر چہرہ اور کفین۔ اور اگر وہ باندی ہو تو اس کی عورت مثل مرد کی طرح ہے ناف سے گھٹنے تک۔ اسی طرح دوسرے بعض کے بعض محارم اور مرد کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی کے تمام بدن کو دیکھے اور اس طرح اپنی باندی کے پورے بدن کو دیکھ سکتا ہے اور اگر اس کی باندی کا نکاح کسی مرد کے ساتھ ہو جائے تو پھر اس آقا کا اپنی باندی کی ننگ کو دیکھنا جائز نہیں۔ وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ ایک اجنبی عورت ہو۔ حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی باندی کے ساتھ کوئی غلام نکاح کرلے تو اس کو ناف سے گھٹنے تک نہیں دیکھ سکتا۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ. اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ㉜

ترجمہ اور تم میں (یعنی احرار میں) جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور (اسی طرح) تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے جو اس (نکاح کے) لائق ہو اس کا بھی اگر وہ مفلس ہوں گے تو خدا تعالیٰ (اگر چاہے گا) ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے خوب جاننے والا ہے

تفسیر ㉜ "وانكحوا الايامى منكم" الايامى جمع أيم کی، اس مرد کو کہتے ہیں جس کی بیوی نہ ہو اور اس عورت کو کہتے ہیں جس کا خاوند نہ ہو۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے رجل "أيم، وامراة أيمة" آیت کا معنی یہ ہے کہ اے مؤمنین کی جماعت! تم آزاد عورتوں کے ساتھ نکاح کرو۔ "والصالحين من عبادكم و امائكم" یہ امر مندوب اور استحباب کے لیے ہے۔ اس شخص کے لیے مستحب ہے جو شخص نکاح کی طاقت رکھے اور وہ اپنے لیے نکاح والی عورت بھی پائے تو اس کو چاہیے کہ وہ شادی کرے اور اگر نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو تو پھر شہوت کو روزوں کے ذریعے توڑے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اے جوانو کی جماعت! تم میں سے جو لوگ نکاح کی طاقت رکھتے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ نکاح کریں کیونکہ یہ ان کی نظر کی حفاظت اور ان کی فرج کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور جو شخص نکاح کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کے لیے روزے ہیں، یہ اس کے لیے ڈھال ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم نکاح کرو اور اضافہ کرو کیونکہ میں اپنی اُمت کے ذریعے سے دوسری اُمت پر فخر کروں گا حتیٰ کہ ساقط شدہ بچہ پر بھی۔ ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا جو میری فطرت کو پسند کرے تو وہ میری سنن کو اپنائے اور میری سنتوں میں سے ایک سنت نکاح کرنا بھی ہے۔

عبادت میں مشغول ہونا افضل ہے یا نکاح کرنا

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ عبادت میں مشغول ہونا افضل ہے؟ یا نکاح میں مشغول ہونا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عبادت میں مشغول ہونا نکاح میں مشغول ہونے سے افضل ہے۔ دوسرے اصحاب کے نزدیک نکاح میں مشغول ہونا عبادت میں مشغول ہونے سے افضل ہے۔ ان کی دلیل حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "**وسیدًا و حصورًا ونبیا من الصالحین**" حصور کہتے ہیں جو عورتوں کے پاس نہ آئے۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ ایامی عورتوں کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر درست نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خطاب کیا ہے جیسے باندی یا غلام اپنی آقاؤں کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرسکتے۔ "**والصالحین من عبادکم و امائکم**" یہی قول اکثر اہل علم صحابہ میں سے اور ان کے بعد کا ہے۔

اسی طرح مروی ہے حضرت عمر، حضرت علی، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، ابو ہریرہ و عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اور فقہاء محدثین میں سعید بن المسیب، حسن، شریح، ابراہیم نخعی، عمر بن عبدالعزیز اور سفیان ثوری، اوزاعی، عبداللہ بن مبارک اور شافعی، احمد، اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے۔ بعض اصحاب الرائے کا قول یہ ہے کہ آزاد عورت خود نکاح کرسکتی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر عورت گھٹیا ہو تو جائز ہے کہ وہ خود اپنا نکاح کرائے اور اگر وہ عورت شریف ہو تو پھر خود نکاح نہیں کرسکتی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ تین دفعہ ارشاد فرمایا، اگر اس نے ایسا کرلیا تو وہ شوہر کے لیے حلال ہوگی اور اس پر مہر واجب ہوگا اور جس عورت کا ولی نہ ہو تو اس کا ولی سلطان (بادشاہ) ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "**ان یکونوا فقراء یغنھم اللّٰہ من فضلہ واللّٰہ واسع علیم**" بعض نے کہا کہ یہاں غنی سے مراد قناعت ہے۔ بعض نے کہا کہ دونوں کا رزق، زوج کا رزق اور بیوی کا رزق مراد ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ تعجب ہے اس شخص کے لیے جو بغیر نکاح کے غنی طلب کرے کیوں کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے "**ان یکونوا فقراء یغنھم اللّٰہ من فضلہ**" بعض حضرات سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غنی کا وعدہ نکاح کے ساتھ کیا ہے اور تفریق زوجین

کے ساتھ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دوسری جگہ فرمان ہے "وان یتفرقا یغن اللّٰہ کلا من سعتہ"

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑬

ترجمہ: اور ایسے لوگوں کو کہ جن کو نکاح کا مقدور نہیں ان کو چاہئے کہ (اپنے نفس کو) ضبط کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (اگر چاہے) ان کو اپنے فضل سے غنی کردے (پھر نکاح کرلیں) اور تمہارے مملوکوں میں سے جو مکاتب ہونے کے خواہاں ہوں تو (بہتر ہے کہ) ان کو مکاتب بنادیا کرو اگر ان میں بہتری (کے آثار) پاؤ اور اللہ کے (دیئے ہوئے) اس مال میں سے ان کو بھی دو جو اللہ نے تم کو دے رکھا ہے (تاکہ جلدی آزاد ہوسکیں) اور اپنی (مملوکہ) لونڈیوں کو زنا کرانے پر مجبور مت کرو (اور بالخصوص) جب وہ پاکدامن رہنا چاہیں محض اس لئے کہ دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ (یعنی مال) تم کو حاصل ہوجائے اور جو شخص ان کو مجبور کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد (ان کے لئے) بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر ⑬ "ولیستعفف الذین لایجدون نکاحًا" تاکہ وہ حرام کاری سے بچتے رہیں اور زنا سے بچتے رہیں جو لوگ نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، خواہ مہر کے نہ ہونے کی وجہ سے ہو، خواہ نان ونفقہ نہ ہونے کی وجہ سے ہو۔ "حتّٰی یغنیھم اللّٰہ من فضلہ" اس پر اللہ رزق وسیع کردیتے ہیں۔ "والذین یبتغون الکتاب" وہ مکاتبت کو طلب کرتے ہیں۔ "مما ملکت ایمانکم فکاتبوھم"

آیت کا شان نزول

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ روایت میں آتا ہے کہ حویطب بن عبدالعزیز کے غلام نے اپنے آقا سے سوال کیا کہ مجھے مکاتب بنادیجئے۔ انہوں نے اس سے انکار کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حویطب نے اپنے غلام کو سو دینار ادا کرنے کی شرط پر مکاتب بنادیا اور بیس دینار اس کو خود دے دیئے۔ چنانچہ غلام نے سو دینار ادا کردیئے۔ یہ غلام جنگ حنین میں شہید ہوگیا۔ کتابت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے مملوک غلام کو یہ کہے کہ میں نے تجھے اتنے مال پر مکاتب کیا ہے اور مال مقررہ پر اس کو موسوم کردے جو اس کو دو ماہ یا ایک ماہ میں ادا کردے جب تو اتنا مال ادا کردے تو تم آزاد ہو اور غلام اس کو قبول کرلیتا ہے۔ جب وہ مال ادا کرلے تو وہ آزاد ہوجائے گا، آزادی کے بعد جو مال غلام کے پاس ہوگا وہ اسی کے تابع ہوگا۔ اگر وہ غلام بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوگیا تو آقا اس سے بدل کتابت فسخ کرسکتا ہے اور وہ دوبارہ مکاتبت سے غلامی کی طرف

لوٹ جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مکاتب اس وقت تک غلام ہی رہے گا جب تک اس پر بدل کتابت کا ایک درہم بھی باقی ہوگا۔

بعض اہل علم کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "فکاتبوھم" یہ امر موالی پر واجب ہے کہ وہ اپنے غلام سے بدل کتابت کر لے جب وہ اس کا سوال کرے۔ اپنی جان کی قیمت کے بقدر یا اس سے زیادہ۔ اگر غلام اپنی قیمت کے کم پر بدل کتابت کا کہے تو اس پر بدل کتابت کرنا واجب نہیں ہے۔

یہ قول عطاء عمرو بن دینار کا ہے۔ ابن سیرین نے اپنے آقا حضرت انس بن مالک سے درخواست کی کہ مجھے مکاتب بنا دیجئے۔ حضرت انس نے کچھ توقف کیا۔ ابن سیرین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جا کر شکایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دُرہ لے کر حضرت انس پر چڑھ دوڑے اور مکاتب بنانے کا حکم دیا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ابن سیرین کو مکاتب بنا دیا۔ اکثر اہل علم کا قول ہے کہ "فکاتبوھم" والا امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ استحباب کے لیے ہے۔ کہتے ہیں کتابت جائز نہیں مگر مقررہ قسطوں پر۔ امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک کم سے کم ادائیگی دو قسطوں میں ہونا ضروری ہے اور قسط وار ادائیگی کی شرط لازم ہے، فی الفور ادائیگی کا کوئی معنی نہیں کیونکہ غلام کو فوراً مال کہاں سے مل سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر معاوضہ، کتابت فوری ادا کرنے کی شرط لگا دی تب بھی صحیح ہے۔ "ان علمتم فیھم خیرًا" خیر کے معنی میں اختلاف ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ خیر کا معنی ہے کسب کے اندر قوت کا ہونا۔ یہی قول امام مالک اور امام ثوری رحمہما اللہ کا ہے۔

حسن، مجاہد، ضحاک نے اس کا معنی مال سے کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "ان ترک خیرًا" اس سے مراد مال ہے۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت سلمان کے کسی غلام نے آپ سے مکاتب بنا دینے کی درخواست کی۔ حضرت سلمان نے فرمایا کیا تیرے پاس مال ہے؟ غلام نے کہا نہیں۔ حضرت سلمان نے اس کو مکاتب بنا دیا اور فرمایا تو مجھے لوگوں کا میل کچیل کھلائے گا۔

زجاج کا قول ہے کہ اگر خیر سے مراد مال ہوتا تو "فیھم" نہ ہوتا "لھم" ہوتا۔

ابراہیم بن زید اور عبید نے "خیرًا" کا ترجمہ کیا صدق اور امانت۔ طاؤس، عمرو اور ابن دینار کی مراد مال اور امانت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ عبد میں خیر کا معنی یہ ہے کہ وہ امانت داری کے ساتھ اپنا بدل کتابت ادا کرے۔ اس طرح کی بدل کتابت ادا کرنے پر اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کا حق اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ ایک وہ جو مکاتب کے بدل کتابت کی ادائیگی میں اس کی مدد کرے۔ دوسرا وہ شخص جو پاک دامنی کے۔ لیے نکاح کرے اور تیسرا وہ شخص جو اللہ کے راستے میں جہاد کرے۔ محمد بن سیرین عبیدہ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر تم جان جاؤ کہ کس چیز میں خیر ہے یعنی نماز قائم کرنے میں۔ بعض نے کہا کہ غلام عاقل بالغ ہو، اگر وہ غلام بچہ ہو یا مجنون ہو تو اس کی بدل کتابت جائز نہیں کیونکہ ان دونوں سے کوشش کرنا یا کروانا صحیح نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا بچہ جو بلوغت تک پہنچ رہا ہو اس کی کتابت صحیح ہے۔ "و آتوھم من

مال اللہ الذی اتاکم" اس کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ یہ خطاب موالی کو ہو کہ مولی کو چاہیے کہ وہ بدل کتابت میں اپنے غلام میں کچھ نرمی اختیار کرے اور کچھ حصہ مکاتبت سے معاف کر دیں۔ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر اور تابعین کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

غلام سے بدل کتابت میں کچھ حصہ چھوڑ دے اس کی حقدار کا بیان

اب اس کے لیے کتنا حصہ چھوڑ دے اس کے متعلق مختلف اقوال آئے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ اس کو چوتھائی حصہ چھوڑ دے۔

بعض حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس کو مرفوع بھی قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ایک تہائی چھوڑ دے۔ بعض نے کہا کہ اس کی کوئی خاص مقدار مقرر نہیں جتنا چاہے معاف کر دے۔ یہی قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ نافع کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام کو ۳۵ ہزار درہم معاوضہ مقرر کر کے مکاتب بنایا۔ جب تیس ہزار ادا ہو چکے تو آخر میں پانچ ہزار معاف کر دیئے۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی غلام کو مکاتب بناتے تو آخر میں جو کچھ معاف کرنا ہوتا معاف کر دیتے تھے۔ شروع میں معاف نہیں کرتے تھے۔ آپ کو یہ اندیشہ رہتا تھا کہ اگر یہ غلام بدل کتابت ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے پھر غلامی میں حسب سابق آ گیا تو معاوضہ کتابت کا جو حصہ وہ معاف کر چکے ہوں گے وہ پھر ان کی ملک میں آ جائے گا۔ البتہ آخری ادائیگی کے وقت آپ کو حسب منشاء معاف کر دینا زیادہ مرغوب تھا۔ بعض نے کہا کہ یہ امر استحباب کے لیے ہے وجوب والا قول زیادہ راجح ہے۔

"وفی الرقاب" یہی قول حسن اور زید بن اسلم کا ہے۔ اگر مکاتب بدل کتابت کی ادائیگی سے پہلے پہلے مر جائے تو کیا وہ غلام ہو کر مرے گا یا مکاتب کا حکم لگایا جائے گا؟ اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ بعض اہل علم کے نزدیک وہ غلام ہو کر مرے گا اور اس سے کتابت مرتفع ہو جائے گی۔ برابر ہے خواہ وہ مال چھوڑ کر مرے یا مال نہ چھوڑے۔ جیسا کہ بیع پر قبضہ کرنے سے پہلے پہلے وہ مبیع ہلاک ہو جاتی ہے۔ یہ قول ابن عمر رضی اللہ عنہما اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ہے۔

اور یہی قول عمر بن عبدالعزیز اور زہری اور قتادہ کا ہے اور یہی امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کا قول ہے اور بعض حضرات کا قول ہے اگر وہ کچھ بدل کتابت چھوڑ کر مرا اور اس کے پاس مال موجود ہو تو وہ آزاد سمجھا جائے گا اور اگر اس کے پاس اس کی آزادی کے بعد مال بچ جائے تو یہ اس کی آزاد اولاد کے لیے ہوگی۔ یہ قول عطاء، طاؤس، نخعی و حسن کا ہے اور یہی قول امام مالک، امام ثوری اور اصحاب الرائے کا ہے۔ "ولو کاتب عبدہ" اگر کسی نے بدل فاسد کی کتابت کی اور اس نے وہ ادا کی تو وہ ادا سمجھی جائے گی کیوں کہ اس کی آزادی ادائیگی کتابت پر معلق تھی اور وہ پائی گئی۔ پھر اس کی اولاد اس کے مال میں شریک رہے گی۔

جیسا کہ کتابت صحیحہ میں ہوتا ہے لیکن کتابت صحیحہ اور فاسدہ میں فرق ہے کہ کتابت صحیحہ میں اگر کتابت فسخ ہو جائے تو مولیٰ اس کے مال کا مالک نہیں ہوگا۔ اگر وہ بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز نہ آ گیا ہو اور مولیٰ کے مرنے سے بدل کتابت بھی فسخ نہیں ہوگی بلکہ وہ بدل کتابت ادا کر کے ہی بری ہوگا اور کتابت فاسدہ میں کتابت کے فسخ ہونے کی صورت میں مال کا مالک ہو جاتا ہے۔ یہ تب ہے جب مال پورا ادا کر دیا ہو۔ اگر اس نے بدل کتابت کے فسخ ہونے کے بعد بقیہ بھی ادا کر دیا تو وہ آزاد نہیں ہوگا اور فسخ ہو جائے گا مولیٰ کے مر جانے کے ساتھ۔ اگر چہ وہ مال کتابت ادا کرنے سے عاجز آ گیا ہو اور اگر مکاتب بدل کتابت کی ادائیگی کے بعد آزاد ہو جائے تو پھر اس کی کتابت سے رجوع ثابت نہیں ہوگا لیکن کتابت فاسدہ میں وہ غلام سے رجوع کر سکتا ہے۔ "**ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا**"

آیت ولا تکرھوا فتیاتکم کا شان نزول

عبداللہ بن ابی سلول منافق کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس کی دو باندیاں تھیں، معاذہ اور مسیکہ۔ یہ ان دونوں سے زنا کروانا چاہتا تھا، دونوں باندیوں نے خدمت گرامی میں اس کی شکایت کی تو اس پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی اپنی باندیوں سے زنا کرواتے تھے۔ جب اسلام آیا تو معاذہ نے مسیکہ سے کہا کہ جس کام میں ہم مشغول ہیں اس کی دو وجہیں ہیں ایک وجہ یہ کہ اگر یہ کام بہتر ہوتا تو بہت سارے لوگ کرتے اور اگر یہ کام برا ہے تو ہم اس برے کام کو ترک کرتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک باندی عبداللہ کے پاس زنا کی کمائی میں سے ایک چادر لائی اور دوسری ایک دینار لے کر آئی۔ عبداللہ نے دونوں سے کہا کہ جاؤ ابھی کچھ اور کمائی کر کے لاؤ۔ باندیوں نے کہا خدا کی قسم! اب تو ہم ایسا نہیں کریں گے، اسلام آ چکا ہے، اللہ نے زنا کو حرام کر دیا ہے۔ جب عبداللہ بن ابی نے مجبور کیا تو دونوں نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر اپنا دُکھ بیان کیا اور یہ آیت اُتری "**ولا تکرھوا فتیاتکم**" اپنی باندیوں پر "**علی البغاء**" زنا پر "**ان اردنا تحصنا**" اگر وہ پاک دامنی کا ارادہ کریں۔ اس میں شرط نہیں کہ اگر وہ پاک دامنی کا ارادہ کریں تو زنا نہ کراؤ اور اگر پاک دامنی نہ کریں تو پھر زنا کراؤ۔ اس کا یہ مطلب (شرط والا) نہیں کیوں کہ ان پر زنا کرنے کے لیے مجبور کرنا درست نہیں۔ اگر چہ وہ پاک دامنی کا ارادہ نہ کریں۔ "**وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین**" جب تم مؤمن ہو اور بعض نے کہا کہ احصان کی شرط لگائی اگر وہ محصن ہونے کا ارادہ نہ کرے تو پھر اس صورت میں وہ بغی ہوگی۔ تحصن پاک دامنی کو کہتے ہیں۔

حسن بن فضل کا بیان ہے کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بیویاں پاک دامن رہنا چاہیں تو ان کا نکاح کرا دو اور اپنی باندیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو۔ "**لتبتغوا عرض الحیوۃ الدنیا**" تاکہ تم ان کے اس برے اعمال سے دُنیا میں مال کماؤ یا اپنی اولاد کو ان کاموں کے لیے بیچ دو۔ "**ومن یکرھھن فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم**" اس سے مراد مکروہات ہیں

ورنہ مکرہ کو کہتے ہیں۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ آیت پڑھی تو فرمانے لگے بخدا اللہ ان باندیوں کو معاف کر دے۔

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْلَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۳۵﴾

ترجمہ اور ہم نے تمہارے پاس کھلے کھلے احکام بھیجے ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کی بعض حکایات اور (خدا سے) ڈرنے والوں کے لئے نصیحت کی باتیں (بھیجی ہیں) اللہ تعالیٰ نور (ہدایت) دینے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اس کے نور ہدایت (کی حالت عجیبہ) ایسی ہے جیسے (فرض کرو) ایک طاق ہے (اور) اس میں ایک چراغ رکھا ہے (اور) وہ چراغ ایک قندیل میں ہے (اور وہ قندیل) طاق میں رکھا ہے اور وہ قندل ایسا (صاف شفاف) ہے جیسے ایک چمکدار ستارہ ہو اور وہ چراغ ایک نہایت مفید درخت (کے تیل سے) روشن کیا جاتا ہے کہ وہ زیتون (کا درخت) ہے جو کسی (آڑ کے) نہ پورب رخ ہے اور نہ پچھم رخ اس کا تیل (اس قدر صاف اور سلگنے والا ہے کہ) اگر اس کو آگ بھی نہ چھوئے تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اٹھے گا اور جب آگ بھی لگ گئی تب تو) نور علی نور ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے (اس نور ہدایت) تک جس کو چاہتا ہے راہ دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں (کی ہدایت) کے لئے (یہ) مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

تفسیر ۳۴ "ولقد انزلنا الیکم آیات مبینت" اس سے مراد حلال و حرام ہیں۔ "ومثلاً من الذین خلوا من قبلکم" ان لوگوں کا حال مقابل گزری ہوئی قوموں کے حال کے مشابہ ہے جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اور ان کے احکام کو جھٹلایا۔ یہ ان کے لیے ڈرانا مقصود ہے کہ اگر تم نے تکذیب کی تو تمہیں بھی ماقبل اقوام کے ساتھ ملایا جائے گا جو نتیجہ ان کا ہوا وہی تمہارا ہوگا۔ "وموعظة للمتقین" اس سے مراد وہ مؤمنین جو شرک اور کبائر سے بچتے تھے۔

اللہ نور السموات کی تفسیر

۳۵ "اللہ نور السّمٰوات والارض" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اللہ آسمان و زمین کا ہادی ہے۔ اس کی رہنمائی سے سب حق کی طرف چل رہے ہیں اور گمراہی سے نجات پا رہے ہیں۔ ضحاک کا قول ہے کہ زمین و آسمان کو منور کرنے والا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو منور کیا فرشتوں سے اور زمین کو منور کیا انبیاء کرام علیہم السلام سے۔ مجاہد کا قول

ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں امور کی تدبیر کرنے والا ہے۔ ابی بن کعب اور حسن اور ابوالعالیہ کا قول ہے کہ آسمان اور زمین کو مزین کیا۔ آسمان کو مزین کیا سورج کے ساتھ اور چاند ستاروں کے ساتھ اور زمین کو مزین کیا انبیاء علیہم السلام، علماء، صلحاء اور مؤمنین رحمہم اللہ کے ساتھ اور بعض نے کہا کہ نباتات اور درختوں سے اس کو منور کیا اور بعض نے کہا کہ تمام اشیاء کو انہی سے منور کیا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے فلاں پر رحمت یعنی اسی کی وجہ سے رحمت ہے۔

مثل نورہ میں نور کا مصداق

"مثل نورہ" اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا نور جو مؤمن کے دل میں منور ہوتا ہے اور اس نور کے ساتھ وہ ہدایت پاتا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف سے نور ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے "**مثل نوره فی قلب المؤمن**" سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں کہ "**مثل نوره**" سے مراد جو اللہ تعالیٰ نے مؤمن کو عطا کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ نورہ کی ضمیر مؤمن کی طرف راجع ہے۔ عبارت اس طرح ہوگی "**ای مثل نور قلب المؤمن**" حضرت اُبی نے فرمایا کہ مؤمن کے دل کے نور کی صفت۔ یہ مؤمن وہ بندہ ہے جس کے دل کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایمان اور سینہ کے اندر قرآن جما دیا۔ حضرت اُبی یوں پڑھتے تھے "**مثل نور من امن به**"

حسن اور زید بن اسلم نے کہا کہ نور سے مراد قرآن ہے۔ سعید بن جبیر اور ضحاک نے کہا کہ نور سے مراد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک۔ بعض کے نزدیک نور سے اللہ کی اطاعت مراد ہے۔ اس کو طاعت کے ساتھ موسوم کیا اور ان انوار کو اپنی طرف فضیلت کی وجہ سے اضافت کی۔ "**کمشکوة**" وہ طاقچہ جس میں آر پار سوراخ نہ ہو اور اگر آر پار سوراخ ہو تو اس کو کوۃ (روشن دان) کہتے ہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ مشکوۃ حبشی زبان کا لفظ ہے۔ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوۃ کا ترجمہ قندیل سے کیا ہے۔ "**فیها مصباح**" اس سے مراد چراغ ہے۔ یہ اصل میں ضوٗ سے ہے اور اسی سے صبح ہے۔ اس کا معنی ہے کہ اس طاقچہ میں روشنی ہے۔ "**المصباح فی زجاجة**" اس سے مراد قندیل ہے۔ زجاج کا قول ہے کہ شیشے کے اندر نور اور آگ کی روشنی بہت زیادہ جھلکتی ہے اسی لیے لفظ زجاجۃ ذکر کیا۔ پھر زجاجہ کا وصف ذکر کیا اور کہا "**الزجاجة کانها کوکب دری**" ابوعمرو اور کسائی نے دریٔ پڑھا ہے اور وہ پھینکنا ہے کیونکہ آسمان سے شیطان پر تارے برسائے جاتے ہیں۔ اس حالت کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ اس وقت یہ بہت زیادہ واضح اور روشن ہو جاتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ جب ستاروں کو پھینکنے کے لیے ہاتھ میں فرشتے پکڑتے ہیں تو اس وقت ان کی روشنی تیز ہو جاتی ہے۔ بعض نے کہا کہ جب وہ دوبارہ روشن ہو اس کو دُر کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ جب وہ بلند ہو طلوع ہونے کے ساتھ تو اس کو دُر کہتے ہیں اور جیسے کہا جاتا ہے "**درا علینا فلان**" وہ ظاہر ہوا۔ اکثر نحاۃ کے نزدیک اگر دُرأ ہو تو یہ لحن ہے کیونکہ کلام عرب میں فعیل کے فاء کے ضمہ کے ساتھ اور عین کے کسرہ کے ساتھ نہیں ہے۔ اکثر حضرات نے فاء کے ضمہ کو ثقیل سمجھتے ہوئے فاء کے کسرہ کے ساتھ ذکر کر دیا۔ دوسرے قراء نے دال کے ضمہ اور

یاء کی تشدید کے ساتھ بغیر ہمزہ کے اس کا معنی ہے اس کی بہت تیز روشنی۔ دُر کی طرف اس کی نسبت اس وجہ سے کی، اس کی صفات اور اس کی حسنات کے باعث۔ اگرچہ کوکب کی روشنی موتی کی روشنی سے زیادہ ہوتی ہے لیکن کوکب کی روشنی کی وجہ سے اس کو موتی پر فضیلت دی ہے۔ بعض نے کہا کہ پانچ ستارے جو سب سے بڑے ہیں یعنی زحل، مریخ، مشتری، زہرہ، عطارد۔ ان میں سے کسی ایک ستارے کو کوکب دری کہا جاتا ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ اس کو دوسرے ستاروں سے تشبیہ دی ہے، چاند و سورج کے ساتھ تشبیہ کیوں نہیں دی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سورج چاند کو گرہن لگ جاتا ہے جب کہ ستارے گرہن میں نہیں آتے۔

"یوقد" ابوجعفر ابن کثیر، ابوعمرو، یعقوب نے "توقد" تاء اور فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور واؤ کے فتحہ کے ساتھ اور قاف کی تشدید کے ساتھ ماضی کا صیغہ پڑھا ہے۔ "من شجرة مباركة زيتونة" اس درخت کا تیل بہت بابرکت ہوتا ہے۔ یہاں پر مضاف محذوف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے "يكاد زيتها يضيء" شجرة مباركة سے مراد زیتون کا درخت ہے جو کثیر البرکت ہے اور اس میں بہت سارے منافع ہوتے ہیں۔ اس کا تیل چراغوں میں جلایا جاتا ہے اور نہایت مفید روشنی اس سے حاصل ہوتی ہے اور اس کا تیل دوسرے کاموں میں بھی آتا ہے۔ یہ بطور سالن کے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کا تیل نکالنے کے لیے خاص مشینریز کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ ہر شخص بآسانی اس سے تیل نکال سکتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ زیتون کے تیل سے ناسور اچھا ہوتا ہے چوٹی سے جڑ تک۔ اس کے درخت میں تیل ہی تیل ہوتا ہے۔

اسد بن ثابت اور ابی اسلم انصاری سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کے زیتون کا تیل کھاؤ اور استعمال کرو، یہ درخت مبارک درخت ہے۔

لاشرقیہ ولا غربیہ کی تفسیر

"لاشرقية ولا غربية" اس کا ایک مطلب بعض مفسرین نے یہ نقل کیا ہے کہ اس کا درخت صرف مشرق میں واقع نہیں کہ صرف طلوع کے وقت اس پر روشنی پڑے اور نہ ہی صرف مغرب میں واقع ہے کہ صرف غروب ہوتے وقت اس پر روشنی پڑے اور طلوع ہوتے وقت روشنی نہ پڑے بلکہ وہ پہاڑ کی چوٹی یا کھلے وسیع میدان میں واقع ہے کہ ہر وقت اس پر دھوپ پڑتی ہے اس وجہ سے اس کے پھل نہایت پختہ اور تیل بہت صاف ہے۔ یعنی نہ تو مشرق میں اور نہ ہی مغرب میں دونوں طرف سے حصہ لیتا ہے۔ اس وجہ سے اس کا تیل نہایت صاف وشفاف ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں نہ ہی بہت کالا ہے اور نہ ہی سفید۔ اس سے مراد یہ کہ نہ تو وہ خالص کالا ہے اور نہ ہی وہ خالص سفید ہے بلکہ اس میں یہ دونوں چیزیں جمع ہیں۔ یہ رمان (انار) میں نہ زیادہ کھٹے ہیں اور نہ ہی میٹھے بلکہ اس میں حلاوۃ اور کھٹاس دونوں شامل ہیں۔ اسی طرح یہ زیتون بھی ہے۔ یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ کا ہے۔

سدی اور ایک جماعت کے نزدیک اس کا یہ مطلب ہے کہ نہ وہ ایسے مقام میں ہے کہ ہر وقت اس پر دھوپ پڑتی ہو اور

اس کو جلا ڈالے اور نہ ایسی پوشیدہ جگہ میں ہے کہ سورج ہمیشہ اس سے غائب رہے، کبھی اس پر دھوپ نہ پڑی ہو۔ اس وجہ سے وہ کچا رہ گیا ہو۔ بعض حضرات نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ معتدل رہتا ہے کہ یہ مشرق میں نہیں کہ دھوپ اس کو ضرر دے اور نہ ہی مغرب میں ہے کہ سردی اس کو نقصان پہنچائے اور بعض حضرات نے کہا کہ وہ درخت نہ زمین کے مشرق میں واقع ہے اور نہ مغرب میں بلکہ درمیان میں ملک شام میں واقع ہے۔ شام کا زیتون بہت عمدہ ہوتا ہے۔

حسن کا قول ہے کہ ایسا کوئی درخت دُنیا میں نہیں جو شرقی ہو نہ غربی، اللہ نے اپنے نور کی تشبیہ ایسے درخت زیتون سے دی ہے جو مغرب میں بھی ہو اور مشرق میں بھی ہو۔ اس سے زیتون کا درخت ہے جس سے اللہ نے اپنے نور کی تشبیہ دی ہے۔ **"یکاد زیتھا"** اس کا تیل **"یضیٔ"** صاف ستھرا ہے۔ **"ولو لم تمسسہ نار"** پہلے اس سے کہ اس کو آگ پہنچ جائے۔ **"نور علی نور"** اس میں پہلے چراغ کی روشنی، پھر اس طاقچہ کی چمک کی روشنی۔

تمثیل کی وضاحت

اس تمثیل کے معنی میں اہل علم کا اختلاف واقع ہوا ہے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ اس سے نور محمدی کی تمثیل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب احبار سے فرمایا تھا کہ یہ آیت **مثل نورہ کمشکوۃ** کے معنی کی تشریح کرو۔ کعب احبار نے کہا اللہ نے اس آیت میں اپنے نبی کی حالت بطور تمثیل بیان کی ہے۔ مشکوٰۃ سے مراد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک سینہ اور شیشہ سے مراد ہے آپ کا دل اور مصباح سے مراد ہے نبوت اور یکاد سے نور محمد جو لوگوں کے لیے واضح ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ نہ بھی کیا ہوتا تب بھی قریب تھا کہ آپ کا نور جگمگانے لگتا اور لوگوں کے سامنے آپ کا نبی ہونا خود آ جاتا۔

سالم سے روایت ہے وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق دریافت کرتے ہیں، فرمایا کہ مشکوٰۃ سے مراد جوف محمد (سینہ مبارک) زجاجہ سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اور مصباح سے نور مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ڈالا اور شجرہ مبارکہ سے مراد ہیں کہ حضرت ابراہیم کے شرقی و غربی نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی اور نور علیٰ نور کا مطلب یہ ہے کہ ایک نور تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کا نور ہے اور دوسرا نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا نور ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **"وسراجا منیرا"**۔ شجرۃ مبارکہ سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں کیونکہ ان کی صلب سے بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے بعد گزرے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی مذہب کے پیروکار تھے اور نہ عیسائی مذہب کے پیروکار تھے بلکہ دین حنیف پر تھے کیونکہ یہود مغرب کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے اور نصاریٰ مشرق کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ **"یکاد زیتھا یضیٔ ولو لم تمسسہ نار"** اس طرف اشارہ ہے کہ وحی آنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور محاسن ظہور پذیر ہونے والے تھے۔

نور علیٰ نور کی تفسیر

نور علیٰ نور کا مطلب یہ ہے کہ نور اصل نور نسل کے ساتھ شامل ہو گیا۔ایک تو نور ابراہیمی تھا پھر نور محمدی اس کے ساتھ مل گیا۔
بعض حضرات نے کہا کہ یہ مؤمن کے دل کے نور کی ایک تمثیل بیان کی ہے۔

ابو العالیہ نے اس کی تفسیر حضرت ابی بن کعب کی طرف نسبت کی ہے کہ یہ مؤمن کی مثال ہے۔مؤمن کی ذات ایک مشکوٰۃ ہے۔زجاجہ مؤمن کا سینہ ہے۔مصباح اس کا دل ہے، نور مصباح ایمان اور قرآن کی روشنی ہے جو مؤمن کے دل میں ہوتی ہے۔ شجرہ مبارکہ سے یہ روشنی اخلاص اللہ کے مبارک درخت سے حاصل ہوتی ہے۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سرسبز شاداب درخت جو گھنے باغ میں دوسرے درختوں سے گھرا ہوا ہو کہ سورج کے طلوع وغروب کے وقت دھوپ سے محفوظ ہو، مؤمن بھی ہر طرح کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے۔چار اوصاف اس کے خصوصی اوصاف ہوتے ہیں۔اگر اللہ کی طرف سے اس کو کچھ ملتا ہے تو شکر ادا کرتا ہے، نہیں ملتا تو صبر کرتا ہے۔فیصلہ کرتا ہے تو انصاف کا کرتا ہے، بات کہتا ہے تو سچی کہتا ہے، اس کا دل ایسا چراغ ہوتا ہے جو آگ کو چھو جانے کے بغیر بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روشن ہو جانے کے قریب ہے یعنی ظہور حق سے پہلے ہی اس کو معرفت حق حاصل ہو جاتی ہے کیونکہ اس کا دل فطری طور پر حق پرست ہے وہ نور بالائے نور ہوتا ہے اس کا قول ایک نور ہوتا ہے، اس کا علم ایک نور ہوتا ہے، اس کا آنا نور اور جانا نور ہوتا ہے اور قیامت کے دن وہ نور ہی کی طرف جائے گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ اللہ کے نور کی مثال ہے جو مؤمن کے دل میں ہوتا ہے۔مؤمن کا دل فطرۃً ہدایت پر عمل کرتا ہے جب اس کو علم حاصل ہو جاتا ہے تو اس کی ہدایت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔نور بالائے نور ہو جاتا ہے یعنی مؤمن کا ایمان اور اس کا عمل نور ہی نور ہو جاتا ہے۔سدی کا قول ہے کہ اس سے مراد نور ایمان اور نور قرآن ہے۔حسن اور ابن زید نے کہا کہ یہ قرآن کی مثال ہے، مصباح قرآن ہے جس طرح چراغ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اسی طرح قرآن سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔زجاجہ مؤمن کا دل ہے، مشکوٰۃ اس کا منہ اور زبان ہے، مبارک درخت وحی کا درخت ہے۔زیت سے مراد ہے قرآنی دلائل تیل کے روشن ہو جانے سے مراد ہے۔حجت قرآن کا واضح ہو جانا خواہ اس کو پڑھا نہ گیا ہو۔پھر بھی نور بالائے نور ہے۔نزول قرآن سے پہلے اللہ نے مخلوق کی ہدایت کی نشانیاں اور دلائل قائم فرما دی تھیں۔پھر جب قرآن نازل ہوا تو نور بالائے نور ہو گیا۔ نور فطرت میں نور قرآن کا اضافہ ہو گیا۔"**یھدی اللہ لنورہ من یشاء**" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد دین اسلام ہے، یہ آنکھوں کا نور ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد قرآن ہے۔"**ویضرب اللہ الامثال للناس**" لوگوں کے لیے ان اشیاء کو بیان کرتے ہیں تا کہ ان کو سمجھنے میں آسانی ہو اور اس راستے کے پانے میں آسانی ہو۔"**واللہ بکل شیءٍ علیم**"

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾

ترجمہ: وہ ایسے گھروں میں (جا کر عبادت کرتے) ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے

اوران میں اللہ کا نام لیا جائے ان (مسجدوں) میں ایسے لوگ صبح وشام اللہ کی پاکی (نمازوں میں) بیان کرتے ہیں۔

تفسیر 36 "فی بیوت أذن الله" ان گھروں میں چراغ ہیں۔ بعض نے کہا کہ ان گھروں میں چراغ کے ساتھ روشنی کرو۔ بیوت سے مراد مساجد ہیں۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ مسجدیں زمین پر اللہ کے گھر ہیں۔ یہ آسمان والوں کی نظر میں ایسی چمکیلی دکھائی دیتی ہیں جیسے زمین والوں کے لیے ستارے۔

صالح بن حبان نے بریدہ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ صرف چار مساجد ہیں جن کو پیغمبروں نے بنایا ہے۔ کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے، بیت المقدس کو حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا۔ مسجد مدینہ اور مسجد قبا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا۔ مسجد قباوہ ہی مسجد ہے جس کی بنیاد اوّل دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔

"أن ترفع" مجاہد کا قول ہے اس بناء کی مثال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں "واذ یرفع ابراهیم القواعد من البیت" حسن نے کہا کہ آیت اذن اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ اس کے گھر کی تعظیم کی جائے، یعنی اس میں بیہودہ بات نہ کی جائے۔ "ویذکر فیها اسمه" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کی جائے۔ "یسبح له" ابن عامر ابوبکر نے باء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس آیت میں وقف والاصال پر کیا ہے۔ دوسرے قراء نے باء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں تسبیح کرنا مردوں کا فعل قرار دیا ہے۔ "یسبح له" اور وہ نماز پڑھے۔ " فیها بالغدو والاصال " یعنی صبح اور شام۔ اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ صبح وشام کی تسبیح سے پانچوں فرض نمازیں، مسجدوں کی تعمیر انہی نمازوں کی ادائیگی کے لیے کی جاتی ہے۔ بالغدو والاصال سے مراد ظہر اور عصر کی نماز ہے اور عشائین بھی۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد صلوٰۃ صبح اور صلوٰۃ عصر مراد ہے۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دونوں ٹھنڈی نمازیں پڑھیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول آیا ہے کہ صبح کی تسبیح سے چاشت کی نماز مراد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص باوضو فرض نماز کے لیے چل کر جاتا ہے اس کا ثواب محرم حاجی کی طرح ہوتا ہے اور جو چاشت کی نماز کی غرض سے چل کر جاتا ہے اور صرف چاشت کی نماز کا ارادہ ہی اس کو کھڑا کرتا ہے اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کے ثواب کے برابر ہوتا ہے ایک نماز کے بعد دوسری نماز علیین میں لکھ دی جاتی ہے جبکہ ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی لغو بات نہ کی ہو۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ 37

ترجمہ جن کو اللہ کی یاد سے اور (بالخصوص) نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت (اور) وہ ایسے دن (کی داروگیر) سے ڈرتے رہتے ہیں جن میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جاویں گی۔

تفسیر 37 "رجال" ان میں مردوں کو خصوصی طور پر ذکر کیا کیونکہ عورتوں کا مساجد میں جانا نہ جمعہ کے لیے ہے اور نہ ہی

جماعت کے لیے۔ "لاتلهيهم" ان کی یاد سے وہ غافل نہ ہوں۔ "تجارة" یہاں پر تجارت کو خصوصی طور پر ذکر کیا کیونکہ یہی بڑا عمل ہے جس کی مشغولیت کی وجہ سے انسان نماز اور دوسری طاعات سے رہ جاتا ہے۔ تجارت سے مراد خریدنا ہے۔ اگرچہ تجارت کا لفظ خریدنے اور بیچنے دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے لفظ تجارت کے بعد لفظ بیع کا تذکرہ نہیں کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "واذا رأو تجارة" اس سے مراد خریدنا ہے۔ فراء کا قول ہے کہ تجارت کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو باہر سے مال لانے والے ہیں اور بیع کا تعلق اس کے ہاتھ سے ہے۔

"ولا بيع عن ذكر الله" نماز کے لیے مساجد میں حاضر ہونا۔ "واقام" اس کو قائم کرنے کے لیے۔ "الصلوٰة" اس سے مراد اس کے وقت میں ادا کرنا اس لیے کہ نماز کو وقت مقررہ سے مؤخر کرنے والا نماز کو قائم کرنے والا نہیں ہوتا۔ اقامت صلوٰۃ کا اعادہ دراصل نماز کے اوقات خمسہ کو اچھی طرح یاد رکھنا۔ حضرت سالم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ میں بازار میں تھا، اتنے میں نماز کی اقامت ہوئی، لوگ اُٹھ کر دُکانیں بند کر کے مسجد میں چلے گئے، انہی کے متعلق آیت "لاتلهيهم تجارة ولا بيع" نازل ہوئی۔ "وايتاء الزكاة" اس سے مراد فرض زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جب ادا زکوٰۃ کا وقت آجاتا ہے تو زکوٰۃ کو روکتے نہیں۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ زکوٰۃ سے تمام اچھے اعمال مراد ہیں۔

"يخافون يوما تتقلب فيه القلوب والابصار" ان کے دل خوف اور اُمید کی طرف پلٹ جائیں گے، ہلاک ہونے سے ڈریں گے اور نجات کی اُمید ہوگی اور ان کی آنکھیں گردوپیش کی طرف دیکھ کر چکرائیں گی اور ہر طرف پلٹ کر دیکھیں گی کہ کس طرف سے پکڑ ہوتی ہے، دائیں جانب سے یا بائیں جانب سے اور کس رُخ سے اعمال نامہ ملتا ہے۔ سیدھی طرف سے یا اُلٹی طرف سے یا پیچھے سے اور وہ اس وجہ سے بھی ڈرتے ہیں کہ ان کو اعمال نامہ سامنے سے ملے گا یا پیٹھ کے پیچھے سے اور یہ سب کچھ قیامت کے دن ہوگا۔ بعض حضرات نے "تتقلب" کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ کافروں کے دل میں اس کفر و شرک سے پلٹ جائیں گے جس پر دُنیا میں قائم تھے اور ان کی آنکھوں سے پردے ہٹ جائیں گے اور وہ اشیاء ان کو دکھائی دے گی جس کا انکار کرتے تھے اور بعض حضرات نے کہا کہ ان کا دل ان کے پیٹ میں ہی پلٹ جائے گا اور وہ گلے کی طرف نکلے گا نہ وہ اپنی جگہ ٹھہر سکے گا اور نہ ہی وہ باہر نکلے گا اور ان کی آنکھیں خوف و شدت کی وجہ سے چندھیا جائیں گی۔

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿38﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ م بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿39﴾ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ م بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿40﴾

ترجمہ انجام (ان لوگوں کا) یہ ہوگا کہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دے گا (یعنی جنت) اور (علاوہ جزا کے) ان کو اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دے گا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے شمار دے دیتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے ایک چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا (آدمی) اس کو (دور سے) پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو (جو سمجھ رکھا تھا) کچھ بھی نہ پایا اور قضا الٰہی کو پایا سو اللہ تعالیٰ نے اس (کی عمر) کا حساب اس کو برابر سرابر چکا دیا (یعنی عمر کا خاتمہ کر دیا) اور اللہ تعالیٰ دم بھر میں حساب کر دیتا ہے یا وہ ایسے ہیں جیسے بڑے گہرے سمندر کے اندرونی اندھیرے کہ اس کو بڑی لہر نے ڈھانک لیا ہو اس (لہر) کے اوپر دوسری لہر اس کے اوپر بادل (ہے غرض) اوپر تلے بہت سے اندھیرے (ہی اندھیرے) ہیں کہ اگر (کوئی ایسی حالت میں) اپنا ہاتھ نکالے (اور دیکھنا چاہے) تو دیکھنے کا احتمال بھی نہیں اور جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ دے اس کو (کہیں سے بھی) نور نہیں (میسر ہو سکتا)۔

تفسیر 38 "لیجزیھم اللہ احسن ما عملوا" اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں، نماز ادا کریں، زکوٰۃ دیں تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا اچھا بدلہ دیں اس کا اچھا بدلہ جو انہوں نے اعمال کیے۔ "ویزیدھم من فضلہ" اتنا دے کہ جو ان کے اعمال سے بڑھ کر ہو۔ "واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب" پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کے اعمال کی مثال بیان فرمائی ہے۔

39 "والذین کفروا اعمالھم کسراب بقیعۃ" سراب اس ریت کو کہتے ہیں جو ریگستانی میدان میں دوپہر کے وقت دھوپ میں آب رواں کی طرح دور سے نظر آتی ہے۔ اس کو تشبیہ دی ہے جاری پانی کے ساتھ جیسے دور سے اس ریت کو دیکھنے والے کو پانی محسوس ہوتا ہے لیکن جب وہ اس کے قریب پہنچتا ہے تو کوئی پانی نہیں ہوتا۔ قیعہ اور قاع ہموار میدان کو کہتے ہیں، اس کی جمع قیعان آتی ہے۔ "یحسبہ الظمان" پیاسا شخص یہ گمان کرتا ہے۔ "ماءً حتی اذا جاءہ" وہ اس کو گمان کرتا ہے کہ یہ پانی ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ موضع سراب میں آئے۔ "لم یجدہ شیئًا" یعنی گمان کے مطابق اس کو کچھ نہ ملے۔ اسی طرح کافر گمان کرتا ہے کہ اس کا یہ عمل اس کو نفع دے گا لیکن جب اس کو ملک الموت پہنچ جاتا ہے اس وقت یہ اپنے اعمال کا محتاج ہوتا ہے لیکن وہ اس وقت ایسے اعمال نہیں پاتا جو اس کو اس سے بے پروا کر دے اور نہ ہی وہ اعمال اس کو نفع دے سکتے ہیں۔ "ووجد اللہ عندہ" اس نے اللہ تعالیٰ کا عذاب اپنے پاس پایا اور اللہ نے اس کے اعمال کے مطابق پورا پورا بدلہ دیا۔ "فوفاہ حسابہ" اس کے اعمال کا بدلہ پورا پورا دیا۔ "واللہ سریع الحساب"

40 "او کظلمات" کفار کی ایک اور مثال بیان کی ہے۔ ان کے اعمال کے فساد کی مثال اور ان کی جہالت کی مثال ایسی ہے جیسے اندھیرا۔ "فی بحر لجی" گہرا جہاں پر پانی زیادہ ہوتا ہے سمندر کا وہ حصہ جہاں پانی بہت ہوتا ہے۔ "یغشاہ" جس میں موجیں چڑھی ہوتی ہیں۔ "موج من فوقہ موج" پے در پے لہروں کا چڑھنا۔ "من فوقہ سحاب" ابن کثیر نے ایک روایت کے مطابق "سُحابٌ" پڑھا ہے۔ "ظلمات" مجرور ہے بدل ہونے کی وجہ سے "او کظلمات" سے۔ ابوالحسن سے روایت

ہے انہوں نے "سحابٌ ظلماتٍ" پڑھا ہے اضافت کی وجہ سے۔ دوسرے قراء نے "سحاب ظلمات" پڑھا ہے دونوں مرفوع اور تنوین کے ساتھ۔ اس صورت میں یہ کلام سحاب پر مکمل ہوجائے گا۔ پھر دوبارہ کلام کی ابتداء ظلمات سے کی ہے۔

من فوقة ظلمات کی تفسیر

"بعضها فوق بعض" ایک اندھیرا بادلوں کا، دوسرا اندھیرا موج کا اور تیسرا اندھیرا سمندر کا۔ یہ ایک دوسرے پر اندھیرے ہیں۔ یعنی موجوں کا اندھیرا سمندر کے اندھیرے پر پھیلا ہوا ہے اور بادلوں کا اندھیرا موجوں پر چھایا ہوا ہے۔ ظلمات سے مراد کفار کے اعمال ہیں۔ "بحر لجی" سے مراد ان کا دل ہے اور بالموج یغشی سے جہالت سے ان کا دل کا بھرا ہوا ہونا ہے اور سحاب سے مراد ان کے دل پر مہر ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کافر پانچ اندھیروں سے پلٹتا ہے۔ اس کا کلام اندھیرا ہے، اس کا عمل اندھیرا ہے، اس کا داخل ہونا اندھیرا ہے۔ اس کا خارج ہونا اندھیرا ہے اور وہ قیامت تک یہاں تک کہ وہ دوزخ میں پہنچ جائے گا۔ "اذا اخرج" دیکھنے والے کو "یده لم یکدیراها" یعنی اس کا قریب بھی نظر نہ آتا ہوا اندھیرے کی شدت سے۔ فراء کا قول ہے کہ یکلصلہ ہے وہ اس کو نہ دیکھے۔ مبرد کا قول ہے کہ اتنی کوشش کے بعد بھی وہ اس کو دیکھ نہ پائے گا۔ جیسا کہ کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے کہ اندھیرے میں دیکھنے والے کو کچھ نظر نہ آئے حالانکہ وہ دیکھ رہا ہے۔ اس دیکھنے سے محض اس کو مایوسی اور شدت ہی آئے گی۔ بعض نے کہا کہ اس کو قریب سے دیکھے تو پھر بھی اس کو کچھ نظر نہ آئے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ قریب ہے شترمرغ اُڑنے لگا ہے۔ "ومن لم یجعل اللّٰه له نورًا فماله من نور" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دین اور ایمان عطا نہ کیا ہو اس کے لیے کوئی دین نہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے اس کے لیے کوئی ایمان اور اس کے لیے کوئی ہدایت کا راستہ نہیں۔

مقاتل کا بیان ہے کہ اس آیت کا نزول عقبہ بن ربیعہ کے حق میں ہوا۔ عتبہ دورِ جاہلیت میں دین حق کا متلاشی تھا ٹاٹ کا لباس پہنتا تھا لیکن جب اسلام آیا تو اس نے ماننے سے انکار کر دیا۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ حکم عام ہے جمیع کفار کے لیے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ ۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿41﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿42﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ ۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿43﴾

ترجمہ: اے مخاطب کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں میں اور زمین میں

(مخلوقات) ہیں اور بالخصوص پرندے جو پر پھیلائے ہوئے اڑتے پھرتے ہیں سب کو اپنی اپنی دعا اور اپنی تسبیح معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کے سب افعال کا پورا علم ہے اور اللہ ہی کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں اور اللہ ہی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ (ایک) بادل کو (دوسرے بادل کی طرف) چلتا کرتا ہے (اور) پھر اس بادل (کے مجموعہ) کو باہم ملا دیتا ہے پھر اس کو تہ بتہ کرتا ہے پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس (بادل) کے بیچ میں سے نکلتی ہے اور اسی بادل سے یعنی اس کے بڑے بڑے حصوں میں سے اولے برساتا ہے پھر ان کو جس (کی جان پر یا مال) پر چاہتا ہے گراتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس کو ہٹا دیتا ہے (اور) اس بادل کی بجلی کی چمک کی یہ حالت ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نے اب بینائی لی۔

تفسیر ㊶"الم تر أن اللّٰہ یسبح لہ من فی السّموات والارض والطیر صافات" وہ اپنے پروں کو ہوا میں پھیلائے ہوئے ہیں، حیوانوں میں بالخصوص پرندوں کا ذکر اس لیے کیا کہ جو پرندے زمین پر ہیں وہ تو "من فی السّموات والارض" کے ذیل میں شامل ہی تھے اور اگر ذکر نہ کرتے تو آسمانوں میں اور زمین میں رہنے والے پرندے اس میں شامل نہ ہوتے۔ "کل قد علم صلاتہ وتسبیحہ" مجاہد کا قول ہے کہ صلوٰۃ بنی آدم کے لیے اور تسبیح تمام مخلوقات کے لیے۔ بعض نے کہا کہ پرندہ کا پروں کو پھیلانا نماز ہے اور ان کا بولنا تسبیح ہے۔ کل قد علم جو بھی اللہ کی تسبیح کرتا ہے اور اس کی نماز ادا کرتا ہے وہ اللہ کے علم میں ہے اور بعض نے کہا کہ ہر ایک اپنی دُعا اور پاکی بیان کرنے سے واقف ہے۔ "واللّٰہ علیم بما یفعلون"

㊷"وللّٰہ ملک السّموات والارض والی اللّٰہ المصیر"

㊸"الم تر أن اللّٰہ یزجی" اپنے حکم سے بادلوں کو ہنکاتا ہے۔ "سحابًا" جہاں ان بادلوں کو لے جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ "ثم یؤلف بینہٗ" پھر ان بادلوں کے مختلف ٹکڑوں کو جمع کرتے ہیں۔ "ثم یجعلہ رکامًا" اس کو تہ بہ تہ بنا دیتے ہیں "فتری الودق" پھر اس کے شگوفوں سے بارش کو نکالتے ہیں۔ "یخرج من خلالہ" اسی کے درمیان سے، خلال جمع ہے خلل کی۔ جیسے جبال جمع ہے جبل کی۔ "وینزل من السماء من جبال فیھا من برد" ان پر نازل کرتے ہیں برساتے ہیں بڑے بڑے اولے۔ بعض نے کہا کہ من صلہ ہے۔ بعض نے کہا کہ اولوں کے بڑے بڑے تودے جو پہاڑوں کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ بعض حضرات نے یہ قول ذکر کیا ہے کہ آسمانوں میں اولوں کے پہاڑ ہیں۔

بعض حضرات نے کہا کہ "من جبال فیھا من برد" میں مفعول محذوف ہے اور وہ انزال ہے۔ عبارت یوں ہوگی "وینزل من السماء من جبال فیھا من برد" اس مفعول کو اس لیے ذکر نہیں کیا کیوں کہ مفہوم اس پر دلالت کر رہا تھا۔ نحوبین حضرات کہتے ہیں کہ اس آیت میں تین مرتبہ (من) استعمال ہوا ہے۔ "من السماء" اس میں من ابتدائیہ ہے۔ دوسری جگہ "من جبال" یہاں پر من "تبعیضیہ" ہے مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں بعض بادلوں کے پہاڑ سے بارش نازل نہیں کرتا۔ "من برد" میں من بیانیہ جنس کے لیے ہے۔ "فیصیب بہ" وہ اولے پہنچ جاتے ہیں۔ "من یشاء" اس کے ذریعے سے

ان کی کھیتیوں اوران کے اموال کو ہلاک کردیتا ہے۔"ویصرفه عن من یشاء"اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔"یکاد سنا برقه"بادلوں پر گرز لگنے سے جو چمک پیدا ہوتی ہے۔"یذهب بالابصار"اس کی شدت روشنی سے۔وہ آنکھوں کی روشنی کو مدھم کردیتی ہے۔ابوجعفر نے یاء کے ضمہ اورھاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ. اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ 44 وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ. فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ. يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ. اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ 45

ترجمہ (اور نیز) اللہ تعالیٰ رات کو اور دن کو (بھی) بدلتا رہتا ہے اس (سب مجموعہ) میں اہل دانش کے لئے استدلال (کا موقع) ہے اور اللہ (تعالیٰ ہی) نے ہر چلنے والے جاندار کو (بری ہو یا بحری) پانی سے پیدا کیا ہے پھر ان میں بعضے تو وہ (جانور) ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعضے ان میں وہ ہیں جو دو پیروں پر چلتے ہیں اور بعضے ان میں وہ ہیں جو چار (پیروں) پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے بناتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پورا قادر ہے۔

تفسیر 44 "یقلب الله الیل و النهار" اللہ تعالیٰ ان کو پھیر دیتا ہے،رات کے بعد دن کو لاتا ہے اور دن کے بعد رات کو لاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے ابن آدم دُکھ پہنچاتا ہے، زمانے کو گالیاں دیتا ہے حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں میرے ہی ہاتھ میں حکم ہے میں ہی رات دن کا ادل بدل کرتا ہوں۔"ان فی ذلک"یعنی جو اشیاء ہم نے ذکر کی ہیں۔"لعبرة لاولی الابصار"عقل والوں کے لیے اور بصیرت والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت وتوحید کے دلائل ہیں،ان سے عبرت حاصل کرو۔

45 "والله خلق کل دابة" حمزہ اور کسائی نے (خالق کل) پڑھا ہے اضافت کے ساتھ اور دوسرے قراء نے (خلق کل) فعل پڑھا ہے۔"من ماءٍ" ماء سے مراد نطفہ ہے ہر وہ حیوان جو دُنیا میں ہے اس کو نطفہ سے پیدا کیا ہے مگر فرشتے اور جن، ان کا مشاہدہ پانی کے ساتھ پیدا ہونے کا نہیں کیونکہ فرشتے تسبیح سے اور جنات آگ سے پیدا ہوتے ہیں۔بعض حضرات نے کہا کہ ہر چیز کا اصل پانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اوّل پانی کو پیدا کیا۔پھر اس کے کچھ حصے کو ہوا بنا دیا جس سے فرشتے بنے اور کچھ حصہ کو آگ میں تبدیل کردیا جس سے جنات کی تخلیق ہوئی اور کچھ حصہ کو مٹی بنا دیا گیا جس سے حضرت آدم علیہ السلام کی ساخت ہوئی اور مٹی سے ہی تمام جانور بنائے گئے۔"فمنهم من یمشی علیٰ بطنه"کچھ جانور پیٹ کے بل چلتے ہیں جیسے سانپ،مینڈک،مچھلی،گنڈاوغیرہ۔

"ومنهم من یمشی علیٰ اربع" جیسے بہائم چوپائے۔یہاں یہ ذکر نہیں کیا کہ جو چار ٹانگوں سے زائد ٹانگوں پر چلتے ہیں جیسے حشرات الارض کیونکہ صورۃً تو وہ بھی اپنی ٹانگوں پر ہی چلتے ہیں جیسا کہ چوپائے چلتے ہیں"من یمشی"من تو ذوی العقول

کے لیے استعمال ہوتا ہے نہ کہ ان کے لیے جو "لا یعقل" ہیں۔ مثلاً سانپ چوپائے وغیرہ لیکن یہاں پر "دابۃ" کا ذکر کیا اور دابۃ میں لوگ بھی داخل ہیں کیونکہ یہاں پر جمع کا لفظ ذکر کیا، اس میں ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں کا ذکر کیا لیکن چونکہ ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر غلبہ حاصل ہوتا ہے اس وجہ سے اکٹھا ذکر کیا۔ "ویخلق اللّٰہ ما یشاء انّ اللّٰہ علٰی کلّ شیءٍ قدیر"

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿46﴾ وَیَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿47﴾ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿48﴾ وَاِنْ یَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ یَاْتُوْٓا اِلَیْهِ مُذْعِنِیْنَ ﴿49﴾ اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿50﴾ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿51﴾ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَخْشَ اللّٰهَ وَیَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿52﴾

ترجمہ ہم نے حق کے سمجھانے والے دلائل نازل فرمائے ہیں اور (ان عام لوگوں میں سے) جس کو اللہ چاہتا ہے راہ راست کی طرف ہدایت فرماتا ہے اور یہ (منافق) لوگ (زبان سے) دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لے آئے اور (خدا اور رسول کا) حکم (دل سے) مانا پھر اس کے بعد (موقع ظہور صدق دعویٰ پر) ان میں کا ایک گروہ سرتابی کرتا ہے اور یہ لوگ (دل میں) اصلاً ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس غرض سے بلائے جاتے ہیں کہ رسول ان کے (اور ان کے خصم کے) درمیان میں فیصلہ کر دیں تو ان میں کا ایک گروہ پہلو تہی کرتا ہے اور اگر ان کا حق (کسی کی طرف واجب) ہو تو سر تسلیم خم کیے ہوئے آپ کے پاس چلے آتے ہیں آیا ان کے دلوں میں (کفر کا) مرض ہے یا یہ (نبوت کی طرف سے) شک میں پڑتے ہیں؟ یا ان کو یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم نہ کرنے لگیں نہیں بلکہ (اصلی سبب یہ ہے کہ) یہ لوگ برسر ظلم ہوتے ہیں مسلمانوں کا قول تو جب کہ ان کو (کسی مقدمہ میں) اللہ کی اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ رسول ان کے درمیان میں فیصلہ کر دیں یہ ہے کہ وہ (خوشی خوشی) کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور (اس کو) مان لیا اور ایسے لوگ (آخرت میں) فلاح پائیں گے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی مخالفت سے بچے پس ایسے لوگ بامراد ہوں گے۔

تفسیر ﴿46﴾ "لقد انزلنا" ہم نے اس کو تمہاری طرف نازل کیا۔ "آیات مبینات واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم"

﴿47﴾ "ویقولون آمنا باللہ وبالرسول واطعنا" اس سے مراد منافقین کہتے ہیں۔ "ثم یتولی" اللہ کی اطاعت سے

رسول کی اطاعت سے وہ اعراض کرتے ہیں۔ "فریق منھم من بعد ذلک" ان کے اس قول کے بعد کہ انہوں نے "امنا" کہا اور وہ اللہ کے علاوہ کو پکارنے لگے۔

"وما اولئک بالمؤمنین" اس آیت کا نزول بشر منافق کے بارے میں ہوا۔ اس کا اور ایک یہودی کے درمیان کسی معاملے میں نزاع ہو گیا۔ یہودی نے کہا کہ چلو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کروائیں، منافق کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فیصلہ لے کر نہیں جاتا بلکہ کعب بن اشرف یہودی کے پاس چلتے ہیں اور وہ کہتا کہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فیصلے منظور نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

⑱ "واذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم" رسول کی طرف تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں۔ "اذا فریق منھم معرضون" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے اعراض کرتے ہیں، بعض نے کہا کہ ان کے حکم فیصلہ کو ماننے سے اعراض کرتے ہیں۔

⑲ "وان یکن لھم الحق یاتوا الیہ مذعنین" اطاعت کرنے والے اور ان کے حکم کی پیروی کرنے والے۔ یعنی اگر یہ منافقین اپنے معاملے میں حق پر ہوں تو بھاگتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کروانے کا کہتے ہیں کیونکہ ان کو پتہ ہوتا تھا کہ جس طرح یہ اپنے امور سے حق سے فیصلہ کرتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے اس معاملے میں بھی حق کے ساتھ فیصلہ کریں گے۔

⑳ "أفی قلوبھم مرض ام ارتابوا" وہ شک میں مبتلا ہیں۔ یہ استفہام ذم اور توبیخ کے لیے ہے۔ یعنی وہ اس طرح ہیں "أم یخافون أن یحیف اللہ علیھم ورسولہ" ظلم کا وہ خوف رکھتے تھے۔ "بل اولئک ھم الظالمون" بلکہ وہ اپنے اوپر ہی حق سے اعراض کر کے ظلم کرنے والے ہیں۔

㉑ "انما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ" اللہ کی کتاب اور رسول کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ "لیحکم بینھم" یہ بطور خبر کے نہیں ہے لیکن یہ شریعت میں ادب کی تعظیم کا لحاظ کرتے ہوئے کہ مناسب یہی ہے کہ مؤمنین ایسے ہی ہوں "یقولوا" منصوب ہے اُن کی وجہ سے۔ "أن یقولوا سمعنا وأطعنا" ہم نے دُعا کو سنا اور ہم نے اس کا جواب اطاعت کے ساتھ دیا۔ "واولئک ھم المفلحون"

㉒ "ومن یطع اللہ ورسولہ و یخش اللہ" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ خواہ اس فرمانبرداری میں اس کو دُکھ پہنچے یا خوشی حاصل ہو۔

نیک اعمال کی بناء پر اور دُکھ اور رنج پہنچے گناہ کی وجہ سے۔ "ویتقہ" اور اس کے بعد اس سے بچا رہے۔ "فاولئک ھم الفائزون" وہ نجات پانے والے ہیں۔ ابو عمرو اور ابو بکر نے ھاء کے ساکن کے ساتھ پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے اس کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ حفص نے قاف کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس لغت میں اگر یاء ساکن اور اس کا ماقبل ساکن ہو تو اس صورت میں یا محذوف ہو جاتی ہے تو اس سے ماقبل والے کو ساکن کر دیتے ہیں۔ "لم اشتر طعامًا" اصل میں اشتری تھا۔ یاء کو حذف کیا راء اور یاء دونوں ساکن تھی اس لیے راء کو ساکن ہی رکھا۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ. قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿53﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ. فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ. وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا. وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿54﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ. وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿55﴾

ترجمہ: اور وہ لوگ بڑا زور لگا کر قسمیں کھایا کرتے ہیں کہ (واللہ ہم ایسے فرمانبردار ہیں کہ) اگر آپ ان کو (یعنی ہم کو) حکم دیں تو وہ ابھی نکل کھڑے ہوں آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ بس قسمیں نہ کھاؤ (تمہاری) فرمانبرداری (کی حقیقت) معلوم ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے آپ کہئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم لوگ (اطاعت سے) روگردانی کرو گے تو سمجھ رکھو کہ رسول کے ذمہ وہی (تبلیغ) ہے جس کا ان پر بار رکھا گیا ہے اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا ہے اور اگر تم نے ان کی اطاعت کر لی تو راہ پر جا لگو گے اور (بہر حال) رسول کے ذمہ صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے (اے مجموعہ امت) تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا جیسے ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو (اللہ تعالیٰ نے) ان کے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اس کو ان کے (نفع آخرت کے) لئے قوت دے گا۔ اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو مبدل (با من) کر دے گا بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں (اور) میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں اور جو شخص بعد (ظہور) اس (وعدے) کے ناشکری کرے گا تو یہ لوگ بے حکم ہیں۔

تفسیر: ﴿53﴾ "واقسموا باللّٰہ جھد ایمانھم" اپنی قسموں میں خوب کوشش کرنا یا جلدی کرنا اور اللہ کی قسم کے اوپر اور کوئی قسم نہیں۔ "لئن امرتھم لیخرجن" چونکہ منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ آپ جہاں بھی ہوں گے ہم آپ کے ساتھ ہوں گے۔ اگر آپ جہاد یا غزوات کے لیے نکلیں گے تو ہم آپ کے ساتھ نکلیں گے۔ اگر آپ قیام کریں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ ٹھہر جائیں گے۔ اگر آپ ہم کو جہاد کا حکم دیں گے تو ہم جہاد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ ان کو کہیں "قل لاتقسموا" یعنی تم قسمیں نہ اٹھاؤ، یہاں پر کلام پورا ہو گیا۔ "طاعة معروفة" یہ طاعت خواہ قول کے ساتھ ہو یا لسان کے ساتھ یہ تمہاری اعتقادی نہیں۔ تمہاری اس طاعت کی حقیقت سب کو معلوم ہے۔ ایسا کام ہمیں معلوم

ہے کہ جو نیکی کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں اور ایسا کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں، یہ مجاہد کا قول ہے۔ بعض نے طاعت معروفہ کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ کھلی ہوئی خالص اطاعت زبانی خلاف ورزی سے بہتر اور افضل ہے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ تمہاری طرف سے اچھی اطاعت ہونی چاہیے۔ بعض نے کہا کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم سے اطاعت کرنے کی قسمیں مطلوب نہیں بلکہ طاعت معروفہ مطلوب ہے۔ "ان اللّٰہ خبیر بما تعملون"

⑭"قل اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول فان تولوا" اگر تم اللہ و رسول کی اطاعت سے روگردانی کرو گے۔ "فانما علیه ماحمل" جس کا رسول کو مکلف بنایا گیا ہے اور جس کا حکم انہیں دیا گیا یعنی تبلیغ الرسالۃ کا۔ "وعلیکم ماحملتم" اور تمہیں جس کا مکلف بنایا گیا یعنی اس کے حکم کو قبول کرنا اور اس کی طاعت کرنا۔ "وان تطیعوہ تھتدوا وما علی الرسول الا البلاغ المبین" واضح تبلیغ۔ ان کے ذمہ کھول کر بیان کرنا ہے۔

⑮"وعد اللّٰہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض" ابوالعالیہ کا بیان ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں دس سال ٹھہرے رہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار کی اذیت پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی۔ مسلمان صبح و شام کفار سے خوفزدہ ہوتے، پھر مسلمان کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا۔ پھر جہاد کا حکم دیا گیا لیکن مسلمانوں پر یہ خوف جاری رہتا کہ اب ہمیں ہمیشہ جہاد ہی کرنا پڑے گا، کبھی اسلحہ چھوڑنے کا حکم نہیں ہوگا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ کبھی ہمیں امن بھی حاصل ہوگا اور ہم اپنا اسلحہ اپنے اوپر سے اُتاریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "وعد اللّٰہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم" لام یمین کی قسم میں سے ہے۔ عبارت یوں ہے "واللّٰہ لیستخلفنھم" کہ اللہ تمہیں ضرور بضرور اس زمین کا وارث بنائیں گے اور ان نیکوکاروں میں سے بعض کو عرب و عجم کی زمین کا مالک بنائے گا اور ان کو واجب اطاعت، بادشاہ اور حاکم ضرور کرے گا۔ "کما استخلف الذین من قبلھم" ابوبکر اور عاصم نے تاء کے ضمہ کے ساتھ اور لام کے کسرہ کے ساتھ مجہول پڑھا ہے۔ اس صورت میں یہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہوگا۔

دوسرے قراء نے تاء کے فتحہ اور لام کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ "کما استخلف" سے مراد حضرات انبیاء کرام علیہم السلام جو گزر چکے مثلاً حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہم السلام ہیں۔ بعض حضرات نے کہا "کما استخلف الذین من قبلھم" سے مراد بنی اسرائیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جبابرہ پر کامیابی عطا کی اور شام پر ان کو فتح دی اور ان کی زمینوں کا ان کو وارث بنا دیا اور ان کے گھروں کو ہلاک کر دیا۔ "ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی یہ تشریح کی ہے کہ ان کو ملکی وسعت عطا کرے گا، دوسرے ممالک پر ان کا قبضہ ہو جائے گا اور اپنے دین کو تمام مذاہب پر غالب کرے گا۔

"ولیبدّلنھم" ابن کثیر، ابوبکر، یعقوب نے تخفیف کے ساتھ مصدر ابدال سے پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں مصدر تبدیل سے ہوگا اور اس میں دونوں لغات ہیں۔ بعض نے کہا کہ تبدیل ایک حال سے

دوسرے حال کی طرف تبدیل ہونا اور ابدال کہتے ہیں کسی چیز کو ایک چیز کے ساتھ بدلنا۔ "من بعد خوفهم أمنا یعبدوننی" خوف کے بعد امن نصیب کرے گا۔ "لایشرکون بی شیئاً" اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا اور ان کے لیے دین کو ظاہر کردیا اور ان کی مدد کی اور ان کو خوف سے امن کی طرف بدل دیا اور تمہیں زمین پر پھیلا دیا۔

کسریٰ بن ہرمز کے فتح کی پیشین گوئی

حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص خدمت گرامی میں حاضر ہوا اور اس نے فاقہ کی شکایت کی اور دوسرے آدمی نے آکر راستہ لوٹا جانے کا شکوہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عدی کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے خود نہیں دیکھا۔ البتہ اس کے متعلق سنا ضرور ہے، فرمایا اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو دیکھ لوگے کہ عورت حیرہ سے (تنہا) سفر کرتے ہوئے آئے گی اور کعبہ کا طواف کرے گی اور اس کو سوا خدا کے کسی سے خوف نہ ہوگا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس وقت بنی طے کے غارت گر کہاں ہوں گے جنہوں نے ملک میں آگ لگادی ہے؟ اگر تیری عمر دراز ہوئی تو کسریٰ کے خزانے فتح کرلوگے۔ میں نے کہا کیا کسریٰ بن ہرمز کے، فرمایا کسریٰ بن ہرمز کے (پھر فرمایا) اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو دیکھ لوگے کہ آدمی مٹھی بھر بھر چاندی یا سونا قبول کرنے والے کی تلاش میں لیے پھرے گا اور جس روز آدمی اپنے رب کے سامنے جائے گا اور بندے کے اور اس کے رب کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا کہ اللہ کا مطلب بندے کو سمجھائے اور فرمائے گا کیا اپنے احکام پہنچانے کے لیے میں نے تیرے پاس اپنا رسول نہیں بھیجا تھا؟ بندہ کہے گا کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھے مال نہیں دیا تھا اور تجھ پر اپنی مہربانی نہیں کی تھی؟ بندہ عرض کرے گا کیوں نہیں۔ اس وقت آدمی اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو جہنم کے سوا اس کو کچھ نہیں دکھائی دے گا اور بائیں طرف دیکھے گا تب بھی جہنم ہی دکھائی دے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دوزخ سے بچو خواہ چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی خیرات کرکے، اگر چھوہارے کا ایک ٹکڑا بھی میسر نہ ہو تو میٹھی بات کہہ کر ہی (دوزخ سے حفاظت حاصل کرو) حضرت عدی نے (اپنے شاگرد سے) فرمایا میں نے تو یہ دیکھ لیا کہ ایک عورت حیرہ سے کعبہ کا طواف کرنے کے لیے چلی۔ یہاں تک کہ طواف کرلیتی ہے اور اللہ کے سوا اس کو کوئی خوف نہیں ہوتا اور کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کرنے میں تو میں خود شریک تھا۔ آئندہ اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو بھی صحیح پالوگے کہ مٹھی بھر آدمی سونا لے کر قبول کرنے والے کی تلاش میں نکلے گا اور قبول کرنے والا اس کو نہیں ملے گا۔ اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خلفاء راشدین کی خلافت و امامت کے متعلق بھی دلالت کرتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ کا بیان ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہے، پھر ملوکیت ہوجائے گی۔ حضرت سفینہ نے کہا دو سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ رہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال رہی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال رہی۔ پھر حضرت علی

رضی اللہ عنہ کی خلافت چھ سال رہی۔ علی بن جعد فرماتے ہیں کہ میں نے حماد سے کہا کہ کیا حضرت سفینہ نے یہاں تک ہی حدیث بیان کی اس سے آگے نہیں بیان کی۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ "ومن کفر بعد ذلک" اس سے مراد کفران نعمت ہے، نہ کہ کفر کا اصطلاحی معنی۔ "فاولئک هم الفاسقون" اس سے مراد اللہ کی نافرمانی کرنے والے۔ بعض اہل تفسیر کا قول ہے کہ سب سے پہلے اس نعمت کی ناشکری کرنے والے وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو انہوں نے شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے وہ نعمت بھی بدل ڈالی جوان کو عطاء فرمائی تھی۔ چنانچہ خوف ان پر طاری ہو گیا اور بھائی ہونے کے باوجود آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگا۔

حمید بن ہلال کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بابت فرمایا جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف فرما ہوئے اس وقت سے آج تک فرشتے تمہارے اس شہر کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہیں۔ اب اگر تم عثمان کو قتل کر دو گے تو خدا کی قسم! فرشتے چلے جائیں گے اور پھر کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے جو شخص عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرے گا خدا کی قسم! جب وہ اللہ کے سامنے جائے گا تو کوڑھی ہو کر جائے گا، اللہ کی تلوار نیام کے اندر ہے اگر اللہ نے نیام سے اس کو نکال دیا تو خدا کی قسم! پھر تم سے (ہٹا کر) وہ (کبھی یا روز قیامت تک) نیام میں داخل نہیں کرے گا کیوں کہ جب بھی کوئی نبی شہید کیا گیا ستر ہزار آدمی مارے گئے اور جب بھی کوئی خلیفہ شہید کیا گیا پینتیس ہزار آدمی قتل کیے گئے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٥٦﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۚ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٥٧﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٥٨﴾

ترجمہ: اور (اے مسلمانو) نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (باقی احکام میں بھی) رسول کی اطاعت کیا کرو تاکہ تم پر (کامل) رحم کیا جاوے (اے مخاطب) کافروں کی نسبت یہ خیال مت کرنا کہ زمین میں (بھاگ کر ہم کو) ہرا دیں گے اور (آخرت میں) ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور بہت ہی برا ٹھکانا ہے اے ایمان والو (تمہارے پاس آنے کیلئے) مملوکوں کو اور تم میں جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہئے (ایک تو) نماز صبح سے پہلے (اور) دوسرے جب سونے لیٹنے کے لئے دوپہر کو اپنے (بعض) کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور (تیسرے) نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردہ کے (وقت) ہیں (اور) ان اوقات کے سوا نہ تم پر کوئی الزام ہے اور نہ

(بلا اجازت چلے آنے میں) ان پر کچھ الزام ہے (کیونکہ) وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس اسی طرح (جیسا کہ یہ حکم صاف صاف بیان کر دیا) اللہ تعالیٰ تم سے (اپنے) احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

تفسیر ⑯ "**واقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون**" یہ کام اس اُمید پر کریں گے کہ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے گا۔

⑰ "**لاتحسبن الذین کفروا**" عامر اور حمزہ نے "**لایحسبن**" یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ کافر لوگ یہ گمان نہ کریں اپنے اوپر "**معجزین فی الارض**" دوسرے قراء نے تاء کے ساتھ پڑھا۔ اس صورت میں خطاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کہ اے محمد! آپ گمان نہ کریں کہ یہ کافر لوگ آپ کو عاجز کر دیں گے۔ "**وماواھم النار ولبئس المصیر**"

آیت مبارکہ کا شان نزول

⑱ "**یا یھا الذین آمنوا لیستاذنکم الذین ملکت أیمانکم**" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری غلام کو دوپہر کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو ایسی حالت میں دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دکھایا جانا ناگوار گزرا۔ اس پر آیت "**والذین لم یبلغوا الحلم منکم**" نازل ہوئی۔

مقاتل بن حبان کی روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت مرثد کا ایک غلام تھا جو اکثر حضرت اسماء کے پاس ایسے وقت میں آجاتا تھا کہ اس وقت غلام کا آنا حضرت اسماء کو ناگوار گزرتا تھا۔ حضرت اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا، یارسول اللہ! ہمارے خادم اور خدام ایسے وقت ہمارے پاس آجاتے ہیں کہ اس وقت ان کا آنا ہم کو ناگوار ہوتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "**یایھا الذین آمنوا لیستاذنکم**" اس میں لام امر ہے۔ "**الذین ملکت أیمانکم**" اس سے مراد غلام اور باندیاں ہیں۔ "**والذین لم یبلغوا الحلم منکم**" اس سے مراد آزاد عورتیں و مرد ہیں۔ اس سے بچے مستثنیٰ ہیں اور وہ بچے جو عورتوں کے احوال پر واقف نہیں یا اس سے وہ بچے مراد ہیں جو عورتوں کے احوال سے تو واقف ہوں البتہ بلوغت تک نہ پہنچے ہوں۔ "**ثلاث مرات**" ان کو چاہیے کہ یہ تین اوقات میں گھر داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کریں۔ ان تین اوقات کی وضاحت مندرجہ ذیل ہے۔ "**من قبل صلوٰۃ الفجر وحین تضعون ثیابکم من الظھیرۃ**" ان اوقات میں جب وہ تمہارے پاس آنے کا ارادہ کریں۔ "**ومن بعد صلوٰۃ العشاء**" ان تین اوقات کو اس لیے خاص کیا کیونکہ یہ تین اوقات ہی خلوت کا باعث ہیں۔ انہی اوقات میں انسان کپڑے اُتارتا ہے، بسا اوقات ان تین اوقات میں جسم کا وہ حصہ بھی ظاہر کرتا ہے جو ہر ایک کے سامنے ظاہر نہیں کیا جاتا۔ ان اوقات میں غلاموں، بچوں کے لیے اجازت لے کر داخل ہونے کا حکم دیا ہے۔ ان کے

علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے ہر حالت میں اجازت لے کر داخل ہونے کی اجازت کا حکم ہے۔ "ثلاث عورات لکم" حمزہ اور کسائی نے ثاء کے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں "ثلاث عورات" بدل ہوگا ثلث مرات سے۔ دوسرے قراء نے ثاء کے مرفوع کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ تین اوقات تمہارے لیے پردے کے ہیں۔ ان تینوں اوقات کو عورات اس وجہ سے کہا گیا کیونکہ ان تین اوقات میں انسان اپنے کپڑے اُتارتا ہے اور اس کی عورت ظاہر ہو جاتی ہے۔ "لیس علیکم" نہیں تمہارے لیے کوئی حرج۔ "و لا علیهم" اور نہ ہی غلاموں، خادموں اور بچوں کے لیے۔

"جناح" ان اوقات کے علاوہ بغیر اجازت کے داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ "بعدهن" ان تین اوقات کے بعد "طوافون علیکم" اس سے مراد غلام خادم تمہارے پاس آتے جاتے ہیں اور بغیر اجازت کے آپ کے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں۔ "بعضکم علی بعض"......"کذلک یبین اللّٰہ لکم الایات واللّٰہ علیم حکیم" اس آیت کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے۔

آیت مبارکہ کا حکم

بعض حضرات نے کہا کہ یہ حکم منسوخ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ لوگوں کے گھروں پر نہ پردے تھے نہ حجاب بچے اور خادم یوں ہی اندر آ جاتے تھے اور گھر والوں کو ایسے حال میں دیکھ لیتے تھے جو گھر والوں کے لیے ناگواری کا سبب ہوتا تھا۔ اس وجہ سے اللہ نے داخلہ کی اجازت طلب کرنے کا حکم دیا۔ پھر اللہ نے مسلمانوں کے لیے مالی وسعت کر دی اور انہوں نے دروازوں کے پردے بنا لیے۔ اب طلب اجازت کی ضرورت نہیں رہی۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ آیت کا حکم منسوخ نہیں ہے۔ سفیان نے موسیٰ بن عائشہ کا بیان نقل کیا ہے۔ موسیٰ نے کہا کہ میں نے شعبی سے دریافت کیا کہ کیا یہ آیت منسوخ ہے۔ شعبی نے کہا نہیں خدا کی قسم! میں نے کہا لوگ تو اس پر عمل نہیں کرتے، شعبی نے کہا "اللّٰہ المستعان" سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ خدا کی قسم! یہ منسوخ نہیں ہوئی بلکہ لوگوں نے اس کے موافق عمل کرنے میں سہل سے کام لیا۔

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ. كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿59﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ ۢ بِزِيْنَةٍ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿60﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ

جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا. فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿61﴾

ترجمہ: اور جس وقت تم میں کے وہ لڑکے (جن کا او پرحکم آیا ہے) حد بلوغ کو پہنچیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینا چاہئے جیسا کہ ان سے اگلے لوگ اجازت لیتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو (کسی کے) نکاح (میں آنے) کی کچھ امید نہ رہی ہو ان کو (البتہ) اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (زائد) کپڑے اتار رکھیں بشرطیکہ زینت (کے مواقع) کا اظہار نہ کریں اور (ہر چند کہ بوڑھیوں کو منہ کھولنے کی اجازت ہے لیکن اگر) اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا ہے سب کچھ جانتا ہے نہ تو اندھے آدمی کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے آدمی کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ بیمار کے لئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ خود تمہارے لئے اس بات میں (کچھ مضائقہ ہے) کہ تم اپنے گھروں سے (جن میں بی بی اور اولاد کے گھر بھی آ گئے) کھانا کھا لو یا اپنے باپ کے گھر سے یا اپنی ماؤں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھر سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (پھر اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ (کھاؤ) پھر (یہ بھی معلوم رکھو کہ) جب تم اپنے گھروں میں جانے لگا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کر لیا کرو (جو کہ) دعا کے طور پر (ہے اور) جو خدا کی طرف سے مقرر ہے (اور) برکت والی عمدہ چیز ہے (خدا تعالیٰ نے جس طرح احکام بتلائے) اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے (اپنے) احکام بیان فرماتا ہے تا کہ تم سمجھو (اور عمل کرو)

تفسیر: 59 "واذا بلغ الاطفال منكم الحلم" اس سے مراد احتلام ہے جو آزاد مردوں کی بلوغت کی نشانی ہے۔ "فلیستأذنوا" ان کے پاس آنے کی تمام اوقات میں داخلے کی اجازت طلب کریں۔ "كما استاذن الذين من قبلهم" آزاد اور بڑے لوگ۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔ "كذلك يبين الله لكم اياته" آیات سے مراد دلائل ہیں۔ بعض نے کہا اس کے احکام مراد ہیں۔ "والله عليم" ان کے پیدائش کے متعلق تمام امور کو جانتے ہیں۔ "حكيم" ان تمام امور کی تدبیر کرنے والے ہیں۔

سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ آدمی کو اپنی ماں کے پاس بھی داخلے کی اجازت لے کر جانا چاہیے۔ اس آیت کا نزول اسی سلسلہ میں ہوا جب یہ آیت نازل ہوئی تو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا وہ شخص اپنی والدہ کے پاس اجازت لے کر جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا جی ہاں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو وہ ایسی چیز بھی دیکھ سکتا ہے جو اس کو ناپسندیدہ ہو۔

⑥⓪ "والقواعد من النساء" وہ عورتیں مراد ہیں جو حاملہ ہونے اور حیض آنے سے نا اُمید ہو چکی ہوں چونکہ حمل اور حیض سے انقطاع کی صفت عورتوں ہی کے لیے مخصوص ہے مردوں سے اشتباہ بھی نہیں ہے اس لیے حامل اور حائض کی طرح عورت کے لیے لفظ قاعد کے بجائے قاعدہ عربی میں مستعمل ہے۔ بعض نے کہا کہ قعدن عن الازواج ہے۔ "اللاتی لایرجون نکاحًا" ان کے بڑھاپے کی وجہ مردان کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ ابن قتیبہ کا قول ہے کہ عورت کو قاعد کے نام سے موسوم کیا کیونکہ جب وہ بوڑھی ہو جاتی ہے تو اکثر اوقات میں وہ بیٹھی رہتی ہے۔ ربیعہ نے کہا کہ اس سے مراد وہ بوڑھی عورتیں ہیں جن سے مرد نفرت کرتے ہیں ان کے بڑھاپے کی وجہ سے' کوئی ان کی طرف رغبت نہیں کرتا' جو عمر رسیدہ عورت ایسی ہو کہ اس کے اندر کچھ جمال باقی ہو تو وہ اس آیت سے خارج ہے۔

"فلیس علیھن جناح أن یضعن ثیابھن" مردوں کے سامنے وہ اپنے بعض کپڑے ان مردوں کے سامنے اُتار سکتی ہیں جیسے اوڑھنی، چادر، جو عام طور پر کپڑوں کے اوپر باندھی جاتی ہے۔ حضرت ابن مسعود اور ابی بن کعب کی قرأت میں "من ثیابھن" آیا ہے۔ "أن یضعن من ثیابھن"

"غیر متبرجات بزینۃ" بغیر پردے کے وہ باہر آئیں۔ ردا ءان عورتوں کے لیے زینت ہے اور تبرج کہتے ہیں کہ عورت اپنے محاسن کو ظاہر کرے جن کو چھپانا اس کے لیے ضروری ہے۔ "وأن یستعففن" ان کو اوڑھنی اور چادر کی تلقین نہ کرنا۔ "خیر لھن واللّٰہ سمیع علیم"

⑥① "لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج" علماء نے اس آیت کی تفسیر کے متعلق مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔

لیس علی الاعمی کی مختلف تفاسیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جب یہ آیت "یا یھا الذین آمنوا لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل" نازل ہوئی تو بیماروں، لنگڑوں اور اندھوں کے ساتھ کھانے سے مسلمانوں پر دُشواری آ پڑی تو مسلمانوں نے کہا کھانا تو ہر مال سے اونچا درجہ رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے خلاف حق کھانے سے منع کیا ہے۔ نابینا آدمی تو عمدہ کھانے کو دیکھ ہی نہیں سکتا اور لنگڑا ٹھیک طور پر بیٹھ نہیں سکتا اور مزاحمت نہیں کر سکتا اور بیمار تو کھانا اُٹھانے سے ویسے ہی کمزور ہوتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس تاویل کی بنیاد پر علی بمعنی فی کے ہوگا۔ یعنی نہیں ہے اندھے پر اور اپاہج اور بیمار پر تمہارے ساتھ کھانا کھانے میں کوئی حرج۔

سعید بن جبیر اور ضحاک کا قول ہے کہ لنگڑے، اندھے اور بیمار لوگ تندرست لوگوں کے ساتھ کھانا کھانے سے خود گریز کرتے تھے کیونکہ تندرست لوگ ان سے نفرت کرتے اور ان کے ساتھ کھانے کو برا سمجھتے تھے۔ اندھا کہتا تھا ممکن ہے میں زیادہ کھاؤں اور دوسرے کے لیے کم بچے۔ لنگڑا کہتا تھا مجھے بیٹھنے کے لیے دو آدمیوں کی جگہ گھیرنا پڑے گی، اس سے دوسروں کو تنگی ہوگی۔ اس پر اس آیت کا نزول ہوا۔ مجاہد کا قول ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کے کھانے کے لیے رُخصت دی ہے جن کے لیے گھروں میں آنے

جانے کی اجازت ہے۔ یہ اس وجہ سے تھی کہ یہ لوگ کسی شخص کے گھر میں کھانا طلب کرنے کے لیے ان کے گھروں میں داخل ہوتے تھے۔ جب ان کے گھر میں کھانا نہ ملتا تو وہ اپنے ماں یا باپ کے گھر جاتے اور اس زمانے میں لوگ اسی طرح کھانا دینے کو پسند نہیں کرتے تھے بلکہ ان کو دوسرے گھروں کی طرف موڑ دیتے تھے کہ فلاں گھر میں جاؤ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

سعید بن المسیب کا بیان ہے کہ مسلمان جب جہاد کو جاتے تھے تو اپنے پیچھے کچھ اپاہج لوگوں کو چھوڑ کر اپنے گھروں کی کنجیاں ان کو دے جاتے تھے اور کہہ دیتے تھے کہ تم کو ہماری طرف سے اجازت ہے کہ ہمارے گھروں کے اندر جو کچھ ہے تم اس میں سے کھا سکتے ہو۔ لیکن ان لوگوں کو دُشواری پیش آتی تھی۔ وہ کہتے تھے گھر والے جب یہاں موجود نہیں تو ہم ان کے گھروں کے اندر داخل نہیں ہوں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حسن کا قول ہے کہ اس آیت کا نزول جہاد سے رہ جانے یعنی جہاد میں مذکورہ بالا معذوروں کے نہ جانے کی اجازت کے لیے ہوا اور پھر ختم ہوگیا۔ آئندہ کلام کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

"ولا علی انفسکم" یہ کلام منقطع ہے۔

سوال: جب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا **"لا تاکلوا اموالکم بالباطل"** تو وہ کہنے لگے کہ ہم میں سے کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی سے کھائے۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی **"ولا علی أنفسکم أن تاکلوا من بیوتکم"** تمہارے لیے کوئی حرج نہیں کہ تم ان کے گھروں سے کھاؤ۔ ان دونوں آیت میں بظاہر تعارض معلوم ہو رہا ہے۔

جواب **"اموال عیالکم"** سے مراد اپنے گھر والے، بیویاں مراد ہیں کیونکہ عورت کا گھر شوہر کے گھر کی مانند ہے۔ ابن قتیبہ کا قول ہے کہ تمہاری اولاد کے گھروں سے مراد نسبی اولاد کے گھر ہیں۔ ان کو اباء کی طرف منسوب کیا۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آیا **"انت و مالک لابیک"** تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے۔

"او بیوت آبائکم او بیوت امھاتکم او بیوت اخوانکم او بیوت اخواتکم او بیوت اعمامکم او بیوت عماتکم او بیوت أخوالکم او بیوت خالاتکم او ما ملکتم مفاتحة" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد کسی شخص کا وکیل ہے جس کو انسان اپنے سامان کی ذمہ داری یا اپنے مویشی کے چرانے کی ڈیوٹی لگائی ہو۔ اس شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ بھوکا پیاسا رہے بلکہ اس کے مال سے کھا پی سکتا ہے۔ البتہ اس کو کہیں اپنے لیے ذخیرہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی بیچ سکتا ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ اپنے غلاموں، باندیوں کے گھر مراد ہیں۔ آقا اپنے غلام کے گھر کا مالک ہوتا ہے اور اس کے خزانوں کا بھی مالک ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **"وعندہ مفاتیح الغیب"** اس سے مراد وہ کھولنے کے آلات ہیں۔ عکرمہ کا قول ہے کہ جب آدمی کنجی کا مالک ہو جاتا ہے تو اس مال کا خزانچی بن جاتا ہے اس لیے اگر کچھ اس میں سے کھا لے تو کوئی حرج نہیں۔ سدی کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنے غلہ وغیرہ کا نگران متصرف بنادے تو اگر یہ نگران اس میں سے کچھ کھا لے تو کوئی حرج نہیں۔ بعض لوگوں نے کہا **"ماملکتم مفاتحہ"** سے مراد یہ ہے کہ جو کھانے پینے کی چیزیں تم نے جمع کر رکھی ہیں ان کو کھا سکتے ہو۔

مجاہد اور قتادہ نے یہ مطلب بیان کیا کہ تم نے اپنے گھروں کے اندر جو کھانے کی چیزیں رکھ چھوڑی ہیں

جن کے تم مالک ہو، ان کو کھانا تمہارے لیے ممنوع نہیں۔

"او صدیقکم" وہ شخص جو محبت میں سچا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس آیت کا نزول حارث بن عمرو کے حق میں ہوا تھا۔ حارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جہاد پر جانے لگے تو نگرانی مالک بن زید کے سپرد کر دی جب واپس آئے تو مالک کو بہت دُبلا اور کمزور پایا۔ وجہ دریافت کی تو مالک نے کہا کہ میں نے آپ کے گھر میں موجود غلہ کھانا جبکہ آپ کی اجازت بھی نہیں تھی، اس لیے برا سمجھا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

حسن اور قتادہ اس آیت کی بناء پر اس بات کے قائل تھے کہ دوست کے گھر میں داخل ہو کر اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے کوئی چیز کھا لینا جائز ہے اور اس آیت کا مطلب "لیس علیکم جناح أن تاکلوا" یہ درجات کا بیان ہے کہ جب تم اس میں داخل ہو جاؤ اور کوئی شخص وہاں نہ پاؤ تو وہاں صرف بیٹھ کر کھا سکتے ہو، لے کر جانے کی اجازت نہیں۔ "لیس علیکم جناح أن تاکلوا جمیعًا أو اشتاتًا" اس آیت کا نزول بنی لیث بکر بن عمرو کے بارے میں ہوا اور وہ بنی کنانہ کی ایک بستی میں رہتا تھا۔ وہ اکیلے کھانا پسند نہیں کرتا تھا جب تک اس کے ساتھ اور کوئی مہمان نہ آ جائے، مہمان مل جاتا تو کھانا کھا لیتا ورنہ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ صبح سے بیٹھے بیٹھے شام ہو گئی اور کھانا سامنے رکھا رہا مگر اس شخص نے نہیں کھایا، اونٹنیوں کے تھنوں میں دودھ بھرا رہتا مگر وہ تنہا نہ پیتا۔ جب کوئی مہمان ہم مشرب ہونے کے لیے آ جاتا تو پی لیتا، دن بھر مہمان کے نہ ملنے اور تنہا نہ کھانے کی وجہ سے بھوکا پیاسا رہتا۔ آخر جب شام ہو جاتی تو کچھ کھا لیتا۔ یہ قول قتادہ، ضحاک، ابن جریج کا ہے۔

عطاء خراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ مال دار لوگ غریب قرابت داروں یا دوستوں کے گھر جاتے تھے اور وہ کھانا پیش کرتے تھے تو مال دار لوگ کہتے تھے بخدا ہم یہ گناہ نہیں کریں گے کہ تمہارے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائیں، ہم مال دار ہیں اور تم نادار ہو۔ اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ عکرمہ اور ابو صالح کی روایت ہے کہ انصار کا دستور تھا کہ جب ان کا کوئی مہمان ہوتا تو اس وقت تک کھانا نہ کھاتے تھے جب تک مہمان کھانے میں ان کے ساتھ شریک نہ ہو جاتا۔ اس آیت میں ان کو اجازت دے دی گئی کہ جس طرح چاہیں کھائیں اکٹھے ہو کر کھائیں یا الگ الگ کھائیں۔ "فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم" بعض بعض کو سلام کریں اور جب کوئی شخص گھر میں داخل ہو تو اپنے اہل والوں پر سلام کرے۔ یہ قول جابر، طاؤس، زہری، قتادہ، ضحاک، عمرو بن دینار کا ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ جب تم میں سے کوئی گھر میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں پر سلام بھیجو، وہی زیادہ حق دار ہیں کہ ان کو سلام کیا جائے اور جب تم میں سے کوئی گھر میں داخل ہو تو گھر میں کوئی موجود نہ ہو تو پھر اس طرح سلام کرو "السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین" بیان کیا گیا ہے کہ اس کے سلام کا جواب فرشتے دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص گھر میں داخل ہو تو گھر میں کوئی نہ ہو تو اس کو سلام اس طرح کرو "السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین"...... "السلام علی اهل البیت ورحمة اللہ" ہم پر ہمارے رب کی طرف سے سلامتی ہو، ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو، گھر والوں پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔

حضرت عمرو بن دینار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق اس آیت کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ جب تو مسجد میں داخل ہوتو یوں کہہ "السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین"...... "تحیۃ من عنداللہ" منصوب ہے مصدر ہونے کی وجہ سے، عبارت اس طرح تھی "ای تحیون تحیۃ"...... "مبارکۃ طیبۃ" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "مبارکۃ طیبۃ" سے مراد ہے اچھی خوبصورت۔ بعض حضرات نے کہا کہ سلام کے جواب کو برکت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے خیر میں زیادتی اور ثواب کی اُمید کی جاتی ہے۔ "کذلک یبین اللہ لکم الایات لعلکم تعقلون"

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْهُ. اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿62﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا. قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا. فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿63﴾

ترجمہ: بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لئے مجمع کیا گیا ہے (اور اتفاقاً وہاں سے جانے کی ضرورت پڑتی ہے) (تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں نہیں جاتے (اے پیغمبرؐ) جو لوگ (ایسے مواقع پر) آپ سے اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں تو جب یہ (اہل ایمان) لوگ (ایسے مواقع پر) اپنے کسی (ضروری) کام کے لئے آپ سے (جانے کی) اجازت طلب کریں تو ان میں سے آپ جس کے لئے چاہیں اجازت دے دیا کریں اور اجازت دے کر بھی) آپ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے تم لوگ رسول کے بلانے کو ایسا (معمولی بلانا) مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو (خوب) جانتا ہے جو (دوسرے کی) آڑ میں ہو کر تم میں سے (مجلس نبویؐ سے) کھسک جاتے ہیں سو جو لوگ اللہ کے حکم کی (جو کہ بواسطہ رسول پہنچا ہے) مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر (دنیا میں) کوئی آفت (نہ) آن پڑے یا ان پر (آخرت میں) کوئی دردناک عذاب نازل (نہ) ہو جائے۔

تفسیر: 62 "انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ" جب تم مومنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو۔ "علی امر جامع" ایسا کام جس میں اجتماعیت ضروری ہے۔ جیسے جنگ میں حاضر ہونا۔ نماز، جمعہ، عیدین یا کسی کام کے مشورت کے لیے وغیرہ۔ "لم یذھبوا" اس کام کو چھوڑ کر متفرق نہیں ہو جاتے اور جس کام کے لیے وہ جمع ہوئے ہیں اس سے روگرداں نہیں ہو جاتے۔

"حتّٰی یستاذنوہ" مفسرین کا قول ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز منبر پر تشریف فرما ہوتے اور کوئی شخص مسجد سے باہر نکلنا چاہتا، کسی حاجت یا عذر کی وجہ سے تو اس وقت تک وہ مسجد سے باہر نہ نکلتا یہاں تک کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک طرف کھڑا ہو جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے کھڑے ہونے سے سمجھ جاتے۔ پھر اس کو اجازت دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو چاہتے اجازت دے دیتے۔ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے کہ تم میں سے کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر نہ پکارے۔ جیسا کہ تم لوگ ایک دوسرے کو ناموں سے پکارتے ہو۔

مجاہد کا بیان ہے کہ جمعہ کے روز امام خطبہ کا کسی کو اجازت دینا ہاتھ کی انگلی کے اشارے کے ساتھ ہوتا ہے۔ بعض اہل علم کا بیان ہے کہ اجتماعی اُمور میں تمام مسلمان ایک امام کے ساتھ جڑے رہیں، اس کی مخالفت نہ کریں اور نہ ہی اس کو چھوڑ کر جائے مگر اس کی اجازت کے ساتھ لیکن جب اس نے امام سے اجازت طلب کی تو امام کو اختیار حاصل ہے چاہے تو وہ اس کو اجازت دے اور چاہے نہ دے۔ یہ اس وقت ہے جب اس مقام سے کوئی منع کرنے کا سبب نہ پایا جائے۔ ہاں اگر ایسا سبب پایا جائے جس کے لیے امام سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً کوئی عورت مسجد میں بیٹھی ہو اور اس کو حیض آ جائے یا کوئی شخص جنبی ہو جائے یا کوئی ایسا مرض لاحق ہو جائے تو بتائے بغیر جا سکتا ہے۔

"ان الذین یستاذنونک اولئک الذین یؤمنون باللّٰہ ورسولہ فاذا استأذنوک لبعض شانھم" ہر کام کے لیے اجازت لے کر جائیں۔ "فأذن لمن شئت منھم" جانے کے لیے اجازت دے دینا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر آپ چاہیں تو ان کو اجازت دے دیں اور اگر چاہیں تو اجازت نہ دیں۔ "واستغفرلھم اللّٰہ ان اللّٰہ غفور رحیم"

63 "لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضًا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے فرماتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ تم کو ان کی بددعاء سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ ان کی بددعا موجب عذاب ہے، دوسروں کی بددعا کی طرح نہیں ہے۔ مجاہد اور قتادہ کا بیان ہے کہ تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر نہ پکارو جیسے کہ تم میں سے بعض بعض کو پکارتے ہیں۔ یا محمد، یا عبداللہ۔ لیکن تعظیم اور تکریم کے ساتھ بلاؤ بلکہ یوں کہو یا نبی اللہ، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

"قد یعلم اللّٰہ الذین ......یتسللون" جو پوشیدہ طریقے سے نکلتے ہیں۔ "منکم لواذًا" ایک دوسرے کی آڑ میں جائیں جب ان کو کسی کا خوف آ جائے، پھر وہ خوف چلا جاتا ہے۔ "لو اذ" مصدر ہے لاوذ یلاوذ ملاوذۃ، "ولواذًا" بعض نے کہا کہ خندق کے کھودنے کے وقت منافقین اس طرح اپنے آپ کو چھپ چھپا کر نکل جاتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ایک دوسرے کی پناہ پکڑنا، آڑ لینا۔

منافقوں کے لیے جمعہ کے دن مسجد میں ٹھہرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سننا گوارہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آڑ لے کر مسجد سے پوشیدہ طور پر نکل جاتے تھے۔

"قد یعلم اللّٰہ" یہ تہدید اور مجازاۃ کے لیے ہے۔"فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ" ان کے کام میں عن صلۃ ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس حکم سے اعراض کرتے تھے اور بغیر اجازت کے مجلس سے چل پڑتے تھے۔ "أن تصیبھم فتنۃ" کہ ان پر کوئی مصیبت یا آزمائش نہ آپڑے۔ مجاہد کا قول ہے کہ فتنہ سے مراد ہے دُنیاوی مصیبت اور دُکھ اور عذاب الیم سے مراد ہے آخرت کا عذاب۔ "او یصیبھم عذاب الیم" آخرت میں ان کو تکلیف ہوگی۔ بعض نے کہا کہ دردناک عذاب ہوگا جس عذاب کی دُنیا میں جلدی کرتے ہیں۔

اَلَآ اِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. قَدْ یَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ وَیَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْہِ فَیُنَبِّئُھُمْ بِمَا عَمِلُوْا وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ⑥④

ترجمہ (اور یہ بھی) یاد رکھو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں (موجود) ہے سب خدا ہی کا ہے اللہ تعالیٰ اس حالت کو بھی جانتا ہے جس پر تم (اب) ہو اور اللہ تعالیٰ اس دن کو بھی (جانتا ہے) جس میں سب اس کے پاس دوبارہ زندہ کر کے) لائے جائیں گے پھر وہ ان کو سب جتلا دے گا جو کچھ انہوں نے کیا تھا اور اللہ تعالیٰ (تو) سب کچھ جانتا ہے۔

تفسیر ⑥④ "الا ان للّٰہ ما فی السّمٰوٰت والارض" سب اسی کی ملکیت ہے اور ہم اس کے بندے ہیں۔ "قد یعلم ما انتم علیہ" یعنی ایمان ہو یا نفاق سب کو وہ جانتا ہے۔ قد صلہ ہے۔ "ویوم یرجعون الیہ" اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ "فینبئھم بما عملوا" خواہ اس کا تعلق خیر سے ہو یا شر سے ہو۔ "واللّٰہ بکل شیءٍ علیم" حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عورتوں کو بالاخانہ پر نہ رکھو اور ان کو لکھنا نہ سکھاؤ بلکہ ان کو چرخہ کاتنے کی اور سورۃ نور کی تعلیم دو۔

سُوْرَةُ الْفُرْقَانْ

مکی سورت ہے اور اس میں ۷۷ آیات ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ① نِ الَّذِیْ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ②

ترجمہ: بڑی عالیشان ذات ہے جس نے یہ فیصلہ کی کتاب (یعنی قرآن) اپنے بندۂ خاص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمائی تا کہ وہ (بندہ) تمام دنیا جہان والوں کے لئے ڈرانے والا ہو ایسی ذات جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی حکومت حاصل ہے اور اس نے کسی کو (اپنی) اولاد قرار نہیں دیا اور نہ کوئی اس کا شریک ہے حکومت میں اور اس نے (ممکنات میں سے) ہر (موجود) چیز کو پیدا کیا پھر سب کا الگ الگ اندازہ رکھا۔

تفسیر: ① "تبارک" باب تفاعل سے ماضی کا صیغہ ہے، برکت سے ہے، اس کا معنی ہے کثرت خیر یعنی اس کی خیر کثیر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ہر خیر اس کی طرف سے آئی ہے۔ اس کی دلیل حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ برکت اسی کی طرف سے آئی ہے۔ ضحاک نے اس کا ترجمہ کیا ہے بڑی عظمت والا۔ "الذی نزّل الفرقان" اس سے مراد قرآن ہے۔ "علی عبدہ" اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ "لیکون للعالمین نذیرًا" عالمین سے مراد ہیں جنات اور انسان۔ بعض نے کہا کہ نذیر سے مراد قرآن ہے۔ بعض نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

② "الذی له ملک السمٰوات والارض ولم یتخذ ولدًا ولم یکن له شریکٌ فی الملک وخلق کل شیءٍ" جس پر مخلوق کی صفت کا اطلاق ہوتا ہے۔ "فقدره تقدیرًا" یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو عدم سے وجود میں لایا۔ پھر اس کی ایجاد میں ایک قدر خاص کا لحاظ رکھا تا کہ تفاوت نہ ہونے پائے۔ بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بیان کیا کہ اللہ نے ہر چیز کے لیے مدت زندگی، عمل اور رزق پہلے سے ہی مقرر کر دیا۔ یہ تینوں اشیاء تخلیق کے مطابق ہوتی ہیں۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ③ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ

اِفْكُ نِ افْتَرٰهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ. فَقَدْ جَآءُ وْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ④ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ⑤ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑥ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ. لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ⑦ اَوْ يُلْقٰى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْتَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا. وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ⑧ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ⑨

ترجمہ اور (باوجود حق تعالیٰ کے ایسے یکتا ہونے کے) ان مشرکین نے (خدا کی توحید) کو چھوڑ کر اور ایسے معبود قرار دیئے جو کسی چیز کے خالق نہیں اور (بلکہ) وہ خود مخلوق ہیں اور خود اپنے لئے نہ کسی نقصان (کے رفع کرنے) کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی نفع (کے حاصل کرنے) کا اور نہ کسی کے مرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی کے جینے کا اور نہ کسی کو (قیامت میں) دوبارہ جلانے کا اور کافر (یعنی مشرک) لوگ (قرآن کے بارے میں) یوں کہتے ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں نرا جھوٹ ہے جس کو ایک شخص (یعنی پیغمبر) نے گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس (گھڑت) میں اس کی امداد کی ہے سو یہ لوگ بڑے ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے اور یہ (کافر) لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آئی ہیں جن کو اس شخص (یعنی پیغمبر) نے لکھوالیا ہے پھر وہی (باتیں) اس کو صبح وشام پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں آپ (اس کے جواب میں) کہہ دیجئے کہ اس (قرآن) کو اس ذات نے اتارا ہے جس کو چھپی باتوں کی خواہ وہ آسمانوں میں ہوں یا زمین میں ہوں خبر ہے واقعی اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اور یہ (کافر) لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ (ہماری طرح) کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ وہ اس کے ساتھ رہ کر ڈراتا یا اس کے پاس (غیب سے) کوئی خزانہ آپڑتا یا اس کے پاس کوئی (غیبی) باغ ہوتا جس سے یہ کھایا کرتا اور (ایمانداروں سے) یہ ظالم یوں (بھی) کہتے ہیں کہ تم لوگ ایک مسلوب العقل آدمی کی راہ پر چل رہے ہو۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھئے تو یہ لوگ آپ کے لئے کیسی عجیب عجیب باتیں بیان کررہے ہیں سو (ان خرافات سے) وہ (بالکل) گمراہ ہوگئے پھر وہ راہ نہیں پاسکتے۔

تفسیر ③ "واتخذوا" وہ بت جو کفار مکہ نے بنا رکھے ہیں اور جن کی وہ عبادت کرتے ہیں۔ "من دونه آلهة" اس سے مراد بت ہیں "لایخلقون شیئًا وھم یخلقون ولا یملکون لانفسھم ضرًّا ولا نفعًا" یہ ضرر کو دور نہیں کرسکتے اور نہ ہی نفع دے سکتے ہیں "ولا یملکون موتًا ولا حیاةً" نہ وہ مُردہ ہیں اور نہ ہی وہ زندہ ہیں۔ "ولا

نشورًا" اور نہ ہی ان کو قیامت کے دن، دوسرے انسانوں کی طرح زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا۔

④ "وقال الذین کفروا" اس سے مراد مشرکین نضر بن حارث اور اس کے ساتھی ہیں۔ "ان ھذا" یعنی یہ قرآن "الا افک" (نعوذ باللہ) جھوٹ ہے۔ "افتراہ" حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی طرف سے بنایا۔ "واعانہ علیہ قوم آخرون" امام مجاہد کے نزدیک اس سے یہود مراد ہیں۔ حسن کے نزدیک عبید بن خضر حبشی کاہن ہے۔ بعض نے کہا کہ جبر و یسار اور عداس بن عبید ہیں۔ یہ اہل کتاب میں سے تھے جو مکہ میں رہائش پذیر تھے اور مشرکین کا یہ دعویٰ تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے لے کر یہ کلام بناتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "فقد جاء وا" یہ کہنے والے کا قول "ظلما وزورًا" یہ ظلم اور جھوٹ ہے۔ باء کے حذف ہونے کے ساتھ منصوب ہے۔ ان لوگوں نے شرک اور جھوٹ کو لے کر اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی۔

⑤ "وقالوا أساطیر الاوّلین اکتتبھا" نضر بن حارث کہا کرتا تھا کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے نہیں ہے یہ تو گزرے ہوئے لوگوں کی بنائی ہوئی کہانیاں ہیں۔ رستم اور اسفندیار کے قصے۔ اس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جبر و یسار اور عداس سے لکھوائے ہیں۔ یہاں اکتب کا معنی ہے طلب کرنا، یعنی وہ لکھا ہوا ان سے طلب کرتا تھا کیونکہ یہ خود نہیں لکھ سکتے تھے۔ "فھی تملی علیہ" ان کے سامنے ان کو پڑھ کر سنائی جاتی تا کہ ان کو یاد ہو جائے۔ "بکرۃ واصیلا" صبح و شام اللہ عزوجل ان کی تردید میں فرماتے ہیں۔

⑥ "قل انزلہ" یہ قرآن آسانی خدا نے اتارا ہے۔ "الذی یعلم السر" جو غیب کو جانتا ہے۔ "فی السمٰوت والارض انہ کان غفورًا رحیمًا"

⑦ "وقالوا مال ھذا الرسول" اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ "یا کل الطعام" جیسا کہ ہم سب کھاتے ہیں۔ "ویمشی فی الاسواق" اور وہ معاش تلاش کرتے ہیں اور چلتا ہے جیسے ہم چلتے ہیں اس کی امتیاز نبوت کے باعث ایسا کام نہ کرنے والا ہو۔ یعنی یہ رسول ہوتا تو دوسرے انسانوں سے کوئی امتیازی حیثیت ہوتی۔ کافر کہتے تھے کہ تم فرشتہ نہیں ہو، فرشتہ کھاتا پیتا نہیں اور تم کھاتے پیتے ہو اور تم بادشاہ بھی نہیں ہو، بادشاہ بازاروں میں نہیں گھومتا پھرتا اور تم گھومتے پھرتے ہو۔ یہ سب صفات آپ کی ہیں لیکن یہ تمام صفات نبوت کے منافی نہیں۔ "لولا انزل الیہ ملک" پھر اس کی تصدیق کرتے۔ "فیکون معہ نذیرًا" جو فرشتہ اس کے ساتھ رہ کر ڈراتا۔

⑧ "اویلقی الیہ کنز" اور اس پر آسمان سے کوئی خزانہ نازل ہوتا تو یہ خرچ کرتا کسی تردد کا محتاج نہ ہوتا اور طلب معاش میں اس کو خرچ کرتا۔

"او تکون لہ جنۃ" اس کے پاس کچھ باغات ہوں۔ "یاکل منھا" حمزہ اور کسائی نے (ناکل) نون کے ساتھ پڑھا ہے اور ہم بھی اس کے ساتھ اس باغ سے کھاتے "وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلاً مسحورًا" اس سے مراد فریب خوردہ ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ حق سے پھرنے والا۔

⑨ "انظر" اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھئے "کیف ضربوالک الامثال" اس سے مراد اشباہ ہے۔ یعنی انہوں

نے آپ کو جھوٹے افتراء پردازوں اور بیہودہ قصہ بیان کرنے والوں کی طرح قرار دے رکھا تھا اور بعض نے کہا کہ مسحور محتاج ہے۔"فضلوا" یہ دیکھ کر وہ حق سے گمراہ ہو گئے۔"فلایستطیعون سبیلا" گمراہی سے ہدایت کی طرف کوئی مخرج نہیں۔

تَبٰرَکَ الَّذِیْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَکَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِکَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ یَجْعَلْ لَّکَ قُصُوْرًا ⑩ بَلْ کَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ کَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا ⑪

ترجمہ: وہ ذات بڑی عالیشان ہے کہ اگر وہ چاہے تو آپ کو (کفار کی) اس (فرمائش) سے (بھی) اچھی چیز دے دے یعنی بہت سے (غیبی) باغات جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں اور آپ کو بہت سے محل دے دے بلکہ یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں اور (انجام اس کا یہ ہو گا کہ) ہم نے ایسے شخص کے لئے جو کہ قیامت کو جھوٹے سمجھے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔

تفسیر: ⑩"تبارک الذی ان شاء جعل لک خیرًا من ذلک" خزانوں اور باغوں سے بہتر نعمتیں دُنیا میں ہی دے دیتا۔ عکرمہ رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں کہ اگر وہ چاہے تو اس سے یعنی بازاروں میں گھومنے اور معاش کی تلاش میں پھرنے سے بہتر عنایت کر دے۔ پھر آگے خیر کو بیان کر دیا اور فرمایا"جنات تجری من تحتها الانهار ویجعل لک قصورًا" مضبوط مکان، عرب کے نزدیک ہر مضبوط مکان کو قصر کہتے ہیں۔ ابن کثیر، ابن عامر اور عاصم نے بروایت ابوبکر "یجعلُ" لام پر پیش پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے جزم پڑھا ہے کیوں کہ یہ جزاء کی جگہ واقع ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے"ان شاء جعل لک"

حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وادی مکہ کو میرے لیے سونا بنا دینے کی مجھ سے پیش کش کی۔ میں نے عرض کیا نہیں میرے رب! میں تو ایک دن شکم سیر ہو کر رہنا چاہتا ہوں اور ایک دن بھوکا رہنا چاہتا ہوں تاکہ جب میں بھوکا رہوں تو تیرے سامنے زاری کروں اور جب شکم سیر ہوں تو تیری تعریف اور شکر کروں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلتے۔ ایک فرشتہ جس کی کمر کعبے کے برابر تھی میرے پاس آیا اور اس نے کہا آپ کا رب آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو نبی بندہ ہی رہیں اور اگر چاہیں تو نبی بادشاہ ہو جائیں۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا، جبرئیل علیہ السلام نے اشارہ کیا کہ اپنے آپ کو نچلا رکھو، میں نے کہہ دیا کہ میں نبی اور بندہ رہنا چاہتا ہوں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف مشورہ دینے والے کی طرح دیکھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ آپ تواضع کو اختیار کریں تو میں نے کہا نبی اور بندہ رہنا چاہتا ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے کھانا

نہیں کھاتے تھے اور فرماتے تھے میں غلاموں کی طرح کھاتا ہوں اور غلاموں کی طرح بیٹھتا ہوں۔

⑪ "بل کذبوا بالساعة" ساعت سے مراد قیامت کا دن ہے۔ "واعتدنا لمن کذب بالساعة سعیرًا" بھڑکتی ہوئی آگ۔

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ⑫ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ⑬ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ⑭ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ⑮ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا ⑯ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ⑰

ترجمہ: وہ ان کو دور سے دیکھے گی تو وہ لوگ (دور ہی سے) اس کا جوش وخروش سنیں گے اور (پھر) جب وہ اس (دوزخ) کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جاویں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے آج ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو آپ (ان کو یہ مصیبت سنا کر) کہیے کہ (یہ بتلاؤ کہ) کیا یہ (مصیبت کی) حالت اچھی ہے یا وہ ہمیشہ کے رہنے کی جنت (اچھی ہے) جس کا خدا سے ڈرنے والوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ ان (کی اطاعت) کا صلہ ہے اور ان کا (آخری ٹھکانا (اور) ان کو وہاں وہ سب چیزیں ملیں گی جو کچھ وہ چاہیں گے (اور) وہ (اس میں) ہمیشہ رہیں گے (اے پیغمبر) یہ ایک وعدہ ہے جو آپ کے رب کے ذمہ ہے اور قابل درخواست ہے اور جس روز اللہ تعالیٰ ان (کافر) لوگوں کو اور جن کو وہ لوگ خدا کے سوا پوجتے تھے ان (سب) کو جمع کرے گا پھر ان معبودین (سے) فرماوے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ (خود ہی) راہ (حق) سے گمراہ ہو گئے تھے۔

تفسیر ⑫ "اذا رأتهم من مكان بعيد" کلبی کا قول ہے کہ اس سے مراد ایک سال کی راہ اور بعض کے نزدیک سو سال کی راہ اور بعض نے کہا پانچ سو برس راہ کی مسافت۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھ پر کوئی شخص جھوٹ کی بات کی نسبت نہ کرے اور جو ایسا کرے گا تو اس کو اپنی جگہ آگ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بنا لینی چاہیے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا، کیا آگ کی بھی آنکھیں ہوں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ نے فرمایا ہے "اذا رأتهم من مكان بعيد" اور بعض نے کہا کہ جہنم کے داروغوں کو جب دیکھیں گے "سمعوا لها تغيظا" جوش مارنے کی آواز جو غضبناک آدمی کی غصیلی آواز کی طرح ہو۔ "وزفيرًا" ایک آواز۔ تغیظ کی آواز کیسے سنائی دی جاتی ہے۔ اس کا جواب دیا گیا کہ جب تم اس کو دیکھ لو گے اور تم جان لو گے کہ یہ فلاں غصہ میں ہے اور اس سے ایک آواز سنو گے۔ بعض نے کہا کہ لہو ولعب کے وقت جب انسان کے سینے سے آواز نکلتی ہے۔ عبید بن عمیر کا قول ہے کہ قیامت کے دن جہنم کو بھڑکایا جائے گا تو کوئی مقرب فرشتہ یا نبی نہیں ہوگا جو اللہ کے سامنے سجدہ ریز نہ ہو۔

⑬"واذا القوا منها مکانًا ضیقًا" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ان کو تنگ مقام میں جکڑ کر ڈالا جائے گا اور نیزوں سے مارا جائے گا۔ "مقرنین" گردن سے ہاتھ بندھے ہوئے زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہوں گے۔ بعض حضرات نے کہا کہ شیطانوں کے ساتھ ساتھ باندھے گئے شیطانوں کی جٹ میں بندھے ہوئے۔ "دعوا ھنالک ثبورًا" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد ہلاکت ہے۔ ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن آگ کا لباس سب سے پہلے جس کو پہنایا جائے گا وہ ابلیس ہے۔ وہ اس لباس کو اپنی دونوں بھنوؤں پر رکھ کر کھینچے گا اور یا ثبوراہ پکارے گا۔ اس کی ذریت اس کے پیچھے یا ثبور پکارتی ہوگی۔ آخر سب دوزخ میں جا کر ٹھہریں گے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا۔

⑭"لاتدعوا الیوم ثبورًا واحدًا وادعوا ثبورًا کثیرہ" ان کی ہلاکت بہت دفعہ ہوگی۔ خواہ وہ ایک دفعہ پکاریں یا کئی بار پکاریں ان کو نو بنو عذاب میں مبتلا کیا جائے گا یا اس کا معنی ہے ان کی ہلاکت میں کوئی وقفہ نہیں ہوگا۔

⑮"قل اذلک" کیا یہ دوزخ جس کی حالت مذکورہ عبارت میں بیان کی گئی ہے جنت اور دوزخ کی اور ان کے اہل والوں کی۔ "خیر اُم جنة الخلد التی وعدالمتقون کانت لھم جزاء" جزاء بمعنی ثواب کے ہے۔ "ومصیرًا" اور اس کا مرجع لوٹنے کی جگہ۔

⑯"لھم فیھا ما یشاء ون خالدین کان علی ربک وعدًا مسئولاً" اس سے مراد مطلوب ہے۔ جب مؤمنین اپنے رب سے دُنیا میں اس بات کا سوال کرتے ہیں کہ "ربّنا و اتنا ما وعدتنا علی رسلک" اے ہمارے رب! ہم کو وہ جنت عطا فرمانا جس کا وعدہ اپنے پیغمبروں کی زبانی ہم سے کیا ہے تو ان کو کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو ہمیشہ والی جنت میں رہنے کا وعدہ کیا، ان کی دُنیا میں طاعت کی وجہ سے اور اس سے سوال کرنے سے۔ محمد بن کعب قرظی نے کہا فرشتے ایفاء عہد کی اس سے درخواست کریں گے اور کہیں گے "ربنا وادخلھم جنات عدن التی وعدتھم"

⑰"ویوم یحشرھم" ابن کثیر، ابوجعفر، یعقوب، حفص نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے نون کے ساتھ پڑھا ہے۔ "وما یعبدون من دون اللّٰہ" مجاہد کا قول ہے کہ اس جگہ ملائکہ جنات، حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام مراد ہیں۔ عکرمہ، ضحاک، کلبی کے نزدیک صرف اصنام مراد ہیں۔ "فیقول" ابن عامر نے نون کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ "ء انتم اضللتھم عبادی ھولاء ام ھم ضلّوا السبیل" وہ راہِ حق کا راستہ کھو بیٹھے تھے۔

قَالُوْا سُبْحٰنَکَ مَاکَانَ یَنْبَغِیْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِکَ مِنْ اَوْلِیَآءَ وَلٰکِنْ مَّتَّعْتَھُمْ وَ اٰبَآءَ ھُمْ حَتّٰی نَسُوا الذِّکْرَ وَکَانُوْا قَوْمًا م بُوْرًا ⑱ فَقَدْ کَذَّبُوْکُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ فَمَا تَسْتَطِیْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا وَمَنْ یَّظْلِمْ مِّنْکُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا کَبِیْرًا ⑲ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ

الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً. اَتَصْبِرُوْنَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ⑳

ترجمہ وہ (معبودین) عرض کریں گے کہ معاذ اللہ ہماری کیا مجال تھی کہ ہم آپ کے سوا اور کارسازوں کو تجویز کریں و لیکن آپ نے (تو) ان کو اور ان کے بڑوں کو (خوب) آسودگی دی یہاں تک کہ وہ (آپ کی) یاد کو بھلا بیٹھے اور یہ لوگ خود ہی برباد ہوئے (اس وقت اللہ تعالیٰ ان عابدین کو برملا لاجواب کرنے کے لئے فرماوے گا کہ) تو تمہارے ان معبودوں نے تو تم کو تمہاری باتوں میں جھوٹا ٹھہرادیا سو (اب) تم نہ تو خود (عذاب کو) ٹال سکتے ہو اور نہ (کسی دوسرے کی طرف سے) مدد دیئے جاسکتے ہو اور جو (جو) تم میں ظالم (یعنی مشرک) ہوگا ہم اس کو بڑا عذاب چکھائیں گے اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے اور ہم نے (تم میں) ایک کو دوسرے کے لئے آزمائش بنایا ہے کیا صبر کروگے (یعنی صبر کرنا چاہئے) اور آپ کا رب خوب دیکھ رہا ہے

تفسیر ⑱ "قالوا سبحانک" اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ ان کے ساتھ کوئی اور الٰہ بھی ہو۔ "**ما کان ینبغی لنا أن نتخذ من دونک من اولیاء**" ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ تمہارے دشمن کو ہم اپنا ولی بنادیں اور بعض نے کہا کہ ہم کیونکر کسی دوسرے معبود کی عبادت کرنے کا حکم دیں حالانکہ ہم خود تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ ابوجعفر نے "أن نتخذ" نون کے ضمہ اور خاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں دوسرا من صلۃ ہوگا۔ "**ولکن متعتھم و آباء ھم**" دُنیا میں لمبی عمر، صحت اور نعمت کے ساتھ تمہیں فائدہ دیا۔ "**حتّٰی نسوا الذکر**" پھر انہوں نے نصیحت کو ترک کردیا اور قرآن پر ایمان لانے کو چھوڑ دیا۔ بعض نے کہا کہ وہ تمہارے ذکر سے غافل ہوگئے۔ "**وکانوا قومًا بورًا**" وہ ہلاک ہوگئے۔ ان کے اوپر بدبختی غالب آجانے کی وجہ سے۔ "بورًا" مصدر ہے واحد پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور جمع پر بھی۔ بعض کے نزدیک بور ابائر کی جمع ہے۔ یہ واحد جمع، مذکر، مؤنث سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

⑲ "**فقد کذبوکم**" یہ مشرکین کو خطاب ہے۔ یہ تمہارے معبود ہی قیامت کے دن تمہیں جھٹلائیں گے۔ "**بما تقولون**" کہ وہ معبود ہیں۔ "**فما تستطیعون**" حفص نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس سے مراد عابدین ہیں اور دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس سے مراد الٰہ ہیں۔ "**صرفًا**" عذاب کو اپنے اوپر سے دور کریں گے۔ "**ولا نصرًا**" اور اپنے نفسوں کی مدد نہیں کرسکیں گے۔ بعض نے کہا کہ یہ معبودین باطلہ تمہارے اوپر سے عذاب کو ٹالنے والے نہیں ہیں۔ بعض نے کہا کہ صرف کا معنی حیلہ ہے۔ اسی سے عرب کا قول ہے۔ "**فلان یتصرف**" فلاں شخص کچھ حیلہ کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اب تم نہ کوئی حیلہ کرسکتے ہو نہ مدد۔ "**ومن یظلم**" کون ہے جو شرک جیسا ظلم کرتا ہے۔ "**منکم نذقہ عذابًا کبیرًا**"

⑳ "**وما ارسلنا قبلک من المرسلین**" اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) "**الا انھم لیأکلون الطعام**" ضحاک نے

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ نقل کیا ہے کہ جب مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مفلس و نادار ہونے کا طنز کیا اور کہا "ما لھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر رنج ہوا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی "ویمشون فی الاسواق" بعض نے اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ہم نے آپ سے پہلے بھی جتنے انبیاء کرام علیہم السلام دُنیا پر بھیجے ان کو بھی اسی طرح کہا گیا جیسے کہ آپ کو کہا جا رہا ہے حالانکہ وہ بھی زمین پر چلتے بازار میں جاتے اور کھانا وغیرہ کھاتے تھے۔ "وجعلنا بعضکم لبعض فتنة" مالدار کو نادار کے لیے مصیبت بنا دیا۔ فقیر کہتا ہے میں اس مال دار کی طرح کیوں نہیں ہوا، تندرست بیمار کے لیے مصیبت ہے اور شریف رذیل کے لیے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لیے آزمائش بنا دیا ہے تاکہ جو لوگ تمہارے مخالف ہیں اور تمہاری مخالفت میں باتیں کرتے ہیں اور تم ان کی باتوں کو سنتے اور ان کی مخالفتوں کو دیکھتے ہو تم ان کی اس اذیت رسانی پر صبر کرو اور اپنے سیدھے راستے پر چلتے رہو۔

بعض حضرات نے کہا کہ اس آیت کا نزول ابتلاء ہے کہ شریف، رذیل کو دیکھ کر شکر ادا کرتا ہے اور بسا اوقات اگر شریف آدمی اور اعلیٰ طبقہ کا شخص اسلام لانا چاہتا اور اس سے پہلے کوئی زیریں طبقے کا شخص مسلمان ہو چکا ہوتا تو اس اونچے والے طبقہ کو خیال ہوتا کہ اب اگر میں مسلمان ہوا تو اس رذیل شخص کو مجھ پر برتری حاصل ہوگی اور مجھے اس کے پیچھے رہنا پڑے گا۔ یہ سوچ کر وہ اپنا ارادہ بدل دیتا اور کفر پر ہی ڈٹا رہتا۔ بعض کے بعض کے لیے آزمائش ہونے کا یہی مطلب ہے۔ یہ بھی کلبی کا قول ہے۔

مقاتل کا بیان ہے کہ اس آیت کا نزول ابوجہل، ولید بن عتبہ، عاص بن وائل اور نضر بن حارث کے حق میں ہوا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابوذر، حضرت ابن مسعود، حضرت عمار، حضرت بلال، حضرت صہیب اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہم مسلمان ہو چکے ہیں، کہنے لگے اب اگر ہم مسلمان ہوئے تو ان کے برابر ہونا پڑے گا۔

مقاتل کا بیان ہے کہ اس آیت کا نزول فقراء مؤمنین کے بارے میں ہوا جن کے ساتھ قریش کے مشرکین مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ ذرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو دیکھو جن لوگوں نے ان کا ساتھ دیا ہے وہ تو ہمارے غلام ہیں۔ غریب طبقے کے لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو خطاب کر کے فرمایا "اتصبرون" فقر و شدت بھوک اور ان کی اذیتوں پر صبر کریں۔ "وکان ربک بصیرًا" جو شخص ان مصائب پر صبر کرے اور جو جزع فزع کرے ان سب کو دیکھنے والا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب تم میں کوئی مال اور جسم کے لحاظ سے اپنے سے اونچے کو دیکھے تو اپنے سے کمزور والے کو بھی دیکھے (تاکہ اس سے وہ شکر ادا کر سکے)۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا. لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ㉑ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ㉒ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ㉓

ترجمہ: اور جو لوگ ہمارے سامنے پیش ہونے سے اندیشہ نہیں کرتے (بوجہ اس کے کہ اس کے منکر ہیں) وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیں یہ لوگ اپنے دلوں میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں اور یہ لوگ حد (انسانیت) سے بہت دور نکل گئے ہیں جس روز یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے اس روز مجرموں (یعنی کافروں) کے لئے کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی اور کہیں گے کہ پناہ ہے پناہ ہے ہم (اس روز) ان کے (یعنی کفار کے) ان (نیک) کاموں کی طرف جو کہ وہ (دنیا میں) کر چکے تھے متوجہ ہوں گے سو ان کو ایسا بیکار کر دیں گے جیسے پریشان غبار۔

تفسیر ㉑ "وقال الذین لایرجون لقاء نا" وہ قیامت کے دن دوبارہ جی اُٹھنے سے نہیں ڈرتے۔ فراء کا قول ہے کہ یہاں رجاء اُمید اور خوف دونوں معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ تہامہ کی لغت میں "مالکم لا ترجون لله وقارًا" تم اللہ کی عظمت سے کیوں نہیں ڈرتے۔ "لولا انزل علینا الملائکة" تو وہ تمہیں بتلاتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں۔ "او نری ربّنا" وہ اپنے رب کو خود دیکھتے اور وہ ان کو خبر دیتا۔ "لقد استکبروا" وہ اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ "فی انفسهم" اس بات میں "وعتو عتوًا کبیرًا" مجاہد کا قول ہے کہ عتوا یعنی انتہائی سرکش ہو گئے۔ عتو کا معنی شدید ترین کفر اور بہت ہی بڑا ظلم۔ "عتوًا کبیرًا" سے مراد ہے کہ وہ انتہاء کو پہنچ گئے یہاں تک کہ خدا کو دیکھنے کے طلب گار ہو گئے۔

㉒ "یوم یرون الملائکة" یعنی مرنے کے وقت۔ بعض نے کہا کہ قیامت کے دن جب کافر ملائکہ کو دیکھیں گے۔ "لا بشری یومئذٍ للمجرمین" سے مراد کافر ہیں۔ قیامت کے دن ملائکہ مؤمنین کو خوشخبری دیں گے اور کفار سے کہیں گے کہ تمہارے لیے کوئی خوش خبری نہیں۔ اسی طرح عطیہ کا قول ہے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ قیامت کے دن مجرمین کے لیے کوئی خوش خبری نہیں ہوگی۔ ان کے لیے جنت کی کوئی خوشخبری نہیں ہوگی۔ جیسا کہ مؤمنین کو خوشخبری دی جائے گی۔ "ویقولون حجرًا محجورًا" عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ فرشتے کہیں گے حرام ہے حرام کر دیا گیا ہے کہ جنت میں سوائے ان لوگوں کے جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل تھے کوئی اور داخل ہو۔

مقاتل کا قول ہے کہ جب کافروں کو قبروں سے نکالا جائے گا تو اس وقت ملائکہ ان سے کہیں گے حرام ہے تمہارے لیے جنت حرام کر دی گئی ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ جب مجرموں کو قبروں سے نکالا جائے گا اور وہ ملائکہ کو دیکھیں گے تو مجرم خود ہی یہ الفاظ کہیں گے۔ ابن جریج کا قول ہے کہ عربوں پر جب کوئی مصیبت آتی ہے اور کسی ناخوش گوار امر میں مبتلا ہوتے ہیں تو "حجرًا محجورًا"

کہتے ہیں۔ چنانچہ مجرم فرشتوں کو دیکھنے کے بعد یہ الفاظ کہیں گے۔ مجاہد کا قول ہے کہ جب کافر ملائکہ کو دیکھیں گے تو اس روز فرشتوں سے اللہ کی پناہ مانگیں گے اور "حجرًا محجورًا" کہیں گے یعنی اللہ سے درخواست کریں گے کہ فرشتوں سے ان کو بچالے۔

㉓ "وقدمنا" متوجہ ہوئے "الی ما عملوا من عمل فجعلناه هباءً منثورًا" بے کار رائیگاں بنادیں گے اس پر کوئی ثواب نہیں دیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ رب العزت کے لیے نہیں کیا۔ هباء کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا هباء ان ذرّوں کو کہتے ہیں جو روشن دانوں کے شگافوں سے سورج کی روشنی پر غبار کی طرح نظر آتے ہیں مگر ہاتھ سے ان کو چھو نہیں سکتے اور نہ وہ سایہ میں نظر آتے ہیں۔ حسن، عکرمہ اور مجاہد کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے پراگندہ جدا جدا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قتادہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ هباء اس دھول کو کہتے ہیں جس کو ہوا اُڑاتی ہے اور بکھیرتی ہے۔ مقاتل نے کہا "هباء منثورًا" وہ ذرات ہوتے ہیں جو روشندانوں کے سوراخوں سے سورج کی کرنوں پر نظر آتے ہیں اور هباء منبث وہ دھول ہوتی ہے جو گھوڑوں کی ٹاپوں سے اُٹھتی ہیں اور اس کو اُڑاتی ہیں۔

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ㉔ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ㉕ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۣ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۚ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ㉖ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ㉗ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ㉘ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ㉙

ترجمہ (البتہ) اہل جنت اس روز قیام گاہ میں بھی اچھے رہیں گے اور آرام گاہ میں بھی خوب اچھے ہوں گے اور جس روز آسمان ایک بدلی پر سے پھٹ جائے گا اور فرشتے (زمین پر) بکثرت اتارے جاویں گے (اور) اس روز حقیقی حکومت (حضرت) رحمٰن (ہی کی ہوگی اور وہ (دن) کافروں پر بڑا سخت دن ہوگا اور جس روز ظالم (یعنی کافر آدمی غایت حسرت سے) اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھاوے گا اور کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ میں رسول کے ساتھ (دین کی) راہ پر لگ لیتا ہائے میری شامت (کہ ایسا نہ کیا اور) کیا اچھا ہوتا کہ میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا اس (کمبخت) نے مجھ کو نصیحت آئے پیچھے بہکایا (اور ہٹا دیا) اور شیطان تو انسان کو (عین وقت پر) امداد کرنے سے جواب دے ہی دیتا ہے۔

تفسیر ㉔ "اصحاب الجنة یومئذ خیر مستقرًا" مشرکین، متکبرین سے زیادہ وہ آرام میں ہوں گے۔ "واحسن مقیلا" ان کے آرام کی جگہیں آرام دہ ہوں گی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ان الفاظ سے آیا ہے کہ قیامت کا دن آدھا نہ ہونے پائے گا کہ اہل جنت، جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں جا کر ٹھہر جائیں گے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی "ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاۡ اِلَى الْجَحِيْمِ" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں یہ آیت اسی طرح آئی ہے۔ ازہری کا قول ہے قیلولہ اور مقیل نصف النہار کی استراحت کو کہتے ہیں۔ اگرچہ اس کے ساتھ نیند نہ آئی ہو۔ "واحسن مقیلا" جنت میں نیند تو نہیں آئے

گی۔روایت میں آتا ہے کہ مؤمنون کے لیے قیامت کا دن چھوٹا کر دیا جائے گا جیسے عصر سے غروب آفتاب تک ہوتا ہے۔

25 "ویوم تشقق السماء بالغمام" اس میں باء بمعنی عن کے ہے۔جیسا کہ عرب کا قول ہے "رمیت السهم بالقوس" میں نے کمان سے تیر پھینکا۔"تشقق" اصل میں "تتشقق" تھا دو تاء تھیں۔دونوں تاء کو ایک دوسرے میں ادغام کر دیا۔ابوعمرو، اہل کوفہ نے شین کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور سورۃ ق میں ایک تاء کے حذف کے ساتھ۔دوسرے قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔غمام ایک سفید باریک بادل کہر کی طرح ہوگا جو صرف بنی اسرائیل کے لیے وادی تیہ کے اندر اللہ نے نازل فرمایا تھا۔ "وننزل الملائكة تنزيلا" ابن کثیر نے "ننزل" دونون کے ساتھ پڑھا ہے اور لام کے رفع کے ساتھ۔الملائکہ منصوب ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ قیامت کے دن اللہ ایک میدان میں ساری مخلوق کو جمع کرے گا۔سب سے پہلے آسمان دُنیا ٹوٹے گا اور اس آسمان کے رہنے والے اُتریں گے اور وہ زمین کے رہنے والے جنات وانسان سے زیادہ ہوں گے۔ پھر دوسرا آسمان پھٹے گا اس کے رہنے والے اُتریں گے اور وہ پہلے آسمان کی مخلوق سے زیادہ ہوں گے اور جنوں اور انسانوں سے بھی زیادہ ہوں گے۔یہاں تک کہ ساتواں آسمان بھی ٹوٹ پڑے گا، ہر آسمان والے گزرے ہوئے آسمان والے سے زیادہ ہوں گے۔پھر کر یبون فرشتے نازل ہوں گے، پھر عرش کو اُٹھانے والے۔

26 "الملك يومئذ ن الحق للرحمٰن" اس دن حقیقی حکومت رحمٰن کی ہوگی۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ قیامت کے دن اس کے سوا کسی کی ملکیت نہیں ہوگی جو فیصلہ کرے۔"وكان يومًا على الكافرين عسيرًا" یعنی بہت سخت یہ خطاب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس دن مؤمن کے لیے کوئی تنگی نہیں ہوگی۔حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے دن مؤمنین پر وہ اتنی دیر ہوگی جتنی کہ دُنیا میں جو اخف ترین نماز پڑھی ہوگی اتنی دیر مشکل آئے گی۔

ویوم یعض الظالم کی تفسیر

27 "ويوم يعض الظالم على يديه" اس سے عقبہ بن ابی معیط کا ظلم مراد ہے کہ جب وہ سفر سے واپس آتا تھا، کھانا تیار کراتا اور اپنی قوم کے بڑے بڑے لوگوں کی دعوت کرتا تھا۔یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زیادہ دیر بیٹھتا تھا۔ایک روز سفر سے واپس ہو کر کھانا تیار کروایا اور لوگوں کی دعوت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دعوت دی، آپ تشریف لے گئے۔ جب عقبہ نے کھانا لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اس وقت تک تمہارا کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت نہ دو گے۔عقبہ نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کھانا کھالیا۔عقبہ ابی بن خلف کا دوست تھا، اُبی کو عقبہ کے کلمہ پڑھنے کی اطلاع ملی تو اس نے عقبہ سے کہا، عقبہ تم بے دین ہو گئے؟ عقبہ نے کہا نہیں خدا کی قسم میں تو بے دین نہیں ہوا، بات صرف یہ تھی کہ میرے گھر ایک آدمی آیا اور بغیر کلمہ شہادت پڑھوائے میرا کھانا کھانے سے اس نے انکار کر دیا۔میری غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ وہ میرے گھر سے کھانا

کھانے کے بغیر جائے، اس لیے میں نے شہادت دے دی اور اس نے کھانا کھالیا۔ ابی نے کہا میں اس وقت تک تم سے راضی نہیں ہوں گے جب تک تم جا کر اس کے منہ پر تھوک نہ دو گے۔ عقبہ نے جا کر ایسا کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے بھی اگر تجھے مکہ کے باہر پالیا تو تیرے سر پر تلوار ماروں گا۔ چنانچہ بدر کے دن عقبہ مارا گیا۔ رہا اُبی تو اس کو احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا۔ ضحاک کا قول ہے کہ جب عقبہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر تھوکا تو وہ تھوک واپس عقبہ کے چہرے پر آ پڑی جس سے اس کا چہرہ جل گیا اور مرتے دم تک اس کے چہرے پر اس کا نشان رہا۔

شعبی کا بیان ہے کہ عقبہ بن ابی معیط اُمیہ بن خلف کا دوست تھا۔ عقبہ مسلمان ہو گیا۔ اُمیہ نے کہا تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیعت کر لی ہے اس لیے میرا چہرہ تیرے لیے اور تیرا چہرہ میرے لیے دیکھنا حرام ہے۔ عقبہ نے اسلام کا انکار کر دیا اور مرتد ہو گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "ویوم یعض الظالم" اس سے مراد عقبہ بن ابی معیط بن عبدالشمس بن مناف ہے۔ ہاتھ کاٹنے سے مراد ندامت و افسوس کہ وہ دوست کہ جس نے اس کو اللہ کے راستہ سے روکا، اس نے اس کا کہا مان لیا اور گناہ و کفر کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو خود تباہ کر دیا۔ عطاء کا قول ہے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک کھا جائے گا، پھر ہاتھ اُگ آئیں گے۔ وہ حسرت و افسوس کرتے ہوئے ان کو پھر کھا جائے گا اور یوں ہی ہاتھ اُگتے رہیں گے اور وہ حسرت کے ساتھ کھاتا رہے گا۔

"یقول یالیتنی اتخذت" دُنیا میں **"مع الرسول سبیلاً"** کاش! میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع کر لیتا اور ان کی معیت میں ہدایت کا راستہ اختیار کر لیتا۔ ابو عمرو نے یاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے یاء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔

㉘ **"یاویلتا لیتنی لم اتخذ فلانًا خلیلاً"** اس سے مراد ابی بن خلف ہے۔

㉙ **"لقد اضلنی عن الذکر"** ذکر سے مراد ہے اللہ کی یاد یا قرآن مجید سے گمراہ کر دینا۔

"بعد اذ جاء نی" یعنی وہ ذکر جو رسول کے ساتھ آیا۔ **"وکان الشیطان"** ہر وہ سرکش سرتاب، خواہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے، راہِ خدا سے روکنے والا شیطان ہے۔ **"للانسان خذولا"** اس کو بے یار و مددگار چھوڑنا ضرورت کے وقت مدد نہ کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان کسی کا دوست نہیں۔ اس آیت کا حکم عام ہے جو دو دوست گناہ پر دوستی کو قائم رکھے ہوں ان کو آیت کا حکم شامل ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیک اور بد ہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کے پاس تو مشک ہے اور دوسرا لوہار کی بھٹی دھونک رہا ہے۔ مشک اپنے پاس رکھنے والا یا تو تم کو کچھ مشک مفت دے دے گا یا تم اس کو خرید لو گے یا کم از کم عمدہ خوشبو ہی تم کو مل جائے گی اور بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑوں کو جلا دے گا یا کم از کم اس کی طرف سے تم کو بد بو پہنچے گی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا سوائے مؤمن کے کسی کے ساتھ نہ رہو اور سوائے پرہیزگاروں کے تمہارا کھانا اور کوئی نہ کھائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، آدمی اپنے دوست کے مسلک پر ہوتا ہے اس لیے اس کو دیکھ لینا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ. وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً. كَذٰلِكَ. لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾

ترجمہ اور (اس دن) رسول کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری (اس) قوم نے اس قرآن کو (جو کہ واجب العمل تھا) بالکل نظر انداز کر رکھا تھا اور ہم اسی طرح (یعنی جس طرح یہ لوگ آپ سے عداوت کرتے ہیں) مجرم لوگوں میں سے ہر نبی کے دشمن بناتے رہے ہیں اور ہدایت کرنے کو اور مدد کرنے کو آپ کا رب کافی ہے اور کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان (پیغمبر) پر یہ قرآن دفعۃً واحدۃً کیوں نہیں نازل کیا گیا اس طرح (تدریجاً) اس لئے (ہم نے نازل کیا) ہے تاکہ ہم اس کے ذریعہ سے آپ کے دل کو قوی رکھیں اور (اس لئے) ہم نے اس کو بہت ٹھہرا ٹھہرا کر اتارا ہے اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کریں مگر ہم (اس کا) ٹھیک جواب اور وضاحت میں بڑھا ہوا آپ کو عنایت کر دیتے ہیں۔

تفسیر ⑳ "**وقال الرسول**" اس دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں گے "**یا ربّ انّ قومی اتخذوا هذا القرآن مهجورًا**" اس قرآن کو چھوڑ دیا اور اس سے اعراض کرنے لگے ہیں نہ اس پر وہ ایمان لائے ہیں اور نہ ہی وہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ وہ اسی کلام کو بیہودہ کہتے ہیں اور بری بات کہتے ہیں اور وہ اس قرآن کو شعر اور جادو کہتے ہیں۔ یہ قول امام نخعی اور مجاہد کا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو متروک بنا دیا۔ اس پر اللہ عزوجل نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

㉛ "**و كذلك جعلنا**" جس طرح ہم نے مشرکین میں سے ہر پیغمبر کے دشمن بنا دیئے تھے اس طرح آپ بھی ویسے ہی صبر کریں۔ جیسا کہ گزشتہ پیغمبروں نے کیا۔ "**لكل نبی عدوًا من المجرمين**" اس سے مراد مشرکین ہیں۔ مقاتل کا قول ہے کہ آپ ان کی باتوں سے تکلیف محسوس نہ کریں بلکہ ایسی تکالیف تو ماقبل انبیاء کو بھی آئیں۔ لہٰذا ہمارے حکم پر صبر کریں۔ جیسا کہ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام نے صبر کیا تھا، پھر ہم نے ان کی مدد کی اور ان کی قوموں کو ہدایت سے نوازا۔ "**و كفٰى بربك هاديا و نصيرًا**"

㉜ "**وقال الذين كفروا لولا نزّل عليه القرآن جملة واحدة**" جیسا کہ ہم نے توریت موسیٰ علیہ السلام پر، انجیل عیسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا "**كذلك**" اسی طرح ہم نے کیا۔ "**لنثبت به فؤادك**" لیکن ہم نے اس کو متفرق طور پر آپ پر نازل کیا تاکہ اس کی وجہ سے آپ کے دل کو تقویت اور جماؤ حاصل ہو اور آپ کو اس کے سمجھنے اور یاد رکھنے میں دشواری نہ ہو۔ ماقبل انبیاء کرام علیہم السلام پر جب کتاب نازل ہوتی تو وہ اس کو لکھتے اور پڑھتے تھے جب کہ اللہ رب العزت نے قرآن ایسے نبی پر نازل فرمایا جو نہ لکھنا جانتا ہے اور نہ ہی پڑھنا جانتا ہے۔ تدریجاً،

تدریجاً اس لیے نازل فرمایا تا کہ اس کے ناسخ ومنسوخ کا علم بھی ہو جائے اور ہر آیت میں کسی کی بات کا جواب بھی ہو سکے جو سوال آپ سے پوچھا گیا ہوتا کہ اس میں سوال پوچھنے والے اور جواب دینے والے دونوں کے لیے آسانی والا معاملہ پیش آ جائے۔
"ورتلناہ ترتیلا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ کیا ہے ہم نے قرآن کو واضح طور پر بیان کر دیا۔

ترتیلاً کی تفسیر

ترتیل کا معنی ہے ترسل یعنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا۔ سدی نے اس کا ترجمہ کیا ہے ہم نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے الگ الگ کر دیا۔ مجاہد کا قول ہے ہم اس کے ایک حصہ کو دوسرے کے بعد لائے۔ امام نخعی اور حسن نے کہا ہم نے اس کو جدا جدا ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔ "ولا یاتونک" اے محمد! یہ مشرکین آپ کے سامنے نہیں لاتے "بمثل" وہ ایسی مثال جس سے آپ کی نبوت کو مجروح قرار دیتے ہیں اور آپ کے عمل کو باطل کرتے ہیں۔ "الا جئناک بالحق" اور ہم آپ کو اس کا صحیح جواب دے دیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی مثال باطل ہو جاتی ہے جو لوگ کسی قسم کا شبہ پیدا کرتے ہیں اس کو مثل سے موسوم کیا اور اس شبہ کو دور کرنے کا نام حق دیا ہے۔ "واحسن تفسیرا" تفسیر تفعیل کے وزن پر ہے۔ فسر کا معنی ہے ظاہر کر دینا کسی ڈھکی ہوئی چیز کا پردہ ہٹا دینا۔
پھر اس کے بعد مشرکین کا تذکرہ کیا اور ارشاد فرمایا۔

اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اِلٰی جَهَنَّمَ اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّاَضَلُّ سَبِیْلًا ۝۳۴ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِیْرًا ۝۳۵ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَی الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِیْرًا ۝۳۶ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا کَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰیَةً وَّاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝۳۷ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًام بَیْنَ ذٰلِکَ کَثِیْرًا ۝۳۸ وَکُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ وَکُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِیْرًا ۝۳۹ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَی الْقَرْیَةِ الَّتِیْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ. اَفَلَمْ یَکُوْنُوْا یَرَوْنَهَا. بَلْ کَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ۝۴۰

(ترجمہ) یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے مونہوں کے بل جہنم کی طرف لے جائے جاویں گے یہ لوگ جگہ میں بھی بدتر ہیں اور طریقہ میں بھی بہت گمراہ ہیں اور تحقیق ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (یعنی توریت) دی تھی اور ہم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو ان کا معین بنایا تھا پھر ہم نے (دونوں کو) حکم دیا کہ دونوں آدمی ان لوگوں کے پاس جاؤ جنھوں نے ہماری (توحید کی) دلیلوں کو جھٹلایا ہے سو ہم نے ان کو (اپنے قہر سے) بالکل ہی غارت کر دیا اور قوم نوحؑ کو بھی ہم ہلاک کر چکے ہیں جب انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو غرق کر دیا اور ہم نے ان لوگوں کے لئے ایک نشان بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے اور ہم نے عاد اور ثمود اور

اصحاب الرس اوران کے بیچ بیچ میں بہت سی امتوں کو ہلاک کیا اور ہم نے ہر ایک کے واسطے عجیب عجیب مضامین بیان کئے اور ہم نے سب کو بالکل برباد ہی کردیا اور یہ اس بستی پر ہو گزرے ہیں جس پر بری طرح پتھر برسائے گئے تھے (سو کیا یہ لوگ) اس کو دیکھتے نہیں رہتے بلکہ یہ لوگ مر کر جی اٹھنے کا احتمال ہی نہیں رکھتے۔

تفسیر 34 "الذین" وہ لوگ "یحشرون علی وجوھھم" ان کو ہنکایا اور چلایا جائے گا۔ "الی جھنم اولئک شر مکانًا" ان کی جگہ اور ٹھکانا اور بعض نے کہا کہ منزل اور رہنے کی جگہ۔ "واضل سبیلاً" وہ سیدھا راستہ بھول گئے۔

35 "ولقد اٰتینا موسی الکتاب وجعلنا معہ اخاہ ھارون وزیرًا" مددگار بنادیا۔

36 "فقلنا اذھبا الی القوم الذین کذبوا باٰیاتنا" یعنی قبطی قوم کی طرف "فدمرناھم" یہاں پر اضمار ہے۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام قوم کے پاس گئے، دعوت دی لیکن ان دونوں کی انہوں نے تکذیب کی۔ "تدمیرًا" پھر ہم نے اس قوم والوں کو ہلاک کردیا۔

37 "وقوم نوح لما کذبوا الرسل" اس سے مراد بھیجے ہوئے ہیں اور جس نے ایک رسول کی تکذیب کی گویا اس نے تمام انبیاء کو جھٹلایا۔ اسی وجہ سے جمع کا لفظ ذکر کیا۔ "اغرقناھم وجعلناھم للناس اٰیۃ" اور اس کے بعد آنے والوں کے لیے ان کو عبرت کا نشان بنادیا۔ "واعتدنا للظالمین" اور ہم نے ظالموں کے لیے آخرت میں شمار کر کے رکھا ہوا ہے۔ "عذابًا الیما" سوائے اس عذاب کے جو وہ جلدی طلب کرتے تھے۔

38 "وعادا و ثمود" اور ہم نے عاد و ثمود کو ہلاک کردیا۔ "واصحاب الرس" ان کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

اصحاب الرسول کی تفصیل

وہب بن منبہ کا قول ہے وہ کنویں والے تھے اس کے اِردگرد بیٹھے ہوئے تھے اور یہ جانور پالتے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ان کی طرف اللہ رب العزت نے حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے سرکشی اختیار کی اور دعوت قبول نہیں کی۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو یہ لوگ طرح طرح کی اذیتیں دے رہے تھے۔ آخر ان سب کو ہلاک کردیا گیا، زمین سب کو کھا گئی، کنویں کو بھی ان کو بھی اور ان کے گھروں کو بھی۔

"والرس" ہر وہ کنواں جس کے اِردگرد دیوار بنادی گئی ہو اسے رس کہتے ہیں۔ قتادہ اور کلبی کا بیان ہے کہ رس علاقہ یمامہ میں ایک کنواں تھا وہاں کے باشندوں نے اپنے نبی کو شہید کردیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کردیا۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ ثمود یعنی قوم صالح میں سے جو لوگ بچ گئے تھے اصحاب الرس وہی لوگ تھے یا اس کنویں کے پاس رہتے تھے جس کا ذکر اللہ رب العزت نے "وبئر معطلۃ وقصر مشید" کیا ہے۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اصحاب الرس کا ایک پیغمبر تھا جس کا نام حنظلہ بن صفوان تھا۔ رس والوں نے اپنے پیغمبر

کوشہید کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کردیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لوگ اللہ کی طرف سے ایک مصیبت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ کعب، مقاتل اور سدی کا بیان ہے رس انطاکیہ میں ایک کنواں تھا، لوگوں نے حبیب بن نجار کو قتل کر کے اس کنویں میں ڈال دیا۔ اس کا تذکرہ آگے سورہ یٰسین میں آئے گا۔ بعض حضرات نے کہا کہ اصحاب الرس ہی اصحاب الاخدود تھے۔ انہوں نے ایک خندق کھودی تھی۔ عکرمہ کا قول ہے کہ اصحاب الرس نے اپنے نبی کو کنویں میں پاٹ دیا تھا یعنی دفن کردیا تھا۔ بعض نے کہا اس معدن کو کہتے ہیں رس کی جمع رساس آتی ہے۔ "وقرونًا بین ذلک کثیرًا" یعنی ہم نے بہت سی قوموں کو ہلاک کردیا، عاد اور اصحاب الرس کے درمیان۔

⑲ "وکلا ضربنا له الامثال" ان جیسی مشابہ چیزیں تا کہ ان پر کوئی حجت تام ہو جائے، ہم کسی کو بھی ہلاک نہیں کرتے مگر ڈرانے کے بعد۔ "وکُلًّا تبرنا تتبیرًا" یعنی ہم ان کو ہلاک کریں گے ہلاک کرنا۔ اخفش نے "تبرّنا" کا ترجمہ کیا ہے ہم نے ان کو توڑ دیا۔ زجاج نے کہا کہ کسی چیز کو توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے کو تتبیر کہتے ہیں۔

⑳ "ولقد أتوا علی القریة التی أمطرت مطر السوء" مطر السوء سے مراد پتھروں کی بارش اور یہ بارش قوم لوط پر برسی۔ اس کی پانچ بستیاں تھیں۔ اللہ نے چار بستیوں کو ہلاک کر ڈالا اور ایک بستی بچ گئی۔ یہ چھوٹی سی بستی تھی اور یہ قوم لوط والا برا عمل نہیں کرتے تھے۔ "أفلم یکونوا یرونها" جب یہ لوگ سفر کرتے ہیں اور اس بستی کے پاس سے گزرتے ہیں تو اس پر غور و فکر کر کے عبرت کیوں نہیں پکڑتے کیونکہ شہر مدین مدینہ سے شام جانے والوں کے راستے کے درمیان میں آتا تھا۔ "بل کانوا لا یرجون" وہ اس سے نہیں ڈرتے۔ "نشورًا" دوبارہ جی اُٹھنے کی اُمید نہیں ہوتی۔

وَاِذَا رَاَوْکَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَکَ اِلَّا هُزُوًا. اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ کَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَیْهَا. وَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ. اَفَاَنْتَ تَکُوْنُ عَلَیْهِ وَکِیْلًا ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَکْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ. اِنْ هُمْ اِلَّا کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۴۴﴾ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ. وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاکِنًا. ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًا ﴿۴۵﴾

(ترجمہ) اور جب یہ لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ سے تمسخر کرنے لگتے ہیں کہ کیا یہی ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اس شخص نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر قائم نہ رہتے اور جلدی ہی ان کو معلوم ہو جاوے گا جب، عذاب کا معائنہ کریں گے کہ کون شخص گمراہ تھا (اے پیغمبر!) آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے سو کیا آپ اس کی نگرانی کر سکتے ہیں یا آپ خیال کرتے ہیں کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں (اے مخاطب) کیا تو نے پروردگار کی (اس قدرت) پر نظر نہیں کی کہ اس نے سایہ کو کیونکر (دور تک) پھیلایا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اس کو

ایک حالت پر ٹھہرا ہوا رکھتا پھر ہم نے آفتاب کو اس (سایہ کی درازی اور کوتاہی) پر علامت مقرر کیا۔

تفسیر ④١ "واذا راوک ان یتخذونک" یہ نہیں بناتے مگر آپ کے ساتھ۔ "الا هزوًا" اس آیت کا نزول ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے گزرے اور بطور استہزاء کہنے لگے "اهذا الذی بعث الله رسولاً"۔

④٢ "ان کاد لیضلنا" قریب تھا کہ وہ ہمارے معبودوں کی طرف سے بہکا لیتا۔ "عن الهتنا لولا ان صبرنا علیها" اگر ہم اس پر صبر اختیار نہ کرتے تو ہمیں یہ بہکا ہی لیتے۔ "وسوف یعلمون حین یرون العذاب من اضل سبیلاً" ان کو یوں ہی نہیں چھوڑے گا۔

④٣ "ارأیت من اتخذ الٰهه هواه" مشرکین میں سے جو شخص پتھر کی پوجا کرتا جب وہ اس پتھر کو دیکھتا تو وہ اس کو بہت اچھا معلوم ہوتا اور اسی طرح وہ دوسرا پتھر بھی لے لیتا اور اس کی پوجا کرتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ کیا آپ اس شخص کو دیکھ رہے ہیں جس نے اللہ کی عبادت کو ترک کر دیا ہے جو اس کا خالق ہے اور پتھروں کی طرف جھک گیا ہے ان کی پوجا کرنے لگا ہے۔ "افأنت تکون علیه وکیلاً" کیا آپ ان کے محافظ ہیں یا کفیل کہ ان کو خواہش نفس سے روکیں اور غیر اللہ کی عبادت سے ان کو روکیں۔ اس طرح آپ نہیں۔ کلبی کا بیان ہے کہ آیت قتال میں یہ آیت منسوخ ہوگئی ہے۔

④٤ "ام تحسب أن اکثرهم یسمعون" یہ لوگ سمجھنے کی غرض سے نہیں سنتے۔ "او یعقلون" وہ اس پر غور نہیں کرتے نہ کسی نصیحت کو اور نہ ہی دلیل کو۔ "ان هم" اس کا معنی ہے "ماهم" نہیں ہیں وہ "الا کالانعام بل هم اضل سبیلاً" چونکہ چوپائے بھی اپنے پینے کی جگہ اور چرنے کی جگہ خود چلے جاتے ہیں اور اپنے مالک کے حکم کو مانتے ہیں جبکہ یہ کفار حق کے راستے کو نہیں جانتے اور نہ ہی اللہ رب العزت کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے رزق کی قدر نہیں کرتے چونکہ چوپائے چارہ گھاس کھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کے سامنے جھکتے بھی ہیں جبکہ کفار نہ تسبیح پڑھتے ہیں اور نہ ہی اللہ کی فرمانبرداری میں جھکتے ہیں۔

④٥ "الم تر الی ربک کیف مدالظل" کیا تم نے اپنے رب کے بنائے ہوئے لمبے سائے کو نہیں دیکھا جو مشرق سے مغرب تک ہے۔ طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک کا وقت ظل کہلاتا ہے۔ ظل کا لفظ دوسری جگہ بھی آیا ہے۔ "فی ظل الجنة وظل ممدود" جس کے ساتھ سورج نہ ہو۔ "ولو شاء لجعله ساکنًا" وہ ہمیشہ اور دائم رہے گا۔ اس کو سورج کی روشنی ختم نہیں کرتا بلکہ قیامت تک رات ہی رات رہتی۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ جو سایہ سورج سے زائل ہو جاتا ہے اس کو ظل کہتے ہیں اور جس سایہ سے دھوپ زائل ہو جاتی ہے اس کو فئی کہتے ہیں گویا زوال آفتاب سے پہلے ظل ہوتا ہے اور زوال کے بعد فئی آتا ہے زوال کے بعد سایہ بھی مشرق سے مغرب کی طرف لوٹ آتا ہے۔ "ثم جعلنا الشمس علیه دلیلاً" اس سائے پر دلیل ہوتی۔ یعنی اگر سورج نہ ہوتا تو سائے کو سایہ کون جانتا روشنی نہ ہوتو تاریکی کی پہچان کیسے ہو، چیزوں کی شناخت ان کی ضدوں کو جاننے سے ہوتی ہے۔

ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿46﴾ وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿47﴾ وَهُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًام بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿48﴾

ترجمہ: پھر ہم نے اس کو اپنی طرف آہستہ آہستہ سمیٹ لیا اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پردہ کی چیز اور نیند کو راحت کی چیز بنایا اور دن کو زندہ ہونے کا وقت بنایا اور وہ ایسا ہے کہ اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ (بارش کی امید دلا کر دل کو) خوش کر دیتی ہیں اور ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں جو پاک صاف کرنے کی چیز ہے۔

تفسیر ⑯ "ثم قبضناه" اس سے مراد سایہ ہے۔ "الینا قبضاً یسیرًا" سورج کے نکلنے کے ساتھ ساتھ وہ سایہ جاتا رہتا ہے۔ قبض کہتے ہیں پھیلی ہوئی چیز کو سمیٹنا جمع کرنا۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے سایہ پوری زمین پر پھیلا ہوتا ہے۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ہم تدریجاً تدریجاً اس سایہ کو جمع کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ سایہ ختم ہو جاتا ہے۔

⑰ "وهو الذی جعل لکم اللیل لباسًا" اس کو پردہ بنایا جس کے ذریعے سے اس کو ڈھانپا جاتا ہے۔ پھر اس کا اندھیرا ہر چیز پر چھا جاتا ہے۔ جیسے لباس پہننے والے کے جسم کو ڈھانپ لیتا ہے۔ "والنوم سباتاً" اور نیند کو بدن کے لیے راحت بنایا اور تمہارے اعمال "مشاغل بیداری" سے منقطع بنایا۔ سبت کا لغوی معنی ہے کاٹنا اور نائم مسبوت کہا جاتا ہے ایسی نیند جو اس کے عمل و حرکت کو منقطع کر دیتی ہے۔ "وجعل النهار نشورًا" اور دن کو اُٹھنے اور بیٹھنے کا وقت بنا دیا تاکہ اس کے ذریعے سے تم اپنا رزق تلاش کرو اور اپنے اپنے شغل میں بکھر جاؤ۔

⑱ "وهو الذی أرسل الریاح بشرًا بین یدیه رحمته" رحمت سے مراد بارش ہے۔ "وأنزلنا من السماء ماءً طهورًا"

ماءً طهوراً کی تفسیر

طہور کہتے ہیں جو فی نفسہ پاک ہو اور دوسری چیز کو پاک کرنے والی ہو۔ یہ نام ہے جس کے ساتھ پاک کیا جاتا ہے جیسے سحور نام ہے جس کو سحری کے وقت کھایا جاتا ہے۔ فطور نام ہے افطار کی چیز کو۔ اس پر دلیل وہ روایت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندر کے بارے میں فرمائی تھی کہ اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مُردار حلال ہے۔ یہاں مطہر سے مراد پانی کا مطہر ہونا ہے کیونکہ انسان اس کے ذریعے سے حدث اور نجاست کو دور کرتا ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد فرمایا "وینزّل علیکم من السماء ماء لیطهرکم به" اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ طہارت صرف پانی ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

اصحاب الرائے اس طرف گئے ہیں کہ طہور وہ چیز ہے جو طاہر ہو اس سے نجاست کا زائل کرنا جائز ہے۔ ان کے نزدیک ہر مائع چیز جو پاک ہو اس سے نجاست دور کی جا سکتی ہے۔ جیسے سرکہ، گلاب کا پانی اور اس جیسا۔ اگر اس کے ذریعے سے ازالہ نجاست جائز ہے تو اس سے ازالہ حدث بھی جائز ہے۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ طہور اس چیز کو کہتے ہیں جو بار بار پاک کرے جیسے صبور وہ چیز جس کے ذریعے سے بار بار صبر کا

ظہور ہو اور شکور وہ چیز جس کے ذریعے سے بار بار شکر حاصل ہو۔ اسی قول کی بنیاد پر امام مالک کے نزدیک اس پانی سے جس کو وضو میں ایک بار استعمال کر لیا گیا ہو، وضو کرنا جائز ہے اور اگر پانی میں کوئی چیز گر جائے جس کے ذریعے سے اس پانی کا ذائقہ، رنگ یا بُو زائل ہو جائے تو کیا اس کی طہوریت زائل ہو گی یا نہیں؟

پانی ماءِ مستعمل کب ہوتا ہے

اگر پانی میں ایسی چیز گر جائے جو عام طور پر پانی میں موجود ہوتی ہے اس سے پانی نجس نہیں ہوگا۔ مثلاً مٹی کا پانی میں گر جانا یا درخت کے پتوں کا گر جانا اور اسی طرح اگر پانی ایک جگہ کھڑے کھڑے اس کا رنگ بدل جائے تو وہ نجس نہیں ہوگا اور اسی طرح پانی کے اندر کوئی ایسی چیز کامل جانا جو اس میں مل نہ سکتی ہو۔ مثلاً تیل کامل جانا، اس کی بُو کی وجہ سے وہ نجس نہیں ہوگا کیونکہ اس کے اندر تغیر مجاورۃ کی وجہ سے آیا ہے مخالطت کی وجہ سے نہیں آیا۔ ایسی چیز پانی کے ساتھ مل جائے جس سے عام طور پر پانی کو بچایا جاتا ہے مثلاً سرکہ، زعفران کا پانی اور اس جیسے تو اس صورت میں اس سے پاکی حاصل کرنا جائز نہیں۔ اگر چہ اس کا ایک وصف بھی متغیر نہ ہوا ہو۔

اور اگر اس پانی میں کوئی پاک چیز ملی ہو تو پھر وہ پانی نجس نہیں ہوگا۔ اس سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے خواہ وہ پانی قلیل ہو یا کثیر اور اگر اس پانی کے اندر کوئی نجس چیز گری ہو تو پھر دیکھیں گے کہ پانی کتنی مقدار میں ہے۔ اگر پانی دو قلوں سے کم ہو تو پھر وہ نجس ہوگا اور اگر دو قلے یا اس سے زائد مقدار میں ہو تو پھر وہ نجس نہیں ہوگا۔ قلتان کا وزن پانچ گھڑے (قرب) ہیں جس کا وزن پانچ سو رطل ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگلی حوضوں کے متعلق پوچھا گیا جن حوضوں پر دواب اور چوپائے وغیرہ آتے رہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب پانی دو قلے ہوں تو وہ نجاست کو نہیں اُٹھاتا۔

یہ قول امام شافعی، امام احمد، اسحاق اور اہل حدیث کی ایک جماعت کا قول بھی ہے کہ جب پانی اس مقدار تک پہنچ جائے تو نجاست کے گرنے سے وہ پانی نجس نہیں ہوگا۔ جب تک اس کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی وصف نہ بدل جائے اور ایک جماعت کا قول ہے کہ قلیل پانی نجاست کے گرنے سے نجس نہیں ہوگا جب اس کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی ایک وصف بدل جائے۔ یہ قول حسن، عطا، نخعی اور زہری کا ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ کہا گیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم بئر بضاعۃ سے وضو کریں اور وہ ایسا کنواں ہے جس میں حیض کے کپڑے، کتوں کا گوشت اور بدبودار چیزیں پھینکی جاتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کا پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز نجس نہیں کر سکتی۔

لِّنُحْيِۦَ بِهِۦ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿49﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿50﴾

ترجمہ: تا کہ اس کے ذریعہ سے مردہ زمین میں جان ڈال دیں اور اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چار پایوں اور بہت سے آدمیوں کو سیراب کریں اور ہم اس (پانی) کو (بقدر مصلحت) ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں تا کہ لوگ غور کریں سو (چاہئے تھا کہ غور کر کے اس کا حق ادا کرتے) لیکن اکثر لوگ ناشکری کے سوا ہر بات سے انکاری ہیں۔

تفسیر: ⑭ "لنحیی بہ" اس بارش کے ذریعے سے "بلدۃ میتًا"...... "میتۃ" نہیں کہا کیوں کہ اس کا مرجع جگہ اور مکان ہے غیر ذوی العقول بے جان ہے۔ "ونسقیہ مما خلقنا انعامًا" ہم اس کے ذریعے سے چوپائیوں کو پانی پلاتے ہیں۔ "واناسی کثیرًا" اور بہت سارے انسانوں کو بھی سیراب کرتے ہیں۔ اناسی جمع ہے انسی کی اور بعض نے کہا کہ انسان کی جمع ہے۔ اس کی اصل اناسین ہے۔ مثل بستان اور بساتین کے۔ یہاں پر یاء نون کے مقابلے میں ہے۔

⑤ "ولقد صرفناہ بینھم" ہم اس بارش کو کبھی ایک شہر کی طرف کبھی دوسرے شہر کی طرف پھیر دیتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کوئی سال ایسا نہیں ہوتا کہ دوسرے سال سے اس میں بارش زیادہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ بارش کو زمین پر گھماتا رہتا ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

ایک مرفوع روایت میں آتا ہے کہ کوئی ساعت ایسی نہیں ہوتی نہ رات میں نہ دن میں کہ ابر سے بارش نہ ہوتی ہو۔ اللہ تعالیٰ بارش کا رُخ جس طرف چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ ابن اسحاق، ابن جریج اور مقاتل نے حضرت ابن مسعود تک اس قول کو پہنچایا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمایا ہے کہ کسی ایک سال دوسرے سال سے زیادہ بارش نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ نے رزق کو تقسیم کر لیا، نچلے آسمان میں بارش کا خزانہ رکھ دیا اور مخصوص ناپ تول کے ساتھ نیچے اُتارتا ہے جب کوئی قوم گناہ کرتی ہے تو اللہ اس کی طرف سے بارش کا رُخ موڑ کر دوسروں کی طرف کر دیتا ہے اور جب سب نافرمان ہو جاتے ہیں تو پھر بیابانوں اور دریاؤں کی طرف بارش کو موڑ دیتا ہے۔

بعض کے نزدیک تصریف المطر سے مراد یہ ہے کہ کبھی بارش بڑی بڑی بوندوں کی شکل میں موسلا دھار ہوتی ہے کبھی خفیف اور شبنم کے رنگ میں۔ بعض نے کہا کہ تصریف سے مراد یہ ہے کہ دریاؤں اور چشموں کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ "لیذکروا" تا کہ وہ اس قدرت الٰہی سے نصیحت اور عبرت حاصل کریں۔ "فابی اکثر الناس الا کفورًا" اس سے مراد انکار کرنا ہے۔ ان کا کفر اس وجہ سے کہ جب بارش برستی تو کہتے کہ فلاں ستارے کی بناء پر بارش برسی ہے۔

حضرت زید بن خالد جہنی سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں رات کے وقت بارش ہوئی جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد لوگوں کی طرف رُخ پھیرا اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول ہی جانے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے فرمایا، صبح کو میرے بندوں میں سے کچھ مجھ پر ایمان رکھنے والے ہونگے کچھ کافر۔ جن لوگوں نے کہا ہم پر اللہ کے فضل و رحمت کی بارش ہوگئی وہ مجھ پر ایمان رکھنے والے ہیں اور ستاروں کے منکر اور جن لوگوں نے کہا کہ فلاں ستارہ سے ہم پر بارش ہوئی، وہ میرے منکر ہوگئے اور ستاروں پر یقین رکھنے والے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿51﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿52﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ. وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿53﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿54﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ. وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿55﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿56﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿57﴾

ترجمہ اور اگر ہم چاہتے تو آپ کے علاوہ اسی زمانہ میں) ہر بستی میں ایک ایک پیغمبر بھیج دیتے سو (اس نعمت کے شکریہ میں) آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کیجئے اور قرآن سے انکا زور و شور سے مقابلہ کیجئے (آگے پھر عود ہے دلائل توحید کی طرف) اور وہ ایسا ہے جس نے دو دریاؤں کو (قوراً) ملایا جن میں ایک (کا پانی) تو شیریں تسکین بخش ہے اور ایک (کا پانی) شور تلخ ہے اور ان کے درمیان میں (اپنی قدرت سے) ایک حجاب اور ایک مانع قوی رکھ دیا اور وہ ایسا ہے جس نے پانی سے (یعنی نطفہ سے) آدمی کو پیدا کیا پھر اس کو خاندان والا سسرال والا بنایا اور (اے مخاطب) تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے اور (باوجود اس کے) یہ (مشرک) لوگ (ایسے) خدا کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو کچھ نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ ان کو کچھ ضرر پہنچا سکتی ہیں اور کافر تو اپنے رب کا مخالف ہے اور ہم نے آپ کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ (ایمان والوں کو جنت کی) خوشخبری سنائیں اور (کافروں کو دوزخ سے) ڈرائیں آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا ہاں جو شخص یوں کہے کہ اپنے رب تک (پہنچنے) کا راستہ اختیار کرے۔

تفسیر ﴿51﴾ "ولو شئنا لبعثنا فی کل قریة نذیرًا" پیغمبر جو بستی والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے۔ لیکن ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام بستیوں کی طرف رحمت بنا کر بھیجا اور آپ پر لوگوں کو ڈرانے کا بوجھ ڈال دیا۔ آپ کی عظمت و شان بلند کرنے کے لیے ہم نے سب لوگوں کے لیے تنہا آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور تمام پیغمبروں پر آپ کو فضیلت عطا فرمائی۔

﴿52﴾ "فلا تطع الکافرین" کافر جس طرف آپ کو بلاتے ہیں۔ آپ ان کا کہنا نہ مانیں اور ان کی موافقت نہ کریں۔ "وجاهدهم به" اور ان کے ساتھ جہاد کریں۔ قرآن کے دلائل کے ساتھ۔ "جهادًا کبیرًا" بڑے زور و شور سے۔

﴿53﴾ "وهو الذی مرج البحرین" وہ ایک سمندر کو دوسرے سمندر سے متصل اور چسپاں کر کے آزاد چھوڑ دیا۔ بعض نے کہا کہ ان دونوں کو چلنے کے لیے آپس میں چھوڑ دیا۔ جیسے کہا جاتا ہے "یرسل الخیل المرج" گھوڑے کو چراگاہ میں آزاد چھوڑ دیا کہ جہاں چاہے چرتا پھرے۔ مرج اصل میں کہا جاتا ہے کہ کسی چیز کو خلط ملط کر کے چھوڑ دینا۔

"هذا عذب فرات" شدید پیاس کو بجھانے والا۔ "وهذا ملح اجاج" شدید نمکین۔ بعض نے کہا کہ اجاج کا معنی ہے تلخ کڑوا۔ "وجعل بینهما برزخًا" ان دونوں کے درمیان آڑ ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار تا کہ نمکین شیرین کے ساتھ نہ ملے اور شیریں نمکین

کے ساتھ نہ ملے۔ "وحجرًا محجورًا" وہ پردہ سخت ہے کوئی اس کی حد سے آگے نہیں بڑھتا اور نمکین سمندر میٹھے سمندر کو بگاڑ نہیں سکتا۔

⑭ "وھو الذی خلق من الماء" اس سے مراد نطفہ ہے۔ "بشرًا فجعله نسبًا و صھرًا" اس کو نسب والا یعنی مرد بنایا اور سسرال والا بنایا۔

نسباً وصھراً کی تفسیر

بعض نے کہا کہ نسب سے مراد وہ ہے جس کے ساتھ نکاح کرنا حلال نہیں اور "صھر" سے مراد وہ ہے جس سے نکاح کرنا حلال ہے۔ نسب وحرمت کو واجب کرنے والی ہو اور "صھر" وہ ہے جو حرمت کو واجب نہ کرنے والی ہو۔ بعض نے کہا وہ نسب کی وجہ سے ہو۔ مثلاً قرابت اور "صھر" جو دوسروں کے ساتھ مل کر قربت والا رشتہ حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے نسب کی وجہ سے سات رشتے حرام کیے ہیں اور سبب کی وجہ سے سات رشتے حرام قرار دیئے اور وہ اس آیت میں "حرمت علیکم امھاتکم" ہے...... "وکان ربک قدیرًا"

⑮ "ویعبدون من دون اللہ" یہ مشرکین "مالا ینفعھم" اگر تم ان کی عبادت کرو گے تو وہ تمہیں کسی قسم کا نفع نہیں دیں گے۔ "ولا یضرھم" اگر تم ان کی عبادت کرنا چھوڑ دو گے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ "وکان الکافر علی ربه ظھیرًا" اپنے رب کی نافرمانی کر کے اپنے شیطانوں کا مددگار ہو جاتا ہے۔ زجاج کا قول ہے کہ وہ شیطان کے مددگار اس طرح ہوتے ہیں کہ وہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور بتوں کی پوجا کرنا شیطان کی معاونت کرنا ہے۔ بعض نے کہا کہ ظہیر کا ترجمہ ہے، ذلیل کمینہ، جیسا کہ کہا جاتا ہے "جعلنی بظھیر" اس نے مجھے ذلیل کر دیا اور کہا جاتا ہے۔ "ظھر به" جب کسی چیز کو پس پشت پھینک دیا اور اس کی طرف التفات نہیں کیا۔

⑯ "وما ارسلناک الا مبشرًا و نذیرًا" یعنی وہ ڈرانے والا ہے۔

⑰ "قل ما اسئلکم علیه" وحی کی تبلیغ میں۔ "من اجر" کوئی ایسا معاوضہ نہیں مانگتا جو تم کو میرے اتباع سے روکے اور تم اس کو اپنے اوپر تاوان سمجھو۔ "الا من شاء ان یتخذ الی ربه سبیلاً" یہ استثناء منقطع ہے۔ یعنی جو شخص اپنا مال راہِ خدا میں اللہ کے قرب تک پہنچنے کے لیے خرچ کرنا چاہتا ہو تو وہ ایسا کرے، میں اپنے لیے کچھ طلب نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ میں اپنے لیے تو کچھ مانگتا نہیں، ہاں اس بات سے بھی نہیں روکتا کہ راہِ خدا میں کوئی اپنا مال صرف کرے اور اللہ کی خوشنودی کا طلبگار ہو اور اس کا راستہ اختیار کرے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِىْ لَا يَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ. وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَا ⑱ نِ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ. اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ⑲ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ. اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا (آیت سجدہ) ⑳ تَبٰرَكَ الَّذِىْ جَعَلَ فِى السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ㉑

ترجمہ اور اس حی لایموت پر توکل رکھئے اور (اطمینان کے ساتھ) اس کی تسبیح وتحمید میں لگے رہئے اور وہ (خدا) اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی (طور پر) خبردار ہے وہ ایسا ہے جس نے آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب چھ روز (کی مقدار) میں پیدا کیا پھر تخت (شاہی) پر قائم ہوا اور بڑا مہربان ہے سو اس کی شان کسی جاننے والے سے پوچھنا چاہئے اور جب ان (کافروں سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو (بوجہ جہل عناد کے) کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا چیز ہے کیا ہم اس کو سجدہ کرنے لگیں جس کو تم سجدہ کرنے کے لئے ہم کو کہو گے اور اس سے ان کو اور زیادہ نفرت ہوئی ہے وہ ذات بہت عالیشان ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے اور اس (آسمان) میں ایک چراغ (یعنی آفتاب) اور نورانی چاند بنایا۔

تفسیر ⑸⑻ ”وتوکل علی الحیّ الذی لایموت وسبح بحمدہ“ اپنی نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہوئے نماز پڑھئے۔ بعض نے کہا کہ آپ شکر ادا کرتے ہوئے یوں کہیں۔ سبحان اللہ والحمدللہ ”وکفٰی بہ بذنوب عبادہ خبیرًا“ وہ اپنے بندوں کے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو خوب جانتے ہیں، اسی کے مطابق بدلہ دیں گے۔

⑸⑼ ”الذی خلق السّموات والارض وما بینھما فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش الرحمٰن فاسأل بہ خبیرًا“ اس سے مراد رحمٰن ہے۔ کلبی کا بیان ہے کہ اس تخلیق کائنات اور استوی علی العرش کے متعلق کسی عالم سے پوچھ لو۔ بعض نے کہا کہ اس سے خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مراد ان سے اُمت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتی ہے۔ آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اے انسان! تو اس علم کے متعلق کسی غیر سے طلب نہ کر بلکہ اسی سے طلب کر۔ بعض نے کہا کہ باء بمعنی عن کے ہے۔ پوچھ اس سے جو باخبر ہے، مراد اس سے اللہ تعالیٰ ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے پوچھ اور بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

⑹⑽ ”واذا قیل لھم اسجدوا للرحمٰن قالوا وما الرحمٰن“ مشرکین یہ کہتے تھے کہ کون سا رحمٰن ہم تو یمامہ کے رحمٰن کو جانتے ہیں اس سے مراد مسیلمہ کذاب ہے اس کو رحمٰن یمامہ کہا جاتا تھا۔ ”انسجد لما تامرنا“ حمزہ اور کسائی نے ”یامرنا“ پڑھا ہے۔ اس کا معنی ہوگا کہ جب محمد ہمیں اس کو سجدہ کرنے کا حکم دیں گے۔ دوسرے قراء نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے کہ جب آپ ہمیں حکم دیں گے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ”وزادھم“ کہنے والے کی بات کو اور نفرت بڑھا دی۔ ”اسجدوا للرحمٰن“...... ”نفورًا“ دین اور ایمان سے۔

⑹⑴ ”تبارک الذی جعل فی السماء بروجًا“

بروج کی تفسیر

حسن، قتادہ اور مجاہد کا قول ہے کہ بروج بڑے بڑے ستاروں کو کہا جاتا ہے، بڑے بڑے ستارے ظہور کی وجہ سے بروج

کہلاتے ہیں۔ عطیہ عوفی کا قول ہے کہ بروج سے مراد وہ اونچے محل ہیں جن میں چوکیدار اور محافظ موجود ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "ولو کنتم فی بروج مشیدة" عطاء ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں۔ بروج بارہ ہیں اور وہ سات ستاروں کی منزلیں ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ حمل، ثور، جوزاء، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔ حمل اور عقرب کا گھر مریخ ہے۔ ثور اور میزان زہرہ میں رہتے ہیں۔ جوزاء، سنبلہ، عطارد میں ان کا ٹھکانا ہے۔ سرطان چاند اور اسد سورج میں رہتے ہیں۔ قوس اور حوت کا گھر مشتری ہے۔ جدی اور دلو زحل میں رہتے ہیں، یہ بروج چار طبائع پر تقسیم ہوتی ہیں، ان میں ہر ایک کا حصہ ہے۔ ان میں سے تین بروج ہیں ان کو مثلثات کہا جاتا ہے۔ ان میں تین حمل اسد، قوس، یہ مثلثہ ناریہ ہیں۔ ثور، سنبلہ، جدی یہ مثلثہ ارضی ہیں۔ جوزا، میزان اور دلو یہ مثلثہ ہوائیہ ہیں۔ سرطان، عقرب، حوت مثلثہ مائیہ ہیں۔

"وجعل فیھا سراجًا" اس سے مراد شمس ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے "وجعل الشمس سراجًا" حمزہ، کسائی نے "سرجًا" جمع کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس سے مراد نجوم ہیں۔ "وقمرًا منیرًا" اور چاند سورج میں داخل ہے۔ یہ ان حضرات کے نزدیک ہے جن کے ہاں یہ جمع پڑھا گیا ہے۔ علاوہ اس بات کے کہ انہوں نے نوع فضیلت کے ساتھ خاص ذکر کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فیھا فاکھة ونخل و رمان" نخل اور رمان دونوں کو خاص کیا حالانکہ یہ دونوں "فاکھة" میں شامل ہیں۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿٦٢﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾

(ترجمہ) اور وہ ایسا ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے بنائے اور یہ سب کچھ دلائل ونعم جو مذکور ہوئے) اس شخص کے (سمجھنے کے) لئے ہیں تو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے اور (حضرت رحمان کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جہالت والے لوگ (جہالت کی) بات (چیت) کرتے ہیں تو وہ رفع شر کی بات کہتے ہیں اور جو راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام (یعنی نماز) میں لگے رہتے ہیں۔

(تفسیر) ⑥② "وھو الذی جعل اللیل والنھار خلفة" اس کی تفسیر میں مفسرین آئمہ کے مختلف اقوال ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، قتادہ کے نزدیک اس کا معنی ہے رات اور دن میں ایک دوسرے کا قائم مقام ہو جاتا ہے اس لیے اگر کسی سے دن و رات کا کوئی عمل فوت ہو گیا ہو تو دن کے عمل کو رات میں اور رات کے عمل کو دن میں ادا کر سکتا ہے۔

شقیق کا قول ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا، آج میری رات کی نماز فوت ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، رات کو جو نماز فوت ہو گئی اس کو دن میں پورا کر لو۔ اللہ نے فرمایا "جعل اللیل والنھار

خلفة لمن اراد أن يذكر" مجاہد نے خلفۃ کا ترجمہ کیا ہے مخالف۔ یعنی رات اور دن باہم مخالف بنائے گئے ہیں۔ ایک سیاہ اور ایک سفید ابن زید وغیرہ نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ایک دوسرے کے بعد آتا ہے۔ جب ایک چلا جاتا ہے دوسرا اس کے پیچھے آجاتا ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے متعاقب ہیں۔ روشنی اور اندھیرے میں زیادتی اور نقصان میں۔ "لمن اراد أن يذكر" حمزہ نے دال اور کاف کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو ذکر کرے اور نصیحت حاصل کرے۔ "او اراد شكورًا" مجاہد کا قول ہے کہ یعنی اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے یعنی رات کی تاریکی اور دن کی روشنی۔

عبادالرحمٰن کی تفسیر

63 "و عباد الرحمٰن" بندوں میں بعض ایسے ہیں جو دوسروں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ عبادالرحمٰن میں اضافت سے مقصود ہے بندوں کی عزت افزائی اور ان کی فضیلت کا اظہار ورنہ پوری مخلوق اللہ کے بندے ہیں۔ "الذين يمشون على الارض هونًا" اس سے مراد سکینہ وقار، تواضع، نہ اس میں غرور ہو اور نہ ہی اترانا اور نہ ہی تکبرانہ چال۔ حسن کا قول ہے کہ اس سے مراد علماء اور حکماء ہیں۔ محمد بن الحنفیہ کا قول ہے کہ اس سے مراد اصحاب وقار ہے اور عفۃ ہے وہ لاعاقل نہیں۔ ھون لغت میں نرمی اور کمزوری کو کہتے ہیں۔ "واذا خاطبهم الجاهلون" یہ سفہاء جو بے وقوف ہیں جن کو آپ ناپسند سمجھتے ہیں۔ "قالوا سلامًا" مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد سداد یعنی سیدھی بات جس سے ایذاء سے سلامت رہیں اور گناہ سے بھی۔ مقاتل بن حیان کا قول ہے کہ ایسی بات جس کے ذریعے سے وہ گناہوں سے پاک رہیں۔ حسن کا قول ہے کہ اگر کوئی جاہل ان سے جہالت کرتا ہے تو وہ برداشت کر لیتے ہیں، جہالت نہیں کرتے، اس سے مراد سلام معروف نہیں۔ حسن سے روایت ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں تم پر سلام۔ اس پر دلیل اللہ عزوجل کا فرمان "واذا سمعوا اللغو أعرضوا عنه وقالوا لنا أعمالنا ولكم اعمالكم سلام عليكم" ابوالعالیہ کا قول ہے کہ یہ حکم جہاد سے پہلے تھا۔ جب آیت جہاد آگئی تو یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ یہ دن کی صفات میں سے ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی "والذين يبيتون لربهم سجدًا وقيامًا" یہ ان کی راتوں کی اوصاف ہیں۔

64 "والذين يبيتون لربهم" کہا جاتا ہے کہ ان میں سے جو رات کو پاتے ہیں جس نے رات گزاری ہو خواہ اس کو وہاں نیند آئی ہو یا نہ آئی ہو جیسے کہا جاتا ہے "بَاتَ فلان قلقًا" اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے رب کے ہاں رات نماز میں گزاری۔ "سجدًا" اپنے چہروں کو اللہ کے لیے جھکاتے ہیں۔ "وقيامًا" اپنے قدموں کے بل۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جس شخص نے عشاء کی نماز کے بعد دو رکعتیں یا اس سے زائد پڑھ لیں۔ گویا اس نے ساری رات سجدے اور قیام میں گزاری ہے۔

حضرت عثمان بن عفان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عشاء کی نماز جماعت

کے ساتھ پڑھ لی تو ایسا ہو گیا جیسے اس نے آدھی رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ لی۔ گویا کہ اس نے پوری رات نماز پڑھ لی۔

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ.وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ.وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿٧٠﴾

ترجمہ: اور جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھئے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے بیشک وہ جہنم برا ٹھکانا اور برا مقام ہے (تو یہ ان کی حالت طاعات بدنیہ میں سے) اور (طاعات مالیہ میں ان کا یہ طریقہ ہے کہ) وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس (افراط وتفریط) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص (کے قتل کرنے) کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو سزا سے اس کو سابقہ پڑے گا کہ قیامت کے روز اس کا عذاب بڑھتا چلا جائے گا اور وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل (وخوار) ہو کر رہے گا مگر جو (شرک ومعاصی سے) توبہ کرلے اور ایمان (بھی) لے آئے اور نیک کام کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے (گذشتہ) گناہوں کی جگہ نیکیاں عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور ہے رحیم ہے۔

تفسیر ﴿٦٥﴾ "**والذین یقولون ربّنا اصرف عنّا عذاب جهنم انّ عذابها کان غرامًا**" غرام کا معنی ہے بہت سخت چمٹنے والا' کفار کو ایسا عذاب دیا جائے گا جو ان سے جدا ہونے والا نہیں ہوگا اور قرض دار کو بھی غریم کہتے ہیں کیوں کہ وہ قرض خواہ کو چمٹا رہتا ہے۔ محمد بن کعب قرظی نے کہا کہ اللہ نے کافروں کو حکم دیا کہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کریں لیکن انہوں نے شکر ادا نہیں کیا۔ اس لیے اللہ نے ان پر سخت مصیبت ڈال دی اور وہ دوزخ میں رہیں گے۔ حسن نے کہا کہ ہر غریم اپنے غریم سے جدا ہوتا ہے لیکن جہنم جدا نہیں ہوگی۔ غرام شر لازم کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ غرام ہلاکت کو کہتے ہیں۔

﴿٦٦﴾ "**انها**" اس کا مرجع جہنم ہے۔ "**ساء ت مستقرًا ومقامًا**" یعنی برا ٹھکانا اور جائے قرار ہے۔

﴿٦٧﴾ "**والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا**" ابن کثیر اور اہل بصرہ نے "یقتروا" یاء کے فتحہ اور تاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا

ہے۔قراءاہل مدینہ ابن عامر نے یاء کے ضمہ اور تاء کے کسرہ کے ساتھ اور دوسرے قراء نے یاء کے فتحہ اور تاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔
یہ سب لغات صحیح ہیں۔جیسے کہا جاتا ہے ''اقتر و قتر'' تشدید کے ساتھ اور ''قتر یقتِرُ''

اسراف اور اقتار کی تفسیر

اسراف اور اقتار کے معنی میں آئمہ مفسرین کا اختلاف ہے۔بعض حضرات کے نزدیک اسراف کہتے ہیں گناہ کے راستے میں خرچ کرنا خواہ کتنی ہی قلیل مقدار ہو اور اقتار اللہ کے حق کو روکنا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ اور ابن جریج کا یہی قول ہے۔حسن نے اس کی تائید میں آیت کا معنی اس طرح بیان کیا کہ وہ اللہ کی نافرمانی میں خرچ نہیں کرتے اور نہ اللہ کے قائم کیے ہوئے حقوق کو ادا کرنے میں بخل کرتے ہیں۔بعض لوگوں نے کہا اسراف کے معنی حد سے بڑھ کر فضول خرچی جو حد تبذیر تک پہنچادے اور اقتار کا معنی ہے انتہائی ضرورت کے موقع پر بھی خرچ نہ کرنا۔ابراہیم کے اس قول کے بھی یہی معنی ہیں کہ وہ نہ لوگوں کو ننگا بھوکا رکھتے ہیں نہ اتنا خرچ کرتے ہیں کہ لوگ کہنے لگیں کہ انہوں نے یہ خرچ فضول کیا۔

''**وکان بین ذلک قواما**'' میانہ روی کے ساتھ اسراف اور اقتار کے درمیان درمیان۔دو برائیوں کے درمیان بھلائی۔ یزید بن ابی حبیب کا قول ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھانا بطور تنعم اور لذت کے نہیں کھاتے تھے اور کپڑے حسن و جمال کے لیے نہیں پہنتے تھے لیکن ان کو کھانے سے مقصود محض بھوک کو دور کرنا اور اپنے رب کی عبادت پر تقویت حاصل کرنا اور کپڑے اس لیے پہنتے تھے تاکہ وہ گرمی اور سردی سے بچ سکیں۔حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا،اتنا خرچ کرنا کافی ہے کہ دوسرا شخص کسی اور چیز کا متمنی نہ ہو مگر یہ کہ وہ کھانے کے لیے خریدے۔

⑱ ''**والذین لایدعون مع اللہ الھا آخر**'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مکہ کے مشرکوں نے کہا ہم نے تو ناحق قتل بھی کیے ہیں اور اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی بھی عبادت کی ہے اور بے حیائی کے کاموں کا ارتکاب بھی کیا ہے اس پر آیت ''**الا من تاب**'' نازل ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے نزدیک بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا کہ تو غیر اللہ کو پکارے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا۔کہا پھر کون سا گناہ فرمایا کہ تو اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کردے کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا،فرمایا پھر کونسا،فرمایا اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ ان کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔''**والذین لایدعون مع اللہ الھا اٰخر ولا یقتلون النفس التی حرّم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلک یلق اثامًا**''

''**ومن یفعل ذلک**'' ان افعال میں سے کوئی بھی چیز۔''**یلق اثامًا**'' قیامت کے دن۔ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد گناہ کا بدلہ۔ابو عبیدہ کا قول ہے کہ آثام سے مراد انجام ہے۔مجاہد کا قول ہے کہ آثام جہنم کی وادی

کا نام ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ حدیث میں آیا ہے غیّ اور آثام جہنم کے اندر دو کنویں ہیں جن کے اندر دوزخیوں کا لہو پیپ بہہ کر جاتا ہے۔

⑲ "یضاعف له العذاب یوم القیامة ویخلد فیه مهانًا" ابن عامر اور ابوبکر نے یضاعف پڑھا ہے۔ ویخلد میں خاء پر پیش اور دال ابتدائیہ ہے۔ ابن عامر نے اس کو مشدد پڑھا ہے۔ "یضعّف" دوسرے قراء نے فاء کے مجزوم کے ساتھ پڑھا ہے اور دال کے سکون کے ساتھ جواب شرط ہے۔

⑳ "الا من تاب و آمن وعمل عملاً صالحًا" قتادہ کا قول ہے کہ جس نے توبہ کی اور اپنے رب پر ایمان لایا اور نیک عمل کیا جو اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول پہنچا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم دو سال تک آیت "والذین لایدعون مع اللہ الها اخر" پڑھا کرتے تھے۔ پھر دو سال کے بعد نازل ہوئی "الا من تاب و آمن" اس آیت کے نازل ہونے سے اور آیت "انّا فتحنالک فتحا مبینًا لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تأخر" کے نازل ہونے سے جیسا خوش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، ایسا خوش میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا۔

"فاولئک یبدل اللہ سیاتهم حسنات وکان اللہ غفورًا رحیمًا" ایک جماعت اس قول کی طرف گئی ہے کہ اس تبدیلی کا ظہور دُنیا ہی میں ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر رحمہ اللہ، حسن، مجاہد، سدی، ضحاک کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ حالت شرک میں کیے ہوئے برے اعمال کی جگہ حالت اسلام میں کیے ہوئے اچھے اعمال کو اللہ دے دے گا۔ شرک کو توحید سے مؤمنوں کے قتل کو حربی مشرکوں کے قتل سے اور زنا کو عفت اور پاک دامنی سے بدل دے گا۔ کچھ علماء نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اللہ اپنی مہربانی سے اسلام میں کیے ہوئے برے اعمال کو قیامت کے دن نیکیوں میں بدل دے گا۔ یہی قول سعید بن المسیب، مکحول، اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔

اس کی تائید حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا اور حکم ہوگا اس کے چھوٹے گناہ اس کے سامنے لاؤ، حسب الحکم چھوٹے گناہ اس کے سامنے لائیں گے اور اس کے بڑے گناہ پوشیدہ رکھے جائیں گے، وہ چھوٹے گناہوں کا اقرار کرے گا، انکار نہیں کرے گا اور بڑے گناہوں کا اندیشہ کرتا رہے گا، حکم ہوگا ہر گناہ کی جگہ اس کو ایک نیکی دو، وہ کہے گا میرے گناہ تو اور بھی ہیں جو مجھے یہاں دکھائی نہیں دیتے۔ راوی حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد فرماتے وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنس پڑے کہ کچلیاں نظر آنے لگیں۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ اللہ عزوجل اس کے گناہ اس کی ندامت کی وجہ سے مٹا دیں گے۔ پھر اس کی ہر برائی کے بدلے میں نیکی دی جائے گی۔

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا

وَّعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿٧٥﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا. حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّىْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾

ترجمہ اور جو شخص (اس کی معصیت سے) توبہ کرتا ہے اور نیک کام کرتا ہے تو (وہ بھی عذاب سے بچا رہے گا کیونکہ) وہ اللہ تعالیٰ کی طرف خاص طور پر رجوع کر رہا ہے اور وہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر (اتفاقاً) بیہودہ مشغلوں کے پاس کو ہو کر گزریں تو سنجیدگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ جس وقت ان کو اللہ کے احکام کے ذریعہ سے نصیحت کی جاتی ہے تو ان (احکام) پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے اور وہ ایسے ہیں کہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا فرما اور ہم کو متقیوں کا افسر بنا دے ایسے لوگوں کو (بہشت میں رہنے کو) بالاخانے ملیں گے بوجہ ان کے (دین وطاعت پر) ثابت قدم رہنے کے اور ان کو اس (بہشت) میں (فرشتوں کی جانب سے) بقا کی دعا اور سلام ملے گا (اور) اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ کیسا اچھا ٹھکانا اور مقام ہے آپ (عام طور پر لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ میرا رب تمہاری ذرا بھی پرواہ نہ کرے گا اگر تم عبادت نہ کرو گے سو تم تو (احکام الٰہیہ کو) جھوٹا سمجھتے ہو تو عنقریب (جھوٹا سمجھنا تمہارے لئے) وبال (جان) ہوگا۔

تفسیر ﴿٧١﴾ "ومن تاب و عمل صالحًا" بعض اہل علم کا قول ہے کہ اس آیت میں جس توبہ کا ذکر ہے اور وہ ہے جو ماقبل آیت میں گزر گیا۔ ان کے علاوہ گناہوں کا ذکر ہے۔ قتل اور زنا سے۔ یعنی جس نے شرک سے توبہ کی اور نیک عمل کیے فرائض کو ادا کیا۔ اس نے نہ کسی کو قتل کیا اور نہ زنا کیا۔ "فانه يتوب الى الله" موت کے ذریعے سے وہ اللہ کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ "متابًا" اس کو نیکی دیتے ہیں اور وہ دوسرے لوگوں پر فضیلت حاصل کر لیتا ہے۔ جن لوگوں نے قتل کیا یا زنا کیا توبہ اولیٰ سے "ومن تاب" جس نے شرک سے توبہ کی اور دوسری توبہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے رجوع کرے۔ بعض حضرات کا قول ہے یہ آیت تمام گناہوں سے توبہ مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جو توبہ کا ارادہ کرتا ہے اور اس پر پختہ عزم کرتا ہے تو وہ اللہ کی رضا کے لیے توبہ کرتا ہے "يتوب الى الله" خبر بمعنی امر کے ہے۔ یعنی چاہیے کہ تو اللہ کے لیے توبہ کرے اور بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تو جان کہ اس کی توبہ اور اس کی طرف چلنا اللہ ہی کے لیے ہے۔

لایشھدون الزور کی تفسیر

﴿٧٢﴾ "والذين لايشهدون الزور" ضحاک اور اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اس سے مراد شرک ہے۔ علی بن طلحہ کا قول ہے

کہ اس سے مراد جھوٹی گواہی ہے۔عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جھوٹے گواہ کے چالیس تسمے (کوڑے) مارے جائیں اور منہ کالا کر کے بازار میں گھمایا جائے۔ابن جریج کا قول ہے کہ اس سے مراد جھوٹ ہے۔مجاہد کا قول ہے کہ مشرکین کی عیدیں ہیں۔بعض نے کہا کہ نوحہ ہے۔قتادہ کا قول ہے کہ زور سے مراد اہل باطل کا ایسا باطل جس کی کوشش سے ان کو کچھ حاصل نہ ہو۔محمد بن حنفیہ نے فرمایا لغو اور گانے کے موقع پر حاضر نہیں ہوتے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا گانا دلوں میں نفاق کو اس طرح اُگاتا ہے جس طرح پانی کھیتی کو۔زور کا اصل معنی ہے کسی چیز کو خوبصورت بنا دینا اور اصل حالت کے خلاف دوسری حالت پر دکھانا۔پس زور کے معنی ہوئے باطل پر ایسا ملمع کرنا کہ وہ حق معلوم ہونے لگے۔"واذا مروا باللغو مروا کراما" مقاتل نے کہا کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ جب کافروں سے وہ برا بھلا اور دُکھ پہنچانے والی باتیں سنتے ہیں تو درگزر کرتے ہیں اور منہ پھیر لیتے ہیں اور یہ روایت ابن ابی نجیح کی ہے جو مجاہد سے بھی منقول ہے اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا فرمان "واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنه"

سدی کا قول ہے کہ یہ آیت مذکورہ بالا آیت جہاد سے منسوخ ہے۔حسن اور کلبی کا قول ہے کہ لغو سے مراد معاصی ہے یعنی از خود وہ اپنے ارادے سے گناہوں کی مجلسوں میں نہیں جاتے لیکن اتفاقاً اگر کسی گناہ کی محفل کی طرف سے ان کا گزر ہو جاتا ہے تو منہ پھیر کر تیزی کے ساتھ وہاں سے گزر جاتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے "تکرم فلان عما یشینه اذا تنزه واکره نفسه عنه" فلاں شخص ایسی باتوں سے پاک ہے جو اس کو عیب دار بناتی ہیں، اس نے اپنے نفس کو عیب دار بنانے والی باتوں سے پاک رکھا۔

⑦③ "والذین اذا ذکروا بایات ربهم لم یخروا" اس میں گرتے نہیں اور نہ ہی اس میں مشغول ہوتے ہیں۔"علیها صما و عمیانا" گویا کہ وہ اندھے اور بہرے ہیں بلکہ وہ سنتے ہیں جو نصیحت ان کو کی جاتی ہے اور اس کو سمجھتے بھی ہیں اور حق کو دیکھتے اور اس کی پیروی کرتے ہیں۔قتیبی کا قول ہے کہ وہ اس سے ذرہ بھر بھی غافل نہیں ہوتے۔گویا کہ وہ بہرے ہیں، انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں اور اندھے ہیں کچھ دیکھا ہی نہیں۔

⑦④ "والذین یقولون ربنا هب لنا من ازواجنا وذریاتنا" ابو عمرو، حمزہ، کسائی نے بغیر الف کے پڑھا ہے اور ابو بکر اور باقی قراء نے ذریاتنا جمع کے صیغہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

قرۃ اعین کی تفسیر

"قرة اعین" ہماری اولادوں کو متقی اور پرہیزگار بنا کر ہماری آنکھوں کو ٹھنڈا فرما۔بعض نے کہا کہ ان کو نیک صالح بنا تا کہ ان کے ذریعے سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

قرظی کا قول ہے کہ مؤمن کی آنکھ کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی ٹھنڈک نہیں کہ وہ اپنی بیوی اور اولاد کو اللہ کا فرمانبردار دیکھے۔حسن کا قول ہے کہ قرۃ مصدر ہے اسی لیے اس کے صیغہ کو مفرد ذکر کیا۔قرۃ کا اصل معنی ہے ٹھنڈک۔عرب لوگ گرمی کی

تکلیف سے ٹھنڈک کی طرف چین حاصل کرتے ہیں اور خوشی کے وقت وہ قرۃ العین بولتے ہیں اور غمی کے وقت "سخنة العین" بولتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ خوشی کے وقت کے آنسو ٹھنڈے ہوتے ہیں اور غمی کے وقت کے آنسو گرم ہوتے ہیں۔ ازہری کا قول ہے کہ قرۃ العین کا معنی یہ ہے کہ دل کو اپنا پسندیدہ محبوب مل جائے اور آنکھ دوسروں سے ہٹ کر اپنے محبوب ہی کو دیکھے۔

"واجعلنا للمتقین اماماً" ہمیں خیر کی اقتداء کرنے والا امام بنا "آئمة" نہیں فرمایا۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا "أنا رسول رب العالمین" یہاں رسل کے بجائے رسول کا ذکر کیا۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد آئمۃ جمع کا صیغہ ہے۔ جیسا کہ ان کا قول "فانهم عدوٌّ لی" اس سے مراد دشمن ہیں۔ بعض علماء نے کہا امام اُم کا مصدر ہے مثل صیام اور قیام۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ "أم اماماً" اور قام قیاماً و صام صیاماً۔

حسن کا قول ہے کہ ہمیں متقین کی راہ پر چلنے اور متقیوں کی اقتداء کرنے والا بنا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ہمیں ہدایت والوں کا امام بنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وجعلناهم آئمة یهدون بامرنا" اور ہمیں گمراہوں کا امام نہ بنا۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے "وجعلناهم آئمة یدعون الی النار" یعنی ہمیں متقین کا امام بنا۔

⑦⑤ "اولئک یجزون" وہ پہنچیں گے۔ "الغرفة" بلند درجہ تک جنت میں۔ غرفہ ہر بلند مقام کو کہتے ہیں۔ عطاء کا قول ہے کہ اس سے مراد موتی اور زبرجد کے محلات ہیں۔ "بما صبروا" اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی طاعت پر صبر کرنے کے نتیجہ میں، بعض نے کہا کہ مشرکین کی اذیت پر صبر کرنے کی وجہ سے۔ بعض نے کہا شہوات پر قابو پانے کی وجہ سے۔ "ویلقون فیها" حمزہ، کسائی، ابوبکر نے یاء کے فتحہ کے ساتھ اور قاف کی تخفیف کے ساتھ۔ جیسا کہ ایک جگہ ارشاد فرمایا "فسوف یلقون غیًّا" دوسرے قراء نے یاء کے ضمہ اور قاف کی تشدید کے ساتھ۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا "ولقّاهم نضرةً و سرورًا"...... "تحیةً" فرشتوں کی طرف سے اور بعض نے کہا کہ ہیشگی۔ "وسلامًا" وہ بعض بعض کو سلام کرتے ہیں۔ کلبی کا قول ہے کہ وہ باہم ایک دوسرے کو سلام کریں گے اور اللہ کی طرف سے ان کو سلام بھیجا جائے گا۔ بعض نے کہا کہ سلاماً سے مراد ہر آفت سے سلامتی ہوگی۔

⑦⑥ "خالدین فیها حسنت مستقرًا ومقامًا" موضع قرار اور جائے اقامت ہے۔

⑦⑦ "قل ما یعبوا بکم ربی" مجاہد اور ابن زید کا قول ہے کہ جو کچھ تم کرو یا نہ کرو، تمہاری پروا نہیں کرے گا۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو شمار کر کے نہیں رکھے گا۔ اس کا موجود ہونا یا موجود نہ ہونا دونوں برابر ہیں۔ تمہارے اعمال کا کوئی وزن مقرر ہے کہ نہیں اس کے متعلق اس کو کوئی پرواہ نہیں۔ "لولاء دعاء کم" اگر تم اس کی پوجا نہیں کرو گے۔ بعض نے اس کا ترجمہ کروایا کہ تمہارا ایمان اور بعض نے کہا کہ تمہاری عبادت۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ تم کو دعوت اسلام نہ دیتا اور تم اسلام قبول نہ کرتے تو اس سے تمہاری قدر نہ ہوتی۔ اب جب کہ میں نے تم کو اسلام کی دعوت دے دی اور تم ایمان لے آئے تو اللہ کے نزدیک تمہاری قدر نمایاں ہوگئی۔ بعض نے کہا کہ اللہ کو تم کو پیدا کرنے کی کیا پرواہ ہوتی۔ اگر تمہاری عبادت اور طاعت مقصود نہ ہوتی۔ یعنی اس نے اپنی عبادت کے لیے تم کو پیدا کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" یہ قول ابن عباس اور مجاہد کا

ہےاور بعض نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ "مایبالی بکم" یعنی اللہ کو تمہاری مغفرت کی کیا پرواہ ہے، اگر تم اس کے ساتھ دوسرے معبودوں کو نہ پکارو، اگر تم شرک نہ کرو تو وہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا۔ اسی مفہوم کی تائید ہورہی ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے "مایفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و آمنتم" بعض نے کہا کہ آیت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تمہارے عذاب کی کیا پرواہ کرتا ہے اگر مصائب وشدائد میں تم اس کو نہ پکارو۔ اس پر یہ آیت دلالت کررہی ہے۔ "فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ" اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا "فأخذناھم بالبأساء والضراء لعلھم یتضرعون"

بعض حضرات نے کہا کہ اللہ نے اپنی کسی غرض کے لیے تم کو نہیں پیدا کیا اور نہ اللہ کے نزدیک تمہاری کوئی قدر ہے۔ بغیر اس کے کہ تم اس سے سوال کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو۔ "فقد کذبتم" اے کافرو! خطاب اہل مکہ کو ہے۔ یعنی اللہ نے رسول کے ذریعے سے تم کو اپنی توحید اور عبادت کی دعوت دی لیکن تم نے رسول کی تکذیب کی اور دعوت کو قبول نہیں کیا تو اب جنت میں داخل کرنے کا سروسامان اللہ تم کو کس طرح دے گا۔

لزاماً کی تفسیر

"فسوف یکون لزاماً" یعنی تمہاری اس تکذیب کی سزا تم کو چمٹی رہے گی اور تم کو گھیرے رہے گی یا اس تکذیب کا اثر تمہارے ساتھ چسپاں رہے گا۔ یہاں تک کہ یہ تکذیب تم کو اوندھے منہ دوزخ میں گرادے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ موت سے کیا ہے۔

ابوعبیدہ نے اس کا ترجمہ ہلاکت سے کیا ہے۔ ابن زید نے اس کا ترجمہ قتال سے کیا ہے اور ابن جریر نے کہا ہے ہمیشہ رہنے والا کبھی ختم نہ ہونے والا عذاب۔ "لزاماً" سے کیا مراد ہے؟ اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت ابن مسعود حضرت ابی بن کعب اور مجاہد نے فرمایا اس سے مراد یوم بدر ہے۔ اس میں ستر کفار مارے گئے۔ اس دن لڑائی میں ستر کافر مارے گئے اور ستر قید ہوئے۔ اس دن قتل ہوتے ہی عذاب آخرت ان سے چمٹ گیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، پانچ چیزیں تو ہوچکیں۔ دخان، شق قمر، روم پر غلبہ، بطشہ، سخت پکڑ، لزاماً، بدر کی لڑائی میں کفار کا قتل۔ بعض نے کہا کہ لزام سے مراد عذاب آخرت ہے۔

سُوْرَةُ الشُّعَرَاء

سورۃ شعراء مکی سورت ہے۔ آخری چار آیات مکی نہیں ہیں۔ اس سورۃ کی کل آیات ۲۲۷ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ طٰہٰ اور طاسین والی سورتیں اور حٰم والی سورتیں مجھے الواح موسیٰ سے عطا کی گئیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ②

ترجمہ: طٰسٓمّٓ یہ (مضامین جو آپ پر نازل ہوتے ہیں) کتاب واضح (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں

تفسیر: ① "طٰسٓمّٓ" حمزہ، کسائی، ابوبکر "طسم اور طس حٰمٓ، یٰسٓ" طاء، یاء، حاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اہل مدینہ نے فتحہ اور کسرہ کے درمیان پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے "تفخیم" کے ساتھ فتحہ پڑھا ہے۔ اور "طٰسٓمّٓ" میں "طسین" نون کو بھی ظاہر کر کے پڑھتے ہیں۔ یہ قول ابوجعفر حمزہ کا ہے اور دوسرے قراء نے نون کے بغیر پڑھا ہے۔ عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ طسم کی تفسیر میں علماء عاجز آگئے ہیں۔

علی بن طلحہ والبی سے روایت ہے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ یہ قسم ہے اور اللہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔ قتادہ نے کہا قرآن کے ناموں میں سے ایک نام طسم ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ یہ سورۃ کا نام ہے۔ محمد بن کعب قرظی کا قول ہے اللہ نے قسم کھائی ہے اپنی قدرت، نور اور اپنی بادشاہت کی۔ گویا طسم، میں سے طاسے طول، سین سے سنا اور میم سے ملک۔

② "تلک" یہ اشیاء "آیات الکتاب المبین"

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ③ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ④ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ⑤ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ

كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۞ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞

ترجمہ: شاید آپ ان کے ایمان لانے پر (رنج کرتے کرتے اپنی جان دے دیں گے۔ اگر ہم (ان کو مومن کرنا) چاہیں تو ان پر آسمان سے ایک بڑی نشانی نازل کر دیں پھر ان کی گردنیں اس نشانی سے پست ہو جاویں اور (ان کی حالت یہ ہے کہ) ان کے پاس کوئی تازہ فہمائش (حضرت) رحمٰن کی طرف سے ایسی نہیں آتی جس سے یہ بے رخی نہ کرتے ہوں سو (اس بے رخی کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ) انہوں نے (دین حق کو) جھوٹا بتلا دیا سو اب عنقریب ان کو اس بات کی حقیقت معلوم ہو جاوے گی جس کے ساتھ یہ استہزاء کیا کرتے تھے کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں کس قدر عمدہ عمدہ قسم کی بوٹیاں اگائی ہیں اس میں (توحید کی) ایک بڑی نشانی ہے اور ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

تفسیر ③ "**لعلک باخع**" اس نے اپنے نفس کو ہلاک کر ڈالا۔ "**نفسک الا یکونوا مؤمنین**" اس آیت کا نزول اس وقت ہوا جب اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور آپ کو یہ بات بہت شاق گزری کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ تمنا اور رغبت تھی کہ اہل مکہ مسلمان ہو جائیں۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

④ "**ان نشاء ننزّل علیهم من السماء آیة فظلت اعناقهم لها خاضعین**" قتادہ کا قول ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو کوئی ایسی نشانی نازل کر دیتا تو پھر کوئی بھی نافرمانی سے گردن نہ موڑتا۔

خاضعین کی تفسیر

ابن جریج نے کہا آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو کوئی ایسا امر نازل کر دیتا تو پھر کوئی بھی نافرمانی سے گردن نہ موڑتا۔ "**خاضعین**" ارشاد فرمایا "**خاضعة**" نہیں فرمایا کیونکہ یہ اعناق کی صفت ہے۔ اس صورت میں "**خاضعین**" نہیں ہونا چاہیے تھا۔ "**خاضعة**" ہونا چاہیے تھا۔

① اس کا ایک جواب تو یہ دیا کہ یہاں مضاف محذوف ہے۔ اصل میں **اصحاب الاعناق** تھا مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا کیونکہ گردنیں جب جھک جاتی ہیں تو گردنوں والے خود ہی فرماں بردار اور عاجز ہو جاتے ہیں۔

② اخفش نے کہا کہ **خاضعین** کا تعلق **اعناقهم** کی ضمیر جمع مذکر (**هم**) سے ہے اعناق سے نہیں۔

③ بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ عرب کا قاعدہ ہے کہ جب مؤنث کی اضافت مذکر کی طرف کرتے ہیں تو مؤنث کو بھی مذکر مان لیتے ہیں اور مذکر کی اضافت مؤنث کی طرف کرتے ہیں تو اس مذکر کو بھی مؤنث قرار دے لیتے ہیں۔

④ بعض حضرات کا قول ہے کہ عنق بول کر پورا جسم مراد لیا ہے۔ جز بول کر کل مراد لیا ہے۔ جیسا کہ اس فرمان میں ہے "**ذلک بما قدمت یداک**" یہاں ہاتھوں سے مراد پوری شخصیت ہے۔ "**الزمناه طائره فی عنقه**" عنق سے مراد پورا شخص ہے۔

⑤ مجاہد کا قول ہے کہ اعناق سے مراد ہیں بڑے بڑے سردار یعنی بڑے بڑے سردار اس آیت کے سامنے تابعدار ہو جاتے ہیں۔

6 بعض حضرات نے کہا کہ اعناق سے مراد جماعتیں ہیں جیسے کہ عرب کہتے ہیں "جاء القوم عنقًا عنقًا" وہ لوگ جوق در جوق ٹکڑیاں بنا کر آئے۔

7 بعض حضرات نے کہا کہ لفظی رعایت کی بناء پر ایسا کہا گیا۔

5 "وما یأتیھم من ذکر" اس سے مراد وعظ ونصیحت ہے۔ "من الرحمٰن محدث" اس سے مراد جدید نازل شدہ خواہ وجود کے لحاظ سے وہ قدیم ہو۔ کلبی کا قول ہے کہ جب بھی قرآن میں سے دوسری بار کوئی شئی نازل ہوتی تو وہ پہلی نازل کردہ سے نئی معلوم ہوتی۔ "الا کانوا عنه معرضین" ایمان سے اعراض کرنے والا ہوگا۔

6 "فقد کذبوا فسیاتیھم" عنقریب وہ ان کے پاس آئے گا۔ "انباء" اس کے متعلق خبر اور اس کا انجام۔ "ما کانوا به یستھزؤن"

7 "اولم یروا الی الارض کم انبتنا فیھا من کل زوج" یعنی صنف نبات ہر طرح کا بندہ "کریم" عمدہ اور اچھا آدمیوں اور جانوروں کے لیے مفید ترین غذا اور کثیر المنفعت دوا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "نخلة کریمة" جب وہ کھجور کا درخت خوب پھل دے اور "ناقة کریمة" کہتے ہیں جب اس کا دودھ بہت زیادہ ہو جائے۔ شعبی کا قول ہے لوگوں میں سے نبات الارض وہ ہے جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے وہ کریم ہوں گے اور جو دوزخ میں داخل ہوں گے وہ لئیم ہوں گے۔

8 "انّ فی ذلک" جو ہم نے تمہیں یاد دلایا۔ "لآیة" یہ نشانی ہے اس کے وجود پر اور اس کی توحید پر اور اس کے کمال قدرت پر دلالت کرتا ہے۔ "وما کان اکثرھم مؤمنین" تصدیق کرنے والے۔ ان پر ہمارا علم سبقت کر چکا۔ اکثر لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے۔ سیبویہ کا قول ہے کہ اس جگہ کان زائد ہے۔ یعنی آیات عظیمہ کو دیکھنے کے بعد بھی ان میں سے اکثر مومن نہیں ہیں۔

وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ⑨ وَاِذْ نَادٰی رَبُّکَ مُوْسٰٓی اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ⑩ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا یَتَّقُوْنَ ⑪ قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّکَذِّبُوْنِ ⑫ وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی ھٰرُوْنَ ⑬ وَلَھُمْ عَلَیَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ⑭ قَالَ کَلَّا فَاذْھَبَا بِاٰیٰتِنَآ اِنَّا مَعَکُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ⑮ فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ⑯ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ⑰

ترجمہ: اور بلاشبہ آپ کا رب غالب ہے رحیم ہے اور (ان لوگوں سے اس وقت کا قصہ ذکر کیجئے) جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا (اور حکم دیا) کہ تم ان ظالموں کے یعنی قوم فرعون کے پاس جاؤ (اور اے موسیٰ دیکھو) کیا یہ لوگ (ہمارے غضب سے) نہیں ڈرتے انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ وہ مجھ کو جھٹلانے لگیں اور (طبعی طور پر ایسے وقت میں کہ) میرا دل تنگ ہونے لگتا ہے اور میری زبان (اچھی طرح) نہیں چلتی اس لئے ہارون کے پاس بھی وحی بھیج دیجئے میرے ذمہ ان لوگوں کا ایک جرم بھی ہے سو مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ وہ

مجھ کو (قبل تبلیغ رسالت) قتل کر ڈالیں ارشاد ہوا کہ کیا مجال ہے سو (اب) تم دونوں ہمارے احکام لے کر جاؤ ہم (نصرت و امداد سے) تمہارے ساتھ ہیں سنتے ہیں سو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم رب العالمین کے فرستادہ ہیں کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے۔

تفسیر ⑨ "وانّ ربک لھو العزیز" یعنی کافروں سے انتقام لینے پر قادر ہے۔ (الرحیم) اور توبہ کرنے والوں پر مہربان بھی ہے۔

⑩ "واذ نادیٰ ربک موسٰی" یعنی اس واقعہ کو یاد کرو جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا تھا۔ موسیٰ نے درخت کو اور آگ کو دیکھا۔ اس وقت اللہ نے ان کو ندا دی تھی۔ "أن ائت القوم الظالمین" جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا کفر اور معصیت کے ساتھ اور اسرائیل کو غلام بنانے والے اور ان کو طرح طرح کا عذاب دلانے والے۔

⑪ "قوم فرعون الا یتقون" کیا وہ اپنے نفسوں سے عذاب کو نہیں پھیر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی طاعت و فرمانبرداری کے ساتھ۔

⑫ "قال" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "رب انی اخاف أن یکذبون"......

⑬ "ویضیق صدری" ان کی تکذیب کے باعث "ولا ینطلق لسانی" اور میری زبان میں گرہ کی وجہ سے یعقوب نے "یضیق اور ولاینطلق" دونوں قافوں کے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے ان دونوں کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ "فارسل الی ھارون" تا کہ وہ میرا وزیر بھی ہو اور تبلیغ رسالت میں میرا مددگار بھی ہو۔

⑭ "ولھم علیّ ذنب" دعویٰ ذنب سے مراد قبطی کا قتل ہے۔ "فاخاف ان یقتلون" مجھے اداء رسالت میں وہ قتل کر دیں گے۔

⑮ "قال" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "کلا" وہ ہرگز آپ کو نہیں مار سکتے۔ "فاذھبا بایاتنا انا معکم مستمعون" ہم تم سب کی گفتگو کو سننے والے ہیں۔ معکم یہ جمع کا صیغہ ذکر کیا۔ حالانکہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام تو دو تھے۔ یہاں دو کو جماعت کے قائم مقام کر دیا گیا۔ بعض نے کہا کہ "معکما" سے مراد آپ کے ساتھ جو بنی اسرائیل ہیں ہم ان کی بات کو سنتے اور دیکھ رہے ہیں۔

⑯ "فاتیا فرعون فقولا انا رسول رب العالمین" یہاں پر رسولاً ذکر نہیں فرمایا۔ یہاں مراد صرف رسالت کا پیغام پہنچانا تھا۔ ابوعبیدہ کا قول ہے کہ رسول کا اطلاق دو پر بھی ہوتا ہے اور زیادہ پر بھی۔ عرب کا قول ہے "ھذا رسولی و وکیلی ھذان" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وھم لکم عدوّ" بعض نے کہا حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام اخوت بھائی ہونے میں متحد تھے۔ اس لیے لفظ رسول بصیغہ مفرد استعمال کیا۔

⑰ "ان ارسل" ہم کو یہ پیغام دے کر بھیجا۔ "معنا بنی اسرائیل" اس سے مراد فلسطین ہیں اور وہ بنی اسرائیل ان کی عبادت نہیں کرتے۔ فرعون نے بنی اسرائیل کو چار سو برس غلام بنائے رکھا۔ اس زمانے میں بنی اسرائیل کی تعداد چھ سو اسی ہزار تھی۔ غرض موسیٰ مصر کی طرف چلے۔

ہارون علیہ السلام وہاں موجود ہی تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو حکم الٰہی سے مطلع کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کو دعوت دینے اس کے گھر پر پہنچ گئے

اس قصہ میں آیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب مصر کو لوٹ کر آئے تو اس وقت اونی چوغہ پہنے ہوئے ہاتھ میں لاٹھی لیے لاٹھی کے سرے میں بڑا مٹکا تھا جس میں کھانے پینے کی اشیاء موجود تھیں۔ اس ہیئت سے مصر میں داخل ہوئے۔ مصر میں آ کر اپنے گھر میں داخل ہوئے اور حضرت ہارون علیہ السلام کو اطلاع دی کہ اللہ نے مجھے فرعون کے اور تمہارے پاس بھیجا ہے۔ تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ ہم دونوں جا کر فرعون کو دعوت دیں۔ یہ سن کر موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی والدہ آ گئیں، چیخ پڑیں اور کہنے لگیں فرعون تو تجھے قتل کرنے کے لیے تیری تلاش میں ہے۔ اگر تم لوگ اس کے پاس جاؤ گے تو وہ تم کو مروا ڈالے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی ایک نہ مانی اور رات کو دونوں فرعون کے دروازے پر جا پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا، دربان ہکے بکے ہو گئے اور گھبرا کر انہوں نے پوچھا دروازے پر کون ہے؟ ایک روایت میں آیا ہے کہ دربانوں نے اوپر سے جھانک کر دیکھا اور پوچھا تم دونوں کون ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، میں رب العالمین کا قاصد ہوں۔ فوراً دربان نے فرعون سے کہا ایک مجنون دروازے پر کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں رب العالمین کا قاصد ہوں۔ فرعون نے صبح تک یونہی چھوڑے رکھا، صبح ہوئی تو دونوں کو طلب کیا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ دونوں فرعون کی طرف گئے لیکن سال بھر تک فرعون نے اپنے پاس آنے کی اجازت نہیں دی۔ پھر دربان نے جا کر فرعون سے کہا یہاں ایک آدمی ہے جو کہہ رہا ہے میں رب العالمین کا قاصد ہوں۔ فرعون نے کہا کہ اندر آنے دو، ہم اس سے کچھ دل لگی ہی کریں گے، دونوں فرعون کے پاس پہنچے اور اللہ کا پیام پہنچایا۔ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہچان گیا کیوں کہ آپ نے اسی کے گھر میں پرورش پائی تھی۔

قَالَ اَلَمْ نُرَبِّکَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِکَ سِنِیْنَ ⑱ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَکَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ⑲ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ⑳ فَفَرَرْتُ مِنْکُمْ لَمَّا خِفْتُکُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُکْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ㉑ وَتِلْکَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَیَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ㉒

ترجمہ: (دونوں حضرات گئے اور فرعون سے سب مضامین کہہ دیئے) فرعون کہنے لگا کہ (آہا تم ہو) کیا ہم نے تم کو بچپن میں پرورش نہیں کیا اور تم اپنی (اس) عمر میں برسوں ہم میں رہا سہا کئے اور تم نے اپنی وہ حرکت بھی کی تھی جو کی تھی (یعنی قبطی کو قتل کیا تھا) اور تم بڑے ناسپاس ہو موسیٰ نے جواب دیا کہ (واقعی) اس وقت وہ حرکت میں کر بیٹھا تھا اور مجھ سے بڑی غلطی ہو گئی تھی پھر مجھ کو ڈر لگا تو میں تمہارے گھر سے مفرور ہو گیا پھر مجھ کو میرے رب نے دانشمندی عطا فرمائی اور مجھ کو پیغمبروں میں شامل کر دیا اور (رہا احسان جتلانا پرورش کا سو) وہ یہ نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان رکھتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت میں ڈال رکھا تھا۔

تفسیر ⑱ "قال الم نربّک فینا ولیدًا" ولید سے مراد بچہ ہے قربِ ولادت کی وجہ سے اس کو ولید کہا۔ "ولبثت فینا من عمرک سنین" وہ فرعون کے پاس تیس سال کی عمر تک رہے۔

⑲ "وفعلت فعلتک التی فعلت" اس حرکت سے مراد قبطی کا قتل کرنا ہے۔ "وانت من الکافرین" حسن اور سدی کا قول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جس معبود کی طرف تو ہم کو بلا رہا ہے اس کا منکر تو پہلے خود تھا ہمارے ساتھ ہمارے مذہب پر رہتا تھا یا اس سے مراد یہ ہے کہ تو میرا منکر یا احسان فراموش ہے کہ لوٹ کر آیا تو میری مخالفت کرتا آیا۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ "انت من الکافرین" کا معنی یہ ہے کہ میری نعمت کی ناشکری کرنے والا اور میری تربیت کا حق ادا کرنے والا جیسے کوئی کہے کہ "وبیناک فینا فکافاتنا" کہ اس نے میرے احسان کی ایسی ناشکری کی کہ میرے خاص لوگوں کو قتل کرنے لگا۔ یہ عوفی کی روایت جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور فرعون کفر باللہ سے واقف ہی تھا کہ اس نے جھوٹا خدائی کا دعویٰ کر کے کفر جیسا فعل کیا ہے۔

⑳ "قال" موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "فعلتها اذًا" یعنی تو نے ایسی حرکت کی جو اس وقت نہیں کرنی چاہیے تھی۔ "وانا من الضالّین" میں ناواقفوں میں سے تھا اس وقت اللہ کی طرف سے میرے پاس کوئی ہدایت نہیں آئی تھی۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں اس وقت نہیں جانتا تھا کہ وہ میرے اس فعل سے مر جائے گا۔ میرا مقصد اس کو قتل کرنا نہیں تھا۔ بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ بغیر قصد و ارادہ کے میں اس وقت صحیح راستہ سے بھٹک گیا تھا یعنی ایسی نازیبا حرکت تو مجھ سے ضرور صادر ہوئی لیکن بلا ارادہ۔ بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ سے خطاء ہوگئی۔

㉑ "ففررت منکم لما خفتکم" تو پھر میں مدین کی طرف بھاگ گیا۔ "فوهب لی ربی حکمًا" اس سے مراد نبوت ہے۔ مقاتل کا قول ہے کہ اس سے مراد علم و فہم ہے۔ "وجعلنی من المرسلین"

"أن عبدت بنی اسرائیل" کی تفسیری اقوال

㉒ "وتلک نعمة تمنها علی أن عبدت بنی اسرائیل" اس کی تاویل میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے اس کو اقرار پر محمول کیا ہے اور بعض حضرات نے انکار پر محمول کیا ہے جو حضرات اس کو اقرار پر محمول کرتے ہیں انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اقرار کو ایک نعمت شمار کیا ہے کہ تو نے مجھے زندہ چھوڑ دیا اور پالا اور دوسرے اسرائیلی بچوں کی طرح قتل نہیں کرایا' گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، بے شک یہ تیرا احسان ہے جو تو مجھے جتلا رہا ہے کہ بنی اسرائیل کو تو نے غلام بنائے رکھا اور مجھے چھوڑ دیا غلام نہیں بنایا اور جو اس کو انکار پر محمول کرتے ہیں تو وہ اس نعمت کو بطور استفہام کے نقل کرتے ہیں حرف استفہام کو محذوف کر دیا گیا۔ یعنی یہ احسان جس کا تو نے ذکر کیا ہے کوئی احسان ہے بلکہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔ بنی اسرائیل کو غلام بنائے رکھنے کی صورت میں یہ تربیت کوئی احسان نہیں، میری قوم کو تو نے غلام بنائے رکھا اور میری تربیت کی، یہ کوئی احسان ہوا۔
یعنی تو نے مجھے ان سے دور رکھا اور ان کے قتل سے محفوظ رکھا اور تیرے پاس پہنچ گیا اور تو نے میری پرورش اور کفالت کی

اگر تو بنی اسرائیل کو حد سے زیادہ ذلیل نہ کرتا اور ان کے لڑکوں کو قتل نہ کراتا تو میرے گھر والے میری پرورش کرتے اور دریا میں مجھے نہ پھینکتے اور تیرے مکان میں نہ لایا جاتا۔ (عبدت) یعنی تو نے مجھے بندہ بنایا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "عبدت فلانًا و أعبدته و تعبدته و استعبدته" تو نے مجھے غلام بنائے رکھا۔

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ㉓ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ط اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ㉔ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ㉕ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ㉖ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ㉗

ترجمہ: فرعون (اس بات میں لاجواب ہوا اور سخن کا پہلو بدل کر اس نے) کہا کہ رب العالمین کی ماہیت (اور حقیقت) کیا ہے۔ موسیٰ نے جواب دیا کہ وہ پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ (مخلوقات) ان کے درمیان میں ہے اس کا اگر تم کو یقین کرنا ہو (تو یہ پتہ بہت ہے) فرعون نے اپنے اردگرد (بیٹھنے) (والوں سے کہا کہ تم لوگ (کچھ سنتے ہو کہ سوال کچھ اور جواب کچھ) موسیٰ نے فرمایا کہ وہ پروردگار ہے تمہارا اور تمہارے پہلے بزرگوں کا فرعون (نہ سمجھا اور) کہنے لگا کہ یہ تمہارا رسول جو (بزعم خود) تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہے مجنون (معلوم ہوتا) ہے۔

تفسیر ㉓ "قال فرعون وما رب العالمین" فرعون کہنے لگا "رب العالمین" کیا چیز ہوتی اور اے موسیٰ تم گمان کرتے ہو کہ تم اس کے بھیجے ہوئے رسول ہو تو اپنے اللہ کی صفت بیان کرو جس نے تمہیں بھیجا ہے۔ فرعون نے جنس کے متعلق سوال کیا، اللہ رب العزت اس سے پاک ہیں۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے اس کو جواب دیا اور ان افعال کو لائے (معجزات کو پیش کیا) جس کا مثل لانے سے انسان عاجز ہوتا ہے۔

㉔ "قال رب السمٰوٰت والارض وما بینھما ان کنتم موقنین" ان دونوں کو پیدا کرنے والے ہیں۔ اہل معانی کا قول ہے کہ جس طرح تو ان اشیاء کو دیکھ کر تمہیں یقین ہوتا ہے ان کو معائنہ کرنے کے ساتھ لہٰذا یہ بھی یقین کر لو کہ وہ مخلوقات کا خدا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو جواب دیا تو فرعون موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں حیران ہو گیا۔

㉕ "قال لمن حولہ" اس کی قوم کے بڑے بڑے سردار۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ فرعون کے اردگرد پانچ سو اشخاص موجود تھے۔ فرعون نے اس بات کو بعید سمجھتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کی اس بات کو ان لوگوں پر پیش کیا اور کہا "الا تسمعون" یہ اس لیے کہا کہ ان لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ آسمان اور زمین کے مالک یہی ہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بات کو مزید واضح بیان کیا۔

㉖ "قال ربکم و رب ابائکم الاوّلین"

㉗ "قال" فرعون نے کہا "ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون" وہ جو کلام کرتا ہے اس پر نہ وہ عقل رکھتا ہے اور نہ وہ جانتا ہے کہ یہ کلام درست ہے کہ نہیں۔ ان کے نزدیک جو ان کے اعتقاد کے مطابق اعتقاد نہ رکھے تو وہ عاقل

نہیں سمجھا جاتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس بات پر مزید اور واضح کلام بیان کیا۔

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۗ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿28﴾ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿29﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿30﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿31﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿32﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿33﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿34﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿35﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿36﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿37﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿38﴾ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿39﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿40﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿41﴾

ترجمہ موسیٰ نے فرمایا کہ پروردگار ہے مشرق کا اور مغرب کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کا بھی اگر تم کو عقل ہو تو اس کو مان لو) فرعون (آخر جھلا کر) کہنے لگا کہ اگر تم میرے سوا کوئی اور معبود تجویز کرو گے تو تم کو جیل خانہ بھیج دوں گا موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا اگر میں کوئی صریح دلیل پیش کر دوں تب بھی (نہ مانے گا) فرعون نے کہا اچھا تو وہ دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو سو موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈال دی تو وہ دفعۃً ایک نمایاں اژدہا بن گیا اور (دوسرا معجزہ دکھلانے کے لئے اپنا ہاتھ (گریبان میں دے کر) باہر نکالا تو وہ دفعۃً سب دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا فرعون نے اہل دربار سے جو اس کے آس پاس (بیٹھے) تھے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جادو (کے زور) سے تم کو تمہاری سرزمین سے باہر کر دے سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو درباریوں نے کہا کہ آپ ان کو اور ان کے بھائی کو (چندے) مہلت دیجئے اور شہروں میں چپڑاسیوں (کو حکم نامے) دے کر بھیج دیجئے کہ وہ (سب شہروں سے) سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لا کر حاضر کر دیں غرض وہ جادوگر ایک معین دن کے خاص وقت پر جمع کر لئے گئے اور (فرعون کی طرف سے بطور اعلان عام کے) لوگوں کو یہ اشتہار دیا گیا کہ کیا تم لوگ جمع ہو گے (یعنی جمع ہو جاؤ) تا کہ اگر جادوگر غالب آ جاویں تو ہم ان ہی کی راہ پر رہیں پھر جب وہ جادوگر (فرعون کی پیشی میں) آئے تو فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم (موسیٰ علیہ السلام) پر غالب آئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا اصلہ (اور انعام) ملے گا۔

تفسیر ﴿28﴾ "قال رب المشرق والمغرب وما بينهما ان كنتم تعقلون"

﴿29﴾ "قال" فرعون نے کہا جب اس کی حجت پوری ہو گئی اور لاجواب ہو گیا تو حق سے تکبر کرتے ہوئے پھر گیا۔ "لئن اتخذت

الٰهًا غیری لاجعلنک من المسجونین" ان قیدیوں میں شامل کردیں گے۔ کلبی نے کہا فرعون کی قید کی حالت قتل سے بھی زیادہ سخت تھی۔ قیدی کو ایک تنہا اندھیری کوٹھڑی میں پھینک دیتا تھا، قیدی کو وہاں کچھ نظر نہ آتا تھا اور لڑھکتا ہوا زمین کے اندر چلا جاتا تھا۔

③⓪ "قال" جب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قید کا وعدہ کیا۔ "اولو جئتک" اگر آپ کوئی لے آؤ۔ "بشیء مبین" واضح آیات اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا تم لوگ میرے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرو گے حالانکہ میں تمہارے پاس واضح دلائل لے کر آیا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات اس وجہ سے کہی کہ لوگوں کے اخلاق میں سے یہ بات بھی شامل تھی کہ وہ انصاف سے سکون حاصل کرتے تھے اور بیان کے بعد حق کو قبول کرتے تھے۔

③① "قال" فرعون نے کہا "فات به" اگر آپ اس طرح آیات یا نشانی لے کر آئیں تو پھر ہم آپ کو قید نہیں کریں گے۔ "ان کنت من الصادقین"

③② "فالقی عصاه فاذا هی ثعبان مبین" اس نے کہا کہ کیا اس کے علاوہ اور بھی نشانیاں ہیں۔

③③ "ونزع" موسیٰ علیہ السلام نے نکالا۔ "یده فاذا هی بیضاء للناظرین"

③④ "قال" فرعون نے کہا "للملاء حوله انّ هذا لساحرٌ علیم"

③⑤ "یرید أن یخرجکم من ارضکم بسحرة فماذا تامرون"

③⑥ "قالوا ارجه واخاه وابعث فی المدائن حاشرین"......

③⑦ "یأتوک بکل سحار علیم"

③⑧ "فجمع السحرة لمیقات یوم معلوم" اس سے مراد زینت کا دن ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اتفاق سے وہ دن نوروز کا تھا اور شنبہ کا دن تھا۔

③⑨ "وقیل للنّاس هل انتم مجتمعون" تاکہ تم ان دونوں فریقوں کے درمیان فیصلہ دیکھ سکو اور کس کو غلبہ حاصل ہوگا۔

④⓪ "لعلنا نتبع السحرة ان کانوا هم الغالبین" موسیٰ علیہ السلام پر اور بعض نے کہا کہ یہ کہنا ان کا بطور استہزاء کے تھا۔ "بالسحرة" سے مراد موسیٰ و ہارون علیہما السلام اور ان کی قوم کے متعلق تھا۔

④① "فلما جاء السحرة قالوا لفرعون أئن لنا لاجرًا ان کنا نحن الغالبین"

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٢﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿٤٥﴾ فَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿٤٦﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿٤٨﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِىْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ

فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۵ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّکُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۹﴾ قَالُوْا لَاضَیْرَ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَلَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَآ اَنْ کُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۱﴾ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْٓ اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: فرعون نے کہا کہ ہاں اور (مزید برآں) تم اس صورت میں (ہمارے) مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے موسیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم کو جو کچھ ڈالنا ہو (میدان میں) ڈالو سو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور کہنے لگے کہ فرعون کے اقبال کی قسم بیشک ہم ہی غالب آویں گے پھر موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا سو ڈالنے کے ساتھ ہی (اژدہا بن کر) ان کے تمام تر بنے بنائے دھندے کو نگلنا شروع کر دیا سو (یہ دیکھ کر) جادوگر (ایسے متاثر ہوئے کہ سب سجدے میں گر پڑے اور پکار پکار کر) کہنے لگے کہ ہم ایمان لے آئے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کا بھی رب ہے۔ فرعون کہنے لگا کہ ہیں تم موسیٰ پر ایمان لے آئے بدوں اس کے کہ میں تم کو جازت دوں ضرور (معلوم ہوتا ہے کہ) یہ (جادو میں) تم سب کا استاد ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے سو اب تم کو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے (اور وہ یہ ہے) میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسرے طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور تم سب کو سولی پر ٹانگ دوں گا (تا کہ اوروں کو عبرت ہو) انہوں نے جواب دیا کہ کچھ حرج نہیں ہم اپنے مالک کے پاس جا پہنچیں گے (اور) ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہماری خطاؤں کو معاف کر دے اس وجہ سے کہ ہم (اس موقع پر حاضرین میں سے) سب سے پہلے ایمان لائے اور ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا کہ میرے ان بندوں کو شبا شب (مصر سے باہر) نکال لے جاؤ (اور فرعون کی جانب سے) تم لوگوں کا تعاقب کیا جاوے گا فرعون نے تعاقب کی تدبیروں کے لئے آس پاس کے شہروں میں چپراسی دوڑا دیئے (اور یہ کہلا بھیجا) کہ یہ لوگ (یعنی بنی اسرائیل ہماری نسبت) تھوڑی سی جماعت ہے۔

تفسیر: ﴿۴۲﴾ "قَالَ نَعَمْ وَاِنَّکُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ"......

﴿۴۳﴾ "قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓی اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ"......

﴿۴۴﴾ "فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِیَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ"

﴿۴۵﴾ "فَاَلْقٰی مُوْسٰی عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِکُوْنَ"......

﴿۴۶﴾ "فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ"......

﴿۴۷﴾ "قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"......

﴿۴۸﴾ "رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ"

⑲"قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ط لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ"

⑳"قَالُوْا لَا ضَيْرَ" کوئی ضرر نقصان نہیں۔"اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ"

㉑"اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ"

㉒"وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ"فرعون اوراس کی قوم تمہارا پیچھا کرے گی تا کہ وہ تمہیں مصر سے نکلنے سے روکے۔ابن جریج سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پروحی بھیجی کہ بنی اسرائیل کو جمع کریں اور بنی اسرائیل کے ہر چار گھر والوں کو ایک گھر میں جمع کرو، پھر بھیڑ کے بچوں کو ذبح کر کے ان کا خون گھروں کے دروازوں پر لگا دو، میں فرشتوں کو حکم دوں گا کہ جس گھر پر خون کا نشان ہوگا اس میں داخل نہیں ہوں گے۔ پھر میں فرشتوں کو حکم دوں گا وہ قوم فرعون کے بچوں کو مار ڈالیں گے اوران کو مالی نقصان پہنچائیں گے۔ پھر تم روٹیاں بنا کر ساتھ لے لینا، پھر راتوں رات میرے بندوں کو لے کر سمندر پر پہنچ جانا، وہاں تم کو میرا جدید حکم ملے گا۔صبح ہوئی تو لوگوں نے فرعون سے کہا کہ یہ حرکت موسیٰ اوراس کی قوم نے کی ہے۔ انہوں نے ہمارے بچے بھی مار ڈالے اور ہمارا مال بھی لے گئے۔فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے پندرہ لاکھ سردار جن میں سے ہر ایک کی کمانڈ میں ایک ہزار آدمی تھے ان کو روانہ کر دیا اور خود بھی اپنی کرسی پر بیٹھ کر نکل کھڑا ہوا۔

㉓"فارسل فرعون فی المدائن حاشرین" تا کہ وہ شہر کے لوگوں کو جمع کرے اور بڑے بڑے جادوگروں کو جمع کرے۔بعض نے کہا کہ وہ گروہوں کو جمع کر دے اور بعض نے یہ ذکر کیا کہ ان کے ایک ہزار شہر اور بارہ ہزار بستیاں تھیں اور فرعون نے ان سب مشیروں کو کہا۔

㉔"ان ھؤلاء لشرذمة" جماعت ہے۔"قلیلون"لوگوں کی ایک قلیل تعداد اس کی جمع شراذم آتی ہے۔بعض روایات میں اس کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ چھ ہزار بتلائی ہے۔ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے لشکر کی تعداد چھ لاکھ ستر ہزار تھی۔فرعون کے لشکر کو کوئی بھی شمار نہیں کر سکتا۔

وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ㉕ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ㉖ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ㉗ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ㉘ كَذٰلِكَ ط وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ㉙ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ㉚ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ㉛

ترجمہ: اورانہوں نے ہم کو بہت غصہ دلایا ہے اور ہم سب ایک مسلم جماعت (اور باقاعدہ فوج) ہیں غرض ہم نے ان کو باغوں سے اور چشموں سے اور خزانوں سے اور عمدہ مکانات سے نکال باہر کیا (ہم نے ان کے ساتھ تو) یوں کیا اوران کے بعد بنی اسرائیل کو ان کا مالک بنایا (یہ جملہ معترضہ تھا آگے قصہ ہے) غرض (ایک روز) سورج نکلنے کے

وقت ان کو پیچھے سے جالیا پھر دونوں جماعتیں آپس میں ایسی قریب ہوئیں کہ) ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں تو موسیٰ کے ہمراہی (گھبرا کر) کہنے لگے کہ (اے موسیٰ) بس ہم تو ان کے ہاتھ آ گئے۔

تفسیر ⑤⑤ "وانهم لنا لغائظون" جیسے کہا جاتا ہے "غاظه، أغاظه و غيظه" جب وہ غصے میں ہو۔ غیظ اور غضب دونوں کا ایک معنی ہے۔ وہ کہنے لگے ہماری مخالفت کر کے انہوں نے ہمیں غصہ دلایا ہے اور ہمارے بچوں کو قتل کر کے ہمارے اموال کو غصب کر کے لے گئے اور ہماری سرزمین مصر سے ہماری اجازت کے بغیر نکل کھڑے ہوئے۔

⑤⑥ "وانا لجميع حاذرون" اہل حجاز اور بصرہ نے حذرون پڑھا ہے بغیر الف کے جبکہ دوسرے قراء نے حاذرون پڑھا ہے۔ اس میں دونوں لغات ہیں۔ بعض اہل تفاسیر نے کہا کہ "حاذرون" قوت والے یعنی تیار۔ فراء کا قول ہے کہ "حاذر" وہ شخص جو تم کو اس وقت ڈرا رہا ہے اور حذر وہ شخص جو خوفناک ہے۔

⑤⑦ "فاخرجناهم من جنات" وہ باغات جو دریاؤں کے کنارے تھے۔ ان کو خیر آباد کیا اور گھروں کو بھی چھوڑ دیا۔ "وعيون" جاری نہروں سے نکال کر لائے۔

⑤⑧ "وكنوزٍ" اس سے اموال ظاہرہ سونا، چاندی، مجاہد نے کہا کہ اس کو کنوز کا نام دیا کیونکہ انہوں نے اس سے کوئی صدقہ وغیرہ نہیں نکالا۔ اگرچہ ظاہری طور پر وہ بڑے بڑے باغات ہی کیوں نہ ہوں۔ کہا گیا کہ فرعون کے آٹھ ہزار غلام تھے، ہر ایک غلام گھوڑے پر سوار ہوتا اور گھوڑے کے گلے میں سونے کے زیورات ہوتے تھے۔ "ومقام كريم" اور ان غلاموں کے لیے اچھا مکان تھا۔ مفسرین نے کہا کہ اس سے مراد امراء ورؤساء کی مجالس ہیں جن کی لوگ پیروی کرتے تھے۔ مجاہد اور سعید بن جبیر نے اس سے مراد اونچے منبر لیے ہیں اور بعض نے کہا کہ فرعون جب کرسی پر بیٹھتا تھا تو اس کے سامنے تین سو سونے کی کرسیاں بچھی ہوئی ہوتی تھیں جن پر شہر کے اشراف لوگ بیٹھا کرتے تھے۔

⑤⑨ "كذلك" اسی وصف کے ساتھ "و اورثناها" ہم نے ان کو ہلاک کر دکھایا۔ "بني اسرائيل" یہ اس وجہ سے کہ جب فرعون اور اس کی قوم غرق ہوگئی تو بنی اسرائیل کو وہ تمام اشیاء لوٹا دیں جو فرعون اور اس کی قوم کے پاس تھیں۔ ان کے سونے، ان کے مکانات اور دیگر اشیاء بنی اسرائیل کے ہاتھوں آ گئیں۔

⑥⓪ "فاتبعوهم مشرقين" سورج کے نکلنے کے وقت ان کو جا کر ملے۔ فرعون کی قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو سورج نکلنے کے وقت دریا پر جا پہنچی۔ "فلما تراء ى الجمعان" وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ گئے اس طور پر کہ ایک دوسرے کو انہوں نے دیکھ بھی لیا۔ حمزہ نے "ترا ء ى" کی ہمزہ کو کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے ان دونوں کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

⑥① "قال اصحاب موسى انا لمدركون" فرعون کی قوم نے ہمیں پالیا اور ہم ان سے مقابلہ کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے۔

قَالَ كَلَّا ۚ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ⑥② فَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ⑥③ وَأَزْلَفْنَا ثَمَّ الْآخَرِينَ ⑥④ وَأَنجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ

اَجْمَعِيْنَ ⑥⑤ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ⑥⑥ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑥⑦ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑥⑧ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ⑥⑨ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ⑦⓪

ترجمہ: موسیٰ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں کیونکہ میرے ہمراہ میرا پروردگار ہے وہ مجھ کو (دریا سے نکلنے کا) ابھی راستہ بتلا دے گا پھر ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنی عصا کو دریا پر مارو چنانچہ (انہوں نے اس پر عصا مارا جس سے) وہ (دریا) پھٹ گیا اور ہر حصہ اتنا (بڑا) تھا جیسا بڑا پہاڑ اور ہم نے دوسرے فریق کو بھی اس موقع کے قریب پہنچا دیا اور (انجام قصہ یہ ہوا کہ) ہم نے موسیٰ کو اور ان کے ساتھ والوں کو سب کو بچا لیا پھر دوسروں کو غرق کر دیا (اور) اس واقعہ میں بھی بڑی عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان (کفار) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور آپ کا رب بڑا زبردست ہے (اور) بڑا مہربان ہے اور آپ ان لوگوں کے سامنے ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ بیان کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس چیز کی عبادت کیا کرتے ہو۔

تفسیر ⑥② "قال" حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا وعدہ پختہ یاد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ مدد کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ "**کلا**" ہرگز وہ ہمیں پا نہیں سکتے۔ "**انّ معی ربی سیھدین**" وہ ہمیں نجات کا راستہ ضرور بتلائے گا۔

⑥③ "**فاوحینا الٰی موسٰی أن اضرب بعصاک البحر فانفلق**" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا سمندر پر مارا جس سے وہ خشک ہو کر پھٹ گیا۔ "**فکان کل فرق**" پانی کے ٹکڑے بن گئے۔ "**کالطود العظیم**" جیسا کہ وہ بڑے بڑے پہاڑ بن گئے ہوں۔ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر کے کنارے پہنچے تو ہوا چلنے لگی اور سمندر پہاڑ کی مانند موجیں مارنے لگا' یوشع کہنے لگے، اے اللہ! کلام کرنے والے آپ کا کیا حکم ہے؟ ہمیں فرعون کی فوج نے ڈھانپ لیا اور ہمارے سامنے سمندر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یوشع اپنے گھوڑے کو لے کر پانی میں چلو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا حتیٰ کہ ان کے گھوڑے کے کھروں کو پانی تک نہ لگا اور جس شخص نے اپنا ایمان چھپایا ہوا تھا اس نے کہا کہ کہاں ہے تمہارا حکم۔ اس نے اپنے گھوڑے کی لگام کو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ اس نے زور سے کھینچا کہ وہ اُڑ کر سمندر میں جا لگا اس کا پانی سے کچھ بھی گیلا نہیں ہوا۔ بعض حضرات نے کہا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کی بات کا جواب دینے سے قاصر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اپنی عصا سمندر پر ماریں۔ اس میں راستے بن گئے تو اس سے گزرنے والے نہ تو گھوڑے کے کھروں کو پانی لگا اور نہ ہی کسی سوار کو۔

⑥④ "**وازلفنا**" قریب لے آئے۔ "**ثم الاخرین**" اس سے مراد فرعون کی قوم ہے۔ وہ یہ کہنے لگے کہ وہ سمندر تک پہنچ گئے اور ہلاکت کے قریب ہو گئے۔ ابو عبیدہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ ہم نے ان دونوں کو جمع کر دیا۔ اسی سے لیلۃ المزدلفہ ہے اس رات کو لیلۃ الجمع بھی کہتے ہیں۔ واقعہ میں آیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام قوم موسیٰ اور قوم فرعون کے درمیان تھے اور وہ بنی اسرائیل کو کھینچ رہے تھے اور وہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے اس شخص سے اچھا کوئی نہیں دیکھا اور فرعون کی

قوم کو ڈرا رہے تھے اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اس شخص سے زیادہ کوئی شخص نہیں دیکھا جو ڈرا رہا ہو۔

⑥⑤ "وانجينا موسىٰ ومن معه أجمعين"

⑥⑥ "ثم اغرقنا الاخرين" فرعون اور اس کی قوم۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سمندر پہلے خاموشی کے ساتھ چل رہا تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مارا تو وہ پھیل گیا اور خشک ہو گیا۔

⑥⑦ "انّ فی ذلک لاية وما كان اكثرهم مؤمنين" اس سے مراد اہل مصر ہیں۔ بعض حضرات نے کہا کہ فرعون کے ساتھیوں میں سے صرف یہ لوگ ایمان لائے تھے آسیہ فرعون کی بیوی اور ایک وہ شخص جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا یعنی حزقیل اور اس کی بی بی مریم بنت ناموسیا۔ یہ مریم وہی عورت ہے جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کی نشاندہی کی تھی۔

⑥⑧ "وانّ ربک لهو العزيز الرحيم" عزیز جو اپنے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہو اور رحیم ہے مؤمنین کیلئے ان کو نجات دے کر۔

⑥⑨ "واتل عليهم نبأ ابراهيم"......

⑦⓪ "اذ قال لابيه وقومه ماتعبدون" تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو۔

قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ ہم بتوں کی عبادت کیا کرتے ہیں اور ہم ان ہی (کی عبادت پر جمے بیٹھے رہتے ہیں ابراہیم نے فرمایا کہ کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم ان کو پکارا کرتے ہو یا یہ تم کو کچھ نفع پہنچاتے ہیں یا یہ تم کو کچھ ضرر پہنچا سکتے ہیں ان لوگوں نے کہا کہ (ان کی عبادت کرنے کی وجہ یہ تو) نہیں بلکہ ہم نے اپنے بڑوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے ابراہیمؑ نے فرمایا کہ بھلا تم نے ان کو (غور سے) دیکھا بھی جن کی تم عبادت کیا کرتے ہو تم بھی اور تمہارے پرانے بڑے بھی کہ یہ (معبودین میرے (اور تمہارے) لئے باعث ضرر ہیں مگر ہاں رب العالمین جس نے مجھ کو (اور اسی طرح سب کو) پیدا کیا پھر وہی مجھ کو (میری مصلحتوں کی طرف) رہنمائی کرتا ہے اور جو مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں (جس کے بعد شفا ہو جاتی ہے) تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے اور جو مجھ کو (وقت پر) موت دے گا پھر (قیامت کے روز) مجھ کو زندہ کرے گا۔

تفسیر ⑦① "قالوا نعبد اصنامًا فنظل لها عاكفين" ہم انہی بتوں کی پوجا کرنے پر قائم ہیں۔ بعض اہل علم کا بیان ہے کہ یہاں آیت میں "فنظل" کہا گیا ہے کیوں کہ وہ ان کو دن کے وقت پوجتے تھے، رات کو نہیں پوجتے تھے۔ جیسا دن کے وقت کام کرنے والے کو بولا جاتا ہے "ظل يفعل"......

⑫"قال هل یسمعونکم" کیا یہ تمہاری پکار کو سنتے ہیں۔"اذ تدعون" جب تم ان کو پکارتے ہو۔ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کیا یہ تمہاری بات کو سنتے ہیں۔"او ینفعونکم" اس سے مراد رزق ہے۔"او یضرون" اگر تم ان کی عبادت کو ترک کردو تو کیا یہ تمہیں سزا دیتے ہیں۔

⑭"قالوا بل وجدنا آباء نا کذلک یفعلون" اس کا معنی یہ ہے کہ وہ کسی کی بات نہیں مانتے اور نہ کسی کو نفع پہنچاتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچاتے ہیں بلکہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو اس راستے پر پایا ہے۔یہی تمہاری تقلید کے ابطال کی دلیل ہے۔

⑮"قال افرائیتم ما کنتم تعبدون

⑯ أنتم و آباء کم الاقدمون" اس سے مراد پہلے لوگ ہیں۔

⑰"فانهم عدوٌّ لی" وہ میرے دشمن ہیں۔یہاں پر ہر معبود کو اکیلا ذکر کیا ہے کیونکہ ان کو ہر ایک کے ساتھ دشمنی ہوتی ہے۔

سوال: بتوں کے ساتھ عداوت کا ذکر کیا ہے۔حالانکہ وہ تو بے جان ہیں؟

جواب۔قیامت کے دن وہ دشمن بن جائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا"سیکفرون بعبادتهم ویکونون علیهم ضدًا" بعض نے کہا کہ یہ میرے دشمن ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ یہ ہمارے پاس آسکتے ہیں اور نہ ہی ان کی جہت سے کوئی نفع حاصل ہوسکتا ہے۔جیسا کہ کوئی شخص نہ ان سے دشمنی مول لے سکتا ہے اور نہ ہی ان کی جانب سے کوئی نفع حاصل کرسکتے ہیں۔

"الا رب العالمین" اس استثناء میں آئمہ کے مختلف اقوال ہیں۔بعض حضرات نے کہا کہ یہ استثناء منقطع ہے۔گویا کہ یوں فرمایا کہ وہ سب میرے دشمن ہیں مگر رب العالمین کہ وہ میرا دوست ہے۔

بعض اہل علم نے کہا کہ قوم ابراہیم بتوں کے ساتھ اللہ کی عبادت بھی کرتے تھے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، تمہارے سارے معبود سوائے رب العالمین کے میرے دشمن ہیں یا یوں کہا جائے تا کہ ان کے آباؤ اجداد میں سے کچھ لوگ اللہ کو مانتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔حسین بن فضل نے اس کا معنی بیان کیا مگر وہ جو میرے رب العالمین کے پاس ہے پھر اس کے معبود ہونے کا وصف بیان کیا۔

⑱"الذی خلقنی فهو یهدین" اور وہ ہدایت کے راستے کی طرف،نجات کے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

⑲"والذی هو یطعمنی ویسقین" اور وہ مجھے رزق اور غذا کھانے پینے کیلئے دیتا ہے۔وہ ہی رزاق ہے اور اسی کے پاس میرا رزق ہے۔

⑳"واذا مرضت" مرض کی اضافت اپنی طرف کردی کیوں کہ مرض اور شفاء اسی کی طرف سے ہوتی ہے۔یہ بطور حسن ادب کے ذکر کیا ہے۔جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا"فاردت أن أعیبها" اور فرمایا"فاراد ربُّک ان یبلغا اشدهما"......"فهو یشفین" اور وہ ہی مجھے میرے مرض سے شفا دیتا ہے۔

㉑"والذی یمیتنی ثم یحیین" ثم یہاں پر تراخی کے لیے ہے کہ وہ مجھے دنیا میں موت دے گا اور آخرت میں زندہ کرے گا۔

وَالَّذِىٓ اَطۡمَعُ اَنۡ يَّغۡفِرَ لِىۡ خَطِيۡٓـَٔتِىۡ يَوۡمَ الدِّيۡنِ ﴿82﴾ رَبِّ هَبۡ لِىۡ حُكۡمًا وَّ اَلۡحِقۡنِىۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ ﴿83﴾ وَاجۡعَلۡ لِّىۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿84﴾ وَاجۡعَلۡنِىۡ مِنۡ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيۡمِ ﴿85﴾ وَاغۡفِرۡ لِاَبِىۡۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيۡنَ ﴿86﴾ وَلَا تُخۡزِنِىۡ يَوۡمَ يُبۡعَثُوۡنَ ﴿87﴾ يَوۡمَ لَا يَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ ﴿88﴾ اِلَّا مَنۡ اَتَى اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ ﴿89﴾ وَاُزۡلِفَتِ الۡجَنَّةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿90﴾ وَبُرِّزَتِ الۡجَحِيۡمُ لِلۡغٰوِيۡنَ ﴿91﴾

ترجمہ: اور جس سے مجھ کو یہ امید ہے کہ میری غلط کاری کو قیامت کے روز معاف کر دے گا اے میرے پروردگار مجھ کو حکمت عطا فرما اور (مراتب قرب میں) مجھ کو اعلیٰ درجہ کے) نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرما اور میرا ذکر آئندہ آنے والوں میں جاری رکھ اور مجھ کو جنت النعیم کے مستحقین میں سے کر اور میرے باپ (کو توفیق ایمان کی دے کر اس) کی مغفرت فرما کہ وہ گمراہ لوگوں میں ہے اور جس روز سب زندہ ہو کر اٹھیں گے اس روز مجھ کو رسوا نہ کرنا جس دن میں کہ (نجات کے لئے) نہ مال کام آوے گا اور نہ اولاد مگر ہاں (اس کی نجات ہوگی) جو اللہ کے پاس (کفرو شرک سے) پاک دل لے کر آوے گا اور (اس روز) خدا ترسوں (یعنی ایمان والوں) کے لئے جنت نزدیک کر دی جائے گی اور گمراہوں (یعنی کافروں) کے لئے دوزخ سامنے ظاہر کی جاوے گی۔

تفسیر ﴿82﴾ "والذی اطمع" اُمید کرتے ہیں۔ "أن یغفرلی خطیئتی یوم الدین" حساب کے دن وہ میری غلطیوں کو درگزر فرما دے گا۔

خطاء سے کیا مراد ہے

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس خطاء سے مراد ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول "انی سقیم" ہے اور دوسرا "بل فعلہ کبیرھم" اور حضرت سارہ علیہا السلام کے متعلق فرمایا تھا "ھذا اختی" حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کو دیکھ کر فرمایا تھا۔ "ھذا ربی" یہ خطاء ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، ابن جرعان زمانہ جاہلیت میں کینہ پروری کرتا تھا اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا کیا اس کا اس کو کچھ نفع ملے گا۔ فرمایا اس کو کچھ فائدہ نہیں پہنچے گا، اگر اس نے کسی دن بھی "رب اغفرلی خطیئتی یوم الدین" نہیں کہا ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے سامنے جو کچھ کہا وہ سب بطور احتجاج اور دلیل کے تھا کہ جس معبود میں ایسا کرنے کی طاقت نہ ہو وہ معبود ہونے کا حق نہیں رکھتا اور نہ اس کی پوجا کرنا جائز ہے۔

﴿83﴾ "رب ھب لی حکمًا" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد حدود اللہ کی معرفت اور اس کے احکام کی معرفت ہے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ اس سے مراد فہم اور علم ہے۔ کلبی کا قول ہے کہ اس سے مراد نبوت ہے۔

"والحقنی بالصالحین" ماقبل میں جو انبیاء کرام علیہم السلام گزر چکے ہیں ان کے درجہ اور منزلت تک پہنچا۔

⑧④ "واجعل لی لسان صدق فی الاٰخرین" اچھی تعریف اور اچھا ذکر اور قبولیت عامہ جو آئندہ لوگوں کی زبانوں پر کر دے جو میرے بعد آئیں گے۔ تمام اہل ادیان میں ہماری تعریف قائم فرمائیں۔ قتیبی کا قول ہے کہ یہاں زبان کو قول کے قائم مقام کر دیا گیا ہے۔ چونکہ بات بھی اسی سے صادر ہوتی ہے اس لیے اس کا ذکر کیا۔

⑧⑤ "واجعلنی من ورثة جنة النعیم" ان لوگوں میں سے جن کو تو نے جنت کی نعمتوں سے نوازا ہے انہی میں سے مجھے بھی بنا۔

⑧⑥ "واغفر لابی انه کان من الضالین" یہ اس وقت دعا کی تھی جب ان کو معلوم نہیں تھا کہ میرا باپ اللہ کا دشمن ہے۔ جیسا کہ سورۃ توبہ میں گزر چکا ہے۔

⑧⑦ "ولا تحزنی" اور مجھے اس دن رسوا نہ کرنا۔ "یوم یبعثون"

⑧⑧ "یوم لاینفع مال ولا بنون الامن اتی اللّٰه بقلب سلیم" جو خالص شرک سے پاک ہو۔ گناہوں سے پاک ہونا مراد نہیں کیونکہ کوئی شخص بھی گناہ سے پاک نہیں ہے۔ سعید بن المسیب کا قول ہے کہ قلب سلیم سے مراد صحیح دل ہے اور وہ مؤمن کا دل ہے کیونکہ کافر اور منافق کا دل مریض ہے۔

⑧⑨ اللہ تعالیٰ کا فرمان "فی قلوبهم مرض" ابن عثمان النیشاپوری اس سے مراد دل کا بدعت سے خالی ہونا اور سنت سے مطمئن ہونا۔

(⑨⓪ ⑨①) ...... "وازلفت" اور قریب کر دی جائے گی۔ "الجنة للمتقین و برزت" اور وہ ظاہر کھلی ہوئی ہوں گی۔ "الجحیم للغاوین" کافروں کے لیے۔

وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ⑨② مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ⑨③ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ⑨④ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ⑨⑤ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ⑨⑥ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ⑨⑦ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑨⑧ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ⑨⑨ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ①⓪⓪ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ①⓪① فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ①⓪②

ترجمہ: اور (اس روز) ان سے کہا جاوے گا کہ وہ معبود کہاں گئے جن کی تم خدا کے سوا عبادت کیا کرتے تھے کیا وہ تمہارا ساتھ دے سکتے ہیں یا اپنا ہی بچاؤ کر سکتے ہیں پھر (یہ کہہ کر) وہ (معبودین) اور گمراہ لوگ اور ابلیس کا لشکر سب کے سب دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دیئے جاویں گے وہ کفار اس دوزخ میں گفتگو کرتے ہوئے (ان معبودین سے) کہیں گے کہ بخدا بے شک ہم صریح گمراہی میں تھے جبکہ تم کو (عبادت میں) رب العالمین کے برابر کرتے تھے اور ہم کو تو بس ان بڑے مجرموں نے (جو کہ بانی ضلالت تھے) گمراہ کیا (اب) نہ کوئی ہمارا سفارشی ہے (کہ چھڑا لے اور نہ کوئی مخلص دوست ہے (کہ خالی دلسوزی ہی کر لے) سو کیا اچھا ہوتا کہ ہم کو (دنیا میں) پھر واپس جانا ملتا کہ ہم مسلمان ہو جاتے۔

تفسیر (۹۲_۹۳)......"وقیل لهم" قیامت کے دن "اینما کنتم تعبدونo من دون الله هل ینصرونکم" وہ تمہیں عذاب سے نہیں روک سکیں گے۔ "او ینتصرون" یا خود محفوظ ہو سکتے ہیں۔

آیت فکبکبوا میں تفسیری اقوال

۹۴ "فکبکبوا فیها" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ کیا۔ دوزخ میں ان کو جمع کیا جائے گا۔ مجاہد کا قول ہے کہ ان کو اوندھا منہ گرا دیا جائے گا۔ مقاتل کا بیان ہے کہ پھینک دیا جائے گا۔ زجاج نے کہا کہ ایک کو دوسرے پر ڈال دیا جائے گا۔ قتیبی نے کہا کہ سر کے بل ڈال دیئے جائیں گے۔ "هم الغاوٗن" اس سے مراد شیاطین ہیں۔ قتادہ مقاتل کلبی کا بیان ہے کہ اس سے مراد جن کا کفر ہے۔

۹۵ "وجنود ابلیس أجمعون" شیطان کے چیلے اور وہ لوگ جو اس کی اتباع کریں گے خواہ وہ جنوں میں سے ہوں یا انسانوں میں سے۔ بعض نے کہا کہ شیطان کی ذریت مراد ہے۔

۹۶ "قالوا" وہ اپنے پجاریوں اور جنہوں نے ان کو گمراہ کیا تھا ان کے ساتھ لڑیں گے۔ "وهم فیها یختصمون" اپنے معبودین کے ساتھ جھگڑیں گے اور وہ بھی ایک دوسرے سے جھگڑیں گے۔

۹۷ "تالله ان کنا لفی ضلال مبین"

۹۸ "اذ نسویکم" ہم تمہارے لیے شمار کرتے تھے۔ "برب العالمین" تمہاری عبادت کے ساتھ۔

۹۹ "وما اضلنا" انہوں نے تو ہمیں گمراہی کی طرف مائل کیا۔

"الا المجرمون" مقاتل کا بیان ہے کہ "المجرمون" سے مراد شیاطین۔ کلبی کا بیان ہے کہ اس سے گمراہ اسلاف مراد ہیں جن کی تقلید ان کافروں نے کی تھی۔ ابو العالیہ اور عکرمہ کا قول ہے کہ اس سے مراد ابلیس ہے اور ابن آدم کا پہلا بیٹا قابیل ہے کیونکہ اس نے قتل کرنے کو ایجاد کیا تھا اور دوسرے گناہوں کا بھی ارتکاب کیا۔

۱۰۰ "فمالنا من شافعین" کون ہماری سفارش کرے گا، فرشتوں میں سے، انبیاء میں سے، مؤمنین میں سے۔

۱۰۱ "ولا صدیق حمیم" یا کوئی قریبی جو ہماری سفارش کرے، کفار لوگ اس وقت کہیں گے جب مؤمنین کی سفارش فرشتے، انبیاء کرام اور دیگر مؤمنین کریں گے۔ صدیق وہ دوست جو محبت میں سچا ہو، دین کی شرط کے ساتھ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی جنت کے اندر کہے گا میرے فلاں دوست کا کیا ہوا، اس وقت اس جنتی کا دوست جہنم میں ہوگا۔

اللہ حکم دے گا اس کے دوست کو دوزخ سے نکال کر جنت میں لے جاؤ، اس کے بعد جو لوگ دوزخ میں رہ جائیں گے وہ کہیں گے "فما لنا من شافعین ولا صدیق حمیم" حسن کا قول ہے کہ اپنے مؤمن دوستوں کی تعداد زیادہ کرو کیونکہ قیامت کے دن وہ شفاعت کریں گے۔

⑩٢ "فلو انّ لنا كرّة" اگر ایک بارہمیں دُنیا میں واپس لوٹ جانا حاصل ہو جاتا۔ "فنكون من المؤمنين"

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٠٨﴾ وَمَآ اَسْـَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١١٠﴾ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰي رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٤﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿١١٦﴾

ترجمہ بیشک اس واقعہ میں (بھی طالبانِ حق کے لئے) ایک بڑی عبرت ہے اور باوجود اس کے ان (مشرکین مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے بیشک آپ کا رب بڑا زبردست رحمت والا ہے قوم نوحؑ نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کی (برادری کے بھائی نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کیا تم (خدا سے) نہیں ڈرتے میں تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں سو اس کا مقتضا یہ ہے کہ) تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور (نیز) میں تم سے کوئی (دنیوی) صلہ نہیں مانگتا میرا صلہ تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے سو (میری اس بے غرضی کا مقتضا یہ ہے کہ) تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا ہم تم کو مانیں گے حالانکہ رذیل لوگ تمہارے ساتھ ہو لئے ہیں نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ ان کے (پیشہ اور) کام سے مجھ کو کیا بحث ان سے حساب کتاب لینا بس خدا کا کام ہے کیا خوب ہو کہ تم اس کو سمجھو اور میں ایمانداروں کو دور کرنے والا نہیں ہوں میں تو صاف طور پر ایک ڈرانے والا ہوں وہ لوگ کہنے لگے کہ اگر تم (اس کہنے سننے سے) اے نوح باز نہ آؤ گے تو ضرور سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔

تفسیر ⑩٣ **"انّ في ذلك لاية وما كان اكثرهم مؤمنين"**

⑩٤ **"وانّ ربك لهو العزيز الرحيم"** عزیز وہ جس پر کوئی غالب نہ آ سکے۔ اللہ تعالیٰ عزیز ہیں اور ان کی وصف عزت کے ساتھ رحیم والی بھی صفت ہے۔

⑩٥ **"كذبت قوم نوح المرسلين"** حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا اے ابو سعید! یہ تو بتلایئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے **"كذبت قوم نوح المرسلين"**...... **"كذّبت عاد المرسلين"** ...... **"كذبت ثمود المرسلين"** فرمایا ہے حالانکہ ان میں سے ہر قوم نے صرف اپنے ہی ایک پیغمبر کی تکذیب کی کیونکہ ان کی ہدایت کے لیے ایک ہی پیغمبر کو بھیجا گیا تھا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہر دوسرا پیغمبر انہی (عقائد کا حامل) کی تعلیم لے کر آیا جس کے لیے پہلا

پیغمبر آیا اور جب انہوں نے ایک پیغمبر کی تکذیب کی تو حقیقت میں سب کی تکذیب کی۔

⑩⑥ "اذ قال لھم اخوھم" جب ان سے ان کے نسبی بھائی نے کہا دینی بھائی مراد نہیں۔ "نوح الا تتقون"

⑩⑦ "انی لکم رسول امین" جو اللہ کی طرف سے میری طرف وحی آئی ہے میں اس میں امانت دار ہوں۔

⑩⑧ "فاتقوا اللّٰہ" اس کی اطاعت اور اس کی عبادت کرتے رہو۔ "واطیعون" جس چیز کے بارے میں تمہیں حکم دیا گیا ہے خواہ اس کا تعلق ایمان سے ہو یا توحید سے۔

⑩⑨ "وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری" اس کا ثواب "الا علی رب العالمین"

⑪⓪ "فاتقوا اللّٰہ" اس کی طاعت اور عبادت کے ساتھ۔ "واطیعون"

⑪① "قالوا انؤمن لک واتّبعک الارذلون" یعقوب نے "واتباعک الارذلون" پڑھا ہے۔ اس سے مراد نچلے طبقہ کے لوگ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد سنار ہے۔ عکرمہ کا قول ہے کہ اس سے مراد کپڑا بننے والے موچی مراد ہیں۔

⑪② "قال" حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا "وما علمی بما کانوا یعملون" وہ ان کے اعمال اور ان کے طریقوں کو جانتا ہے۔ ان کے اس حقیر پیشہ اور ان کے احوال کوئی حیثیت نہیں رکھتے، میں نے تو انہیں صرف دعوت وتبلیغ کا مکلف بنایا ہے کہ وہ لوگوں کو میری طرف بلائیں۔

⑪③ "ان حسابھم" ان کا حساب ہمارے اوپر نہیں۔ "الا علی ربّی لو تشعرون" اگر تم ان کو جان لیتے تو ان کے اس فعل پر عبث ہونے کا الزام نہ لگاتے۔ زجاج نے اس کا یہ مطلب بیان کیا کہ ان کا پیسے سے دین پر کوئی ضرر نہیں ہوتا۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے گا یا ان کو گمراہ کرے گا یا ان کو رسوا کرے گا۔

(⑪④ ⑪⑤)......"وما انا بطارد المؤمنین ان أنا الا نذیرٌ مبین"

⑪⑥ "قالوا لئن لم تنتہ یا نوح" جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس سے باز نہ آئے۔ "لتکونن من المرجومین" مقاتل، کلبی کا بیان ہے کہ اس کا معنی ہے جو پتھروں کی بارش سے قتل کیے گئے ہوں۔ ضحاک نے اس کا ترجمہ کیا ہے مشومین یعنی ہم تمہیں گالیاں دیں گے۔

قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ⑪⑦ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑪⑧ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ⑪⑨ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ⑫⓪ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑫① وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑫② كَذَّبَتْ عَادُ نِ الْمُرْسَلِيْنَ ⑫③ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ⑫④ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ⑫⑤ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ⑫⑥ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑫⑦ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ⑫⑧ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ⑫⑨

ترجمہ نوح (علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میری قوم مجھ کو (برابر) جھٹلا رہی ہے سو آپ میرے اوران کے درمیان میں ایک (عملی) فیصلہ کر دیجئے اور مجھ کو اور جو ایماندار میرے ساتھ ہیں ان کو (اس ہلاکت سے) نجات دیجئے تو ہم نے (ان کی دعا قبول کی اور) ان کو اور جو ان کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں (سوار) تھے ان کو نجات دی پھر اس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا اس (واقعہ) میں بھی بڑی عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان (کفار مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بیشک آپ کا رب زبردست (اور) مہربان ہے قوم عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان (کی برادری) کے بھائی ہود (علیہ السلام) نے کہا کہ کیا تم (خدا سے) ڈرتے نہیں ہو میں تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی صلہ نہیں مانگتا بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے کیا تم ہر اونچے مقام پر ایک یادگار (کے طور پر عمارت) بناتے ہو جس کو محض فضول (بلاضرورت) بناتے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے دنیا میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔

تفسیر ⑰"قال ربّ انّ قومی کذبون"

⑱"فافتح" ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔"بینی وبینھم فتحًا"......یعنی میرے اوران کے درمیان فیصلہ کر دے۔ دونوں جگہ فتح سے مراد فیصلہ ہے۔"ونجنی ومن معی من المؤمنین"

⑲"فانجیناہ ومن معه فی الفلک المشحون" وہ کشتی لوگوں سے بھری ہوئی اور پرندوں اور حیوانوں کو بھی بچالیا جو ان میں موجود تھے۔

⑳"ثم اغرقنا بعد الباقین" حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے علاوہ جتنے باقی تھے ان سب کو ڈبو دیا اوران کے اہل والوں کو بچالیا مگر وہ لوگ جو باقی رہ گئے۔ ㉑"انّ فی ذالک لاٰیة وما کان اکثرھم مؤمنین"......

㉒"وانّ ربّک لھو العزیز الرحیم"...... ㉓"کذّبت عاد المرسلین"

㉔"اذ قال لھم أخوھم" جب انہوں نے نسبی بھائی سے کہا نہ کہ دینی بھائی سے"ھود الا تتقون"......

㉕"انی لکم رسول امین" اپنی رسالت کو امانت داری سے انجام دینے والے ہیں۔ کلبی کا بیان ہے کہ اس کا معنی ہے کہ میں رسالت کے دعوے سے پہلے بھی تم لوگوں میں امانت دار جانا جاتا تھا مجھے تم جھوٹا نہیں جانتے تھے، پھر اب تم کیوں دروغ گوئی کی تہمت لگا رہے ہو۔

㉖"فاتقوا اللّٰہ واطیعون" ㉗"وما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی ربّ العالمین"

㉘"أتبنون بکل ریع" والبی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس کا معنی ہے اونچا مقام بلند جگہ۔ ضحاک اور مقاتل وکلبی نے اس کا ترجمہ کیا ہے ہر راستہ میں اور عوفی کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول آیا ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیان کا راستہ۔ مجاہد کا دوسرا قول مروی ہے کہ ریع کا معنی ہے منظر۔"ایة" بمعنی علامت

۔"تعبثون" یعنی فضول کام کرتے ہوئے آخرت میں ان کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ دُنیا میں بھی بیکار ہے۔سعید بن جبیر نے کہا کہ قوم عاد والے کبوتر بازی کرتے تھے۔انہوں نے کبوتروں کے لیے برج بنا رکھے تھے۔حضرت ہود علیہ السلام نے ان کے اس فعل کو پسند نہیں کیا اور ان برجوں کے بنانے کو لغو قرار دیا۔اس کی دلیل یہ ہے کہ آیت میں "تعبثون" آیا ہے۔یعنی تم لوگ ان سے کھیلتے ہو اور وہ کبوتر بازی میں کھیلتے تھے۔ابوعبیدہ کا قول ہے کہ ریع سے مراد بلند مقام ہے۔

129 "وتتخذون مصانع" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد بڑی بڑی عمارتیں ہیں۔مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد بڑے بڑے محلات ہیں۔کلبی نے اس کا ترجمہ مضبوط قلعوں سے کیا ہے۔قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد بڑے بڑے حوض و تالاب ہیں۔مصانع کی واحد مصنعہ ہے۔"لعلکم تخلدون" اس اُمید پر مضبوط مضبوط عمارتیں بناتے ہو کہ تم اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔گویا کہ تمہیں موت آنی ہی نہیں۔

وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ 130 فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ 131 وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ 132 اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِيْنَ 133 وَجَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ 134 اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ 135 قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ 136 اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ 137 وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ 138 فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ 139 وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ 140 كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ 141 اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ 142 اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ 143 فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ 144 وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ 145 اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ 146 فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ 147 وَّزُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ 148

(ترجمہ) اور جب کسی پر دارو گیر کرنے لگتے ہو تو بالکل جابر (اور ظالم) بن کر دارو گیر کرتے ہو سو تم (کو چاہئے کہ) اللہ سے ڈرو اور (چونکہ میں رسول ہوں اس لئے) میری اطاعت کرو اور اس (اللہ) سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے امداد کی جن کو تم جانتے ہو (یعنی) مواشی اور بیٹوں اور باغوں اور چشموں سے تمہاری امداد کی مجھ کو تمہارے حق میں (اگر تم ان حرکات سے باز نہ آئے) ایک بڑے سخت دن کے عذاب کا اندیشہ ہے وہ لوگ بولے کہ ہمارے نزدیک تو دونوں باتیں برابر ہیں خواہ تم نصیحت کرو اور خواہ ناصح نہ بنو یہ تو بس اگلے لوگوں کی ایک (معمولی) عادت (اور رسم) ہے اور (تم جو ہم کو عذاب سے ڈراتے ہو تو) ہم کو ہرگز عذاب نہ ہوگا غرض ان لوگوں نے ہود (علیہ السلام) کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو (آندھی کے عذاب سے) ہلاک کر دیا بیشک اس (واقعہ) میں بھی بڑی عبرت

ہے اور (باوجود اس کے) ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بیشک آپ کا رب زبردست اور مہربان ہے قوم ثمود نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے میں تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس پر کچھ صلہ نہیں چاہتا بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے کیا تم کو ان ہی چیزوں میں بے فکری سے رہنے دیا جاوے گا جو یہاں (دنیا میں) موجود ہیں یعنی باغوں میں اور چشموں میں اور کھیتوں میں اور ان کھجوروں میں جن کے گچھے خوب گوندھے ہوئے ہیں

تفسیر ⑬⓪ "واذا بطشتم" جب تم کسی کو پکڑنے کے لیے آتے ہو۔ "بطشتم جبارین" تلوار کے ساتھ قتل کر دیتے ہو اور کوڑوں کے ساتھ مارتے ہو۔ جبار وہ ہے جو قتل کرے اور غصہ کے وقت مارے.... ⑬① "فاتقوا الله و أطيعون"

⑬② "واتقوا الذی امدکم بما تعلمون" اور وہ تمہیں اس پر بہتر عطا فرمائے گا جو تم نہیں جانتے پھر جو ان کو عطا کیا گیا اس کو بیان کیا ہے اور فرمایا۔ ⑬③ "أمدكم بانعام وبنين

⑬④ وجنات و عيون" ان کے باغات اور نہریں۔

⑬⑤ "انی اخاف علیکم" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ اس کی نافرمانی کا عذاب نہ آجائے۔ "عذاب یوم عظیم"

⑬⑥ "قالوا سواءٌ علینا" تمہارے وعظ کی وجہ سے اپنے طریقے کو جس پر چل رہے ہیں ترک نہیں کریں گے۔ "او عظت ام لم تکن من الواعظین" وعظ اس کلام کو کہتے ہیں جو وعدو وعید کے ذکر کی وجہ سے دلوں میں نرمی پیدا کردے۔ کلبی نے اس کا ترجمہ کیا کہ ہمارے لیے دونوں برابر ہیں، ہم کو روکو یا نہ روکو۔

⑬⑦ "ان ھذا" یہ عادت پہلے لوگوں کی ہے۔ "الا خلق الاوّلین" ابن کثیر، ابوجعفر، ابوعمر اور کسائی یعقوب نے (خلق) خاء کے فتحہ کے ساتھ اور لام کے سکون کے ساتھ کہ یہ پہلے لوگوں کا طریقہ چلا آرہا ہے کہ تم خود جھوٹ گھڑتے ہو۔ اس پر دلیل اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان "وتخلقون افکاً" دوسرے قراء نے خاء کے ضمہ اور لام کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی تم سے پہلے لوگوں کی یہی عادت تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے لوگوں کا طریقہ چلا آرہا ہے، وہ پیدا ہوتے مرتے رہیں گے ہم بھی پیدا ہوتے اور مرتے ہیں نہ وہ مر کر اُٹھے نہ ان کا حساب ہوا، نہ ہم مر کر دوبارہ اُٹھیں گے اور نہ ہی ہمارے اعمال کا حساب ہوگا۔

⑬⑧ "وما نحن بمعذبین"......

⑬⑨ "فكذبوه فاهلكناهم ان فی ذلک لاية وما كان اكثرهم مؤمنين"......

⑭⓪ "وان ربک لهو العزيز الرحيم"

⑭① "كذبت ثمود المرسلين"......

⑭② "اذ قال لهم اخوهم صالح الا تتقون"......

143 "انی لکم رسول أمین"...... 144 "فاتقوا الله واطیعون"......

145 "وما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی رب العالمین"......

146 "أتترکون فیما ههنا" یعنی اس دُنیا میں "آمنین" عذاب سے امن پانے والوں ہوں گے۔

147 "فی جنات وعیون"...... 148 "وزروع ونخل طلعها" اس سے مراد پھل ہیں۔

لفظ هضیم کی مختلف تفسیریں

"هضیم" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ لطیف کیا ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے "هضیم الکشح" آیا ہے یعنی لطیف الشح۔ عکرمہ کا قول ہے کہ اس کا ترجمہ ہے نرم، حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ لٹکا ہوا اس کا معنی ہے۔
حسن کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے لٹکا ہوا۔ مجاہد کا قول ہے کہ خوشہ کھجور جب خشک ہو جاتا ہے تو اس کو ہشیم کہتے ہیں اور جب تروتازہ ہو جاتا ہے وہ ہضیم ہے۔ ضحاک اور مقاتل نے کہا تہہ بہ تہہ قطار در قطار چڑھی ہوئی۔ بہت سارے اہل لغت کہتے ہیں کہ ہضیم وہ گچھا ہے جو برآمد ہونے سے پہلے اندر ہی اندر باہم چسپاں ہوتا ہے۔ ازہری کا قول ہے کہ "الهضیم" بعض، بعض کے اندر گھسا ہوا اور بعض نے کہا کہ ہضیم بمعنی ہاضم ہے، کھانے کو ہضم کرنے والا۔ ان تمام معانی کا مجموعہ لفظ لطافت کے اندر ہے۔

وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ 149 فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ 150 وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ 151 الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ 152 قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ 153 مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَأْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ 154 قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ 155

ترجمہ: اور کیا (اسی غفلت کی وجہ سے) تم پہاڑوں کو تراش تراش کر اتراتے (اور فخر کرتے ہوئے) مکان بناتے ہو سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور ان حدود (بندگی) سے نکل جانے والوں کا کہنا مت مانو جو سرزمین میں فساد کیا کرتے ہیں اور (کبھی) اصلاح (کی بات) نہیں کرتے ان لوگوں نے کہا کہ تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے تم بس ہماری طرح کے ایک (معمولی) آدمی ہو (اور آدمی نبی ہوتا نہیں) سو کوئی معجزہ پیش کرو اگر تم (دعویٰ نبوت میں) سچے ہو صالح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ ایک اونٹنی ہے پانی پینے کے لئے ایک باری اس کی ہے اور ایک مقرر دن میں ایک باری تمہاری (یعنی تمہارے مواشی کی)۔

تفسیر 149 "وتنحتون من الجبال بیوتًا فارهین" اور یہ فرهین بھی پڑھا گیا۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی ایک ہے وہ پتھر تراشنے میں ماہر۔ جیسے کہا جاتا ہے "فره الرجل فراهة وهو فارة" وہ سب سے ماہر ہے اور جنہوں نے فرهین پڑھا ہے۔ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں کہ وہ تکبر کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ ظلم کرنے والے بھی

تھے۔عکرمہ نے اس کا ترجمہ خوش وآرام سے کیا ہے۔مجاہد نے اس کا معنی شرھین کیا ہے۔
ابوعبیدہ کا قول ہے کہ اترانے والے،لیکن مراد یہ ہے کہ اس نعمت پر اترانے والے ہوں، مگن ہوں اور غرور کی وجہ سے قبول حق سے سرتابی کرنے والے ہوں۔اخفش نے اس کا ترجمہ کیا ہے خوش،عرب حاء کو ھاء سے بدل دیتے ہیں جیسے مدحۃ کی جگہ مدہۃ کہنے لگتے ہیں۔بعض نے کہا کہ فارھین سے مراد حریص۔ ⑮⓪ "فاتقوا اللّٰه واطیعون"

⑮① "ولا تطیعوا أمر المسرفین" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر مشرکین سے کی ہے۔مقاتل کا بیان ہے کہ وہ نو آدمی جنہوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا۔

⑮② "الذین یفسدون فی الارض" معاصی کے ساتھ۔"ولا یصلحون" وہ اللہ کی اطاعت نہیں کرتے جس کا ان کو حکم دیا گیا ہے۔

⑮③ "قالوا انما انت من المسحرین" مجاہد اور قتادہ کا بیان ہے کہ تم جادو زدہ لوگوں میں سے ہو اور تم ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو۔کلبی نے بروایت ابوصالح سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ کیا ہے مخلوق میں سے طعام اور شراب دے کر ان کو بہلاتے ہیں۔جیسا کہ عرب کہتے ہیں سحرہ اس کو کھانا پینا دے کر بہلا دیا۔اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تم کھانا کھاتے ہو،پانی پیتے ہو،فرشتے نہیں ہو۔

⑮④ بلکہ "ما انت الا بشر مثلنا فأت بآیة" جو کچھ تم کہتے ہو اس کے مطابق کوئی دلیل لے آؤ۔"ان کنت من الصادقین" کہ آپ کو ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

⑮⑤ "قال ھذه ناقة لها شرب" یہ اس کا حصہ ہے پانی میں سے۔"ولکم شرب یوم معلوم"

وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑮⑥ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ⑮⑦ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑮⑧ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑮⑨ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ۣالْمُرْسَلِيْنَ ⑯⓪ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ⑯① اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ⑯② فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ⑯③ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑯④ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ⑯⑤ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ⑯⑥ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ⑯⑦ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ⑯⑧ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ⑯⑨ فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ⑰⓪ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ⑰① ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ⑰② وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ⑰③

ترجمہ: اور ایک یہ ہے کہ اس کو برائی اور تکلیف دہی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو ایک بھاری دن کا عذاب

آ پکڑے سوانہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا (پھر جب آثار عذاب کے نمودار ہوئے تو اپنی حرکت پر) پشیمان ہوئے پھر (آخر) عذاب نے ان کو آلیا بیشک اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے اور (باوجود اسکے) ان (کفار مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بیشک آپ کا رب بڑا زبردست اور بہت مہربان ہے (کہ باوجود قدرت کے مہلت دیتا ہے) قوم لوطؑ نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کے بھائی لوطؑ نے کہا کہ کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں چاہتا بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے کیا تم دنیا جہان والوں میں سے تم یہ (حرکت کرتے ہو کہ) مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور تمہارے رب نے جو تمہارے لئے بیبیاں پیدا کی ہیں ان کو نظر انداز کیے رہتے ہو بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) تم حد (انسانیت) سے گزر جانے والے لوگ ہو وہ لوگ کہنے لگے کہ اے لوطؑ اگر تم (ہمارے کہنے سننے سے) باز نہیں آؤ گے تو ضرور (بستی سے) نکال دیئے جاؤ گے لوطؑ نے فرمایا کہ میں تمہارے اس کام سے سخت نفرت رکھتا ہوں لوطؑ نے دعا کی کہ اے میرے رب مجھ کو اور میرے خاص متعلقین کو ان کے اس کام (کے وبال سے) نجات دے سو ہم نے ان کو اور ان کے متعلقین کو سب کو نجات دی بجز ایک بڑھیا کے کہ وہ (عذاب کے اندر) رہ جانے والوں میں رہ گئی پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان پر ایک خاص قسم کا (یعنی پتھروں کا) مینہ برسایا سو کیا برا مینہ تھا جو ان لوگوں پر برسا جن کو (عذاب الٰہی سے) ڈرایا گیا تھا۔

تفسیر ⑮⑥ "**ولا تمسوها بسوء**" اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا اس کی کونچیں نہ کاٹنا۔ "**فیاخذکم عذاب یوم عظیم**"

⑮⑦ "**فعقروها فاصبحوا نادمین**" جب اس کی ٹانگیں کاٹ دیں اور پھر اللہ کا عذاب نظر آ گیا۔

⑮⑧ "**فاخذهم العذاب انّ فی ذلک لآیة وما کان اکثرهم مؤمنین**"

⑮⑨ "**وانّ ربک لهو العزیز الرحیم**"...... ⑯⓪ "**کذبت قوم لوط المرسلین**"......

⑯① "**اذ قال لهم أخوهم لوط الا تتقون**"......

⑯② "**انی لکم رسول امین**" ⑯③ "**فاتقوا اللّٰه وأطیعون**"

⑯④ "**وما اسئلکم علیه من اجر ان اجری الا علی رب العالمین**"

⑯⑤ "اتاتون الذکران" مقاتل کا بیان ہے کہ اس سے مراد جماع الرجل ہے۔ "**من العالمین**" بنی آدم میں سے۔

⑯⑥ "وتذرون ما خلق لکم ربکم من ازواجکم" مجاہد کا قول ہے کہ تم عورتوں کے پاس آنے کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو۔ "بل انتم قوم عادون" وہ سرکشی میں آخری حد تک پڑے ہوئے تھے، حلال اور حرام میں۔

⑯⑦ "قالوا لئن لم تنته یا لوط لتکونن من المخرجین" ہماری بستی سے نکل جاؤ۔

⑯⑧ "قال انی لعملکم من القالین" بغض رکھنے والا پھر ان کو پکارا اور کہا:

⑲"رب نجّنی و أهلی مما یعملون" بُرے عمل کے ذریعے سے۔

⑰"فنجیناه و اهله أجمعین"......

⑰"الا عجوزًا فی الغابرین" حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہلاک ہونے والوں میں سے ہوگئی۔

⑰"ثم دمرنا الاخرین" پھر ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔

⑰"وأمطرنا علیهم مطرًا فساء مطر المنذرین" وھب بن منبہ کا قول ہے کہ اس سے مراد بڑے بڑے پتھروں کی بارش اور آگ کی بارش ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا کَانَ اَکْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ⑰ وَاِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ⑰ کَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَیْکَةِ الْمُرْسَلِیْنَ ⑰ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَیْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ⑰ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ⑰ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ⑰ وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ. اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ⑱ اَوْفُوا الْکَیْلَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ ⑱ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ⑱ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَ هُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ⑱ وَاتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِیْنَ ⑱ قَالُوْٓا اِنَّمَا اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ⑱ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّکَ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ ⑱ فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ⑱ قَالَ رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑱

ترجمہ: بیشک اس (واقعہ) میں (بھی) عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان (کفار مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بیشک آپ کا رب بڑی قدرت والا بڑی رحمت والا ہے اصحاب الایکہ نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا جب کہ ان سے شعیب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں چاہتا بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے تم لوگ پورا ناپا کرو اور (صاحب حق کا) نقصان مت کیا کرو اور (اسی طرح تولنے کی چیزوں میں) سیدھی ترازو سے تولا کرو اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور سرزمین میں فساد مت مچایا کرو اور اس (خدائے قادر) سے ڈرو جس نے تم کو اور تمام اگلی مخلوقات کو پیدا کیا وہ لوگ کہنے لگے کہ بس تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے اور تم تو محض ہماری طرح (کے) ایک (معمولی) آدمی ہو اور ہم تو تم کو جھوٹے لوگوں میں سے خیال کرتے ہیں سو اگر تم سچوں میں سے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو شعیب (علیہ السلام) بولے کہ تمہارے اعمال کو میرا رب (ہی) خوب جانتا ہے۔

تفسیر ⑰"انّ فی ذلک لایة وما کان اکثرهم مؤمنین"......

⑰⑤ "وانّ ربک لھو العزیز الرحیم"

⑰⑥ "کذب اصحاب الایکۃ المرسلین" اس سے مراد قوم حضرت شعیب علیہ السلام ہے۔ قراء عراقین نے پڑھا ہے کہ یہ "الایکۃ" ہے اور سورہ ص میں ہمزہ اور سکون لام ہے اور تاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے "لیکۃ" پڑھا ہے لام کے فتحہ اور تاء بغیر ہمزہ کے ہے۔ اس کو شہر کا نام بتلایا ہے اور یہ منصرف نہیں ہے اور سورۃ الحجر اور سورۃ ق میں اس کے متعلق کوئی اختلاف نہیں، وہاں دونوں جگہوں پر ہمزہ اور کسرہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ "والایکۃ" درختوں کا جھنڈ، گھنے درخت مراد ہیں۔

⑰⑦ "اذ قال لھم شعیب" یہاں پر بھائی کہہ کر خطاب نہیں کیا گیا چونکہ وہ اصحاب ایکہ کے نسب میں سے نہیں تھے اور جب مدین کا ذکر کیا تو اس وقت ارشاد فرمایا "اخاھم شعیبًا" کیونکہ یہ ان کے نسبی بھائی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مدین کو ان کی قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا تھا اور شعیب علیہ السلام کو اصحاب الایکہ کی طرف بھیجا۔ "الا تتقون"

⑰⑧ "انی لکم رسول امین" ⑰⑨ "فاتقوا اللّٰہ و أطیعون"

⑱⓪ "وَما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الاعلی رب العالمین" حضرات انبیاء کرام کی دعوت کے متعلق جو بیان کیا گیا ان سب کو صیغہ واحد کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سب انبیاء تقویٰ کی تعلیم دینے پر متفق تھے اور اسی طرح طاعات عبادت میں اخلاص اور دعوت و تبلیغ اور رسالت کی انجام دہی پر اُجرت لینے کی ممانعت تھی۔

⑱① "أوفو الکیل ولا تکونوا من المخسرین" لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں کمی نہ کرو، ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرو۔

⑱② "وزنوا بالقسطاس المستقیم"......

⑱③ "ولا تبخسوا النّاس أشیاء ھم ولا تعثوا فی الارض مفسدین"

⑱④ "واتقوا الذی خلقکم والجبلۃ" خلقت کو کہتے ہیں۔ "الاوّلین" اس سے مراد گزشتہ اُمتیں۔ "جبلۃ" خلقت کو کہتے ہیں۔

⑱⑤ "قالوا انما انت من المسحرین"

⑱⑥ "وما انت الا بشر مثلنا وان نظنک لمن الکذبین"......

⑱⑦ "فاسقط علینا کسفا من السماء ان کنت من الصادقین"......

⑱⑧ "قال ربی اعلم بما تعملون" تم جو ناپ تول میں کمی کرتے ہو اس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور ان کے اعمال کا بدلہ دیں گے اور میں تمہیں عذاب نہیں دے سکتا۔ میری ذمہ داری تو صرف دعوت دینا ہے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ط اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑱⑨ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ط وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑲⓪ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑲① وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑲② نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ⑲③ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ⑲④ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ⑲⑤ وَاِنَّهٗ

لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَلَمْ یَکُنْ لَّھُمْ اٰیَۃً اَنْ یَّعْلَمَہٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۹۷﴾

ترجمہ: سو وہ لوگ (برابر) ان کو جھٹلایا کئے پھر ان کو سائبان کے واقعہ نے آ پکڑا بیشک وہ بڑے سخت دن کا عذاب تھا (اور) اس (واقعہ) میں (بھی) بڑی عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان (کفار مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بیشک آپ کا رب بڑی قدرت والا بڑی رحمت والا ہے اور یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے تا کہ آپ (بھی) منجملہ ڈرانے والوں کے ہوں اور اس (قرآن) کا ذکر پہلی امتوں کی (آسمانی) کتابوں میں (بھی) ہے کیا ان لوگوں کے لئے یہ بات دلیل نہیں ہے کہ اس (پیشین گوئی) کو علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں۔

تفسیر: ⑱⑨ **"فکذبوہ فاخذھم عذاب یوم الظلۃ"** چونکہ ان کو شدید گرمی نے تنگ کر دیا تھا وہ تنگ آ کر تہہ خانوں میں داخل ہو گئے تھے۔ جب وہ تہہ خانوں میں جاتے تو ان کو اس سے بھی گرمی محسوس ہوتی۔ پھر وہ باہر نکلے ان پر ایک بادل نے چھاؤں کر دی، وہ ساری قوم اس سائبان کے نیچے آ گئی، پھر ان پر آگ کی بارش برسی جس سے وہ سب جل گئے اس کو ہم نے سورۃ ہود میں نقل کیا ہے۔ **"انہ کان عذاب یوم عظیم"**

⑲⓪ **"انّ فی ذلک لایۃ وما کان اکثرھم مؤمنین"**

⑲① **"وانّ ربک لھو العزیز الرحیم"**...... ⑲② **"وانّہ"** اس سے مراد قرآن۔ **"لتنزیل رب العالمین"**......

⑲③ **"نزل بہ روح الامین"** اہل حجاز ابو عمرو حفص نے (نزل) تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ حاء اور نون کے ضمہ کے ساتھ۔ یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن لے کر نازل ہوئے۔ دوسرے قراء نے اس کو تشدید کے ساتھ پڑھا ہے حاء اور نون کے فتحہ کے ساتھ۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوئے۔ **"وانہ لتنزیل رب العالمین"**

⑲④ **"علٰی قلبک"** اے محمد! آپ کے دل میں ہم نے اس کو رکھا **"لتکون من المنذرین"** تا کہ آپ اس قرآن کے ذریعے سے لوگوں کو ڈرائیں۔

⑲⑤ **"بلسان عربی مبین"** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے قریش کی زبان مراد ہے تا کہ قریش کو یہ عذر نہ ہو کہ ہم وحی کی زبان کو نہیں سمجھتے۔

⑲⑥ **"وانّہ"** قرآن کے نزول کا ذکر، اکثر اہل تفسیر نے اس آیت کا مطلب بیان کیا ہے کہ نزول قرآن کا ذکر کتب سابقہ میں کر دیا گیا ہے۔ مقاتل کا بیان ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر گزشتہ کتابوں میں کر دیا گیا۔ **"لفی زبر"** اس سے مراد کتاب **"الاوّلین"**

⑲⑦ **"أولم یکن لھم ایۃ"** ابن عامر نے تکن پڑھا ہے تاء کے ساتھ اور رفع کے ساتھ۔ **"أن یعلمہ"** دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے **"آیۃ"** منصوب ہوگا۔ اس صورت میں **"ایۃ"** خبر ہے۔ قرآن کا اللہ کی طرف سے نازل ہونا علماء بنی اسرائیل کے علم میں ہے۔ وہ اس سے واقف ہیں۔ بنی اسرائیل کے علماء کو اس بات کا علم تھا کہ آخر زمانہ میں ایک نبی نازل ہوں گے اور ان پر کتاب نازل ہوگی۔ دوسرا یہ کہ ان کی کتابوں میں نبی آخر الزمان اور قرآن کے متعلق ذکر تھا۔

بنی اسرائیل کے علماء میں سے یہ بھی تھے۔ عبداللہ بن سلام، جو یہودیوں کے بڑے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اہل مکہ کے یہودیوں نے مدینہ کی طرف کچھ لوگوں کو بھیجا تا کہ وہ معلوم کریں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں۔ تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے ان کی صفات توریت میں پائی۔ یہ ان کی سچائی پر دلالت کرتی ہے۔ "أن يعلمه" محمد صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں۔ "علماء بني اسرائيل" عطیہ کا قول ہے کہ پانچ علماء ہیں۔ عبداللہ بن سلام، ابن یامین، ثعلبہ، اسد، اسید۔

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰی بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَیْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَیَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَیَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَاۤ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَمَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰی. وَمَا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ﴿۲۰۹﴾ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّیٰطِیْنُ ﴿۲۱۰﴾

ترجمہ اور اگر (بالفرض) ہم اس (قرآن) کو کسی عجمی (غیر عربی) پر نازل کردیتے پھر وہ (عجمی) ان کے سامنے پڑھ بھی دیتا یہ لوگ (بوجہ غایت عناد کے) تب بھی اس کو نہ مانتے ہم نے اسی طرح (شدت واصرار کے ساتھ) اس ایمان نہ لانے کو ان نافرمانوں کے دلوں میں ڈال رکھا ہے یہ لوگ اس (قرآن) پر ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ سخت عذاب کو (مرنے کے وقت برزخ میں یا آخرت میں) نہ دیکھ لیں گے جو اچانک ان کے سامنے آ کھڑا ہوگا اور ان کو (پہلے سے) خبر بھی نہ ہوگی پھر (اس وقت جان کے بچانے کو) کہیں گے کہ کیا (کسی طور پر) ہم کو (کچھ) مہلت مل سکتی ہے کیا (ہماری وعیدوں کو سن کر) یہ لوگ ہمارے عذاب کی تعجیل چاہتے ہیں اے مخاطب ذرا بتلاؤ تو اگر ہم ان کو چند سال تک عیش میں رہنے دیں پھر جس (عذاب) کا ان سے وعدہ ہے وہ ان کے سر پر آ پڑے تو ان کا وہ عیش کس کام آ سکتا ہے اور جتنی بستیاں (منکرین کی) ہم نے (عذاب سے) غارت کی ہیں سب میں نصیحت کے واسطے ڈرانے والے (پیغمبر) آئے (جب نہ مانا تو عذاب نازل ہوا) اور ہم (صورۃً بھی) ظالم نہیں ہیں اور اس (قرآن) کو شیاطین لے کر نہیں آئے۔

تفسیر ﴿۱۹۸﴾ "ولو نزلناه" اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ "على بعض الاعجمين" جمع ہے اعجمی کی، وہ شخص مراد ہے جو فصیح نہ ہو اور عربی زبان پر واقفیت نہ ہو۔ اگرچہ وہ نسبی عربی ہو۔ "والعجمي" عجم کی طرف منسوب ہے۔ اگرچہ وہ فصیح ہو۔ آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اگر ہم ایسے شخص پر اس کو نازل کرتے جو عربی زبان پر عبور نہیں رکھتا۔

﴿۱۹۹﴾ "فقراء ه عليهم" بغیر عربی لغت کے۔ "ما كانوا به مؤمنين" اور وہ یہ کہتے کہ ہم اس کا کلام نہیں سمجھتے۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہے۔ "ولو جعلناه قرآناً أعجميا لقالوا لو لا فصلت آياته" بعض نے اس کا یہ معنی بیان کیا کہ اگر ہم اس کو ایسے شخص پر نازل کرتے جو عرب میں سے نہ ہو تو یہ ہرگز اس پر ایمان نہ لاتے۔

⑳⓪ "کذلک سلکناہ" ابن عباس، حسن، مجاہد کا قول ہے کہ شرک اور تکذیب کو ہم نے ان کے دلوں میں داخل کردیا۔ "فی قلوب المجرمین"

⑳① "لا یؤمنون بہ" اس قرآن پر۔ "حتّی یروا العذاب الالیم" موت کے وقت جب وہ عذاب کو نہ دیکھ لیں۔

⑳② "فیاتیھم" آئے گا ان پر عذاب۔ "بغتۃ" اچانک۔ "وھم لایشعرون" دُنیا میں وہ نہیں جانیں گے۔

⑳③ "فیقولوا ھل نحن منظرون" تو ہم ان پر ایمان لے آتے اور ان کی تصدیق کرتے تو وہ واپس لوٹنے کی تمنا کرتے۔ مقاتل نے بیان کیا کہ جب اللہ نے اپنے رسول کی زبانی کافروں کو عذاب سے ڈرایا تو کہنے لگے کب تک عذاب سے ڈراتے رہو گے، آخر عذاب کب آئے گا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

⑳④ "افبعذابنا یستعجلون"

⑳⑤ "أفرایت ان متعناھم سنین" ان کو ہم ہلاک نہ کریں بلکہ باقی رکھیں۔

⑳⑥ "ثم جاء ھم ما کانوا یوعدون" اس سے مراد عذاب ہے۔

⑳⑦ "ما اغنی عنھم ما کانوا یمتعون" اس مدت میں اس کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم ان کو باقی رکھ کر دُنیاوی نعمتوں سے نواز دیں لیکن پھر بھی جب ان پر عذاب آتا تو وہ طویل نعمتیں ان کو اس عذاب سے مستغنی نہیں کرسکتیں، وہ ایسے ہو جائیں گے جیسے ان پر کوئی نعمت آئی ہی نہ ہو۔

⑳⑧ "وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون" ایسا رسول جو ان کو ڈرائے۔

⑳⑨ "ذکری" محل نصب میں واقع ہے۔ یعنی ان کو نصیحت کے ساتھ ڈرائیں۔ بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم پیغمبروں کو مجسم نصیحت بنادیتے ہیں۔ "وما کنا ظالمین" ان کو عذاب دینے کی صورت میں کیونکہ عذاب سے پہلے ہم نے ان پر حجت تام کردی اور وہ ہماری طرف عذرخواہی نہیں کرسکیں گے۔

②①⓪ "وما تنزلت بہ الشیاطین" مشرکین یہ کہتے تھے کہ شیطان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن القاء کرتا تھا۔ اس کی تردید میں اللہ نے فرمایا: "وما تنزلت" ہم نے قرآن کو شیطان کے ذریعے نازل نہیں کیا اور نہ ہی اس کا القاء کردہ ہے۔

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٢١١﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿٢١٢﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿٢١٣﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿٢١٤﴾

ترجمہ: اور یہ ان (کی حالت) کے مناسب ہی نہیں اور وہ اس پر قادر بھی نہیں کیونکہ وہ شیطان (وحی آسمانی) سننے سے روک دیئے گئے ہیں سو (اے پیغمبر) تم خدا کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت مت کرنا کبھی تم کو سزا ہونے لگے اور (اس مضمون سے) آپ (سب سے پہلے) اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرایئے

تفسیر ۲۱۱ "وما ینبغی لھم" کہ وہ قرآن کو نازل کریں۔ "وما یستطیعون" اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔

۲۱۲ "انھم عن السمع" آسمان سے اچکنے سے "لمعزولون" ہم نے ان کو محجوب کر دیا، شہاب ثاقب کی وجہ سے کہ وہ ان کو مارتے ہیں۔

۲۱۳ "فلا تدع مع اللہ الھا اخر فتکون من المعذبین" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے دوسروں کو ڈرانا مقصود ہے۔ گویا یوں فرمایا کہ آپ تمام مخلوق میں میرے نزدیک زیادہ معزز ہیں لیکن اگر آپ بھی میرے سوا دوسرے کو معبود بنائیں گے تو آپ کو بھی عذاب دوں گا۔

۲۱۴ "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ" اور (سب سے پہلے) آپ اپنے قریب ترین کنبہ والوں کو ڈرایئے۔

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ کی تفسیر

یعنی سب سے پہلے اس کو جو آپ کا زیادہ قرابت دار ہو، پھر اس سے کم قرابت رکھنے والے کو پھر اس سے کم قرابت دار کو کیونکہ جس کی قرابت زیادہ ہے وہ پہلے ہدایت کا مستحق ہے۔ مزید یہ کہ اس طریقہ ہدایت سے دوسروں کو بدگمانی کا بھی موقع نہیں مل سکتا کیونکہ عام طور پر لوگ اپنے قریب ترین عزیزوں سے چشم پوشی کیا کرتے تھے (اور جب آپ قریب ترین عزیزوں کو بھی اللہ کے عذاب سے ڈرائیں گے تو کسی کو یہ گمان کرنے کا موقع ہی نہیں ملے گا کہ آپ اپنے عزیزوں کی طرف سے چشم پوشی کر رہے ہیں) یا اس لیے عزیز ترین قرابت داروں کو ڈرانے کا حکم دیا گیا کہ دوسرے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے عذاب کو دفع کرنے والا کوئی نہیں۔ (پیغمبر بھی اپنے قرابت داروں کو عذاب سے بچا نہ سکیں گے) نجات کا راستہ یہی ہے کہ ان کی بات مانی جائے اور ان کی ہدایت پر عمل کیا جائے۔

محمد بن اسحٰق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب کیا اور فرمایا، علی! اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریب ترین عزیزوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤں۔ میں یہ حکم سن کر سوچ میں پڑ گیا کہ کیا کروں، مجھے معلوم تھا کہ اگر میں ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤں گا اور اس کام کے لیے پکاروں گا تو ان کی طرف سے میرے سامنے ایسا عمل آئے گا جو مجھے ناگوار ہوگا۔ یہ سوچ کر میں خاموش ہو رہا لیکن اب جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے آ کر کہا کہ محمد اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اللہ تم کو عذاب دے گا۔ لہٰذا علی تم جا کر ایک صاع (آٹے) کی روٹی بنواؤ اور بکری کی ایک ٹانگ (پکا کر بطور سالن کے) اس کے ساتھ رکھ دو اور ایک بڑے پیالے میں دودھ بھر کر لے آؤ، پھر اولاد عبدالمطلب کو اکٹھا کرو تاکہ جس بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے میں وہ بات ان کو پہنچا دوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے حکم کی تعمیل کی، پھر سب کی دعوت کر دی وہ لوگ آئے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تائے (چچے) ابو طالب، حمزہ، عباس اور ابولہب بھی تھے، سب کم و بیش چالیس آدمی تھے، جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے وہ کھانا منگوایا جو میں نے تیار کیا تھا، میں نے لا کر رکھ دیا، آپ نے اس میں سے ایک ٹکڑا گوشت کا لے کر اپنے دانتوں

سے اس کو کاٹا، پھر اس کو پیالہ میں رکھ دیا۔ پھر فرمایا بسم اللہ کھائیے، سب نے کھایا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے، خدا کی قسم جتنا کھانا میں نے سب کے لیے رکھا تھا اتنا تو ان میں سے ایک آدمی کھا لیتا (مگر کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ سب کے پیٹ بھر گئے اور کسی کو مزید ضرورت نہیں رہی)۔ پھر فرمایا ان کو (دودھ) پلاؤ، میں ان کے سامنے وہی (دودھ بھرا) پیالہ لے آیا۔ خدا کی قسم دودھ اتنا تھا کہ اتنا تو ایک آدمی پی جاتا لیکن سب پی کر سیر ہو گئے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بات کرنے کا موقع پایا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ کہنے سے پہلے ابولہب بول اُٹھا اور کہنے لگا تمہارے ساتھی نے تم پر جادو کر دیا۔

یہ سنتے ہی لوگ منتشر ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بات نہ کر سکے اور دوسرے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، علی تم کو معلوم ہے کہ یہ شخص پہلے بول اُٹھا اور میرے بات کرنے سے پہلے ہی لوگ منتشر ہو گئے، اب پھر ویسا ہی کھانا تیار کرو جیسا (کل) کیا تھا اور لوگوں کو پھر جمع کرو، میں نے حکم کی تعمیل کی، پھر سب کو جمع کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا منگوایا، میں نے سامنے لا کر رکھ دیا، آپ نے وہی عمل کیا جو گزشتہ دن کیا تھا، اس کے بعد سب نے کھایا پیا، کھا چکنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام شروع کیا اور فرمایا اے اولادِ عبدالمطلب! میں تمہارے پاس دُنیا اور آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں، اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم کو بھی اس کی دعوت دوں تم میں سے کون شخص ہے جو اس کام میں مدد کرے اور میرا بھائی اور وصی اور نائب ہو جائے، لوگ یہ سن کر سب کے سب جھجکے، میں سب سے کم عمر تھا، میں نے کہا یا نبی اللہ! میں اس کام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مددگار رہوں گا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گردن پکڑی اور فرمایا، یہ میرا بھائی، میرا وصی اور میرا نائب ہے تم اس کی بات سنو اور اس کا کہا مانو، لوگ ہنستے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے، اس نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم علی رضی اللہ عنہ کی بات سنیں اور اس کی اطاعت کریں۔

آیت وانذر عشیرتک الاقربین کا شان نزول

صحیحین میں سعید بن جبیر کی وساطت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان آیا ہے کہ جب آیت "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ" نازل ہوئی تو حضور نے کوہِ صفا پر چڑھ کر (مختلف) بطون قریش کو پکارنا شروع کیا اے اولادِ فہر، اے بنی عدی، آواز سن کر سب لوگ جمع ہو گئے جو خود نہ آ سکا اس نے اپنا قاصد بھیج دیا تاکہ وہ جا کر دیکھے کہ واقعہ کیا ہے، ابولہب بھی آ گیا اور دوسرے قریش والے بھی۔ آپ نے فرمایا بھلا بتاؤ اگر میں تم کو اطلاع دوں کہ وادی کے اندر (اس وقت) کچھ سوار موجود ہیں جو تم پر تاخت کرنا چاہتے ہیں تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا جی ہاں! ہم نے اپنے تجربہ میں آپ کا کبھی کوئی جھوٹ نہیں پایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو عذاب شدید آنے سے پہلے میں تم کو اس سے ڈرا رہا ہوں (عذابِ شدید میرے سامنے موجود ہے جو آنے والا ہے) ابولہب بولا تو ہمیشہ کے لیے ہلاک ہو جائے، (نعوذ باللہ) کیا اسی لیے تو نے ہم کو جمع کیا تھا۔ اس پر سورت "تبت یدا ابی لھب وتب" آخر تک نازل ہوئی۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ جب آیت "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ" اتری تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا اے گروہ قریش! (راوی کا بیان ہے کہ یہ لفظ فرمایا یا اسی طرح کا کوئی دوسرا لفظ) اپنی جانوں کو خود خرید لو (یعنی آنے والے عذاب سے بچالو) میں اللہ (کے عذاب سے تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا)۔ اے اولادِ عبد مناف! میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا۔ اے عباس بن عبدالمطلب! میں اللہ (کے عذاب) سے بچانے کے لیے بالکل تمہارے کام نہیں آسکتا۔ اے رسول اللہ! کی پھوپھی صفیہ تم کو بھی میں اللہ سے نہیں بچا سکتا۔ اے محمد! کی بیٹی فاطمہ میرے مال میں تو جو کچھ مانگنا چاہتی ہے مجھ سے مانگ لے، اللہ کے مقابل میں تیرے کوئی کام نہیں آؤں گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ان الفاظ کے ساتھ حدیث نقل کی ہے کہ جب آیت "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بستی سے) نکل کر کوہ صفا پر چڑھ گئے اور وہاں سے اونچی آواز سے پکارا یا صباط (اے لوگو! ہوشیار رہو جاؤ دشمن آخر رات میں حملہ کرنے والا ہے) لوگوں نے آواز سن کر کہا یہ کون ہے سب آپ کے پاس جمع ہوگئے۔ حضور نے فرمایا بھلا بتاؤ تو اگر میں تم کو اطلاع دوں کہ کچھ سوار اس پہاڑ کے دامن سے برآمد ہورہے ہیں (جو تم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں) تو کیا تم مجھے سچا جانو گے لوگوں نے کہا ہم نے تجربہ میں آپ کی کوئی بات جھوٹی نہیں پائی، فرمایا تو میں عذاب شدید آنے سے پہلے تم کو (اس کی آمد سے ڈرا رہا ہوں (عذاب شدید میرے سامنے ہے) ابولہب بولا، تجھے ہلاکت ہو کیا اسی لیے تو نے ہم کو اکٹھا کیا تھا، یہ کہہ کر کھڑا ہوگیا، اس پر اسی روز "تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ" (اعمش کی قرأت میں اسی طرح آیا ہے) نازل ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن حمار مجاشعی کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو علم اس نے مجھے عطا فرمایا ہے اور تم اس سے واقف نہیں آج تم کو اس کے کچھ حصہ سے وقف کردوں، اس نے فرمایا ہے کہ جو مال میں نے اپنے بندوں کو (بطور حلال) عطا کردیا، وہ ان کے لیے حلال ہے، میں نے اپنے بندوں کو موحد پیدا کیا۔ پھر شیطانوں نے پہنچ کر ان کو ان کے دین سے بہکایا اور جو چیز میں نے ان کے لیے حلال کردی تھی، شیطانوں نے وہ چیز ان کے لیے حرام قرار دی، میں نے ان کو حکم دیا تھا کہ جس چیز کی معبودیت کی، میں نے کوئی دلیل نہیں اُتاری اس کو میرا ساجھی نہ قرار دیں۔ اللہ نے تمام زمین والوں کو دیکھا سب سے نفرت کی عرب ہوں یا عجمی ہوں۔ اہل کتاب میں سے جو (اصلی دین پر) باقی رہ گئے تھے (ان سے نفرت نہیں کی) اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں (اللہ کی نافرمانی اور عذاب سے) قریش کو ڈراؤں، میں نے عرض کیا، اے رب! وہ تو میرا سر توڑ ڈالیں گے اور میرا سر کو (کچل کر) روٹی بنادیں گے۔ اللہ نے فرمایا میں نے تجھے اسی لیے بھیجا کہ تیری بھی جانچ کروں اور تیرے ذریعہ سے دوسروں کو بھی۔ میں نے تیرے اوپر ایک کتاب اُتاری ہے جس کو پانی نہیں دھوسکتا تو اس کو سوتے جاگتا پڑھا کر، تو ان سے جہاد کر کامیاب ہوگا تو (اللہ کے بندوں پر) خرچ کر (اللہ کی طرف سے) تجھ پر خرچ کیا جائے گا۔ تو ایک لشکر (کافروں کے مقابلے کے لیے) تیار کر میں اس سے پانچ گنا لشکر تیری مدد کے لیے بھیج دوں گا اور اپنے فرمانبرداروں کو ساتھ لے کر نافرمانوں سے جنگ کر، پھر فرمایا۔ اہل جنت تین ہیں۔

❶ منصف حاکم ❷ ہر قرابت دار اور مسلم پر مہربانی کرنے والا نرم دل آدمی۔

③ دولت مند پاک دامن آدمی جو خود پاکدامن رہتا ہے اور دوسروں کو خیرات دیتا ہے اور دوزخی پانچ ہیں وہ کمزور بے عقل جس میں برائیوں سے روکنے والی سمجھ نہ ہو، محض دوسروں کے پیچھے لگ جانے والا ہو اور وہ شخص کہ جب صبح کو اُٹھتا ہے تو تم کو تمہارے مال و عیال کے معاملہ میں فریب دیتا ہے اور وہ شخص کہ اس کا ہر لالچ خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو اس کو (اپنے ساتھ) لے جاتا ہے اور وہ شخص جو بداخلاق اور فحاش ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بخل اور کذب کا بھی ذکر کیا تھا۔ واللہ اعلم

وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنْ عَصَوْکَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَکَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۲۲۰﴾ هَلْ اُنَبِّئُکُمْ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ ﴿۲۲۲﴾ یُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَکْثَرُهُمْ کٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾

ترجمہ اور ان لوگوں کے ساتھ (تو مشفقانہ) فروتنی سے پیش آیئے جو مسلمانوں میں داخل ہو کر آپ کی راہ پر چلیں اور اگر یہ لوگ) جن کو آپ نے ڈرایا ہے) آپ کا کہنا نہ مانیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے افعال سے بیزار ہوں اور آپ خدائے قادر رحیم پر توکل رکھئے جو آپ کو جس وقت کہ آپ (نماز کیلئے) کھڑے ہوتے ہیں اور (نیز نماز شروع کرنے کے بعد) نمازیوں کے ساتھ آپ کی نشست و برخاست کو دیکھتا ہے وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے (اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) کیا میں تم کو بتلاؤں کہ کس پر شیاطین اترا کرتے ہیں (سنو) ایسے شخصوں پر اترا کرتے ہیں جو (پہلے سے) دروغ گفتار بڑے بدکردار ہوں اور جو (شیاطین کی خبریں سننے کے لئے) کان لگا دیتے ہیں اور وہ بکثرت جھوٹ بولتے ہیں۔

تفسیر ۲۱۵ "واخفض جناحک" اپنے پہلو کو نرم رکھو۔ "لمن اتبعک من المؤمنین"

۲۱۶ "فان عصوک فقل انی بری مما تعملون" ان کے کفر اور غیر اللہ کی عبادت کرنے کی وجہ سے۔

۲۱۷ "وتوکل" قراء اہل مدینہ اور شام کے قراء نے (فتوکل) فا کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اسی طرح ان کے مصاحف میں بھی مذکور ہے۔ ان کے علاوہ باقی قراء نے واؤ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ "علی العزیز الرحیم" اس اللہ پر اعتماد کریں جو تمہارے دشمنوں کے مکر وفریب کیلئے کافی ہے۔

۲۱۸ "الذی یراک حین تقوم" اپنی نماز کے لیے جب کھڑے ہوں۔ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ تم اس طرح کھڑے ہو کہ وہ تمہیں دیکھتا ہے کہ تم کہاں کھڑے ہو۔ بعض نے کہا کہ جب تم ان کی دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھاؤ۔

۲۱۹ "وتقلبک فی الساجدین" یعنی نماز کے اندر قیام اور رکوع اور سجود اور قعود کی طرف تمہارے منتقل ہونے کو وہ دیکھ رہا ہے۔ عکرمہ، عطیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فی الساجدین کا ترجمہ "فی المصلین" سے کیا ہے۔ مقاتل کلبی کا بیان ہے کہ "فی المصلین" یعنی "مع المصلین" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تم کو اس

وقت بھی دیکھتا ہے جب تم تنہا نماز پڑھتے ہو اور اس وقت بھی دیکھتا ہے جب نمازیوں کے ساتھ جماعت کی نماز پڑھتے ہو۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم جو نمازیوں کی طرف نظر گھماتے پھرتے ہو اللہ اس کو دیکھتا ہے، اللہ اس کو دیکھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے، اسی طرح پشت کے پیچھے کی چیز کو بھی دیکھتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم میرا رُخ یہاں دیکھتے ہو۔ واللہ تمہارے خضوع کی حالت مجھ سے پوشیدہ نہیں ہوتی، میں تمہیں بلاشبہ اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ حسن کا قول ہے کہ تقلب سے مراد یہ ہے کہ تصرف یعنی مؤمنوں میں تمہاری آمد و رفت کو اللہ دیکھتا ہے۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ساجدین سے مراد ہیں انبیاء، یعنی جیسے انبیاء کے حالات تھے وہ چلتے پھرتے مختلف احوال رکھتے تھے۔ اسی طرح مختلف احوال میں تمہارے تصرف کو بھی خدا دیکھتا ہے۔ عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے تقلب کا معنی نقل کیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی اُمتیں آتی رہیں گی۔ ایک اُمت سے دوسری اُمت کی طرف یہاں تک کہ آخری نبی کی اُمت آجائے گی۔

⑳ "انه هو السميع العليم"

㉑ "هل انبئكم" کیا میں تمہیں اس کی خبر نہ دوں "على من تنزل الشياطين" یہ ان کے اس قول کا جواب ہے۔ "تنزل عليه الشيطان" پھر آگے بیان کیا اور فرمایا۔

㉒ "تَنَزَّلُ" اصل میں "تتنزّل" تھا "على كل أفاكٍ" جھوٹے کو کہتے ہیں۔ "أثيم" بمعنی فاجر۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس سے کاہن مراد ہیں کہ شیطان الجن آسمانی باتوں کو اُچک لیتا ہے اور اپنے کاہنوں کو آکر وہ خبر بتلاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

㉓ "يلقون السمع" وہ فرشتوں سے کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کو اپنے کاہنوں پر ڈال دیتے ہیں۔ "واكثرهم كاذبون" چونکہ اس ایک سچی بات کے ساتھ کئی جھوٹ ملا کر بیان کرتے ہیں۔

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْ ۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

ترجمہ: اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں اے مخاطب کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ (شاعر) لوگ (خیالی مضامین کے) ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں اور زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہاں مگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور انہوں نے اپنے اشعار میں) کثرت سے اللہ کا ذکر کیا اور انہوں نے بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہو چکا ہے (اس کا) بدلہ لیا اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جاوے گا جنہوں نے (حقوق اللہ وغیرہ میں) ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے۔

شعراء کی تفسیر

تفسیر ۲۲۴ "والشعراء یتبعھم الغاوٗن" اہل تفاسیر کا بیان ہے کہ آیت میں وہ شعراء مراد ہیں جو کافروں کی حمایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتے تھے۔ مقاتل نے ان کے نام اس طرح نقل کیے ہیں عبداللہ بن الزبعری السہمی، ہبیرہ بن ابی وھب المخزومی، مشافع بن عبد مناف، ابوعزہ بن عبداللہ الجمحی، وامیہ بن أبی ا لصلت الثقفی۔ یہ شعراء جھوٹی غلط باتیں کہتے اور دعویٰ کرتے تھے کہ جیسا محمد کہتے ہیں ویسا ہم بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ اشعار سناتے اور ان کی قوم کے کچھ گمراہ لوگ جمع ہو جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق ان شاعروں کے ہجائیہ اشعار سنتے اور پھر نقل کرتے تھے۔ یہی وہ لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے الغاوٗن فرمایا یعنی وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے متعلق کہے ہوئے ہجائیہ اشعار نقل کرتے تھے۔

الغاوٗن کا مصداق

قتادہ اور مجاہد کا قول ہے کہ الغاوٗن سے مراد شیاطین ہیں۔ ضحاک کا قول ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو آدمیوں کا آپس میں جھگڑا ہوگیا۔ ان میں سے ایک کا تعلق انصار سے تھا اور دوسرا کسی اور جماعت کا تھا۔ ان میں سے ہر ایک اپنی قوم کی طرف سے مقرر تھا اور وہ سب بیوقوف تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، یہ روایت عطیہ کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

۲۲۵ "الم تر انھم فی کل وادٍ" وادی سے مراد کلام کی ایک نوع مراد ہے۔ "یھیمون" وہ اسی میں سرگرداں اور راہِ حق سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ ھائم کسی شخص کا ایسی طرف جانا جس طرف اس کو کوئی کام نہ ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں، ہر لغو بات جس میں وہ غوطہ لگاتے ہیں۔ قتادہ کا قول ہے شعراء تعریف بھی جھوٹی کرتے ہیں اور ہجو بھی۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "أنا فی وادٍ و انت فی وادٍ" میں ایک وادی میں ہوں اور تو دوسری وادی میں ہے۔ بعض نے کہا "فی کل وادٍ یھیمون" کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ حروف تہجی کے حساب سے ہر حرف پر اشعار کے قافیے بندی بناتے ہیں۔

۲۲۶ "وانھم یقولون مالا یفعلون" وہ اپنے اشعار میں جھوٹ بولتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ بات کہی اور وہ جھوٹے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر کسی کے پیٹ میں لہو، پیپ بھرا ہو کہ اس کی صحت کو غارت کر دے تو اس سے بہتر ہے کہ اس کے اندر شعر بھرے ہوں۔ پھر اس سے مسلمان شعراء کا استثنیٰ کیا جو زمانہ جاہلیت کے شعراء کا جواب دیتے ہیں اور کفار کے اشعار کی ہجو کرتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے دفاع کرتے ہیں۔ ان میں سے حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ، کعب بن مالک ہیں۔

۲۲۷ "الا الذین امنوا وعملوا الصالحات" بغوی نے شرح السنۃ اور معالم میں لکھا ہے کہ حضرت کعب بن مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا نبی اللہ! شاعری کے متعلق اللہ نے جو کچھ نازل فرمایا وہ معلوم ہی ہے (پھر ہمارا

کیا ہوگا) فرمایا مؤمن اپنی تلوار (سے بھی جہاد کرتا ہے) اور زبان سے (بھی) جہاد کرتا ہے قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جو (اپنی زبانوں سے) ان کے تیر مارتے ہو وہ گویا کمانوں سے تیر مارنے کی طرح ہیں۔

جہاد میں اشعار کہنا تیروں جیسا اثر رکھتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ عمرۃ القضاء کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے۔ ابن رواحہ حضور کے آگے آگے چل رہے تھے اور حرم کے اندر شعر پڑھ رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے) فرمایا عمر اس کو پڑھنے دے یہ اشعار کمانوں کے تیروں سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ ان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔
حضرت براء بن عازب کی روایت سے آیا ہے کہ غزوۂ بنی قریظہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت سے فرمایا مشرکوں کی ہجو کرو جبرئیل (مدد کے لیے) تمہارے ساتھ ہیں یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان سے فرما رہے تھے، میری طرف سے ان کو جواب دو۔ اے اللہ! روح القدس کے ذریعے سے اس کی مدد کر۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قریش کی ہجو کرو تمہاری طرف سے یہ ہجو قریش کے لیے تیر لگنے سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حسان سے یہ فرماتے ہوئے سنا روح القدس برابر تیری مدد پر رہے گا جب تو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع کرے گا۔
بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسان کے لیے مسجد کے اندر منبر رکھوا دیتے تھے جس پر وہ کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فخریہ یا دفاعیہ کلام پڑھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ روح القدس سے حسان کی مدد کراتا ہے۔ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حسان دفاع کرتا ہے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش کی ہجو کرو، یہ ان کے لیے تیر لگنے سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے۔ پھر ابن رواحہ کے پاس آدمی بھیجا اور ان کو حکم دیا۔ ان کی ہجو کرو اور ان سے ہجو میں مقابلہ کرو (لیکن وہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کے مطابق (ہجو) نہ کر سکے۔ پھر کعب بن مالک کو بلوایا، پھر حسان بن ثابت کو بلوایا، جب حسان آئے تو فرمایا، اب وقت آ گیا کہ تم اس شیر کی طرف تیر بھیجو جو دم پٹک رہا ہے (یعنی حملہ کے لیے تیار ہے) پھر حضرت حسان نے باہر نکلتے ہوئے اسے بلا کر کہا قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اپنی زبان سے ان کو چمڑے کی طرح چیر ڈالوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جلدی نہ کرو ابوبکر قریش کے نسبوں سے بخوبی واقف ہیں، میرا نسب بھی قریش کے اندر ہی ہے۔ ابوبکر میرے نسب کو ان کے اندر سے الگ چھانٹ دیں گے۔ حسان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، پھر لوٹ کر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ابوبکر نے آپ کے نسب کو چھانٹ دیا، قسم ہے اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں آپ کو ان کے اندر سے اس طرح کھینچ نکالوں گا جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ حسان نے یہ شعر کہے:

هجوت محمد افاجبت عنه وعند الله فی ذالک الجزاء

”تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی میں نے ان کی طرف سے جواب دیا اللہ کے ہاں اس کا بدلہ ہے۔“

هجوت محمدا حنیفا رسول الله شیمته الوفاء

”تو نے مقدس پرہیزگار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی جو اللہ کے رسول ہیں اور ان کی خصلت وفاء عہد ہے۔“

فان ابی وو الدتی و عرضی لعرض محمد منکم وقاء

”میرے ماں باپ اور میری آبرو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو کو تم سے بچانے والی ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو پر سب قربان۔“

فمن یهجو رسول الله منکم ویمدحه وینصره سواء

”تم میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور امداد کرتا ہے کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔“

وجبریل رسول الله فینا وروح القدس لیس له کفاء

”اللہ کے رسول جبرئیل اور روح القدس ہمارے اندر ہیں جن کا کوئی ہمسر نہیں۔“

ابن سیرین کی مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن مالک سے فرمایا لاؤ حضرت کعب نے آپ کو (قصیدہ) سنایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ان (قریش) کے لیے تیر لگنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ دارقطنی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر (کے جواز وعدم جواز) کا ذکر کیا گیا۔ فرمایا یہ بھی ایک کلام ہے اچھا بھی ہوتا ہے برا بھی ہوتا ہے اچھے کو لے لو برے کو چھوڑ دو۔ حضرت ابی بن کعب راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔ (رواہ البخاری)

شعبی کا بیان ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی شعر کہتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ بھی شعر کہتے تھے اور علی رضی اللہ عنہ بھی شعر کہتے تھے، تینوں شعر کہتے تھے۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مسجد کے اندر خود بھی شعر پڑھتے اور پڑھواتے بھی تھے، ایک بار عمرو بن ربیع کو طلب فرما کر اس سے اس کا قصیدہ سنا جس کا پہلا شعر یہ تھا:

امن آل نعم اَنتَ غَادٍ فمبکر غداةَ غدٍ ام رَائحٌ فَمُهَجَّرٌ

ابن ربیعہ نے آپ کو پورا قصیدہ آخر تک سنا دیا جو تقریباً ستر شعر کا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دوبارہ لوٹ کر سنا دیا کیوں کہ آپ پورا قصیدہ ایک بار سن کر یاد کر لیا کرتے تھے۔

”وذکروا الله کثیرًا“ ان کی شاعری ان کے لیے اللہ کے ذکر کی کثرت سے مانع نہ ہو اور اپنے بیشتر اشعار میں وہ اللہ کے ذکر اور ترغیب وترہیب کو بیان کرتے ہیں۔ ”وانتصروا من بعد ما ظلموا“ مقاتل کا بیان ہے کہ مشرکین کے مقابلے میں ہجو کے ذریعے مدد کرو۔ پھر شعراء مشرکین کے بارے میں فرمایا ”وسیعلم الذین ظلموا“ جو انہوں نے شرک کیا اور ہجو کی۔ ”ایّ منقلب ینقلبون“ وہ موت کے بعد ہماری طرف ہی لوٹنے والے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جہنم اور آتش سوزاں کی طرف لوٹیں گے۔ واللہ اعلم

سُورَةُ النَّمل

مکی سورت ہے اور اس میں ۹۳ آیات ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طٰسٓ. تِلْکَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَکِتَابٍ مُّبِیْنٍ ① هُدًی وَّبُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ② الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ③

ترجمہ: طٰسٓ یہ آیتیں (جو آپ پر نازل کی جاتی ہیں) قرآن کی اور ایک واضح کتاب کی ہیں یہ (آیتیں) ایمان والوں کے لئے (موجب) ہدایت اور مژدہ سنانے والی ہیں جو (مسلمان) ایسے ہیں کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر (پورا) یقین رکھتے ہیں (یہ تو ایمان والوں کی صفت ہے)

تفسیر: ① "طس" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس کی تفصیل ماقبل حروف تہجی کے ذیل میں گزر چکی ہے۔ "تلک آیات القرآن" یہ قرآنی آیات "وکتاب مبین" اور یہ نشانیاں کتاب میں واضح موجود ہیں۔

② "هدًی و بشرٰی للمؤمنین" گمراہی سے ہدایت پانے والے اور مؤمنین مصدقین کیلئے جنت کی بشارت ہے۔

③ "الذین یقیمون الصلٰوة" اور وہ نماز اپنے تمام ارکان وشرائط کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ "ویؤتون الزکٰوة" اور مال میں سے جو کچھ ان پر واجب ہے وہ ادا کرتے ہیں۔ "وهم بالاخرة هم یوقنون"

اِنَّ الَّذِیْنَ لَایُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ ④ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ⑤ وَاِنَّکَ لَتُلَقَّی الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ عَلِیْمٍ ⑥ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِاَهْلِهٖٓ اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا. سَاٰتِیْکُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْکُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ ⑦ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا. وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ⑧

ترجمہ: اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے اعمال بد ان کی نظر میں مرغوب کر رکھے ہیں سو وہ (اپنے اس جہل مرکب میں حق سے دور) بھٹکتے پھرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے (مرنے کے وقت بھی) سخت عذاب

ہے اور وہ لوگ آخرت میں (بھی) سخت خسارہ میں ہیں (کہ کبھی نجات نہ ہوگی) اور آپ کو بالیقین ایک بڑے حکم والے علم والے کی جانب سے قرآن دیا جارہا ہے (لہذا آپ ان کے انکار سے غمگین نہ ہو جایئے) (اس وقت کا قصہ یاد کیجئے) جبکہ موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے میں ابھی (جاکر) وہاں سے یا تو راستہ کی کوئی خبر لاتا ہوں یا تمہارے پاس (وہاں سے) آگ کا شعلہ کسی لکڑی وغیرہ میں لگا ہوا لاتا ہوں تاکہ تم سینک لو سو جب اس (آگ کے پاس پہنچے تو ان کو (منجانب اللہ) آواز دی گئی کہ جو اس آگ کے اندر ہیں (یعنی فرشتے) ان پر بھی برکت ہو اور جو اس کے پاس ہے (یعنی موسیٰ) اس پر بھی (برکت ہو یہ دعا بطور تحیہ وسلام کے ہے) اور اللہ رب العالمین پاک ہے

تفسیر ④ "ان الذین لا یؤمنون بالاخرۃ زینالھم اعمالھم" ان قبیح افعال کو جو ان کے نفس اس کو اچھا سمجھتے ہیں۔ "فھم یعمھون" اس میں وہ متردد اور حیران ہیں۔

⑤ "اولئک الذین لھم سوء العذاب" دُنیا میں سخت عذاب خواہ وہ قتل کی صورت میں ہو یا قید کی صورت میں ہو۔ جیسا کہ بدر کے دن میں ہوا۔ "وھم فی الاخرۃ ھم الاخسرون" اس لیے وہ اپنے نفسوں کو خسارے میں ڈالتے ہیں اور اپنے اہل والوں کو اور یہ سب دوزخ میں جائیں گے۔

⑥ "وانک لتلقی القرآن" آپ کو قرآن دیا جارہا ہے۔ "من لدن حکیم علیم" اللہ کی طرف سے وحی جو حکیم اور علیم ہے۔

⑦ "اذ قال موسٰی لاھلہ" یاد کریں اے محمد! اس وقت کو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا جب وہ مدین سے مصر کی طرف جارہے تھے۔ "انی أنست نارًا" کہ میں نے آگ دیکھی ہے۔ "ساٰتیکم منھا بخبر" کہ تم اس جگہ بیٹھے رہو میں تمہارے پاس راستے کی یا آگ کی خبر لے کر آتا ہوں اور وہ راستہ بھول گئے تھے۔

"او اٰتیکم بشھاب قبس" اہل کوفہ نے اس کو تنوین کے ساتھ پڑھا ہے اس صورت میں شہاب قبس کے لیے موصوف صفت ہوگا۔ دوسرے قراء نے بغیر تنوین کے اضافت کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ اضافت "الشیٔ الی نفسہ" کی قبیل سے ہے کیونکہ شھاب اور قبس دونوں قریب المعنی ہیں۔ قبس اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کے ایک سرے میں آگ لگی ہوئی ہو اور دوسرے سرے میں آگ نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ شھاب وہ چیز جو دونوروالی ہو۔ جیسے عرب کے ہاں ہر سفید چیز کو جو نوروالی ہوں اس کو شہاب کہتے ہیں۔ قبس آگ کے ایک ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ "لعلکم تصطلون" تاکہ تم اس کے ذریعے سے سردی دور کرسکو اور یہ اس وقت ہی ہوسکتا ہے جب سخت سردی ہو۔

⑧ "فلما جاءھا نودی أن بورک من فی النار ومن حولھا" پاک ہے وہ جو آگ کے اندر جلوہ افروز ہے۔

بورک من فی النار کی تفسیر

تفسیر بورک علی من فی النار اور من فی النار دونوں کا معنی ایک ہے۔ جیسے عرب کا قول ہے "بارک اللہ

او بارک اللہ فیہ" اور "بارک اللہ علیہ" سب کا ایک ہی معنی ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ جو آگ میں ہیں اور جو آگ کے اِردگرد ہیں۔ بعض نے کہا کہ "بورک راجعة" ہے موسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کی طرف معنی ہوگا، برکت دی گئی اس کو جو آگ کی طلب میں ہے اس سے موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔

ومن حولها کا مصداق

"ومن حولها" سے مراد فرشتے جو اس آگ کے اِردگرد جمع تھے اس کا معنی یہ ہوگا کہ برکت دی گئی اس کو جو آگ کی طلب میں تھا اور فرشتے جو اس کے اِردگرد موجود تھے اور یہ اللہ عزوجل کی طرف سے تحیہ تھا۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں کی زبانی پیام و برکت ورحمت دیا گیا تھا اور فرشتوں نے کہا تھا رحمة اللہ و برکاته علیکم اهل البیت۔ اکثر مفسرین کا مذہب یہ ہے کہ نار سے مراد نور ہے۔ لفظ نار کا ذکر کیا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو آگ ہی گمان کیا تھا اور آگ میں جو کچھ ہے وہ نور اور ملائکہ تھے۔ وہ نور جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا اس میں فرشتے جو تسبیح وتقدیس میں مشغول تھے اور موسیٰ علیہ السلام آگ کے قریب تھے اور بعض نے کہا کہ "من فی النار ومن حولها" سے مراد تمام فرشتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ من فی النار سے موسیٰ علیہ السلام اور "من حولها" سے مراد ملائکہ ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اگرچہ آگ میں نہیں تھے بلکہ آگ کے قریب تھے۔

جیسا کہ عرب کہتے ہیں "بلغ فلان المنزل اذا قرب منه" اگرچہ اس کے بعد پہنچے اور بعض کا قول ہے کہ برکت راجع ہے آگ کی طرف۔ مجاہد کی روایت جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کی ہے کہ اس کا معنی ہے "بورکت النار" آگ کو برکت دی گئی۔ سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے ابی بن کعب کو پڑھتے ہوئے سنا۔ "ان بورکت النار ومن حولها" اس روایت میں "من حولها" میں من زائدہ ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں "فمنهم من یمشی علیٰ بطنه" کہتے ہیں کہ ما اس کلام میں صلہ ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے "جند ما هنالک" اس کا معنی یوں ہوگا "بورک فی النار و فیمن حولها" اس سے مراد فرشتے اور موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ نار کو مبارکة ایسے کہا گیا ہے جیسے بقعه کو مبارکة کہا جاتا ہے اور فرمایا "فی البقعة المبارکة"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر رحمہ اللہ اور حسن نے اس کی یہ تفسیر کی ہے "بورک فی النار" یعنی پاک ہے وہ جو آگ کے اندر جلوہ افروز ہے اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو ندا دی اور اپنا کلام سنایا۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ وہ بعینہٖ آگ ہی تھی جو اللہ کے لیے حجاب تھی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس کا حجاب (النار) نور ہے، اگر کھل جائے تو اس کی ذات کے چمکارے وہاں تک مخلوق کو جلا دے جہاں تک اس کی نظر کی رسائی ہو۔ اللہ رب العزت نے اس سے اپنی پاکی بیان کی ہر برائی اور عیب سے "وسبحان اللہ رب العالمین" پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات کو پہچان گئے۔

يٰمُوْسٰى اِنَّهٗ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑨ وَاَلْقِ عَصَاكَ. فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ. يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ. اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَىَّ الْمُرْسَلُوْنَ ⑩

ترجمہ اے موسیٰ بات یہ ہے کہ میں (جو بے کیف کلام کر رہا ہوں) اللہ ہوں زبردست حکمت والا اور (اے موسیٰ) تم اپنا عصا (زمین پر) ڈال دو سو جب انہوں نے اس کو تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی تو نہ دیکھا (ارشاد ہوا کہ) اے موسیٰ ڈرو نہیں اور ہمارے حضور میں پیغمبر نہیں ڈرا کرتے۔

⑨ "یا موسیٰ انه أنا الله العزیز الحکیم"...... انه کی ضمیر بعض حضرات کے نزدیک امر و شان سے کنایہ ہے۔ یعنی معبود میں ہی ہوں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قدرت پر نشانی عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا۔

⑩ "والق عصاک فلما راها تهتز" حرکت کرتے ہوئے دیکھا۔ "کانها جان" وہ چھوٹا سانپ جو جلدی سے اِدھر اُدھر بھاگتا ہے۔ "ولی مدبرًا" خوف سے پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ "ولم یعقب" اور واپس پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا جیسے کہا جاتا ہے "عقب فلان اذا رجع" جب وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور واپس آ جائے۔ قتادہ کا بیان ہے کہ وہ واپس مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "یا موسیٰ لاتخف انی لایخاف لدی المرسلون" اس سے مراد جب امن کی حالت ہو جو امن والی ہو بلکہ رہا خوف جو ایمان کی شرط ہے وہ اس سے جدا نہیں ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "أنا اخشاکم الله"

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًام بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑪ وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِىْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ فِىْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ. اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ⑫ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑬

ترجمہ ہاں مگر جس سے کوئی قصور (یعنی لغزش سرزد) ہو جاوے پھر برائی (ہو جانے) کے بعد بجائے اس کے نیک کام کرلے (یعنی توبہ کرلے) تو میں مغفرت والا رحمت والا ہوں اور تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے اندر لے جاؤ (اور پھر نکالو تو) وہ بلا کسی عیب (یعنی بلا کسی مرض برص وغیرہ) کے روشن ہو کر نکلے گا نو معجزوں میں (جن کے ساتھ تم کو) فرعون اور اس کی قوم کی طرف (بھیجا جاتا ہے کیونکہ) وہ بڑے حد سے نکل جانے والے لوگ ہیں غرض جب ان لوگوں کے پاس ہمارے (دیئے ہوئے) معجزے پہنچے جو نہایت واضح تھے تو وہ لوگ (ان سب کو دیکھ کر بھی) بولے یہ صریح جادو ہے۔

الامن ظلم کے استثناء میں ائمہ کرام کی آراء

تفسیر ⑪ "الا من ظلم ثم بدل حسنًا بعد سوء فانی غفور الرحیم" اس استثناء میں آئمہ کرام کے مختلف

اقوال ہیں۔ بعض حضرات نے کہا یہ حضرت علیہ السلام کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب ان سے قبطی قتل ہوگیا اس سے وہ خوف زدہ ہوگئے اور فوراً توبہ کی اور فرمایا رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی' اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کردیا۔

ابن جریج کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ میں نے تجھے ایک نفس کے قتل کرنے کے بعد تجھے بچایا۔ اب اس آیت کا معنی یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام گناہ پہنچ جانے سے یا گناہ سرزد ہونے سے اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اگر ان سے کوئی لغزش سرزد ہو بھی جائے تو وہ توبہ کر لیتے ہیں۔ اس تاویل کی صورت میں استثناء صحیح ہوگا۔ ''الا من ظلم'' پر کلام ختم ہوگیا، پھر اس کے بعد کلام کی ابتداء کی۔ تقدیری عبارت یوں ہوگی: ''فمن ظلم ثم بدّل حسنًا بعد سوء فانی غفور رحیم'' جس سے لغزش سرزد ہوگئی پھر اس کی لغزش کے بعد نیکی والا کام کردیا اور اس نے توبہ کر لی کہ اللہ اس کی توبہ کو قبول کرنے والا ہے، اللہ غفور الرحیم ہے۔

بعض علماء کا قول ہے کہ یہ استثناء مرسلین سے نہیں کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام سے لغزش کا صدور جائز نہیں بلکہ یہ استثناء کلام سے متروک ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ میرے بھیجے ہوئے کسی سے نہیں ڈرتے بلکہ خوف اور ڈر تو غیر انبیاء کو ہوتا ہے جو اپنے او پر ظلم کرتے ہیں پھر توبہ کرتے ہیں تو ایسے لوگ اللہ کے سوا دوسروں سے بھی ڈرتے ہیں۔

بعض نحویین کے نزدیک ''الا'' یہاں پر ''ھھنا'' کے معنی میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے پاس پہنچ کر نہ تو پیغمبر خوف کرتے ہیں اور نہ وہ صلحاء مؤمنین جو پیغمبر نہیں اور ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے اور وہ توبہ کر لیتے ہیں اور اپنے اعمال کو درست کر لیتے ہیں وہ بھی بے گناہ کی طرح ہو جاتے ہیں ان کو بھی کوئی خوف نہیں ہوتا۔ ''لئلا یکون للناس علیکم حجة الا الذین ظلموا منھم'' یعنی وہ ظالم نہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے دوسری نشانی دکھائی۔

⑫ ''وادخل یدک فی جیبک'' جیب قمیص کو کاٹ کر بنایا جاتا ہے۔ اہل تفسیر کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت ایک چھوٹا سا اونی کرتہ پہنے ہوئے تھے جس کی نہ آستینیں تھیں نہ بٹن اور وہ چمکنے لگا جیسے کہ بجلی چمکتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ''تخرج بیضاء من غیر سوء'' بغیر کسی بیماری کے یعنی برص وغیرہ کی بیماری نہیں ہوگی۔ ''فی تسع آیات'' یہ نو نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو ان کو دے کر بھیجی ہے۔ ''الی فرعون وقومه انھم کانوا قومًا فاسقین''

⑬ ''فلما جاء تھم آیاتنا مبصرةً'' واضح نشانیاں جس کو وہ دیکھتے ہیں۔ ''قالوا ھذا سحر مبین'' واضح جادو ہے۔

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا. فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ⑭ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا. وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑮ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ. اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ⑯

ترجمہ اور (غضب تو یہ تھا کہ) ظلم اور تکبر کی راہ سے ان (معجزات) کے (بالکل) منکر ہو گئے حالانکہ ان کے دلوں نے ان کا یقین کر لیا تھا سو دیکھئے کیسا (برا) انجام ہوا ان مفسدوں کا اور ہم نے داؤدؑ اور سلیمانؑ کو (شریعت اور ملک داری کا) علم عطا فرمایا اور ان دونوں نے (ادائے شکر کیلئے) کہا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے سزاوار ہیں جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی اور داؤد (علیہ السلام کی وفات کے بعد ان) کے قائم مقام سلیمانؑ ہوئے اور انہوں نے (اظہار شکر کے لئے) کہا کہ اے لوگو ہم کو پرندوں کی بولی (سمجھنے) کی تعلیم کی گئی ہے اور ہم کو (سامان سلطنت کے متعلق) ہر قسم کی (ضروری) چیزیں دی گئی ہیں واقعی یہ (اللہ تعالیٰ کا) صاف فضل ہے۔

تفسیر ⑭ "وجحدوا بھا" اور انہوں نے ان نشانیوں کا انکار کیا اور عنداللہ نشانیاں ہونے کا انکار کرنے لگے۔ "واستیقنتھا أنفسھم" ان کے دلوں کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ "ظلمًا وعلوًا" وہ شرک اور تکبر کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام پر اسلام لانے سے تکبر کرنے لگے۔ "فانظر کیف کان عاقبۃ المفسدین"

⑮ "ولقد اٰتینا داؤد و سلیمان علمًا" فیصلے کا علم پرندوں کی بولی کا علم اور چوپاؤں کی زبان، شیطان کا مسخر ہو جانا اور پہاڑوں کی تسبیح۔ "وقالا الحمدللّٰہ الذی فضلنا" نبوت، کتاب، تسخیر شیطان خواہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے "علٰی کثیر من عبادہ المؤمنین"

⑯ "وورث سلیمان داؤد" حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کی نبوت، علم وحکمت اور حکومت کے وارث ہوئے، دوسرے بھائیوں میں سے کوئی اس چیز کا وارث نہیں تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہی عطا کیا گیا جو حضرت داؤد علیہ السلام کو دیا گیا حکومت میں سے۔

اس کے علاوہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا گیا اور شیاطین کو بھی مسخر کر دیا۔ مقاتل کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملک بڑا تھا اور حضرت داؤد علیہ السلام میں سلیمان کی نسبت سے قوت فیصلہ بڑی تھی اور آپ عبادت گزار زیادہ تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار بہت تھے۔ "وقال یایھا النّاس علمنا منطق الطیر" پرندوں کی آواز کو بھی نطق سے موسوم کیا کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام ان کی آوازوں کو سمجھتے تھے جیسا کہ لوگوں کی باتوں کو وہ سمجھتے تھے۔

پرندوں کی زبان

حضرت کعب نے فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس جنگلی کبوتر نے آواز نکالی تو آپ نے پوچھا: کیا تم کو معلوم ہے کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟ حاضرین نے کہا نہیں، فرمایا یہ کہہ رہا ہے مرنے کے لیے جنو اور ویران ہونے کے لیے عمارتیں بناؤ۔ فاختہ چیخی تو آپ نے فرمایا، جانتے ہو یہ کیا کہہ رہی ہے؟ حاضرین نے کہا نہیں۔ فرمایا، یہ کہہ رہی ہے کاش! یہ مخلوق پیدا نہ کی جاتی۔ مور چیخا تو آپ نے پوچھا، جانتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے؟ حاضرین نے کہا: نہیں۔ فرمایا یہ کہہ رہا ہے جیسا دوسروں سے معاملہ کرو گے ویسا ہی تم سے کیا جائے گا۔ ہدہد بولا تو پوچھا: یہ کیا کہہ رہا ہے تمہیں معلوم ہے؟ حاضرین نے کہا: نہیں۔ فرمایا یہ کہہ رہا ہے جو

رحم نہیں کرے گا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ صرد (لٹورا) نے آواز دی تو پوچھا: تم جانتے ہو یہ کیا کہہ رہی ہے؟ حاضرین نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ کہہ رہی ہے گناہگارو! اللہ سے معافی کی درخواست کرو۔ طیطوی چیخا تو پوچھا: تم کو معلوم ہے یہ کیا کہہ رہا ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔ فرمایا یہ کہہ رہا ہے ہر زندہ مرے گا اور ہر نیا پرانا فرسودہ ہوگا۔ خطاف چیخا تو پوچھا، کیا جانتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے؟ حاضرین نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ کہہ رہا ہے پہلے سے نیکی بھیجو (وہاں) تم کو مل جائے گی۔

کبوتری نے آواز دی تو فرمایا: یہ کیا کہہ رہی ہے، تم کو معلوم ہے؟ حاضرین نے کہا: نہیں۔ فرمایا: یہ کہہ رہی ہے پاکی بیان کرو میرے رب برتر کی اتنی کہ آسمانوں اور زمین کو بھر دے۔ قمری چیخی تو پوچھا، جانتے ہو یا کیا کہہ رہی ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں، فرمایا: یہ کہہ رہی ہے میرے رب اعلیٰ کی پاکی بیان کرو۔ فرمایا: کوا عشر وصول کرنے والے (کل مال کا دسواں حصہ بطور ٹیکس وصول کرنے والے) کو بددعا دیتا ہے اور چیل کہتی ہے سوائے اللہ کے ہر چیز کو فنا ہے اور قطاۃ کہتی ہے جو خاموش رہا محفوظ رہا اور طوطا کہتا ہے تباہی ہے اس کے لیے جس کا مقصد دُنیا ہی ہے اور مینڈک کہتا ہے میرے رب قدوس کی پاکی بیان کرو اور باز کہتا ہے میرے رب کی پاکی بیان کرو اور ثناء کرو اور مینڈکی کہتی ہے پاکی بیان کرو اس کی جس کا ذکر ہر زبان پر ہے۔

مکحول نے کہا: سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک تیتر چیخا تو آپ نے پوچھا: جانتے ہو یہ کیا کہہ رہا ہے؟ لوگوں نے کہا، نہیں۔ فرمایا یہ کہہ رہا ہے ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى'' (رحمٰن عرش پر متمکن ہے) فرقد صبحی کا بیان ہے ایک بلبل درخت پر بیٹھا سر ہلا رہا تھا اور دم نیچے کو جھکا رہا تھا (اور بول رہا تھا) حضرت سلیمان علیہ السلام کا اِدھر سے گزر ہوا۔ فرمایا، جانتے ہو یہ بلبل کیا کہہ رہی ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کا نبی ہی خوب واقف ہے۔ فرمایا، یہ کہہ رہا ہے میں نے آدھا چھوہارا کھالیا، پس دُنیا پر لازم ہے کہ اس کو بڑھا کر پورا کر دے۔

روایت میں آیا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا ہم سات چیزوں کے متعلق آپ سے دریافت کرتے ہیں۔ اگر آپ بتادیں گے تو ہم مسلمان ہو جائیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سمجھنے کے لیے پوچھ سکتے ہو ضد کے لیے نہیں پوچھ سکتے۔ یہودیوں نے پوچھا بتایئے چنڈول اپنے گانے میں کیا کہتا ہے اور مینڈک اپنی ٹرٹر میں کیا کہتا ہے اور مرغ اپنی بانگ میں کیا کہتا ہے اور گدھا اپنے رینگنے میں کیا کہتا ہے اور گھوڑا اپنی ہنہناہٹ میں کیا کہتا ہے اور زرزور اور تیتر کیا کہتے ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: چنڈول کہتا ہے اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنے والوں پر لعنت کر اور مرغ کہتا ہے: غافلو! اللہ کی یاد کرو اور مینڈک کہتا ہے پاک ہے وہ معبود جس کی عبادت سمندروں کے کھنڈرات میں بھی کی جاتی ہے اور گدھا کہتا ہے اے اللہ! عشر وصول کرنے والے پر لعنت کر۔ گھوڑا جب معرکہ میں صفوں کے مقابلہ پر ہوتا ہے تو کہتا ہے ''سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح پاک'' اور مقدس ہے ملائکہ اور جبرئیل کا رب۔ زرزور کہتا ہے: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ ہر روز کی روزی اسی روز عطا فرما اور تیتر کہتا ہے ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى'' یہودی یہ جواب سن کر مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلام اچھا رہا۔

حضرت امام جعفر صادق نے اپنے والد کی وساطت سے اپنے دادا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ جب گدھ چلاتا ہے تو کہتا ہے، اے آدم کے بیٹے! جی لے جب تک چاہے آخر موت ہے۔ عقاب چیختا ہے تو کہتا ہے لوگوں سے دور رہنے میں سلامتی ہے اور چنڈول چیختا ہے تو کہتا ہے: اے اللہ! آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنے والوں پر لعنت بھیج اور خطاف چلاتا ہے تو کہتا ہے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ'' اور ''اَلضَّآلِّيْنَ'' کو ایسا کھینچتا ہے جیسے قاری کھینچتا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جانوروں کی آوازوں کی جو تشریح حضرت کعب سے منقول ہے اور جو تفصیل مکحول اور فرقد کے اقوال میں آئی ہے اس سب کا تعلق ممکن ہے کہ کسی ہنگامی آواز سے ہو (حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے کسی وقت جانور اس طرح بولے ہوں) اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ جانور جب بھی بولتے ہیں تو یہی کلمات کہتے ہیں۔ اللہ نے اس سورت میں جو ہدہد اور چیونٹی کا کلام نقل کیا ہے اس کا تعلق تو پیش آمدہ واقعہ کے ساتھ تھا ہی البتہ یہودیوں کے سوال کے جواب میں جو کچھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، وہ بیشک بتا رہا ہے کہ یہ جانور ہمیشہ ہی یہ الفاظ کہتے ہیں۔ اگر یہ روایت پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو اس کی تاویل کرنا ضروری ہوگی۔

''واوتینا من کل شیء'' انبیاء کرام اور بادشاہوں کو عطا کیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ''کل شیء'' سے دُنیا اور آخرت سے تعلق رکھنے والی ہر چیز مراد ہے۔ مقاتل کا قول ہے کہ نبوت اور حکومت اور شیاطین و ہوا کی تسخیر مراد ہے۔ ''ان ھذا لھو الفضل المبین'' وہ ظاہری زیادتی جو ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں عطا کیا۔

روایت میں آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ساری روئے زمین پر سات سو برس اور چھ ماہ تمام جن وانس اور پرندوں اور چرندوں اور درندوں پر حکومت کی اور ہر چیز کی بولی اللہ نے ان کو سکھا دی تھی اور انہی کے زمانہ میں عجیب عجیب صنعتوں کی ایجاد ہوئی۔

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿17﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ. لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿18﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿19﴾ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ. اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿20﴾

ترجمہ: اور سلیمانؑ کے لئے (جو) ان کا لشکر جمع کیا گیا (تھا ان میں) جن بھی (تھے اور انسان بھی اور پرندے بھی (جو کسی بادشاہ کے مسخر نہیں ہوتے) اور (پھرتے بھی اس کثرت سے کہ) ان کو (چلنے کے وقت) روکا جاتا تھا یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے میدان میں آئے تو ایک چیونٹی نے (دوسری چیونٹیوں سے) کہا کہ اے چیونٹیو اپنے اپنے سوراخوں میں جا گھسو کہیں تم کو سلیمانؑ اور ان کا لشکر بے خبری میں نہ کچل ڈالیں سو سلیمانؑ اس کی بات سے مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور

کہنے لگے کہ اے میرے رب مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں اور (اس پر بھی مداومت دیجئے کہ) میں نیک کام کروں جس سے آپ خوش ہوں اور مجھ کو اپنی رحمت (خاصہ) سے اپنے (اعلیٰ درجہ کے) نیک بندوں میں داخل رکھیے اور (ایک بار یہ قصہ ہوا کہ) سلیمانؑ نے پرندوں کی حاضری لی تو (ہدہد کو نہ دیکھا) فرمانے لگے کہ یہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا کیا کہیں غائب ہو گیا ہے۔

تفسیر ⑰ "وحشر لسلیمٰن جنودهٗ" حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جمع کر دی گئیں۔ "من الجن والانس والطیر" دور دور سے ان کو جمع کر دیا گیا۔ "فهم یوزعون" وہ روکے جاتے ہیں۔ حضرت قتادہ کا بیان ہے کہ ہر لشکر کا حصہ دوسرے لشکر کو آگے کرتا تاکہ وہ جلدی چلے۔ وزع کہتے ہیں کسی کو روک دینا۔

مقاتل نے "یُوْزَعُوْنَ" کا ترجمہ کیا ہے۔ "یُسَاقُوْنَ" ان کو چلایا جاتا تھا۔ محمد بن کعب نے کہا سلیمان کی لشکر گاہ سو فرسخ تھی، ۲۵ فرسخ جنات کے لیے، ۲۵ فرسخ آدمیوں کے لیے، ۲۵ فرسخ پرندوں کے لیے اور ۲۵ فرسخ جنگلی جانوروں کے لیے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک ہزار کمرے تھے جو لکڑی کے تختوں کے فرش پر قائم تھے۔ تین سو منکوحہ بیبیاں تھیں جو تین سو گھروں میں رہتی تھیں اور سات سو باندیاں سات سو گھروں میں۔ سلیمان کے حکم سے تند ہوا اس تخت کو اُٹھا کر اوپر کو لے جاتی تھی پھر بحکم حضرت سلیمان علیہ السلام نرم نرم ہوا اس کو لے کر چلتی تھی۔ (ایک روز) جو آپ کہیں جا رہے تھے اور آسمان و زمین کے درمیان تھے کہ اللہ نے وحی بھیجی، میں نے تمہاری حکومت میں اضافہ کر دیا ہے۔ اب کوئی مخلوق جہاں بھی کوئی بات کرے گی ہوا وہ بات لا کر تم کو پہنچا دے گی۔

⑱ "حَتّٰی اِذَا اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ" یہاں تک کہ یہ سب جب چیونٹیوں کی وادی پر پہنچے۔

"عَلٰی وَادِ" میں لفظ علٰی بتا رہا ہے کہ وہ اوپر سے آئے تھے اور بات بھی معلوم ہو رہی ہے کہ اس وادی کو طے کر کے آخر کنارہ پر پہنچ گئے تھے (اور وہیں چیونٹیوں کے بل تھے) "اتی عَلَی الشیء" کا معنی ہے کسی چیز کو ختم کر دیا اور اس کے آخری حصہ پر پہنچ گئے۔

وادی نمل کونسی جگہ ہے

وہب بن منبہ نے بحوالہ کعب بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان جب تخت پر سوار ہوتے تو اہل و عیال کو نوکروں، چاکروں کو اور لاؤ لشکر کو بھی سوار کر لیتے تھے۔ سالن پکانے کے برتن اور روٹیاں پکانے کے آہنی تنور بھی ساتھ ہوتے تھے۔ اتنی بڑی بڑی نو دیگیں بھی ہوتی تھیں کہ ایک ایک دیگ میں دس اونٹوں کا گوشت آ جائے۔ چوپایوں کے لیے میدان بھی اپنے سامنے بنواتے تھے۔ اثنائے سیر میں آسمان و زمین کے درمیان چوپائے اپنے میدانوں میں دوڑتے تھے اور باورچی کھانا اور روٹیاں پکانے میں مشغول رہتے تھے۔ ہوا ان سب کو لے کر چلتی تھی۔ ایک بار اصطخر سے یمن کو جاتے ہوئے مدینہ شریف کے اوپر سے بھی گزرے اور فرمایا، یہ نبی آخر الزمان کی ہجرت گاہ ہے۔ خوش خبری ہے ان کے لیے جو ان کے اوپر ایمان لائے اور خوشی ہے اس کے لیے جس نے ان کا اتباع کیا۔

کعبہ کے اوپر سے گزرے تو کعبہ کے گرداگرد بت نظر آئے جن کی پوجا کی جاتی تھی۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کعبہ

سے آگے بڑھ گئے تو کعبہ رونے لگا۔ اللہ نے کعبہ کے پاس وحی بھیجی (اور دریافت فرمایا) تیرے رونے کا کیا سبب ہے؟ کعبہ نے کہا، اے میرے رب! مجھے اس بات نے رُلایا کہ یہ تیرا نبی تھا اور تیرے دوستوں کی جماعت تھی، یہ لوگ میری طرف سے گزرے اور میرے پاس نماز نہیں پڑھی حالانکہ میرے آس پاس تجھے چھوڑ کر بتوں کی پوجا کی جاتی ہے۔ اللہ نے وحی بھیجی، تو نہ روؤ، کچھ مدت کے بعد میں تجھے سجدہ کرنے والے چہروں سے بھر دوں گا اور تیرے اندر جدید قرآن نازل کروں گا اور تیرے اندر سے آخر زمانہ میں ایک نبی پیدا کروں گا۔ میں اپنے انبیاء سے محبت رکھتا ہوں، تیرے اندر اپنی مخلوق سے ایسے لوگوں کو آباد کروں گا جو میری عبادت کریں گے اور میں اپنے بندوں پر ایک فرض (یعنی فریضۂ حج) مقرر کر دوں گا (جس کو ادا کرنے کے لیے) وہ اتنی تیزی سے تیرے قریب پہنچیں گے جتنی تیزی سے گدھ اپنے آشیانوں کی طرف جاتے ہیں۔ وہ تیرے ایسے مشتاق ہوں گے جیسے اونٹنی کو اپنے بچے اور کبوتری کو اپنے انڈوں کی طرف اشتیاق ہوتا ہے۔ (اونٹنی اپنے بچے کے پاس اور کبوتری اپنے انڈوں کے پاس بڑی بے تابی سے پہنچنا چاہتی ہے) میں تجھے بتوں اور شیطانوں کے پجاریوں سے پاک کر دوں گا۔ پھر سلیمان چلتے چلتے وادیٔ سدیر کی طرف سے گزرے۔ وادیٔ سدیر وادیٔ طائف کا حصہ ہے وہاں آپ کا مرور وادیٔ نمل پر ہوا۔ کعب کا یہی قول ہے کہ وادیٔ نمل طائف میں تھی۔ مقاتل اور قتادہ نے کہا: وہ شام میں ایک زمین تھی۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس وادی میں جن رہتے تھے اور وہاں کی چیونٹیاں ان کی سواریاں تھیں۔ فرق حمیدی نے کہا، اس وادی کی چونٹیاں مکھیوں کی طرح تھیں۔ بعض نے کہا بخاتی اونٹ کے برابر تھیں۔ مشہور یہ ہے کہ یہ بات کہنے والی ایک چھوٹی چیونٹی تھی۔

"قَالَتْ نَمْلَةٌ" ایک چیونٹی نے کہا۔ شعبی نے کہا (وہ چیونٹی پردار تھی) اس کے دو بازو تھے۔ بعض نے کہا وہ لنگڑی تھی۔ ضحاک نے اس کا نام طاحیہ اور مقاتل نے جرمی بتایا۔

⑲ "یا یھا النمل ادخلوا مساکنکم" یہاں پر ادخلن جمع کا صیغہ ذکر نہیں کیا کیونکہ انسان جب کلام کرتا ہے اور حیوانات کے متعلق بات کرتا ہے تو حیوانات کے بے عقل ہو جانے کی وجہ سے ان کے لیے وہ ضمیریں استعمال کرتا ہے جو جمادات کے لیے مستعمل ہیں۔ "لایحطمنکم" کہ وہ تمہیں روند نہ ڈالیں۔ "سلیمان و جنودہ" حطم کہتے ہیں کسی چیز کو توڑنا۔ "وھم لا یشعرون" حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی بات سن لی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت جب ہوا پر رواں ہوتا تو مخلوق میں سے کوئی بھی کلام نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس چیونٹی کی بات دور سے سن لی۔ مقاتل کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل دور سے یہ بات سن لی تھی۔ ضحاک کا قول ہے کہ اس چیونٹی کا نام طاحیہ تھا۔ مقاتل نے کہا کہ اس کا نام جرمی تھا۔

شبہ اور اس کا ازالہ

سوال: حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت تو ہوا پر تھا، پھر چیونٹیوں کے روند ڈالنے کا احتمال ہی نہیں؟

جواب ❶: حضرت سلیمان علیہ السلام کا کچھ لشکر پیدل چل رہا ہو جس کی وجہ سے چیونٹیوں کو اندیشہ ہوا۔

جواب ②: بعض نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ تسخیر ہوا سے پہلے کا واقعہ ہو۔

جواب ③: بعض اہل تفسیر کا قول ہے کہ چیونٹی کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے نبی ہونے کا علم تھا اور وہ نہ تو سختی کرتے اور نہ ہی کسی کے ساتھ ظلم کرتے ہیں۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر تم اپنے اپنے گھروں میں داخل نہ ہوئیں اور انہوں نے تمہیں روند ڈالا تو تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا۔

روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز سنی تو لشکر کو روک لیا۔ جب تک کہ وہ سب اپنے اپنے گھروں میں داخل نہیں ہوتیں اس وقت تک لشکر کو چلنے کا حکم نہیں دیا۔

"فتبسم ضاحکاً من قولها" زجاج کا قول ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ہنسی اکثر بصورت تبسم ہی ہوتی ہے۔ "ضاحکًا" سے مراد "متبسمًا" مسکرانا ہے۔ بعض نے کہا کہ شروع شروع میں تبسم تھا پھر ہنس دیئے ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھرپور ہنستے نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلق کا کوا نظر آ گیا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو مسکراتے نہیں دیکھا۔

مقاتل کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹی کے اس قول سے بطور تعجب کے ہنس پڑے کیونکہ انسان جب دیکھتا ہے کہ جس مخلوق کے ساتھ عہد نہیں ہے وہ بھی پورا کرتی ہیں۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے حمد کی جو اللہ رب العزت نے ان کو انعامات سے نوازا ہے۔ **"وقال رب اوزعنی"** مجھے الہام کر دے۔ **"أن اشکر نعمتک التی انعمت علیّ وعلی والدی وأن اعمل صالحًا ترضاہ وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین"** من جملہ ان میں ہمیں بھی داخل فرما اور ہمارے نام کو ان کے ناموں کے ساتھ ثابت رکھ اور ان کے ساتھ ہمارا حساب کر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق ویعقوب علیہم السلام اور اس کے بعد آنے والے انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔ بعض نے کہا کہ ہمیں اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں کے ساتھ جنت میں داخل کر دے۔

⑳ **"وتفقد الطیر"** اس کا معنی ہے گمشدہ چیز کا ڈھونڈنا۔ آیت کا معنی ہے جو پرندوں میں سے غائب ہے وہ کونسا پرندہ ہے۔

ہدہد کے غائب ہونے کا واقعہ

تفسیر **"فقال مالی لاأری الهدهد"** مجھے ہدہد دکھائی نہیں دیتا وہ کہاں غائب ہے؟ جیسا کہ عرب کا قول ہے "مالی اراک کئیبًا" کیا ہوا استفہام تعجبیہ ہے۔ ہدہد معروف پرندہ ہے۔ ہدہد کے گم ہونے اور اس کے سوال کرنے کی وجہ کیا تھی۔ بعض حضرات نے کہا کہ اس کو توبہ کروانی تھی۔

ہدہد کو تلاش کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کسی منزل پر اُترتے تھے تو دھوپ سے بچانے کے لیے

پرندے پورے لشکر پر سایہ کر لیتے تھے اور ہدہد چڑھ کر زمین کو دیکھتا تھا اور زمین کے اندر پانی کی تلاش کرتا تھا اور پانی کا دور یا قریب ہونا معلوم کرتا تھا کیونکہ اس کو زمین کے اندر کی چیزیں اسی طرح نظر آتی تھیں جیسے شیشہ کے اندر چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ پانی جہاں نظر آجاتا وہاں جا کر چونچ سے زمین کو کریدتا تھا، پھر جنات پہنچ کر زمین کو کھود کر پانی برآمد کر لیا کرتے تھے۔ "کذا اخرج ابن ابی شیبة و عبد بن حمید و ابن المنذر و ابن ابی حاتم والحاکم" حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا: جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ فرمایا تو نافع بن ازرق نے کہا: اے بیان کرنے والے! دیکھ کیا کہہ رہا ہے (سمجھ کے بات کر) ایک بچہ جب جال بچھا کر اس پر مٹی ڈال دیتا ہے (اور اس پر دانہ بکھیر دیتا ہے) تو ہدہد کو جال نظر نہیں آتا اور آکر پھنس جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تیرا برا ہو جب تقدیری حکم ہو جاتا ہے تو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: جب قضا و قدر آجاتی ہے تو نظر جاتی رہتی ہے اور نابینا ہو جاتی ہے۔ غرض حضرت سلیمان علیہ السلام ایک منزل پر اُترے۔ لوگوں نے پانی تلاش کیا، کہیں نہیں ملا، پانی کی ضرورت سخت تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو تلاش کرایا۔ آپ علیہ السلام کا خیال تھا کہ وہ حاضر ہوگا لیکن وہ نہیں ملا اور فرمایا کیا ہوا میں ہدہد کو نہیں دیکھ پا رہا۔ جب وہ اپنے لشکر کی تقریر میں فرما رہے تھے کہ ہدہد ان کو دکھائی نہیں دیا۔ اس کے غائب ہونے کی وجہ سے تردد لاحق ہوا اور فرمایا "ام کان من الغائبین" کیا وہ غیر حاضروں میں سے ہے۔ ام میں میم صلہ ہے۔ بعض نے کہا کہ ام بمعنی بل کے ہے، پھر اس کے غیب پر ایک وعدہ کیا اور کہا:

لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاْ اَذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ㉑ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ㉒

ترجمہ: میں اس کو (غیر حاضری پر) سخت سزا دوں گا یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا وہ کوئی صاف حجت (اور عذر حاضری کا) میرے سامنے پیش کرے۔ سو تھوڑی دیر میں وہ آگیا اور (سلیمانؑ سے) کہنے لگا کہ میں ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی اور (اجمالی بیان اس کا یہ ہے کہ) میں آپ کے پاس قبیلہ سبا کی ایک تحقیقی خبر لایا ہوں۔

㉑ "لاعذبنه عذابًا شديدًا" یعنی میں اس کو سخت عذاب دوں گا تا کہ دوسرے ہدہدوں کو عبرت ہو۔

عذاباً شدیداً سے کونسا عذاب مراد ہے

عذاب شدید دینے سے کیا مراد تھی، اس کے تعیین کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا: مراد یہ تھی کہ میں اس کے پَر و بال اور دُم نوچ کر لوتھڑا بنا کر دھوپ میں ڈالوں گا کہ کیڑے مکوڑے اور چیونٹیاں اس کو کھالیں۔ مقاتل نے کہا: میں لوتھڑا بنا کر تار کول ملوا کر دھوپ میں پھنکوا دوں گا۔ بعض نے کہا: پنجرہ میں بند کر دینا مراد تھا۔ کسی نے کہا: مادہ سے ہمیشہ کے لیے جدا کرنا مقصد تھا، یا یہ مطلب تھا کہ میں اس کے مخالف کے ساتھ اس کو قید کر دوں گا یا یہ معنی تھا کہ میں اس کو ساتھیوں کا خدمت گار بنا دوں گا کہ وہ اپنے ساتھ والوں کی خدمت کرتا رہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے (ہدہد کو) عذاب دینا جائز تھا۔

"اولا ذبحنه" اس کی گردن کاٹ دوں گا۔ "او لیاتینی بسلطان مبین" یا اپنے غائب ہونے کی کوئی قوی دلیل لے آئے تو پھر بخش دوں گا یا کوئی عذر لے آئے تو پھر بخش دوں گا۔ ابن کثیر نے "لیاتیننی" پڑھا ہے نون اوّل مشدد کے ساتھ اور دوسرے قراء نے ایک نون کے مشدد کے ساتھ پڑھا ہے۔

ہدہد کی غیر حاضری کا سبب

ہدہد کی غیر حاضری کا سبب علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہو کر حرم (کعبہ) کو چلے گئے اور اللہ کی مشیت جتنی تھی اس کے مطابق وہاں قیام پذیر رہے۔ جب تک مکہ میں رہے روزانہ پانچ ہزار اونٹنیاں، پانچ ہزار بیل اور بیس ہزار مینڈھے ذبح کرتے رہے۔ آپ نے اپنی قوم کے سرداروں سے فرمایا کہ یہ وہ مقام ہے جہاں سے نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم جن کے اوصاف یہ یہ ہوں گے برآمد ہوں گے، ان کو مخالفین پر فتح یاب کیا جائے گا، ان کا رعب ایک ماہ کی مسافت تک پڑے گا، نزدیک اور دوران کے لیے برابر ہوگا، اللہ کے معاملہ میں وہ کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔ حاضرین نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! ان کا دین کیا ہوگا؟ فرمایا: وہ دین توحید (دین حنیف یعنی دین ابراہیمی) پر چلیں گے۔ خوشی ہو اس کے لیے جو ان کو پالے اور ان پر ایمان لائے۔ حاضرین نے دریافت کیا: ان کی بعثت میں کتنی مدت باقی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ایک ہزار، حاضرین کو چاہیے کہ وہ یہ بات ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں حاضر نہیں ہیں۔ بیشک وہ انبیاء کے سردار اور خاتم المرسلین ہوں گے۔

سلیمان علیہ السلام کے ہدہد کی ملکہ بلقیس سے ملاقات

راوی کا بیان ہے حضرت سلیمان علیہ السلام مکہ میں قیام پذیر رہے۔ جب حج پورا کر لیا تو مکہ سے نکلے اور صبح کو مکہ سے روانہ ہو کر یمن کی طرف چل دیئے۔ صنعاء میں زوال کے وقت پہنچ گئے۔ یہ مسافت ایک ماہ کی راہ تھی، صنعاء کی زمین کو خوبصورت اور سرسبز پایا۔ آپ نے وہاں اُترنے کو پسند کیا تاکہ کھانے اور نماز سے فراغت حاصل کر لیں۔ ہدہد نے سوچا کہ سلیمان علیہ السلام تو اُترنے میں لگے ہوئے ہیں، اتنے میں آسمان کی طرف اُڑ کر زمین کی لمبائی چوڑائی دیکھ لوں۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور اوپر جا کر دائیں بائیں نظر دوڑائی تو بلقیس کا ایک باغ نظر آیا۔ ہدہد سبزے کی طرف چل دیا اور باغ میں اُتر گیا، وہاں ایک اور ہدہد سے ملاقات ہوگئی۔ ہدہد سلیمان علیہ السلام اس کے پاس اُتر کر پہنچ گیا۔ ہدہد سلیمان علیہ السلام کا نام یعفور اور ہدہد یمن کا نام عنفیر تھا۔ عنفیر نے یعفور سے پوچھا: کہاں سے آئے ہو اور کہاں کا ارادہ ہے؟ یعفور نے کہا: میں اپنے مالک سلیمان بن داؤد کے ساتھ شام سے آیا ہوں۔ عنفیر نے پوچھا: سلیمان کون ہے؟ یعفور نے کہا: وہ جن و انس اور شیطانوں، وحشی جانوروں، پرندوں اور ہواؤں کے بادشاہ ہیں (ان کا حکم سب پر چلتا ہے) تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ عنفیر نے کہا: اسی ملک کا باشندہ ہوں۔ یعفور نے پوچھا: اس ملک کا بادشاہ کون ہے؟ عنفیر نے کہا: یہاں کی بادشاہ ایک عورت ہے جس کو بلقیس کہا جاتا ہے۔

بیشک تمہارے آقا کا ملک بڑا ہے لیکن بلقیس کا ملک بھی کم نہیں ہے وہ یمن کی ملکہ ہے، اس کے زیر حکم بارہ ہزار جنرل ہیں اور ہر جنرل کے ماتحت ایک لاکھ جنگی سپاہی ہیں۔ یعنی اس قوم کی زراعت اور تجارت پر خوشحالی تھی۔ زراعت کے لیے انہوں نے ایک بہت بڑا بند تعمیر کیا تھا جسے سد مارب کہتے ہیں۔ آب پاشی کے لیے نہروں کا بہترین نظام قائم کیا۔ تجارت کے لیے اس قوم نے بری اور بحری دونوں راستے خود دریافت کیے۔ بحر احمر کی موسمی ہواؤں، زیر آب چٹانوں اور لنگر اندازی کے مقامات کا راز یہی لوگ جانتے تھے۔ کیا تم میرے ساتھ چل کر اس کی حکومت دیکھنا چاہتے ہو؟ یعفور نے کہا: مجھے یہ ڈر لگا ہوا ہے کہ نماز کے وقت سلیمان علیہ السلام کو پانی کی ضرورت ہوگی اور مجھے تلاش کریں گے۔ عنفیر نے کہا: تمہارا مالک اس بات سے خوش ہوگا کہ تم اس کو اس ملکہ کی خبر بتاؤ گے۔ یعفور نے عنفیر کے ساتھ بلقیس کو اور اس کی حکومت کو دیکھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس عصر کے وقت سے پہلے نہ پہنچ سکا۔

ہدہد کے بغیر کوئی بھی پانی تلاش نہ کر سکا

ادھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام اُتر پڑے تو اس جگہ پانی نہ تھا، نماز کا وقت آ گیا اور پانی کی ضرورت ہوئی تو پانی نہیں ملا۔ آپ نے جنات سے، آدمیوں سے اور شیاطین سے پانی کے متعلق دریافت کیا لیکن کسی کو معلوم نہ تھا کہ پانی کہاں ہے۔ پرندوں کی تلاش کی تو ہدہد کو غیر حاضر پایا۔ پرندوں کے عریف یعنی گدھ کو طلب فرمایا اور ہدہد کے متعلق اس سے پوچھا۔ گدھ نے کہا: مجھے معلوم نہیں وہ کہاں ہے۔ میں نے تو اس کو کہیں بھیجا نہیں ہے۔ اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کو غصہ آ گیا اور فرمایا: ”لا عذبنّه عذابًا شديدًا او لا اذبحنّه او ليأتيني بسلطنٍ مبين“ پھر پرندوں کے سردار عقاب کو بلوایا اور حکم دیا کہ ابھی ہدہد کو پکڑ لاؤ۔ عقاب فوراً اُڑا اور آسمان کے نیچے ہوا کے ساتھ چسپاں ہو گیا۔ وہاں سے اس کو یہ دُنیا ایک پیالہ کی طرح نظر آئی۔ پھر اِدھر اُدھر نظر دوڑائی تو یمن کی طرف سے ہدہد بھی آتا دکھائی دیا۔ عقاب اس پر ٹوٹ پڑا۔ ہدہد نے عقاب کو پر توڑ کر اپنی طرف آتا دیکھا تو سمجھ گیا کہ عقاب کا ارادہ میرے متعلق بُرا ہے۔ ہدہد نے اس کو قسم دی اور کہا میں تجھے اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے تجھے طاقت عطا کی ہے اور مجھ پر قدرت دی ہے تو مجھ پر رحم کر اور کوئی دُکھ پہنچانے کے درپے نہ ہو۔

عقاب ہدہد کی طرف سے پلٹ گیا۔ کم بخت تو مرے، اللہ کے پیغمبر نے قسم کھالی ہے کہ وہ تجھے عذاب دیں گے یا ذبح کر ڈالیں گے۔ اس کے بعد دونوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف رُخ کر دیا۔ جب لشکر تک پہنچے تو گدھ اور دوسرے پرندوں نے جالیا اور کہا: ارے! آج تو دن بھر کہاں غائب رہا۔ اللہ کے پیغمبر نے تیرے متعلق یہ یہ کہا تھا۔ ہدہد نے کہا: کیا انہوں نے (اپنی قسم میں) کوئی شرط بھی لگائی تھی؟ پرندوں نے کہا: ہاں، یہ بھی فرمایا تھا: ”او ليأتيني بسلطنٍ مبين“ ہدہد نے کہا: بس تو میں عذاب سے بچ گیا۔ پھر عقاب اور ہدہد اُڑ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے، آپ اس وقت کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ عقاب نے کہا: یا نبی اللہ! میں اس کو لے آیا۔ ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیکھ کر اظہارِ عاجزی کے طور پر اپنا سر اُٹھایا، دم اور دونوں بازو نیچے کو لٹکا دیئے اور زمین پر ان کو کھینچنے لگا۔ جب آپ کے قریب پہنچ گیا تو آپ نے اس کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور فرمایا: تو

کہاں تھا؟ میں تجھے ضرور سخت عذاب دوں گا۔ ہدہد نے کہا: یا نبی اللہ! اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ یہ بات سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام لرز گئے اور ہدہد کو معاف کر دیا۔ پھر غیر حاضری کی وجہ دریافت کی۔

㉒ "فمکث" عاصم اور یعقوب نے کاف کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے ان دونوں کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس میں دونوں لغات ہیں۔ "غیر بعید" وہ جو طویل نہ ہو۔ "فقال احط بمالم تحط به" کسی چیز کا ہمہ جہتی پورا پورا علم جیسا کہ کہا جاتا ہے "علمت مالم تعلم" تو میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اور مجھے ایسی خبر پہنچی ہے جو تجھ تک نہیں پہنچی اور نہ ہی آپ کے لشکر تک کوئی خبر پہنچی۔ "وجئتک من سبأ" ابو عمرو اور بزی نے ابن کثیر سے یہ روایت نقل کی "سبأ ...... لسبأ" ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ اور قواص نے ابن کثیر سے ساکن پڑھا ہے بغیر ہمزہ کے اور دوسرے قراء نے ہمزہ کے جر کے ساتھ پڑھا ہے اور جو حضرات اس کو جر نہیں پڑھتے وہ اس کو شہر کا نام قرار دیتے ہیں اور جو حضرات اس کو جر دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ بندے کا نام ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قوم سبا کے متعلق دریافت کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبا ایک آدمی تھا جس کے دس بیٹے تھے جن میں سے چھ دائیں جانب اور چار بائیں جانب کو چلے گئے۔ یعنی چھ نے دائیں طرف جا کر آبادی کر لی اور یہ ملک یمن کہلایا اور چار بائیں جانب جا کر آباد ہوئے، یہ ملک شام کہلایا۔ "بنبأ" خبر دی۔ (یقین) حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا تو ہدہد نے کہا۔

اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ㉓ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ㉔ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ㉕ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (آیت سجدہ) ㉖ قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ㉗ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ㉘

ترجمہ: میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے اور اس کو (سلطنت کے لوازم میں سے) ہر قسم کا سامان میسر ہے اور اس کے پاس ایک بڑا (اور قیمتی) تخت ہے میں نے اس کو اور اس (عورت) کی قوم کو پایا کہ وہ خدا کی عبادت کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے (ان) اعمال (کفریہ) کو ان کی نظر میں مرغوب کر رکھا ہے اور ان کو راہ (حق) سے روک رکھا ہے سو وہ راہ (حق) پر نہیں چلتے کہ اس خدا کو سجدہ نہیں کرتے جو (ایسا قادر ہے کہ) آسمان اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو (جن میں بارش اور نبات بھی ہے) باہر لاتا ہے اور (ایسا عالم ہے کہ) تم لوگ جو کچھ (دل میں) پوشیدہ رکھتے ہو اور جو کچھ زبان وغیرہ سے) ظاہر کرتے ہو وہ سب کو جانتا ہے (پس اللہ ہی ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے سلیمانؑ نے (یہ سن

کر) فرمایا کہ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا تو جھوٹوں میں سے ہے (اچھا) میرا یہ خط لے جا اور اس کو اس کے پاس ڈال دینا پھر (وہاں سے) ہٹ جانا پھر دیکھنا کہ آپس میں کیا سوال و جواب کرتے ہیں۔

ہدہد کی کارگزاری ملکہ بلقیس سے متعلق

تفسیر ㉓ "انی وجدت امراۃ تملکھم" میں نے ایک ایسی عورت پائی جو سبا والوں پر حکمرانی کرتی ہے (یعنی ان کی ملکہ ہے) ملکہ سبا کا نام بلقیس بنت شراحیل تھا، وہ یعرب بن قحطان کی نسل سے تھی۔ اس کا باپ بہت بڑا بادشاہ تھا جس کے ۳۹ آباؤ اجداد بادشاہ ہو کر گزرے تھے، وہ خود چالیسواں تھا۔ ملک یمن پر حکومت کرتا تھا اور سرحدی ہمسر بادشاہوں میں سے کسی کو اپنا ہمسر نہیں جانتا تھا۔ اسی لیے اس نے ہر بادشاہ کی بیٹی سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ آخر اس کا نکاح (خاندان جنات میں) ایک پری سے ہو گیا جس کا نام ریحانہ بنت سکن تھا۔ اس پری کے پیٹ سے بلقیس بنت شراحیل پیدا ہوئی۔ سوائے بلقیس کے شراحیل کا کوئی اور بچہ نہیں ہوا۔ حدیث میں آیا ہے کہ بلقیس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک جنات میں سے تھا (مترجم کو یہ حدیث کہیں نہیں ملی یا حدیث سے مراد ہے قصہ یعنی بلقیس کے قصہ میں یہ بات آئی ہے کہ بلقیس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک از قوم جن تھا۔ واللہ اعلم)

باپ کے مرنے کے بعد بلقیس نے ملکہ بننے کی خواہش کی اور اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ قوم میں سے کچھ لوگوں نے مان لیا اور کچھ نے مخالفت کی۔ مخالفین نے ایک اور شخص کو اپنا بادشاہ بنا لیا، قوم دو فرقوں میں بٹ گئی۔ یمن کی مملکت کے بھی دو ٹکڑے ہو گئے جس مرد کو بادشاہ بنایا گیا تھا، اس نے لوگوں سے بہت برا سلوک کیا۔ رعیت کی عورتوں پر دست درازی کرنے لگا۔ لوگوں نے اس کو معزول کرنا چاہا لیکن اس کی طاقت زیادہ تھی کچھ بس نہ چلا۔ بلقیس نے جب عورتوں کی یہ بے حرمتی دیکھی تو اس کو غیرت آئی اور اس نے اس ظالم بادشاہ کے پاس از خود تحریر بھیجی اور خواہش کی کہ تم مجھ سے نکاح کر لو (تاکہ دونوں حکومتیں ایک ہو جائیں اور قومی نفاق مٹ جائے) بادشاہ نے جواب لکھا: مجھے تمہاری طرف سے اُمید نہ تھی کہ تم میرے پیام نکاح کو قبول کر لوگی۔ اسی لیے میں نے اپنی طرف سے نکاح کی تحریک نہیں کی۔ بلقیس نے کہا: مجھے کوئی عذر نہیں۔ تم میرے کفو اور شریف ہو، اب میری قوم والوں کو جمع کر کے ان کے سامنے مجھ سے نکاح کرنے کی درخواست رکھو۔ بادشاہ نے سب لوگوں کو جمع کیا اور سب کو نکاح کا پیام سنا دیا۔ لوگوں نے کہا: ہمارے خیال میں تو بلقیس راضی نہیں ہوگی۔ بادشاہ نے کہا: ابتدائی تحریک خود اس کی طرف سے ہو چکی ہے۔ میں آپ لوگوں سے یہ چاہتا ہوں کہ اس کی زبان سے تم خود اس کا اقرار سن لو۔ قوم والوں نے آکر بلقیس سے اس کا ذکر کیا۔ بلقیس نے کہا: ہاں مجھے اولاد کی تمنا ہے۔ غرض لوگوں نے بلقیس کا نکاح بادشاہ سے کر دیا۔ بلقیس وداع ہو کر گئی تو اپنی بہت سی فوج کو (جلو میں) لیتی گئی اور بادشاہ کے پاس پہنچی تو اس کو اتنی شراب پلائی کہ وہ بے ہوش ہو گیا، پھر اس کا سر کاٹ کر رات ہی کو اپنے گھر واپس آ گئی۔ صبح ہوئی اور لوگوں نے بادشاہ کو مقتول اور سر دروازہ پر لٹکا ہوا پایا تو سمجھ لیا کہ یہ نکاح ایک فریب و مکر تھا۔ اس کے بعد سب لوگوں نے بالاتفاق بلقیس کو ملکہ مان لیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اطلاع ملی کہ فارس والوں نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنی ملکہ بنا لیا

ہے تو فرمایا: وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوگی جس نے ایک عورت کو اپنے امر کا والی (یعنی اپنی ملکہ) بنالیا ہو۔ (رواہ البخاری فی الصحیح واحمد والترمذی والنسائی)

"واوتیت من کل شیءٍ"، جس کی طرف بادشاہوں کو حاجت ہوتی ہے مثلاً اسلحہ کا سامان اور لشکر۔ "ولها عرش عظیم" حجم میں بڑا سونے کا بنا ہوا، سرخ یاقوت، سبز زبرجد اور موتیوں سے مرصع، جس کے ستون (پائے) یاقوت اور زمرد کے ہیں۔ اس کے اوپر سات کمرے تھے اور ہر کمرے کا دروازہ علیحدہ تھا جو بند رہتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ بلقیس کا تخت تیس ہاتھ لمبا اور تیس ہاتھ چوڑا تھا۔ مقاتل کا بیان ہے کہ طول اسّی (۸۰) ہاتھ تھا اور اونچائی تیس ہاتھ اور ہوا میں اس کا طول اسّی (۸۰) ذراع تھا۔ بعض نے کہا کہ اس کا طول اسّی ذراع اور اس کی چوڑائی چالیس ذراع اور اس کی بلندی تیس ذراع تھی۔

۲۴ "وجدتها وقومها يسجدون للشمس من دون الله وزين لهم الشيطان أعمالهم فصدهم عن السبيل فهم لايهتدون"

۲۵ "الايسجدوا" ابو جعفر، کسائی نے "الا يسجدوا" تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ جب وہ کھڑے ہوتے ہیں تو یوں کہتے ہیں "الا يائم" اے گنہگار کیا تم اللہ کو سجدہ نہیں کرتے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ "الا ياهولاء اسجدوا" یہ جملہ امر یہ مستانفہ ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ عرب سے اسی طرح سماعاً منقول ہے جیسے عرب کے ہاں یہ مقولہ مشہور ہے۔ "ألا يا ارحمون" اسی طرح یہاں بمعنی کلمہ معترضہ ہوگا۔ عبارت یوں تھی "اما من الهدهد و اما من سليمان" ابو عبیدہ کا قول ہے کہ اللہ کا مذکورہ حکم جملہ مستانفہ ہے۔ یعنی اے لوگو! اللہ کو سجدہ کرو۔ دوسرے قراء نے "الا يسجدوا" تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے مزین کردیا تاکہ یہ اس کو سجدہ کریں۔ "لله الذی یخرج الخبأ" یعنی پوشیدہ چھپی ہوئی بات۔ "فی السموات والارض" زمین اور آسمان میں اس سے کوئی بھی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ اکثر اہل تفسیر کا قول ہے کہ "خباء السموات" اور "خباء الارض" مینہ کو کہتے ہیں اور عبداللہ کی یہی قرأۃ ہے۔ "یخرج الخبأ من السموات والارض" اور اس میں جو کچھ ہے وہ اپنی رفتار میں چل رہا ہے۔ عرب کا قول ہے کہ میں تمہیں اس شہر سے نکالوں گا جس کا ہم نے ارادہ کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ غیب۔ آیات کا مطلب ہے کہ وہ آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ اشیاء کو جانتا ہے۔

"ويعلم ما تخفون وما تعلنون" کسائی نے حفص عن عاصم سے بیان کیا کہ یہ تاء کے ساتھ ہے کیونکہ پہلی قرأت میں خطاب کا صیغہ ہے اور کسائی کی قرأت پر تخفیف کے ساتھ ہے۔ دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

۲۶ "الله لا اله الا هو رب العرش العظيم" وہی عبادت کا مستحق اور سجود کا مستحق ہے۔ اس کے علاوہ مستحق نہیں۔ ملکہ سبا کا عرش اگرچہ بڑا تھا لیکن اللہ عزوجل کے عرش کے مقابلے میں ایک جنب سے بھی حقیر تھا۔ یہاں پر ہدہد کا کلام تام ہوا۔ جب ہدہد اپنے کلام سے فارغ ہوا۔

۲۷ "قال" حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے کہا "سننظر أصدقت" جو تو نے ہمیں خبر پہنچائی ہے کیا وہ سچی ہے یا نہیں؟ "ام کنت من الکاذبین" پھر ہدہد نے لوگوں کو پانی کا بتایا۔ پھر لوگوں نے گڑھے کھود کر پانی خود بھی پیا اور جانوروں کو بھی پلایا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملکہ بلقیس کو اسلام کی دعوت پر خط لکھنا

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک خط اس طرح لکھا: بندہ خدا سلیمان بن داوٗد (علیہ السلام) کی طرف سے بلقیس ملکہ سبا کے نام۔ **بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت پر چلے۔ امابعد! میرے مقابلے میں فخر نہ کرو اور اطاعت گزار ہو کر میرے پاس آ جاؤ۔ ابن جریج نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے صرف اتنے ہی الفاظ لکھے جتنے اللہ نے اپنی کتاب میں نقل کیے ہیں۔ قتادہ نے کہا انبیاء علیہم السلام کی تحریریں ایسی ہی مختصر ہوتی ہیں، وہ کلام کو طول نہیں دیتے نہ زیادہ بات لکھتے ہیں، خط لکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس پر مشک چسپاں کیا اور اس پر مہر لگا کر ہدہد کے حوالے کیا اور فرمایا۔

㉘ "**اذهب بكتابي هذا فالقه اليهم**" ابوعمرو عاصم حمزہ حاء کے ساکن کے ساتھ، ابوجعفر، یعقوب نے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ "**ثم تول عنهم**" ان سے ذرا دور رہ کر دیکھنا۔ "**فانظر ماذا يرجعون**" وہ اس خط کا جواب کیسے دیتے ہیں یا کیا جواب دیتے ہیں۔ ابن زید کا قول ہے کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ اصل میں اس طرح عبارت تھی "**اذهب بكتابي هذا فالقه اليهم فانظر ماذا يرجعون**" میرے اس خط کو لے جاؤ اور اس کو ان تک پہنچا دو اور دیکھو اس کا ردّعمل وہ کیا کرتے ہیں۔

ہدہد خط لے کر بلقیس کے پاس پہنچا۔ بلقیس اس وقت صنعاء سے تین منزل پر مقام مآرب میں تھی۔ ہدہد ملکہ کے قصر میں پہنچا تو دروازے سب بند تھے اور کنجیاں ملکہ نے اپنے سرہانے رکھ لی تھیں۔ غرض ہدہد بلقیس کے قریب پہنچ گیا۔ بلقیس چت لیٹی سو رہی تھی، ہدہد نے خط اس کے سینہ پر رکھ دیا۔

مقاتل کا بیان ہے کہ ہدہد اپنی چونچ میں خط پکڑ کر لے گیا اور بلقیس کے سرہانے جا کر کھڑا ہو گیا۔ باڈی گارڈ اور چوکیدار سپاہی کھڑے تھے۔ ہدہد نے پر پھڑپھڑائے، لوگ اس کو دیکھتے رہے۔ آخر ملکہ نے خود سر اُٹھایا، ہدہد نے فوراً خط ملکہ کی گود میں ڈال دیا۔

وہب بن منبہ کا اور ابن زید کا بیان ہے کہ سورج کے رُخ پر ایک روشن دان تھا اور سورج سامنے سے نکلتا تھا جونہی ملکہ روشن دان سے اس کی طرف دیکھتی اور سورج نظر آتا، فوراً اس کو سجدہ کرتی تھی۔ ہدہد اس دریچہ میں گھس گیا اور فوراً دونوں بازو پھیلا کر روشن دان بند کر دیا۔ سورج حسب معمول اونچا ہوا لیکن روشن دان بند ہونے کی وجہ سے ملکہ کو پتہ نہیں چلا۔ جب دیر ہو گئی تو اُٹھ کر سورج کو دیکھنے گئی، ہدہد نے فوراً خط اس کی طرف پھینک دیا۔ بلقیس پڑھی ہوئی تھی، خط لے کر مہر دیکھی، مہر دیکھتے ہی لرز گئی کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کا نقشہ مہر میں موجود تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ جس نے یہ خط بھیجا ہے وہ مجھ سے بڑا بادشاہ ہے۔ ہدہد خط پھینک کر کچھ پیچھے ہٹ گیا، بلقیس نے خط پڑھا پھر جا کر تخت پر بیٹھی اور اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کیا۔ یہ سردار بارہ ہزار تھے، ہر سردار کے ماتحت ایک لاکھ سپاہی تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ بلقیس کے ساتھ ایک لاکھ اقیال تھے اور ہر قیل کے پاس ایک لاکھ فوج تھی۔ قیل بمعنی نواب یا بادشاہ سردار کو کہتے ہیں۔ قتادہ اور مقاتل کا بیان ہے کہ بلقیس کی مشورہ کمیٹی ۳۱۲ آدمیوں کی تھی، ہر ممبر شوریٰ کے تحت دس دس ہزار سپاہی تھے، سب آ کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٩﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٣٠﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿٣٢﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿٣٣﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٤﴾ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌ ۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣٥﴾

ترجمہ: بلقیس (نے پڑھ کر اپنے سرداروں سے مشورہ کے لئے) کہا کہ اے اہل دربار میرے پاس ایک خط (جس کا مضمون نہایت) باوقعت (ہے) ڈالا گیا ہے وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور اس میں یہ (مضمون) ہے (اول) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) اور اس کے بعد یہ کہ) تم لوگ (یعنی بلقیس اور سب اعیان سلطنت جن کے ساتھ عوام بھی وابستہ ہیں) میرے مقابلہ میں تکبر مت کرو اور میرے پاس مطیع ہو کر چلے آؤ بلقیس نے کہا کہ اے اہل دربار تم مجھ کو میرے اس معاملہ میں رائے دو (کہ مجھ کو سلیمانؑ کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے اور) میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم لوگ میرے پاس موجود ہو وہ کہنے لگے کہ ہم بڑے طاقت ور اور بڑے لڑنے والے ہیں اور (آئندہ) اختیار تم کو ہے سو تم ہی (مصلحت) کو دیکھ لو جو کچھ (تجویز کر کے) حکم دینا ہو بلقیس کہنے لگی کہ والیان ملک (کا قاعدہ ہے کہ) جب کسی بستی میں (فاتحانہ طور پر) داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہ و بالا کر دیتے ہیں اور اس کے رہنے والوں میں جو عزت دار ہیں ان کو انکا زور گھٹانے کیلئے) ذلیل کیا کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے اور میں ان لوگوں کے پاس کچھ ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھوں گی کہ وہ فرستادے (وہاں سے) کیا (جواب) لے کر آتے ہیں

تفسیر: ㉙ "قالت" بلقیس نے ان سب سے کہا "یا یھا الملاء" اے سردارو! اپنی قوم کے شرفاء لوگ تھے۔

بلقیس نے خط کو کریم کہا مختلف وجوہ سے

"انی القی الیّ کتاب کریم" عطاء اور ضحاک کا قول ہے کہ اس خط کو کریم اور معزز اس لیے کہا گیا کہ اس پر مہر لگی ہوئی تھی۔ ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خط کا معزز ہونا اس کی مہر کی وجہ سے ہے۔ قتادہ اور مقاتل کا قول ہے کہ کتاب کریم سے مراد "حسنٌ" ہے یعنی عمدہ اور اچھا۔ زجاج نے بھی اسی ترجمہ کو پسند کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول آتا ہے کریم بمعنی بزرگ کے ہے کیونکہ اس کے بھیجنے والا بھی بزرگ تھا۔ بعض نے کریم کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ خط بھیجنے کا واقعہ عجیب تھا۔ بعض نے کہا کہ کریم اسی وجہ سے تھا کہ خط کی ابتداء بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کی گئی تھی۔ اس لیے اس کو کریم کہا۔ پھر بلقیس نے بتلایا کہ یہ خط کہاں سے آیا اور کس طرح آیا۔

㉚ وہ کہنے لگی "انه من سليمان" اور خط کھول کر بیان کر دیا اور کہا "وانه بسم الله الرحمٰن الرحيم"

㉛ "الا تعلوا علیّ" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ کیا کہ میرے سامنے تکبر نہ کرو اور بعض نے کہا کہ میری آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرنا۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میری بات کا جواب دینے سے انکار نہ کرنا کیونکہ جواب کا ترک کر دینا تکبر یا اپنے آپ کو بلند سمجھتے ہوئے ہوتا ہے۔ "وأتونی مسلمین" مجھ پر ایمان لانے اور میری فرمانبرداری کرنے والے بن جاؤ۔ بعض نے کہا کہ جس طرح میں اسلام نے اس خط کو تسلیم کیا ہے اسی طرح تم بھی تسلیم کرلو۔ بعض نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ جس طرح میں نے اسلام کو تسلیم کیا ہے تم بھی تسلیم کرلو۔

㉜ "قالت یایها الملاء أفتونی فی امری" میں نے جو کچھ تمہیں پیش کیا اس کا مشورہ دو اور جواب بھی دو۔ "ما کنت قاطعة" میں اس پر کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی۔ "امرًا حتی تشهدون" جب تک حاضر کیا جائے یا اس کے متعلق مجھے باخبر نہ کیا جائے۔

㉝ "قالوا" بلقیس کا جواب دیتے ہوئے کہنے لگے "نحن اولوا قوة" ہم قتال کرنے کے لیے مضبوط اور قوی ہیں۔ "واولوا بأس شديد" اور جنگ کے وقت بھی زیادہ ہیں۔

مقاتل کا بیان ہے کہ قوۃ سے مراد ہے تعدادی قوت اور کثرت اور بأس سے مراد ہے شدت شجاعت۔ یہ قول بطور تعریض کے ذکر کیا ہے کہ اگر تم ہمیں قتال کا حکم کرو گے تو کبھی ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے اور کہنے لگے "والامر الیک" اے ملکہ بادشاہ! یہ امر اب تمہارے ہاتھوں میں ہے چاہیں تو قتال کا حکم دے دیں اور چاہیں تو ترک کر دیں۔ "فانظری" اپنی رائے پر غور کریں۔ "ماذا تأمرین" یا اپنے کام میں نظر ثانی کر کے ہمیں حکم دیدیں۔

㉞ "قالت" بلقیس ان کو جواب دیتے ہوئے کہنے لگی "انّ الملوک اذا دخلوا قرية" جبراً داخل ہوتے ہیں۔ "افسدوها" تو اس بستی کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ "وجعلوا اعزة أهلها أذلة" ان کے شرفاء اور بزرگوں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ ان سب کے لیے بہتر راستہ یہی ہے کہ ہم ان سے ڈریں اور ان کے شہر میں داخل ہو جائیں اور اس خبر سے ان کو روکا کہ کسی کو نہ بتلائیں تو اللہ نے اس کے قول کی تصدیق کی اور کہا "وکذلک یفعلون" جیسا کہ تو نے ہمیں حکم دیا ہے ہم ویسا ہی اس حکم کو بجالائیں گے۔

㉟ پھر وہ کہنے لگی "وانی مرسلة الیهم بهدية" ہدیہ وہ چیز جو تحفہ اور عطیہ میں دی جائے۔ وہ عورت سیاست میں ماہر تھی۔ بلقیس کے قوم کے سرداروں نے کہا کہ ہم بلقیس کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں۔ سلیمان علیہ السلام اور اس کی قوم کی طرف ایک ہدیہ لے کر آئے ہیں۔ ہمیں خبر ملی ہے کہ وہ بادشاہ اور نبی ہیں۔ اگر وہ بادشاہ ہیں تو ہدیہ قبول کرلیں گے اور ہم واپس چلے جائیں گے اور اگر وہ نبی ہوئے تو ہمارا ہدیہ قبول نہیں کریں گے اور نہ ہی وہ اس بات سے راضی ہوں گے کہ وہ ہماری تابعداری کریں۔ "فناظرة بم یرجع المرسلون" اس نے ہدیہ میں غلام اور باندیاں بھیجیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، سب کو ایک ہی طرح کا لباس پہنا دیا تا کہ شناخت نہ ہوسکے۔

ملکہ بلقیس کے ہدایا کی تفصیل

مجاہد نے کہا: دوسو غلام اور دوسو باندیاں بھیجی تھیں۔ مجاہد اور مقاتل کا قول ہے کہ باندیوں کو غلاموں کا لباس اور غلاموں کو باندیوں کا لباس پہنا دیا تھا۔ سعید بن جبیر نے کہا: (سونے کی) اینٹ، ریشم اور دیباج کے ساتھ بھیجی تھی۔ بعض نے کہا: سونے کی چار اینٹیں بھیجی تھیں۔ وہب بن منبہ نے بیان کیا: بلقیس نے پانچ سو لڑکے اور لڑکیاں بھیجیں۔ لڑکیوں کو قبائیں اور کمر کے پٹکے یعنی لڑکوں کا لباس پہنایا اور غلاموں کو باندیوں کے کپڑے پہنائے۔ کلائیوں میں سنہری کنگن، گلے میں سونے کے ہار، کانوں میں بالیاں اور بالے جواہر سے مرصع پہنائے۔ لڑکوں کو پانچ سو گھوڑوں پر اور لڑکیوں کو پانچ سو خچروں پر سوار کرایا، ہر گھوڑے کی لگام سنہری جواہر سے جڑی تھی اور چار جامے رنگارنگ کے دیباج کے۔ بلقیس نے چاندی کی پانچ سو اینٹیں، موتی اور یاقوت سے جڑا ہوا تاج بھی بھیجا اور مشک و عنبر وعود بھی، پھر ایک ڈبہ میں بلا سوراخ کیا ہوا ایک قیمتی موتی اور ٹیڑھا کیا ہوا ایک پوتھ رکھ کر بند کر دیا اور اپنی قوم کے ایک سردار کو جس کا نام منذر بن عمرو تھا، بلوا کر کچھ دوسرے سمجھ دار ہوشیار آدمیوں کو اس کے ساتھ کر کے ایک خط جس میں تحفوں کی فہرست تھی، دے کر ہدایت کی اور سب چیزیں دے کر بھیج دیا اور نمائندہ سے کہہ دیا کہ سلیمان علیہ السلام سے جا کر یہ کہنا کہ اگر آپ نبی ہیں تو باندیوں کو غلاموں سے الگ چھانٹ دیجئے اور بغیر کھولے بتائیے کہ ڈبہ میں کیا ہے؟ (اور جب وہ بتا دیں تو کہنا کہ اس موتی میں ٹھیک سوراخ کر دیجئے اور سوراخ دار پوتھ میں دھاگہ ڈال دیجئے لیکن کسی آدمی یا جن سے اس میں مدد نہ لیجئے۔ غلاموں اور باندیوں کو یہ بھی حکم دیا کہ غلام باندیوں کی بولی میں زنانہ لچکدار بات کریں اور باندیاں کرخت لہجے میں مردانہ بات کریں۔ پھر قاصد سے یہ بھی کہہ دیا کہ تم اس بات کا اندازہ کرنا کہ وہ کس طور پر پیش آتے ہیں۔ اگر غصہ کی نظر سے تم کو دیکھیں تو سمجھ لینا وہ بادشاہ ہیں، تم ہرگز خوف زدہ نہ ہونا، ہم ان سے زیادہ عزت رکھتے ہیں اور اگر کشادہ پیشانی اور مہربانی سے پیش آئیں تو سمجھ لینا وہ نبی مرسل ہیں۔ ان کی بات سمجھنا اور (ادب کے ساتھ) جواب دینا۔ غرض بلقیس کے قاصد سارے تحفے لے کر روانہ ہو گئے۔ ادھر ہدہد نے جلد جا کر حضرت سلیمانؑ علیہ السلام کو اس واقعہ کی خبر دے دی۔ آپ نے جنات کو حکم دیا کہ سونے چاندی کی اینٹیں تیار کریں۔ حکم کی تعمیل کی گئی۔

پھر آپ نے حکم دیا کہ ان اینٹوں کو اس جگہ سے نو فرسخ تک ایک میدان میں بچھا دیں اور میدان کے گرداگرد سونے چاندی کی اونچی دیوار کھینچ دیں۔ پھر فرمایا: خشکی اور دریا میں کون سا جانور سب سے اچھا ہوتا ہے؟ حاضرین نے عرض کیا یا نبی اللہ! ہم نے فلاں سمندر میں کچھ جانور دیکھے ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ ان کے دو بازو، گردن پر کلغیاں اور پیشانیوں پر بال ہوتے ہیں۔ فرمایا: ابھی لے آؤ۔ جنات نے فوراً لا کر حاضر کر دیئے۔ فرمایا: میدان کے دائیں بائیں دونوں طرف سونے چاندی کی اینٹوں کے فرش پر ان کو باندھ دو اور ان کا چارہ ان کے سامنے ڈال دو۔ پھر جنات کو حکم دیا، اپنی اولاد کو لا کر میدان کے دائیں بائیں کھڑا کر دو۔

ان احکام کی تعمیل کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت پر رونق افروز ہو گئے اور اپنے دائیں بائیں جانب چار چار ہزار کرسیاں بچھوا دیں اور دائیں بائیں فرسخوں تک صف بستہ کھڑے ہونے کا شیطانوں کو حکم دیا۔ جب قاصد قریب پہنچ گئے اور

سلیمان علیہ السلام کی حکومت دیکھی اور ایسے چوپائے دیکھے جو کبھی نہیں دیکھے تھے اور ان کو چاندی سونے کی اینٹوں پر گوبر کرتے پایا تو خود وہ اپنی نظروں میں حقیر ہو گئے اور جو تحفے ساتھ لائے تھے سب پھینک دیئے۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے سونے چاندی کی اینٹیں بچھانے کا حکم جس وقت دیا تھا اس وقت بلقیس کی بھیجی ہوئی اینٹوں کی گنتی کے مطابق جگہ خالی چھوڑ دی تھی۔ قاصدوں نے جب کچھ اینٹوں کی جگہ خالی دیکھی اور باقی زمین پر فرش پایا تو ان کو اندیشہ ہوا کہ کہیں کوئی ہم پر اینٹیں اُٹھا لینے کی تہمت نہ لگائے اس لیے خالی جگہ پر اینٹیں پھینک دیں۔ پھر شیاطین کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے۔ ان سے کہا گیا، آگے بڑھو، ڈر کی کوئی بات نہیں۔ قاصد تمام جن وانس اور پرندوں، درندوں اور چرندوں کی ٹکڑیوں سے گزر کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ آپ نے ان کی طرف کشادہ روئی کے ساتھ اچھی نظروں سے دیکھا اور فرمایا: کیا بات ہے؟ امیر وفد نے ساتھ لائی ہوئی چیزیں پیش کر دیں اور ملکہ کا خط بھی دے دیا۔ آپ نے خط غور سے پڑھا اور فرمایا: ڈبہ کہاں ہے؟ امیر وفد نے پیش کر دیا۔ آپ نے ڈبہ کو ہلایا۔

اتنے میں جبرئیل علیہ السلام آ گئے اور ڈبہ کے اندر جو چیز تھی وہ بتا دی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: اس کے اندر بغیر سوراخ کا ایک قیمتی موتی ہے اور ایک ٹیڑھا سوراخ کیا ہوا پوتھ ہے۔ قاصد نے عرض کیا: آپ نے صحیح فرمایا۔ اب موتی میں سوراخ کر دیجئے اور پوتھ میں دھاگہ پرو دیجئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات اور آدمیوں سے دریافت فرمایا: کوئی اس میں سوراخ کر سکتا ہے؟ کسی کو سوراخ کرنے کی تدبیر معلوم نہ تھی اس لیے خاموش رہے۔ پھر آپ نے شیاطین سے دریافت کیا۔ ایک شیطان نے کہا: لکڑی کے کیڑے کو بلوایا۔ حسب الحکم لکڑی کا کیڑا آیا اور دھاگہ منہ میں پکڑ کر موتی میں سوراخ کرتا ہوا دوسری جانب نکل آیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: تو کیا انعام چاہتا ہے؟ کیڑے نے عرض کیا:

میری روزی درخت (لکڑی) میں مقرر کر دی جائے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: تیرے لیے ایسا ہی کر دیا گیا۔ پھر آپ نے لڑکوں اور لڑکیوں کو الگ الگ چھانٹ دیا جس کی تدبیر یہ کی کہ سب کو ہاتھ منہ دھونے کا حکم دیا۔ لڑکی برتن سے پانی ایک ہاتھ میں لیتی پھر ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں ڈالتی، پھر منہ پر مارتی تھی اور لڑکا براہ راست برتن سے پانی لے کر منہ پر مارتا تھا۔ لڑکی بانہہ کے اندرونی جانب پانی ڈالتی تھی اور لڑکا کلائی کے بیرونی جانب پانی بہاتا تھا، لڑکی یونہی پانی دھارتی تھی اور لڑکا اوپر سے نیچے کو ہاتھ پر پانی گراتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ آپ نے سب کو الگ الگ چھانٹ دیا۔ پھر لائے ہوئے ہدیے واپس کر دیئے۔ جیسا کہ آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تمام تفصیل بغوی نے بیان کی ہے جو مختلف روایات سے ماخوذ ہے۔ بعض باتیں ابن ابی حاتم نے سدی کی روایت سے اور بعض باتیں ابن ابی حاتم اور ابن المنذر دونوں نے یزید بن رومان کی روایت سے بیان کی ہیں۔

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ۞ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ

صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾

ترجمہ سو جب وہ فرستادہ سلیمانؑ کے پاس پہنچا (اور تحفے پیش کیے تو سلیمانؑ نے) فرمایا کیا تم لوگ (یعنی بلقیس وغیرہ) مال سے میری امداد کرتے ہو سو (سمجھ رکھو کہ) اللہ نے جو کچھ مجھ کو دے رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تم کو دے رکھا ہے ہاں تم ہی اپنے اس ہدیہ پر اتراتے ہو گے (سو یہ تحفے ہم نہ لیں گے) تم (ان کو لے کر) ان لوگوں کے پاس لوٹ جاؤ ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجتے ہیں کہ ان لوگوں سے ان کا ذرا مقابلہ نہ ہو سکے گا اور ہم ان کو وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ (ہمیشہ کے لئے) ماتحت ہو جاویں گے سلیمانؑ (کو وحی سے یا اور کسی مخبر وغیرہ کے ذریعہ سے اس کا چلنا معلوم ہوا تو انہوں) نے فرمایا کہ اے اہل دربار تم میں کوئی ایسا ہے جو اس (بلقیس) کا تخت قبل اس کے کہ وہ لوگ میرے پاس مطیع ہو کر آ دیں حاضر کر دے ایک قوی ہیکل جن نے جواب میں عرض کیا کہ میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ آپ اپنے اجلاس سے اٹھیں اور (گو وہ بڑا بھاری ہے مگر) میں اس (کے لانے) پر طاقت رکھتا ہوں اور گو وہ بڑا قیمتی مرصع جواہرات سے ہے مگر امانت دار (بھی) ہوں۔

تفسیر ﴿۳۶﴾ "فلما جاء سليمان قال اتمدونن بمال" حمزہ اور یعقوب نے "أتمدوني" ذکر کیا۔ ایک نون کے ساتھ اور یاء کے ثابت کے ساتھ اور دوسرے قراء نے اس کو دونون تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور یاء کو باقی رکھا ہے اور دوسرے قراء اس کو حذف کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ "فما أتاني الله" کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت دین حکمت اور بادشاہت عطا کی ہے۔

"خیرٌ" وہ بہتر ہے، افضل ہے۔ "مما اتاكم بل انتم بهديتكم تفرحون" یہ تو دُنیاوی لوگوں کے لیے باعث فخر ہے اور دُنیا والوں کے لیے اس میں کثرت ہے۔ اس وجہ سے وہ ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں۔ میں ان کی وجہ سے خوش نہیں ہوتا اور نہ ہی دُنیا میں مجھے ان چیزوں کی ضرورت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دُنیا میں کچھ دن کے لیے ٹھکانا دیا اور اس میں سے ضرورت کی اشیاء مجھے عطا کی ہیں جو تم سے کسی کو بھی عطا نہیں کی گئیں اور اس کے علاوہ مجھے میرے اکرام بخشا دیں اور نبوت کے ساتھ، پھر منذر بن عمرو نے جو وفد کا امیر تھا اس نے کہا۔

﴿۳۷﴾ "ارجع اليهم" ہدیہ دے کر واپس لوٹ جاؤ۔ "فلنأتينهم بجنود لاقبل لهم" اس کی طاقت نہیں۔ "بها ولنخرجنهم منها" اور وہ تمہیں تمہارے شہر سبا سے تمہیں نکال دیں گے۔ "اذلة وهم صاغرون" وہ ذلیل ہیں اگر تم اسلام قبول نہیں کرو گے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہدایا واپس لوٹا دینا

وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ جب وفد یمن حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے لوٹ کر بلقیس کے پاس پہنچا تو بلقیس نے کہا واللہ! میں تو پہلے ہی پہچان چکی کہ وہ بادشاہ نہیں ہیں اور ان کے مقابلے کی ہم میں سکت نہیں ہے اس کے بعد بلقیس نے

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پیغام بھیجا کہ میں خود اپنی قوم کے سرداروں کے ساتھ آپ کے پاس آرہی ہوں اور دیکھوں گی کہ جس دین کی طرف آپ ہم کو بلا رہے ہیں وہ کیا ہے؟ پھر بلقیس نے حکم دے کر اپنے تختہ کو تہ بہ تہ سات کمروں میں بند کرا کے دروازوں کو مقفل کرادیا، سات محلوں کے اندر اس کو رکھوادیا اور حفاظت کے لیے کچھ نگران مقرر کر لیے اور اپنے نائب سے کہا تم یہاں کے حالات کے نگران رہنا میرے تخت تک کوئی پہنچنے نہ پائے اور کوئی اس کو خراب نہ کر سکے۔ پھر اعلان کرنے والے کو یہ حکم دیا کہ تمام ممالک محروسہ کے باشندوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم کوچ کر رہے ہیں اس کے بعد یمن کے بارہ ہزار نوابوں کو لے کر روانہ ہوگئی، ہر نواب کے ماتحت ہزاروں سپاہی تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بڑے باوقار اور رعب والے آدمی تھے۔ اگر کسی سے کچھ دریافت کرتے تھے تو اس کی مجال نہ ہوتی کہ خود اپنی طرف سے جواب دے سکے بلکہ وہ آپ پر ہی آپ کے سوال کا جواب محول کر دیتا۔ ایک روز اپنے تخت حکومت سے باہر نکل کر تشریف فرماتھے کہ ایک غبار قریب ہی اُڑتا نظر آیا اور دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ حاضرین نے عرض کیا بلقیس اس جگہ آ کر اُتری ہے، یہ مقام حضرت سلیمان علیہ السلام کی مجلس سے ایک فرسخ پر تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ بات سن کر اپنے لشکروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

㊳ ''قال یا یھا الملأ أیکم یاتینی بعرشھا قبل ان یأتونی مسلمین'' اس کے ایمان لانے سے پہلے۔

بلقیس کے تخت کو حاضر کرنے کا حکم

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس کی اطاعت کرنے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ارشاد کی وجہ میں آئمہ مفسرین نے مختلف اقوال نقل کیے ہیں کہ انہوں نے بلقیس کے تخت کو حاضر کرنے کا کیوں حکم دیا؟ اکثر مفسرین نے اس کا یہ جواب نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جانتے تھے کہ اس کے اسلام لانے کے بعد اس کے مال پر قبضہ نہیں کر سکتے اور اس کی رضامندی سے اس کا تخت لینا حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جائز نہیں تھا۔ اس لیے ارادہ کیا کہ اس کے اسلام لانے سے پہلے اس کو اپنے پاس حاضر کیا جائے۔ بعض نے یہ جواب دیا کہ تا کہ اس کے ذریعے سے اس کو اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کروائیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ ان کو اس کے اس تخت کی صفات عجیب معلوم ہوئیں۔ جب ہدہد نے ان کو تفصیل بتلائی تھی حضرت سلیمان علیہ السلام پسند کرتے تھے کہ اس کو دیکھیں۔ ابن زید کا قول ہے بلقیس کی عقل کی آزمائش تھی کہ کیا وہ اپنے تخت کو پہچان لے گی۔

㊴ ''قال عفریت من الجن'' ایک قوی دیو نے کہا۔ وہب کا بیان ہے کہ اس کا نام کوذی تھا۔ بعض نے کہا کہ اس کا نام ذکوان ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے یہ عفریت ایک پہاڑ کی طرح تھا۔ ضحاک کا قول ہے کہ اس سے مراد خبیث دیو ہے۔ ربیع نے کہا کہ اس سے مراد غلیظ ہے۔ فراء کا قول ہے کہ اس سے مراد سخت قسم کا دیو ہے۔

''أنا اٰتیک به قبل أن تقوم من مقامک'' اس جگہ سے جس جگہ آپ بیٹھ کر فیصلہ کرتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول

ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہر صبح کو مجلس کرتے تھے جو دوپہر تک جاری رہتی تھی۔ "وانی علیہ" اس کے اُٹھانے کیلئے "لقوی أمین" یعنی جن جواہر سے وہ مرصع تھا ان میں کمی نہیں کروں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا، میں اس سے زیادہ جلد منگوانا چاہتا ہوں۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ. فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ. لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ. وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ. وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ⑩ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَهْتَدُوْنَ ⑪ فَلَمَّا جَآءَتْ قِیْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ. قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِیْنَ ⑫

ترجمہ: جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے (اس جن سے) کہا کہ میں اس کو تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کھڑا کر سکتا ہوں پس جب سلیمان علیہ السلام نے اس کو اپنے روبرو رکھا دیکھا تو (خوش ہو کر شکر کے طور پر) کہنے لگے کہ یہ بھی میرے پروردگار کا ایک فضل ہے تا کہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر کرتا ہوں یا (خدانخواستہ) ناشکری کرتا ہوں اور (ظاہر ہے کہ) جو شخص شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے شکر کرتا ہے (اللہ تعالیٰ کا کوئی نفع نہیں) اور (اسی طرح) جو ناشکری کرتا ہے میرا رب غنی ہے کریم ہے (اس کے بعد) سلیمانؑ نے (بلقیس کی عقل آزمانے کے لئے) حکم دیا کہ اس کے لئے اس کے تخت کی صورت بدل دو ہم دیکھیں کہ اس کو پتہ لگتا ہے یا اس کا ان ہی میں شمار ہوتا ہے جن کو (ایسی باتوں کا) پتہ نہیں لگتا (سلیمانؑ نے یہ سب سامان کر رکھا پھر بلقیس پہنچی) سو جب بلقیس آئی تو اس سے (تخت دکھا کر) کہا گیا کہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے وہ کہنے لگی ہاں ہے تو ویسا ہی اور (یہ بھی کہا کہ) ہم لوگوں کو تو اس واقعہ سے پہلے ہی (آپ کی نبوت کی) تحقیق ہو چکی ہے۔ اور ہم (اسی وقت دل سے) مطیع ہو چکے ہیں۔

علم من الکتاب کی مختلف تفسیریں

تفسیر: ⑩ "قال الذی عندہ علم من الکتاب" اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا اس سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ بعض نے کہا کہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مؤید کیا تھا۔

اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اس سے مراد آصف بن برخیا ہیں جو صدیقیت کے مرتبہ پر فائز تھے۔ اللہ کا اسم اعظم ان کو معلوم تھا۔ جب اسم اعظم لے کر دُعا کرتے تھے تو اللہ ان کی دُعا قبول فرما لیتا اور ان کا سوال پورا کر دیتا تھا۔ جویبر اور مقاتل نے ضحاک کی وساطت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف اس بیان کی نسبت کی ہے کہ آصف بن برخیا نے نماز کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا جہاں تک آپ کی نظر پہنچے اپنی آنکھیں اُٹھا کر دیکھئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے نظر اُٹھا کر یمن کی طرف دیکھا اور آصف نے دُعا کی فوراً اللہ نے فرشتوں کو بھیج دیا۔ فرشتوں نے تخت اُٹھالیا اور زمین کو اندر ہی اندر چیرتے ہوئے لا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا۔

کلبی کا قول ہے آصف نے سجدہ میں گر کر اللہ کا اسم اعظم پڑھ کر دُعا کی۔فوراً بلقیس کا تخت زمین کے اندر ہی اندر چل دیا۔ یہاں تک کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے پاس برآمد ہو گیا۔بعض روایات میں آتا ہے یہ مسافت دو مہینے کی راہ کے برابر تھی۔آصف بن برخیا نے کیا دُعا مانگی تھی۔اس کی تعیین میں اختلاف ہے۔مجاہد نے کہا کہ ''یا ذالجلال والاکرام'' یہ اسم اعظم تھا۔کلبی کا بیان ہے ''یاحی یا قیوم'' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی قول ہے۔

زہری کا قول ہے کہ جس کے پاس علم کتاب تھا اس نے اس طرح دُعا کی تھی ''یا الھنا واله کل شیء الھًا واحدا لا الله الا انت ائتنی بعرشها'' اے ہمارے معبود! اور ہر چیز کے تنہا معبود تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میرے پاس ان کا تخت لے آ۔محمد بن منکدر نے کہا ''الذی عندہ علم من الکتاب'' سے خود حضرت سلیمان علیہ السلام کی ذات مراد ہے۔اللہ نے آپ کو علم و فہم عطا کیا تھا۔''أنا اتیک به قبل أن یرتد الیک طرفک'' حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا لے آ، اس نے کہا کہ آپ نبی ہیں اور نبی کے بیٹے ہیں، آپ سے زیادہ کوئی بھی اللہ کے نزدیک نہیں زیادہ حقدار کہ آپ کوئی چیز طلب کریں تو وہ فوراً آپ کے پاس نہ پہنچ جائے۔آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا، پھر اس نے ایسا ہی کیا۔وہ عرش کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اتنی جلدی لے آیا۔''قبل ان یرتد الیک طرفک'' آنکھ جھپکنے کے اندر اندر اور وہ اتنا دور تھا جتنا کہ آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔بعض نے کہا کہ جیسے دیکھنے والے کے لیے پلک جھپکنا۔مجاہد کا قول ہے کہ نظر کو ہمیشہ دوام کے ساتھ دیکھنا۔پھر وہ لوٹا خسارہ ہو کر۔وہب کا بیان ہے کہ اپنی آنکھوں کو جھکا کر رکھو۔''فلما رآہ'' جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرش کو دیکھا۔''مستقرًا عندہ'' شام سے ان کی طرف آنکھ جھپکنے سے پہلے لوٹا یا گیا۔

''قال ھذا من فضل ربی لیبلونی ء أشکر'' اس کی نعمتوں کا شکر ادا کروں۔''ام اکفر'' یا اس کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کروں۔''ومن شکر فانما یشکر لنفسه'' اس نفع کا شکر ادا کرنا چاہیے، یہ نعمت کے دوام اور اس کے مستوجب کا مدار ہے، شکر نعمت کی موجودگی یا اس نعمت کے چلے جانے پر کرتا۔''ومن کفر فان ربی غنّی'' اس کے شکر سے بے پرواہ ہے۔''کریم'' اور جو اس کی نعمتوں کا شکر یہ نہ بھی ادا کرے اس کو بھی نعمت سے روکتا نہیں عطا کرتا رہتا ہے۔

41 ''قال نکرّوا لھا عرشھا'' اس کے عرش کو تبدیل کر دو تا کہ اس کو دیکھتے ہی وہ اس کو پہچان نہ لے۔قتادہ اور مقاتل کا بیان ہے کہ اس میں کمی اور زیادتی کر لو۔روایت میں آتا ہے کہ اس کے نچلے والے حصہ کو اوپر اور اوپر والے حصے کو نیچے کر دو اور سرخ جواہر و موتیوں کو سبز موتیوں کے ساتھ اور سبز موتیوں کو سرخ موتیوں کے ساتھ بدل دو۔''ننظرا تھتدی'' عرش کو دیکھ کر اس کو پہچان لے گی۔''ام تکون من'' یا وہ جاہلین میں سے ہوں گی۔''الذین لا یھتدون''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے تخت کی تبدیلی کیوں کی

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایسا کیوں کیا اس کے بارے میں وہب بن منبہ اور کعب وغیرہ کا بیان ہے کہ شیطان کو یہ

اندیشہ تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس سے عقد نہ کرلیں، اگر ایسا کرلیا تو جنات کے سارے راز وہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہہ دے گی کیونکہ اس کی ماں پری تھی وہ جنات کی خفیہ باتوں سے واقف تھی۔ پھر اگر کوئی اولاد ہوگئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد اس کے زیر حکم رہنا پڑے گا اور یہ نسل سلیمانی کی غلامی کبھی دور نہیں ہوگی۔ اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نفرت دلانے کے لیے شیطان نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے بلقیس کی مذمت کی اور کہا کہ اس کی عقل میں کمزوری ہے، اس کے دونوں قدم گدھے کے سم کی طرح ہیں، اس کی پنڈلیوں پر بال ہیں۔ اس اطلاع کی بنیاد پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت کی صورت بدل ڈالنے کا حکم دیا تا کہ بلقیس کی عقل کی جانچ ہوجائے اور پنڈلیاں دیکھنے کے لیے ایک شیشہ گھر بنانے کا حکم دیا۔

㊷ "فلما جاء ت قیل" "اس کو کہا گیا" "اھکذا عرشک قالت کانہ ھو" مقاتل کا بیان ہے کہ بلقیس نے اپنا تخت پہچان تو لیا تھا لیکن اشتباہی الفاظ میں اس نے جواب اس لیے دیا کہ اس سے مشتبہ الفاظ ہی میں سوال کیا گیا تھا۔ عکرمہ کا قول ہے کہ وہ حکیم خاتون تھیں، انہوں نے نعم اس لیے نہیں کہا کہ ان کی تکذیب نہ کی جاتی اور لا اس خوف سے نہیں کہا کہ اس سے بھی تکذیب کا اندیشہ تھا اس نے کہا گویا کہ یہ وہی ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی عقل کو پہچان لیا کہ اس نے نہ تو انکار کیا اور نہ ہی اقرار کیا۔ بعض نے کہا کہ اس کو اشتباہ اس وجہ سے ہوا کہ اس نے اپنا عرش پیچھے ایسے گھر میں رکھا تھا جو سات دروازوں کے اندر مقفل تھا اور اس کی چابیاں بلقیس کے پاس تھیں۔ اس کو کہا گیا کہ یہ تمہارا عرش ہے تمہارا اس کو بند کرکے آنا کوئی فائدہ مند اور کارگر ثابت نہیں ہوا تو اس نے جواب دیا "واوتینا العلم" کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے نبی ہونے کے بارے میں مجھے اس سے پہلے ہی نشانیاں مل چکی تھیں کہ یہ نشانیاں انبیاء ورسولوں کی ہی ہوسکتی ہیں۔ "من قبلھا" "اس عرش کی نشانی سے پہلے (اس کو لائے جانے سے پہلے)......" وکنا مسلمین" حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کی تابعداری اور طاعت گزار رہوں۔ بعض علماء نے کہا کہ "واوتینا العلم من قبلھا وکنا مسلمین" حضرت سلیمان علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کا کلام ہے یعنی ہم تو اللہ کی قدرت اور ہر حکم خدا کی صحت کو اس واقعہ سے پہلے ہی جانتے ہیں اور ہم اس کے بھیجے ہوئے دین پر قائم ہیں اور برابر اس کے اطاعت گزار اور فرمانبردار ہیں۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ ہم کو بلقیس کے ایمان لانے اور آنے سے پہلے اطاعت گزار ہوجانے کا علم ہو چکا تھا اور ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ. اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ㊸ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ. فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ. قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ㊹

ترجمہ: اور اس کو (ایمان لانے سے) غیر اللہ کی عبادت نے (جس کی اس کو عادت تھی) روک رکھا تھا (اور وہ عادت اس لئے پڑ گئی تھی کہ) وہ کافر قوم میں کی تھی بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو (وہ چلیں راہ میں حوض آیا) تو جب اس کا صحن دیکھا تو اس کو پانی (سے بھرا ہوا) سمجھا اور (اس کے اندر گھسنے کے لئے) اپنی دونوں پنڈلیاں

کھول دیں (اس وقت) سلیمانؑ نے فرمایا کہ یہ تو ایک محل ہے جو شیشوں سے بنایا گیا ہے (اس وقت) بلقیس کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار میں نے (اب تک) اپنے نفس پر ظلم کیا تھا (کہ شرک میں مبتلا تھی) اور میں (اب) سلیمانؑ کے ساتھ (یعنی ان کے طریقہ پر) ہو کر رب العالمین پر ایمان لائی۔

تفسیر ㊸ "**وصدها ما كانت تعبد من دون الله**" حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کو غیر اللہ کی عبادت کرنے سے منع کر دیا جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو سورج کی پوجا کرنے سے روک دیا اور اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔ اس صورت میں ما محل رفع میں واقع ہے۔ بعض نے کہا کہ عقل کی کمزوری یا خرابی نے اس کو توحید سے نہیں روکا تھا۔ اسی لیے جن کا یہ کہنا غلط تھا کہ اس کی سمجھ میں فتور ہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو غیر اللہ کی عبادت کرنے سے روک دیا اس کے اور اس کی عبادت کے درمیان حائل ہو گئے۔ "**انها كانت من قوم كافرين**" یہ جملہ مستانفہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر دی کہ یہ اس قوم میں سے ہے جو سورج کے پجاری ہیں کیونکہ وہ انہی میں پیدا ہوئی تھی اور ان ہی میں پرورش پائی تھی اور کسی کی عبادت کرنے کو پہچانتی نہیں تھی مگر سورج کی عبادت کرنے کو ہی سمجھتی تھی۔

㊹ "**قيل لها ادخلي الصرح**" حضرت سلیمان علیہ السلام نے سوچا کہ اس کی پنڈلیوں اور قدموں کا ان پر انکشاف آ جائے کیونکہ شیطان نے ان کو اس پر اطلاع دی کہ اس کے پاؤں گدھے کے پاؤں کی طرح ہیں، اس کی پنڈلیوں پر بال ہیں۔ شیطان کو حکم دیا کہ وہ ایک قصر بنائے۔

بعض نے کہا اس کو ایک گھر بنانے کا حکم دیا۔ بعض نے کہا جس کا صحن سفید آبگینہ کا رکھا اور اس کے نیچے پانی چھوڑ دیا، پانی کے نیچے آبی جانور بھی چھوڑ دیئے اور اپنے تخت کو اس صحن کے جانب (صدر) بچھوایا اور تخت پر تشریف فرما ہو گئے۔ جب بلقیس آئی اور اس نے صحن کو دیکھا تو رکا ہوا پانی خیال کیا اور پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا دیا تا کہ پانی میں گھس کر سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ سلیمان علیہ السلام نے اس کی طرف دیکھا تو پنڈلیاں اور قدم بہت ہی خوبصورت دکھائی دیئے البتہ پنڈلیوں پر بال تھے۔ سلیمان علیہ السلام نے دیکھ کر نظر پھیر لی۔ "**فلما رأته حسبته لجة**" اور وہ پانی کا خیال کیا "**وكشفت عن ساقيها**" اس نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا تا کہ میں اس میں داخل ہو سکوں۔ جب اس کی پنڈلیاں اور قدم دیکھے تو بہت ہی خوبصورت تھے اور دیکھتے ہی نظر ہٹالی اور آواز دی۔ "**قال انه صرح ممرد**" چکنا امرد بھی اسی سے بنا ہوا ہے۔ "**من قوارير**" آبگینہ کا بنا ہوا چکنا۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسلام کی طرف اس کو دعوت دی۔ جب اس نے عرش کی حالت دیکھی تو اس نے قبول اسلام کر لیا۔ "**قالت رب انى ظلمت نفسى**" کفر کے ساتھ اپنے اوپر ظلم کیا۔ مقاتل کا بیان ہے کہ جب اس نے اپنا تخت اور یہ سب نشانیاں دیکھیں تو اس کو معلوم ہو گیا کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے تو کہنے لگی "**رب انى ظلمت نفسى**" کہ اے میرے رب میں نے اپنے اوپر دوسروں کی عبادت کر کے ظلم کیا۔ "**واسلمت مع سليمان لله رب العالمين**" خالص موحد ہو گئی۔ بعض حضرات نے آیت کی تفسیر میں کہا کہ جب بلقیس صحن پر پہنچی تو اس کو

کنڈ سمجھی تو خیال کیا کہ سلیمان علیہ السلام مجھے غرق کرنا چاہتے ہیں اس سے تو قتل ہونا آسان ہے پھر جب حقیقت ظاہر ہوگئی تو کہنے لگی میں نے سلیمان علیہ السلام پر بدگمانی کر کے اپنے اوپر ظلم کیا، اب میں نے توبہ کی اور اسلام لے آئی۔

مسلمان ہونے کے بعد بلقیس کے احوال کو علماء نے مختلف طور پر بیان کیا ہے۔ عون بن عبداللہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عیینہ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس سے نکاح کرلیا تھا۔ ابن عیینہ نے کہا بلقیس کا واقعہ تو "اسلمت مع سلیمان للہ رب العالمین" پر ختم ہوگیا، یعنی ہم کو اس سے زیادہ علم نہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَاهُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿45﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿46﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿47﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿48﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَاشَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿49﴾

ترجمہ اور ہم نے (قوم) ثمود کے پاس ان (کی برادری) کے بھائی صالح کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا یہ (پیغام دیکر) کہ تم اللہ کی عبادت کرو سو اچانک ان میں دو فریق ہوگئے جو (دین کے بارے میں) باہم جھگڑنے لگے صالح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے بھائیو نیک کام کرو (یعنی توبہ و ایمان) سے پہلے عذاب کو کیوں جلدی مانگتے ہو تم لوگ اللہ کے سامنے (کفر کی) معافی کیوں نہیں چاہتے جس سے توقع ہوتا کہ تم پر رحم کیا جاوے (یعنی عذاب سے محفوظ رہو) وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو اور تمہارے ساتھ والوں کو منحوس سمجھتے ہیں صالحؑ نے (جواب میں) فرمایا کہ تمہاری (اس) نحوست (کا سبب) اللہ کے علم میں ہے بلکہ تم لوگ ہو کہ (اس کفر کی بدولت) عذاب میں مبتلا ہوئے اور (کفر کے سرغنہ) اس بستی میں نو شخص تھے جو سرزمین میں (یعنی بستی کے باہر تک بھی) فساد کیا کرتے تھے اور (ذرا) اصلاح نہ کرتے تھے انہوں نے کہا کہ آپس میں سب (اس پر) اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم شب کے وقت صالحؑ اور ان کے متعلقین (یعنی ایمان والوں کو) جا ماریں گے (پھر (بروقت تحقیق) ہم ان کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم ان کے متعلقین کے (اور خود ان کے) مارے جانے میں موجود (بھی) نہ تھے اور ہم بالکل سچے ہیں۔

تفسیر ﴿45﴾ "**ولقد ارسلنا الی ثمود اخاھم صالحًا ان اعبدوا اللہ**" اکیلے اسی کی عبادت کریں۔ "**فاذا ھم فریقان**" اس سے مراد کافر و مؤمن ہیں۔ "**یختصمون**" دین میں وہ جھگڑا کرتے ہیں۔ مقاتل کا بیان ہے ان کے جھگڑے سے مراد وہ ہے جو سورۃ اعراف میں گزر چکا ہے۔ "**قال الملاء الذین استکبروا من قومہ للذین استضعفوا لمن اٰمن منھم**" سے لے کر "**یا صالح ائتنا بما تعدنا ان کنت من المرسلین**"

46 "قال" حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو کہا "یا قوم لم تستعجلون بالسیئة" بلاء اور سزا "قبل الحسنة" عافیت اور رحمت مراد ہے۔ "لَوْلَا" ھلا کے معنی میں ہے۔ "تستغفرون اللہ" اپنے کفر سے توبہ کرلی۔ "لعلّکم ترحمون"

47 "قالوا أطیرنا" اگر اس سے بدشگونی حاصل کی۔ طیرنا اصل میں تطیرنا تھا۔ "بک وبمن معک" یہ اس وجہ سے کہا کہ ان کے کلمہ کے متفرق ہونے کی وجہ سے۔ بعض نے کہا کہ جب اس کو سختی یا عذاب آجاتا، بارش رُک جانے اور قحط آنے سے تو کہتے کہ یہ تکلیف و سختی ان کی شئوم سے اور ان کی قوم کی شئوم سے آئی ہے۔ "قال طائرکم عنداللہ" جو تمہیں خیر و شر پہنچا ہے وہ اللہ کی طرف سے اور اس کے حکم سے پہنچا ہے جس نے تمہاری تقدیر میں خیر و شر لکھ دیا ہے نہ کہ ان ساتھیوں کی نحوست سے پہنچا ہے۔ اس کو طائر اس وجہ سے کہا گیا کہ اللہ کا فیصلہ سرعت جلدی سے پہنچنے والا ہے چونکہ قضاء قطعی سے زیادہ تیز کوئی چیز نہیں۔ اسی سرعت نزول کی وجہ سے اس کو طاہر کہا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ نحوست تمہارے کفر و شرک کی وجہ سے تم کو پہنچی ہے نہ کہ ان لوگوں کی نحوست سے۔ بعض نے کہا کہ اس کی خرابیاں تمہارے اعمال کی وجہ سے آئی ہیں اس کو طاہر اس وجہ سے بھی کہا گیا کہ یہ جلدی آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ "بل انتم قوم تفتنون" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وہ تمہیں خبر دیتے ہیں خیر اور شر کی۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان "ونبلوکم بالشر والخیر فتنة" محمد بن کعب قرظی نے فتنہ سے مراد عذاب لیا ہے۔

48 "وکان فی المدینة" شہر سے مراد قوم ثمود کی بستی حجر ہے۔ "تسعة رھط" اس کے شہر میں نو آدمیوں کی ایک جماعت تھی۔ "یفسدون فی الارض ولا یصلحون" وہ اونٹنی کے پونچی کاٹنے میں متفق ہوگئے تھے۔ یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے گمراہ کردہ لوگ تھے۔ ان میں سب سے بڑا غنڈہ اور سرکردہ قدار بن سالف تھا جو شقی ترین اور بدبخت تھا۔ اس نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹی تھیں اور یہ ٹولی برائی کے کاموں میں ہمیشہ مشغول رہتی۔

49 "قالوا تقاسموا باللہ" وہ قسمیں کھانے لگے۔ ایک نے دوسرے سے کہا اے قوم والو! اللہ کی قسم اُٹھاؤ۔ "تقاسموا" مجزوم ہے امر ہونے کی وجہ سے اور بعض نے کہا کہ یہ نصب کی جگہ پر واقع ہے۔ یعنی تم قسم اُٹھاؤ اور پختہ قسمیں اُٹھاؤ۔ اس کی تقدیری عبارت "قالوا متقاسمین باللہ" ...... "لنبیتنه" ہم صالح کو رات کے وقت ضرور قتل کردیں گے۔ "اھله" اس کے آدمیوں کو یعنی جو لوگ ان پر ایمان لائے ہیں ان کو بھی قتل کردیں گے۔ "لنبیتنه" ...... "ثم لنقولن" بعض حضرات نے تاء کے ساتھ لام کے ضمہ کے ساتھ خطاب کا صیغہ ہے اور دوسرے قراء نے نون کے ساتھ ذکر کیا ہے اور لام کے فتحہ کے ساتھ۔ "لولیه" انتقام کا وارث، ولی دم "ماشھدنا" اس وقت موجود نہیں تھے۔ "مھلک أھله" ان کو بھی ہلاک کردیں گے۔ پھر یہ کہہ دیں گے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ کس کو قتل کیا کس نے، میم کے فتحہ کے ساتھ کہ اس کے اہل کو ہلاک کردیا۔ "وانا لصادقون" ان کے اس قول نے کہ ہم وہاں پر حاضر نہیں تھے۔

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ 50 فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ 51 فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةً ۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ

يَعْلَمُوْنَ ﴿52﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿53﴾ وَلُوْطًا اِذْقَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿54﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ. بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿55﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿56﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ. قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿57﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا. فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿58﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. ءٰٓاللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿59﴾

ترجمہ اور (یہ مشورہ کر کے) انہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور ایک خفیہ تدبیر ہم نے کی اور (اس تدبیر کی) ان کی شرارت کا کیا انجام ہوا کہ ہم نے ان کو (بطریق مذکور) اور (پھر) ان کی قوم کو سب کو (آسمانی عذاب سے) غارت کر دیا سو یہ ان کے گھر ہیں جو ویران پڑے ہیں ان کے کفر کے سبب سے بلاشبہ اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے دانش مندوں کے لئے اور ہم نے ایمان اور تقویٰ والوں کو نجات دی اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو بھیجا تھا کہ جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم یہ بے حیائی کا کام کرتے ہو حالانکہ سمجھ دار ہو کیا تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر (اور اس کی برائی میں کوئی شبہ نہیں) بلکہ (اس بات میں) تم (محض) جہالت کر رہے ہو سو (اس تقریر کا) ان کی قوم سے کوئی (معقول) جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ لوطؑ کے لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو (کیونکہ) یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں سو ہم نے (اس قوم پر عذاب نازل کیا اور) لوط (علیہ السلام) کو اور ان کے متعلقین کو بچا لیا بجز ان کی بیوی کے کہ اس کو (بوجہ ایمان نہ لانے کے) ہم نے انہی لوگوں میں تجویز کر رکھا تھا جو عذاب میں رہ گئے تھے اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا ان لوگوں کا کیا برا مینہ تھا جو ڈرائے گئے تھے آپ (بیان توحید کے لئے بطور خطبہ کے) کہئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے سزاوار ہیں اور اس کے ان بندوں پر سلام (نازل) ہو جن کو اس نے منتخب فرمایا ہے کیا اللہ بہتر ہے یا وہ چیزیں جن کو شریک ٹھہراتے ہیں

تفسیر ﴿50﴾ "ومکروا مکرًا" یعنی انہوں نے غداری کی کہ شب خون مار کر صالح علیہ السلام کو قتل کر ڈالنے کا مشورہ طے کر لیا۔ "ومکرنا مکرًا" اللہ ان کے مکر کا بدلہ دیں گے، ان کو ہلاک کرنے کا سبب اسی بات کو بنا دیا۔ "وھم لایشعرون"

﴿51﴾ "فانظر کیف کان عاقبۃ مکرھم أنا" اہل کوفہ نے أنا کے الف کو فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں یہ جملہ مستانفہ ہوگا۔ "دمرناھم" ہم نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ ان کی ہلاکت کی کیفیت کے متعلق آئمہ کرام کا آپس میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اللہ نے فرشتوں کو صالح علیہ السلام کے مکان کی حفاظت کے لیے بھیج دیا۔ جب ان نو آدمیوں نے تلواریں سونت کر صالح علیہ السلام کے گھر پر چڑھائی کی تو فرشتوں نے ان پر پتھر برسائے، پتھر تو ان کو نظر آتے تھے۔ البتہ پتھر مارنے والا کوئی نظر نہیں آتا تھا، آخر سب وہیں ڈھیر ہو گئے۔

مقاتل کا بیان ہے ایک پہاڑ کے دامن میں اکٹھے ہونے کے لیے بیٹھے تا کہ سب مل کر صالح علیہ السلام کے مکان پر پہنچیں لیکن اللہ نے ان پر پہاڑی گرادی اور سب مر گئے۔ "وقومھم اجمعین" اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ایک چیخ کے ساتھ ہلاک کر دیا۔

⑫ "فتلک بیوتھم خاویۃ" منصوب حال ہونے کی وجہ سے۔ "بما ظلموا" ان کے ظلم اور کفر کے ساتھ "ان فی ذالک لایۃ" اس میں عبرت ہے۔ "لقوم یعلمون" ہماری قدرت کو جانتے ہیں۔

⑬ "وانجینا الذین اٰمنوا و کانوا یتقون" ان میں سے نجات پانے والے چار ہزار تھے۔

⑭ "ولوطاً اذ قال لقومہ اتأتون الفاحشۃ" قبیح فعل "وانتم تبصرون" تم جانتے ہو کہ یہ فاحشہ ہے اور بعض نے کہا کہ وہ ایک دوسرے کو برہنہ حال میں دیکھتے تھے۔

⑮ "ائنکم لتأتون الرجال شھوۃً من دون النساء بل انتم قوم تجھلون"

⑯ "فما کان جواب قومہ الا ان قالوا اخرجوا اٰل لوط من قریتکم انھم اناسٌ یتطھرون" مردوں کے پاس آنے سے۔

⑰ "فانجیناہ واھلہ الا امراتہ قدرناھا" ہم نے ان پر اپنا فیصلہ مقدر کر دیا۔ "من الغابرین" وہ عذاب پانے والوں میں سے باقی رہیں گے۔

⑱ "وامطرنا علیھم مطرًا" پتھروں کی بارش کی۔ "فساء" برا ہے۔ "مطر المنذرین"......

⑲ "قل الحمدللہ" یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کہ اس سے سابقہ اُمتوں میں سے کافروں کو غارت کر دیا اور انبیاء علیہم السلام کو نعمتوں سے نوازا ہے۔

"وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی" مقاتل نے بیان کیا کہ اس سے مراد انبیاء مرسلین ہیں کیونکہ انہی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وسلام علی المرسلین" امام مالک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ کلبی کا بیان ہے کہ اس سے مراد اُمت محمد یہ ہے اور بعض نے کہا اس سے تمام مؤمنین، سابقین، لاحقین مراد ہیں۔ "ءاللہ خیرا ما یشرکون" اہل بصرہ اور عاصم نے "یشرکون" پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس میں خطاب اہل مکہ کو ہے۔ کفار کی ہلاکت کے بعد مشرکین پر حجت لازم کرنے کے لیے اور وہ یہ کہتے کہ کیا اللہ بہتر ہے جن کی عبادت کرتے ہو یا یہ بت بہت بہتر ہیں عبادت کے اعتبار سے۔ معنی آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نجات دی جس نے اللہ کی عبادت کی اور بتوں کی عبادت کرنے والوں کو عذاب سے کسی بت نے نہیں بچایا۔

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَّا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا. ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ. بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ⑥⓪ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا. ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ. بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑥① اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ. ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ. قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ⑥② اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ. ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ⑥③

ترجمہ یا وہ ذات (بہتر ہے) جس نے آسمان اور زمین کو بنایا اور اس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس (پانی) کے ذریعہ سے ہم نے رونق دار باغ اگائے (ورنہ) تم سے تو ممکن نہ تھا کہ تم ان (باغوں) کے درختوں کو اگا سکو (یہ سن کر بتلاؤ) کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ (عبادت میں شریک ہونے کے لائق) کوئی اور معبود ہے (مگر مشرکین پھر بھی نہیں مانتے) بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ (دوسروں کو) خدا کے برابر ٹھہراتے ہیں یا وہ ذات جس نے زمین کو (مخلوق کا) قرارگاہ بنایا اور اس کے درمیان درمیان نہریں بنائیں اور اس (زمین) کے (ٹھہرانے کے) لئے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان ایک حد فاصل بنائی کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے مگر مشرکین نہیں مانتے) بلکہ ان میں زیادہ تو (اچھی طرح) سمجھتے بھی نہیں یا وہ ذات جو بے قرار آدمی کی سنتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے اور (اس کی) مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور تم کو زمین میں صاحب نصرت بناتا ہے (یہ سن کر بتلاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے (مگر تم لوگ بہت ہی کم یاد رکھتے ہو) اچھا پھر اور کمالات سن کر بتلاؤ کہ یہ بت بہتر ہیں) یا وہ ذات جو تم کو خشکی یا دریا کی تاریکیوں میں راستہ سوجھاتا ہے اور جو کہ ہواؤں کو بارش سے پہلے بھیجتا ہے جو (بارش کی امید دلا کر) دلوں کو خوش کر دیتی ہیں (یہ سن کر بتلاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے (ہرگز نہیں بلکہ) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے شرک سے برتر ہے۔

تفسیر ⑥⓪ "امن خلق السموات والارض" اس کا معنی یہ ہے کہ کیا تمہارے معبود بہتر ہیں یا وہ بہتر ہے جو آسمان اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ "وانزل لکم من السماء ماء" اور اس نے آسمان سے پانی نازل کیا۔ "فانبتنا به حدائق" اس سے مراد باغیچے ہیں۔ فراء کا قول ہے کہ حدیقہ اس باغ کو کہتے ہیں جس کی چاردیواری بھی ہو۔ اگر اس کی دیوار نہ ہو تو اس کو حدیقہ نہیں کہا جاتا۔ "ذات بهجة" یعنی اچھا منظر۔ "بهجة" کہتے ہیں خوبصورت جسم کو دیکھنے سے شگفتگی طبع پیدا ہوتی ہے۔

"ما کان لکم أن تنبتوا شجرها" یعنی کوئی درخت ان کے درختوں سے پیدا نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اس پر قادر نہیں۔

"ء اله مع اللّٰہ" استفہام انکاری ہے یعنی کیا ان کے ساتھ کوئی معبود ہے جو ان کی بنائی ہوئی چیز پر قدرت رکھیں بلکہ ان کا تو کوئی الٰہ نہیں اور نہ ہی کوئی مددگار ہے۔ "بل هم قوم" اس سے مراد کفار مکہ ہے۔ "يعدلون" وہ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

⑥١ "امن جعل الارض قرارًا" اس کے اہل کو ٹھہرنے کے قابل نہیں بنا دیا۔ "وجعل خلالها" اس کے درمیان دریا جاری کیے۔ "انهارًا" ...... "وجعل لها رواسی" اور زمین کے لیے پہاڑوں کو میخیں بنا دیا۔ "وجعل بين البحرين" میٹھے اور نمکین دریا کو "حاجزًا" ایک آڑ تا کہ ایک دوسرے میں مل نہ جائیں۔ "ء أله مع اللّٰہ بل اكثرهم لايعملون" اپنے رب کی توحید اور اس کی بادشاہت کو نہیں جانتے۔

⑥٢ "امن يجيب المضطر" یعنی وہ شخص جو ایسے دُکھ میں مبتلا ہو گیا ہو۔ "اذا دعاه ويكشف السوء" اس سے مراد تنگی اور مصیبت ہے۔ "ويجعلكم خلفاء الارض" بعض اہل علم نے کہا کہ انسانوں کو اللہ نے زمین پر جنات کا جانشین بنایا اور بعض نے کہا کہ وہ تمہاری اولاد کو تمہارا خلیفہ بنائے گا اور بعض نے کہا کہ اللہ نے جنوں کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ "ء أله مع اللّٰہ قليلاً ما تذكرون" ابوعمرو نے یاء کے ساتھ اور دوسرے حضرات نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

⑥٣ "أمن يهديكم في ظلمات البر والبحر" جب تم سمندر کا سفر کرو۔ "ومن يرسل الرياح بشرًا بين يدى رحمته" بارش مراد ہے۔ "ء أله مع اللّٰہ تعالى الله عما يشركون"

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑥٤ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ⑥٥ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ. بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا. بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ⑥٦

ترجمہ: یا وہ ذات جو مخلوق کو اول بار پیدا کرتا ہے) جو کہ مسلّم ہے) پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور جو کہ آسمان (سے پانی برسا کر) اور زمین سے (نباتات نکال کر) تم کو رزق دیتا ہے (یہ سن کر اب بتلاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے آپ کہیئے کہ) اچھا تم ان کے استحقاق عبادت پر) اپنی دلیل پیش کرو اگر تم (اس دعویٰ میں) سچے ہو آپ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین (یعنی عالم) میں موجود ہیں ان میں سے کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے اور (اسی وجہ سے) ان (مخلوقات) کو یہ خبر نہیں کہ وہ کب دوبارہ زندہ کئے جاویں گے بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم (بالوقوع ہی) نیست ہو گیا بلکہ یہ لوگ اس سے شک میں ہیں بلکہ یہ اس سے اندھے بنے ہوئے ہیں۔

تفسیر ⑥٤ "أمن يبدؤا الخلق ثم يعيده" موت کے بعد دوبارہ اُٹھایا جائے گا۔ "ومن يرزقكم من السماء والارض" آسمان سے بارش برسانے میں اور زمین سے نباتات اُگانے میں "ء أله مع اللّٰہ قل هاتوا برهانكم" یہ بات تمہارے قول پر دلیل ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ "ان كنتم صادقين"

65 "قل لایعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللّٰہ" اس آیت کا نزول مشرکین کے بارے میں ہوا جب انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے متعلق سوال کیا۔ "وما یشعرون ایّان" کب "یبعثون" اُٹھایا جائے گا۔

66 "بل ادّرک علمھم" ابوجعفر ابن کثیر اور ابوعمرو نے "أدرک بروزن افعل" پڑھا ہے۔ اس کا معنی ہے "بلغ ولحق" جیسا کہ کہا جاتا ہے "أدرکہ علمی" جب اس سے ملاقات کی اور اس کو پہنچے۔ اس سے مراد وہ دُنیا میں جو جہالت چھوڑ کر آئے اور اس کا علم ان سے ساقط ہوجائے (اس کا علم ان کو معلوم نہیں) تو آخرت میں ان کو معلوم ہوجائے گا۔ مجاہد کا قول ہے ان کے علم کا ادراک ہوجائے گا۔ "فی الاخرۃ" اور اپنی آنکھوں سے معائنہ کرنے کے بعد پہچان لیں گے۔ جب اس وقت ان کا علم ان کو نفع نہیں دے گا۔ مقاتل کا بیان ہے بلکہ وہ قیامت کے دن آنکھوں سے دیکھ کر معائنہ کرلیں گے اور اس وقت دُنیا میں کیے ہوئے اعمال پر شکوہ بھی نہ کر پائیں گے۔ "بل ھم فی شک منھا" یعنی ان کو قیامت کے دن کے بارے میں شک ہے۔ دوسرے قراء نے "بل ادّارک موصولا مشدودًا" الف کے ساتھ پڑھا ہے۔ جب وہ آخرت کے دن تدارک اور تتابع کرلیں گے۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان کا علم مجتمع ہوجائے گا۔ جب قیامت کے دن معائنہ کرلیں گے۔

اس وقت میں ان کو شک ہوگا۔ اس صورت میں پہلے کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا یہ بطور استفہام کے طریقے پر ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن یہ اپنے اعمال کا تدارک کرلیں گے۔ (کیا ان کا علم قیامت کے معاملہ میں مکمل ہوگیا ہے ان کا پورا پورا علم حاصل ہوگیا) ایسا نہیں بلکہ قیامت کا علم ان کو حاصل نہیں ہوا۔ ابھی یہ علم قیامت تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ قیامت کا وجود ان کی علمی رسائی سے خارج ہے۔ اس مطلب کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت سے ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں بھی "ادّارک" آیا ہے یعنی "بل" کی جگہ "بلٰی کلمہ ایجاب اور "ادّارک" ہمزہ استفہام آیا ہے جس کو وصل کے بعد "بل ادّارک" پڑھا ہے اور حضرت ابی کی قرأت میں "ام تدرک" آیا ہے۔ عرب بل کی جگہ ام کو اور ام کی جگہ بل کو استعمال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب ان کو قیامت کے دن اُٹھایا جائے گا، ان کا آخرت کے بارے میں علم برابر ہوگا اور نہ ہی ان کے لیے ثواب وغیرہ کا وعدہ کیا گیا۔ اگرچہ ان کے علوم دُنیاوی اعتبار سے مختلف تھے۔ علی بن عیسیٰ اور اسحاق نے کہا کہ اس جگہ بل بمعنی لَو کے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو علم آخرت میں ان کو ہونا ہے اگر وہ دُنیا ہی میں ہوجاتا تو وہ شک نہ کرتے، اب ان کو یقین نہیں ہے بلکہ وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ "بل ھم منھا عمون"...... "عمیٌ" کی جمع ہے اور نابینائی سے مراد ہے دل کی نابینائی۔ کلبی کا بیان ہے وہ اس دن سے جاہل ہیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ 67 لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ 68 قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ 69 وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ 70 وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا

هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٥﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٧٦﴾ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٨﴾

ترجمہ: اور یہ کافریوں کہتے ہیں کہ کیا ہم لوگ جب (مرکر) خاک ہو گئے اور (اسی طرح) ہمارے بڑے بھی تو کیا (پھر ہم) زندہ کر کے قبروں سے نکالے جاویں گے اس کا ہم سے اور ہمارے بڑوں سے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے) پہلے سے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے یہ بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے نقل ہوتی چلی آئی ہیں آپ کہہ دیجئے کہ تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ مجرمین کا انجام کیا ہوا اور (اگر باوجود ان مواعظ بلیغہ کے پھر بھی مخالفت پر کمر بستہ رہیں تو) آپ ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ شرارتیں کر رہے ہیں اس سے تنگ نہ ہو جائے اور یہ لوگ (بیباکانہ) یوں کہتے ہیں کہ یہ وعدہ (عذاب وقہر کا) کب ہوگا اگر تم سچے ہو (تو بتلاؤ) آپ کہہ دیجئے کہ عجب نہیں کہ جس عذاب کی تم جلدی مچارہے ہو اس میں سے کچھ تمہارے پاس ہی آلگا ہو اور (اب تلک جو دیر ہو رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ) آپ کا رب لوگوں پر (اپنا) بڑا فضل رکھتا ہے ولیکن اکثر آدمی (اس بات پر) شکر نہیں کرتے اور آپ کے رب کو سب خبر ہے جو کچھ ان کے دلوں میں مخفی ہے اور جس کو وہ علانیہ کرتے ہیں اور آسمان اور زمین میں ایسی کوئی چیز مخفی نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر ان باتوں (کی حقیقت) کو ظاہر کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور بالیقین وہ ایمانداروں کے لئے (خاص) رحمت ہے بالیقین آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے (عملی) فیصلہ (قیامت کے دن) کرے گا اور وہ زبردست اور علم والا ہے۔

تفسیر: ⑰ **"وقال الذین کفروا"** اس سے مراد مشرکین مکہ ہیں۔ **"أئذا کنا ترابا و آباء نا أئنا لمخرجون"** قبروں سے زندہ کر کے نکالا جائے گا۔ اہل مدینہ نے اذا پڑھا ہے۔ **"أئنا"** استفہام ہے۔ ابن عامر اور کسائی نے **"أئنا"** دونوں ہمزہ کے ساتھ اور دو نون کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے دونوں کے استفہام کے ساتھ پڑھا ہے۔

⑱ **"لقد وعدنا ھذا"** دوبارہ جی اُٹھنے پر **"نحن و آباء نا من قبل"** حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وہ کوئی چیز نہیں۔ **"ان ھذا"** نہیں ہے یہ **"الا اساطیر الاولین"** پچھلوں کی گھڑی ہوئی کہانیاں۔

⑲ **"قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المجرمین"**

⑳ **"ولا تحزن علیھم"** ان کی تکذیب اور ان کے اعراض پر آپ غمزدہ نہ ہوں۔ **"ولا تکن فی ضیق مما یمکرون"** یہ آیت استہزاء کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ یعنی آپ کو مکمل کامیابی ہوگی۔

⑪"ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین"

⑫"قل عسٰی ان یکون ردف" وہ نزدیک اور قریب ترین ہے۔"لکم" بعض نے اس کا معنی "تبعکم" سے کیا ہے اور اس پر لام داخل کیا۔ جیسا کہ سورہ اعراف کی آیت میں "لربھم یرھبون" میں لام داخل ہے۔ فراء کا قول ہے کہ لام صلہ زائد ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "نقدته مائة" اور "نقدت له"......"بعض الذی تستعجلون" عذاب سے جلدی کرتے ہیں اور وہ ان کے لیے بدر کا دن ہے۔

⑬"وان ربک لذو فضل علی الناس" مقاتل کا بیان ہے۔ اہل مکہ جب وہ عذاب کی جلدی کرتے تھے۔"ولکن اکثرھم لایشکرون" وہ اس پر شکرادا نہیں کرتے۔

⑭"وان ربک لیعلم ماتکن" جو پوشیدہ رکھتے ہیں۔"صدورھم وما یعلنون"

⑮"وما من غائبة" یعنی وہ چیز جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو۔"فی السماء والارض الا فی کتاب مبین" وہ لوح محفوظ میں موجود ہے۔

⑯"ان ھذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل" یعنی ان کے لیے بیان کردیجئے۔"اکثر الذی ھم فیه یختلفون" دین کے کاموں میں۔ کلبی کا بیان ہے کہ اہل کتاب کا باہم بعض مذہبی باتوں میں اختلاف تھا۔ اسی لیے فرقے فرقے بن گئے تھے، ہر فرقہ دوسرے پر طعن کرتا تھا۔ قرآن نے آکر ان کے اختلافی مسائل کو بیان کردیا۔

⑰"وانه" یہ قرآن "لھدی ورحمة للمؤمنین"

⑱"انّ ربک یقضی" فیصلہ کرتا ہے۔"بینھم" ان لوگوں کے درمیان اختلاف کو قیامت کے دن واضح کردے گا۔"بحکمه" حق کے ساتھ۔"وھو العزیز" روکنے والا نہیں اس پر جو وہ حکم وارد کرتا ہے۔"العلیم" وہ ان کے احوال کو جانتا ہے۔ اس سے کوئی بھی حال پوشیدہ نہیں۔

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ. اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ⑲ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ⑳ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ. اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ㉑ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ㉒

ترجمہ: سو (جب وہ ایسا ہے تو) آپ اللہ پر توکل رکھیئے یقیناً آپ صریح حق (طریقہ) پر ہیں آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتے ہیں (خصوصاً) جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے (بچا کر) راستہ دکھلانے والے ہیں آپ تو صرف ان ہی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں کا یقین رکھتے ہیں (اور) پھر وہ مانتے (بھی) ہیں اور جب وعدہ (قیامت کا) ان پر پورا ہونے کو ہوگا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک (عجیب) جانور

نکالیں گے کہ وہ ان سے باتیں کرے گا کہ (کافر) لوگ ہماری (یعنی اللہ تعالیٰ کی) آیتوں پر یقین نہ لاتے تھے۔

تفسیر ⑲ "فتوکل علی اللہ انک علی الحق المبین" جس کی حقیقت واضح ہے۔

⑳ "انک لاتسمع الموتی" اس سے مراد کفار ہیں۔ "ولا تسمع الصم الدعاء" ابن کثیر نے "لایسمع" یاء کے ساتھ اور اس کے فتحہ کے ساتھ الصم پڑھا ہے۔ رفع کے ساتھ اسی طرح سورۃ روم میں بھی پڑھا ہے اور باقی قراء نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے اور ان دونوں کے ضمہ کے ساتھ اور میم کے کسرہ اور الصم کو منصوب پڑھا ہے۔ "اذا ولوا مدبرین" جب وہ اعراض کرتے ہیں۔

سوال: "اذا ولوا مدبرین" کا کہنے کا کیا فائدہ جب وہ بہرے ہیں تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں یا نہ بھاگیں ان کے لیے تو کیا فائدہ؟

جواب اس کلام میں مزید تاکید اور مبالغہ پیدا کرنے کے لیے اور بعض نے یہ جواب دیا کہ جب بہرہ مجلس میں موجود ہو، اگرچہ وہ آواز کے ذریعے بات نہیں سن سکتا۔ البتہ اشاروں کے ذریعے وہ سمجھ سکتا ہے اور جب وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے تو وہ نہ سن سکتا ہے اور نہ ہی اشارہ کے ساتھ سمجھ سکتا ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ جب بہرہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے، پھر اس کو آواز دی جائے تو وہ نہیں سن سکتا۔ اسی طرح کافرلوگ جب ان کو ایمان کی طرف بلایا جائے تو نہیں سنتے۔ آیت کا معنی یہ ہوگا کہ کافر انتہائی طور پر دعوت سے کتراتے اور بے رُخی کئے ہوئے ہیں اس لیے مُردوں کی طرح ہیں جن کو سنانے کا کوئی راستہ نہیں یا پشت پھیرے ہوئے بہروں کی طرح ہیں جن کو سنانا ممکن نہیں۔

㉛ "وما انت بھادی العمی" اعمش اور حمزہ نے (تھدی) تاء کے ساتھ فعل پر فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ "العمی" یاء کے نصب کے ساتھ اور سورۃ روم میں بھی اسی طرح ہے اور دوسرے قراء نے بھادی یاء کے ساتھ پڑھا ہے اسم ہونے کی وجہ سے۔ "العمی" یاء کے کسرہ کے ساتھ "عن ضلالتھم" نہیں ہے۔ ان لوگوں کو راہ دکھانے والا جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت سے اندھا کردے اور دل کو ایمان سے اندھا کردے۔ "ان تسمع" نہیں سنا سکتے۔ "الا من یؤمن بایاتنا" مگر وہ جو قرآن کی تصدیق کرے کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ "فھم مسلمون" اپنا رُخ خلوص کے ساتھ اللہ کی طرف کردیتے ہیں۔

㉜ "واذا وقع القول علیھم" جب ان پر ہمارا عذاب آجائے گا۔ قتادہ نے اس کا معنی کیا ہے کہ جب ان پر ہمارا عذاب آجائے گا۔ "اخرجنا لھم دابۃ من الارض تکلمھم" اس کے کلام میں اختلاف ہے۔ سدی کا قول ہے کہ وہ کہے گا کہ سوائے اسلام کے سب مذاہب باطل ہیں۔ بعض نے کہا اس کا کلام یہ ہوگا کہ ایک کے متعلق کہے گا یہ مؤمن ہے اور دوسرے کے متعلق کہے گا یہ کافر ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا کلام وہ ہے جو اگلی آیت میں مذکور ہے۔ "أن الناس کانوا بایاتنا لا یوقنون" مقاتل کا بیان ہے کہ وہ عربی زبان میں کلام کرے گا اور اللہ کی طرف سے کہے گا "أنّ النّاس کانوا بایتنا لا یوقنون" وہ لوگوں کو خبر دے گا کہ اہل مکہ قرآن اور قیامت پر ایمان نہیں لائے۔ اہل کوفہ نے "أن الناس" الف کے فتحہ کے ساتھ "ای بأنّ الناس" اور دوسرے قراء نے کسرہ کے ساتھ جملہ مستانفہ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ خروج دابۃ سے پہلے لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے۔ بعض اہل علم نے کہا کہ آیات سے مراد ہیں خروج دابۃ اور دوسری علامات

سے قیامت واحوال قیامت یہ سب آیات اللہ ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ خروج دابۃ اس وقت ہوگا جب بھلائی کا حکم اور برائی کی ممانعت نہیں کی جائے گی۔

سعید بن جبیر، عاصم الجحدری اور ابورجاء العطاردی "تکلمھم" تاء کے فتحہ کے ساتھ لام کی تخفیف کے ساتھ کلم سے پڑھتے ہیں بمعنی زخمی کرنا۔ ابوالجوزاء کا قول ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا، اس آیت کے متعلق "تکلمھم أو تکلم" فرمایا۔ ہرایک اسی طرح کرے گا کہ مؤمن بھی کلام کرے گا اور کافر بھی کلام کرے گا۔

علامات قیامت سے قبل چھ اعمال کرلو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چھ چیزوں سے پہلے اعمال کرو۔ "الدخان الدجال و دابة الارض وطلوع شمس من مغربها و امر العامة خويصة احدكم"

دابۃ الارض کا خروج

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے پہلے جونشان نمودار ہوگا وہ مغرب سے طلوع آفتاب اور دن چڑھے لوگوں کے سامنے دابۃ الارض کا خروج ہوگا۔ ان میں سے جو واقعہ بھی پہلے ہوگا، دوسرا عنقریب ہی اس کے بعد ہوجائے گا۔

دابۃ الارض مومن وکافر کی نشاندہی کرے گا

حضرت شریحہ انصاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ میں (قیامت تک) میں تین بار دابۃ کا خروج ہوگا۔ ایک باریمن سے برآمد ہوگا جس کی شہرت صحرا میں پھیل جائے گی اور "قریۃ" یعنی مکہ میں بھی اس کا تذکرہ پہنچ جائے گا۔ پھر ایک روز سب سے بڑی عزت وعظمت والی مسجد یعنی مسجد حرام میں لوگ جمع ہوں گے کہ دابۃ دکھائی دے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ رُکن اسود سے باب بنی مخزوم تک درمیان میں دکھائی دے گا اور مسجد کے ہر گوشہ میں موجود لوگوں کو دیکھے گا، لوگ اس کو دیکھ کر بکھر جائیں گے لیکن ایک جماعت اس کے سامنے جمی رہے گی، وہ سمجھ لیں گے کہ وہ اللہ سے چھوٹ کر کہیں جا نہیں سکے گا۔ دابۃ اپنے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے ان کی طرف سے گزرے گا اور ان کے چہروں کو نشان زدہ کرکے ایسا روشن کردے گا جیسے چمکدار ستارے، پھر زمین کو پھاڑتا ہوا چلا جائے گا کہ اس کو پکڑنے والا پا نہیں سکے گا اور نہ اس سے بھاگنے والا چھوٹ سکے گا۔ پھر کچھ لوگ اُٹھ کر نماز پڑھنے لگیں گے تو وہ پیچھے سے آپڑے گا اور کہے گا، اے فلاں! تو اب نماز پڑھ رہا ہے، پھر نمازی کے سامنے آکر اس کے چہرے پر نشان بنا دے گا، پھر لوگ وہاں سے ہٹ کر اپنے گھروں کو چلے جائیں گے اور ساتھ ساتھ مل کر سفر کریں گے اور باہم باتوں میں شرکت کریں گے اور کافر اور مؤمن ایک دوسرے سے الگ ہوجائیں گے، کافر کو کافر کہہ کر پکارا جائے گا اور مؤمن کو مؤمن کہہ کر پکارا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دابۃ برآمد ہوگا، اس کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ہوگی۔ مؤمن کے چہرے کو لاٹھی کے نشان سے چمک دار بنادے گا اور کافر کی ناک پر انگشتری کا نشان بنادے گا۔ یہاں تک کہ لوگ جمع ہوں گے تو ایک دوسرے کو کہے گا، اے مؤمن! اور دوسرا کہے گا اے کافر! (رواہ الترمذی)

دابۃ کی کیفیت

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ دابۃ ایسا دابۃ نہیں ہوگا جس کی دُم ہو بلکہ داڑھی والا دابۃ ہوگا۔ گویا کہ آپ کا یہ کلام اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ آدمی ہوگا (چوپایہ نہیں) لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک وہ دابۃ ہی ہوگا۔

ابن جریج کی روایت ہے کہ ابن الزبیر نے دابۃ الارض کے حالات اس طرح بیان کیے ہیں، اس کا سر بیل جیسا ہوگا۔ اس کی آنکھیں خنزیر کی آنکھوں کی طرح ہوں گی۔ اس کے کان ہاتھی کے کان جیسے ہوں گے، اس کے بارہ سینگ جیسے سینگ ہوں گے۔ اس کا سینہ شیر کا سینہ ہوگا، اس کا رنگ چیتے کا رنگ ہوگا، اس کی کوکھیں بلی کی کوکھوں کی طرح ہوں گی، اس کی دُم مینڈھے کی دُم کی طرح ہوگی، اس کی ٹانگیں اونٹ کی ٹانگوں کی طرح ہوں گی ہر دو جوڑوں کے درمیان بارہ ہاتھ کا فاصلہ ہوتا ہے۔ اس کے پاس موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اور سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ہوگی۔ ہر مؤمن کے سجدہ کے مقام (پیشانی یا ناک پر) لاٹھی کی نوک سے نشان بنادے گا جس کی وجہ سے اس کا چہرہ جگمگا جائے گا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی سے ہر کافر کے چہرے کو نشان زدہ کردے گا جس سے اس کا چہرہ کالا ہوجائے گا۔ (یہ نشان اتنے واضح ہوجائیں گے کہ) بازاروں میں لوگ خرید وفروخت کرتے وقت (ایک دوسرے کی شناخت کریں گے اور کہیں گے اے کافر! یہ چیز کتنے کی ہے، اے مؤمن! اس کی کیا قیمت ہے؟) پھر دابۃ لوگوں سے کہے گا، اے فلاں! تو جنتی ہے، اے فلاں! تو دوزخی ہے۔ یہی معنی ہے آیت "**وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْاَرْضِ**" کا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ دابۃ الارض کوہِ صفا کے ایک شگاف سے برآمد ہوگا۔

دابۃ کا خروج کہاں سے ہوگا

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دابۃ الارض کا تذکرہ آیا تو میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! وہ کہاں سے برآمد ہوگا؟ فرمایا سب سے بڑھ کر حرمت والی مسجد سے، اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام طواف کررہے ہوں گے۔ مسلمان آپ کے ساتھ ہوں گے کہ قندیل کی حرکت کی طرح ان کے قدموں کے نیچے زمین میں لرزہ پیدا ہوگا اور مشرقی جانب کوہ صفا پھٹ کر اس سے دابۃ برآمد ہوجائے گا۔ سب سے پہلے اس کا سر نکلے گا۔ اس پر اون اور پَر ہوں گے، کوئی پکڑنے والا اس تک پہنچ نہیں سکے گا اور نہ بھاگنے والا اس سے چھوٹ سکے گا، وہ لوگوں پر مؤمن و کافر کا نشان بنادے گا، مؤمن کا چہرہ چمک دار ستارے کی طرح روشن ہوجائے گا، اس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں وہ نشان ہوگا اور کافر کی

دونوں آنکھوں کے بیچ میں جونشان ہوگا وہ کالا ہوگا اور دونوں آنکھوں کے درمیان میں کافر لکھا ہوگا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ دابّۃ ایک گھاٹی سے برآمد ہوگا۔ اس کا سر بادل کو چھوئے گا اور اس کی ٹانگیں زمین کے اندر ہوں گی، باہر نکلی بھی نہ ہوں گی وہ نماز پڑھتے آدمی کی طرف سے گزرے گا اور کہے گا نماز کی تجھے کیا ضرورت، پھر اس کی پیشانی پر نشان بنادے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دابّۃ رات کو نکلے گا اور لوگ جمع ہو کر منیٰ کی طرف چل رہے ہوں گے۔ سہیل بن صالح نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی، فرمایا کہ اُجیاد کی گھاٹی بُری گھاٹی ہے یہ دو مرتبہ یا تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ کہا گیا اے اللہ کے رسول! ایسا کیوں ہے؟ فرمایا اس سے دابّۃ برآمد ہوگا اور تین چیخیں مارے گا جن کو مشرق و مغرب کے درمیان سب سنیں گے۔ اس کا چہرہ مرد کا چہرہ ہوگا اور جسمانی بناوٹ پرندے کی ہوگی اور جو اس کو دیکھے گا اس سے وہ کہے گا کہ اہل مکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قرآن پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِىْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمہ: اور جس دن (قبروں سے زندہ کرنے کے بعد) ہم ہر امت میں سے ایک ایک گروہ ان لوگوں کا (حساب کے لئے) جمع کریں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے پھر ان کو روکا جائے گا یہاں تک کہ جب (موقف میں) حاضر ہو جاویں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا حالانکہ تم ان کو اپنے احاطہ علمی میں بھی نہیں لائے بلکہ اور بھی کیا کیا کام کرتے رہے اور (اب وہ وقت ہے کہ) ان پر وعدہ (عذاب کا) پورا ہوگیا کہ بوجہ اس کے کہ (دنیا میں) انہوں نے (بڑی بڑی) زیادتیاں کی تھیں سو وہ لوگ بات بھی نہ کرسکیں گے کیا انہوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے رات بنائی تاکہ لوگ اس میں آرام کریں (اور آرام مشابہ موت کے ہے) اور دن بنایا جس میں دیکھیں بھالیں (اور یہ مشابہ حیات بعد الموت کے ہے پس) بلاشبہ اس میں بڑی دلیلیں ہیں ان (ہی) لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں اور جس دن صور میں پھونک ماری جاوے گی سو جتنے آسمان اور زمین ہیں سب گھبرا جاویں گے مگر جس کو خدا چاہے (وہ اس گھبراہٹ سے اور موت سے محفوظ رہے گا) اور سب کے سب اسی کے سامنے (بے جھکے حاضر رہیں گے)۔

تفسیر ⑧③ "ویوم نحشر من کل امۃ فوجًا" ہر جماعت کے گروہ میں۔ "ممن یکذب بایاتنا" یہاں پر من تبعیضیہ نہیں ہے کیونکہ تمام جھٹلانے والوں کو اس دن جمع کیا جائے گا۔ "فھم یوزعون" پہلے والوں اور آخر والوں سب کو روکا جائے گا تاکہ سب جمع ہو جائیں، پھر ان کو آگ کی طرف لیجایا جائے گا۔

⑧④ "حتّٰی اذا جاء وا" قیامت کے دن آئیں گے۔ "قال" اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا۔ "أکذبتم بآیاتی ولم تحیطوا بھا علمًا" انہوں نے اس کو نہیں پہچانا جیسا کہ پہچاننے کا حق تھا۔ "أ ماذا کنتم تعملون" جب انہوں نے اس میں غور و فکر نہیں کیا۔ آیت کا معنی یہ ہے کیا تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا۔ ان کو جاننے کے باوجود اور نہ ہی تم نے اس میں غور و فکر کیا ہے بلکہ تم نے اس کو جھٹلایا جاہل ہوتے ہوئے۔

⑧⑤ "ووقع القول" ان پر ہمارا عذاب واجب ہو گیا۔ "علیھم بما ظلموا" جس کو تم نے شریک کیا۔ "فھم لاینطقون" قتادہ کا قول ہے کہ وہ کیسے کلام کرتے اور ان پر کوئی حجت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "ھذا یوم لاینطقون ولا یؤذن لھم فیعتذرون" بعض نے کہا کہ وہ بولتے نہیں کیونکہ ان کی زبانوں پر مہر لگی ہوئی ہے۔

⑧⑥ "الم یروا أنا جعلنا" ہمیں پیدا کیا۔ "اللیل لیسکنوا فیه والنھار مبصرًا" دن کے وقت وہ دیکھتا ہے۔ "انّ فی ذلک لایات لقوم یؤمنون" جو اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔

⑧⑦ "ویوم ینفخ فی الصور" صور اس سینگ کا نام ہے جس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے۔ حسن کا قول ہے کہ صور قرن کا نام ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ سب سے پہلے ارواح قرن میں جمع ہوئیں، پھر اس میں صور پھونکا گیا۔ پھر وہ تمام ارواح جسموں میں چلی گئیں، پھر وہ جسم دوبارہ سے زندہ ہو جائیں گے۔

ففزع من فی السموات کی تفسیر

"ففزع من فی السموات ومن فی الارض" جو کچھ زمین و آسمان میں سب بیہوش ہو جائیں گے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: "فصعق من فی السموات ومن فی الارض" وہ سب مرجائیں گے۔ اس کا بعض نے یہ معنی ذکر کیا ہے کہ ان پر پہلے گھبراہٹ طاری کر دی جائے گی۔ پھر وہ فوت ہو جائیں گے۔ بعض نے کہا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام تین مرتبہ صور پھونکیں گے۔ ایک نفخہ سے گھبراہٹ، دوسرے نفخہ سے موت اور تیسرے نفخہ سے اُٹھ کر سب رب العالمین کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔

الا من شاء اللّٰہ سے کون لوگ مراد ہیں

"الا من شاء اللّٰہ" اس اثناء میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے آیت "الا من شاء اللّٰہ" کے بابت دریافت کیا تو حضرت جبرئیل نے کہا کہ: وہ شہداء

ہوں گے کیونکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ موجود ہیں۔ ان کو فزع لاحق نہیں ہوگا۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ شہداء ہوں گے جو تلواریں لٹکائے ہوئے عرش کے اِردگرد ہوں گے۔

سعید بن جبیر و عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا وہ شہداء ہوں گے جو تلواریں لٹکائے عرش کے گرد اگرد ہیں۔ بعض آثار میں آیا ہے کہ شہداء اللہ کے استثناء کردہ ہیں یعنی اللہ نے خود نفخہ صور کے اثر سے ان کو مستثنیٰ کر دیا ہے۔ کلبی اور مقاتل کا بیان ہے کہ جن کا اللہ نے استثناء کیا ہے وہ جبرئیل، اسرافیل اور ملک الموت ہیں۔ نفخہ کے بعد کوئی بھی زندہ باقی نہیں بچے گا مگر یہی چار فرشتے پھر اللہ تعالیٰ حضرت میکائیل علیہ السلام کی روح قبض کر دیں گے۔ پھر ملک الموت کی روح، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کی روح کو، آخر میں مرنے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوں گے۔

روایت میں آتا ہے کہ اللہ رب العزت ملک الموت کو ارشاد فرمائیں گے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی روح قبض کر لے، پھر کہا جائے گا جو اس کے بعد باقی ہے اس کی روح قبض کر لے۔ پھر جب ملک الموت کا فرشتہ باقی رہ جائے گا تو اللہ رب العزت فرمائیں گے اے ملک الموت! تو وہ جواب دے گا "**سبحانک ربی تبارکت و تعالیت یا ذا الجلال والاکرام**" پھر جبرئیل و میکائیل علیہم السلام رہ جائیں گے۔ پھر ملک الموت سے کہا جائے گا کہ میکائیل علیہ السلام کی روح قبض کر لے۔ پھر وہ میکائیل علیہ السلام کی روح قبض کر لیں گے، وہ پہاڑ کی طرح گر جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اب کون باقی ہے؟ ملک الموت عرض کرے گا جبرئیل اور ملک الموت۔ اللہ فرمائے گا اے موت کے فرشتے! تو مر جا موت کا فرشتہ مر جائے گا۔ اللہ فرمائے گا جبرئیل اب کون باقی ہے؟ جبرئیل علیہ السلام کہیں گے **تبارکت وتعالیت یاذالجلال والاکرام وجھک الباقی الدائم وجبریل المیت الفانی** تیری ذات کریم لافانی اور جبرئیل میت فانی۔ اللہ فرمائے گا موت تو تجھے بھی آنی ہے، مرے بغیر چارہ نہیں۔ جبرئیل علیہ السلام فوراً سجدہ میں گر جائے گا، دونوں بازو پھڑ پھڑانے لگیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جبرئیل علیہ السلام کی جسمانی ساخت میکائیل کی جسمانیت پر ایسی ہے جیسے بڑے پہاڑ کی بڑائی چھوٹے ٹیلے پر۔

روایت میں آتا ہے کہ یہ چار فرشتوں کے ساتھ حاملین عرش بھی باقی بچ جائیں گے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کی روح قبض کر دی جائے گی۔ پھر میکائیل علیہ السلام کی، پھر عرش کے اُٹھانے والے فرشتوں کی، پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام کی، پھر ملک الموت کی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**ینفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللّٰہ**" پھر دوسری باری صور پھونکا جائے گا۔ جب میں قبر سے اُٹھوں گا تو دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پائے پکڑے ہوئے ہوں گے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اللہ رب العزت نے ان کو بیہوشی سے مستثنیٰ رکھا ہے یا وہ مجھ سے پہلے قبر سے اُٹھا لیے گئے اور

جس نے کہا کہ میں یونس بن متی (حضرت موسیٰ علیہ السلام) سے افضل ہوں اس نے جھوٹ بولا۔

''و کل'' موت کے بعد جو زندہ کیے گئے۔ ''أتوہ'' اعمش، حمزہ، حفص ''أتوہ'' مقصور پڑھا ہے۔ تاء کے فتحہ کے ساتھ وہ آئے۔ دوسرے قراء نے مد کے ساتھ اور طاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ''و کلھم اٰتیہ یوم القیامة فردًا''...... ''داخرین'' دبے جھکے رہنا۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿88﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿89﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿90﴾

ترجمہ: اور تو پہاڑوں کو دیکھ رہا ہے (اور) ان کو خیال کر رہا ہے کہ یہ (اپنی جگہ سے) جنبش نہ کریں گے حالانکہ وہ بادلوں کی طرح اڑے اڑے پھریں گے یہ خدا کا کام ہوگا جس نے ہر چیز کو (مناسب انداز پر) مضبوط بنا رکھا ہے یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب افعال کی پوری خبر ہے جو شخص نیکی (یعنی ایمان) لاوے گا سو اس شخص کو اس (نیکی کے اجر) سے بہتر (اجر ملے گا) اور وہ لوگ بڑی گھبراہٹ سے اس روز امن میں رہیں گے اور جو شخص بدی (یعنی کفر و شرک) لاوے گا تو وہ اوندھے منہ آگ میں ڈال دیئے جاویں گے اور (ان سے کہا جاوے گا کہ) تم کو تو ان ہی عملوں کی سزا دی جا رہی ہے جو تم (دنیا میں) کر رہے تھے۔

تفسیر: ﴿88﴾ ''وتری الجبال تحسبها جامدةً'' وہ ایک جگہ مضبوطی سے کھڑے رہیں گے۔ ''وھی تمر مر السحاب'' حالانکہ وہ بادلوں کے چلنے کی طرح چلیں گے۔ پھر وہ زمین پر آ جاتے ہیں اور زمین کے برابر ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بڑے بڑے جسم بھی اگر تیزی کے ساتھ ایک طرف کو حرکت کر رہے ہوں گے تو ان کی حرکت محسوس نہیں ہوتی۔

''صنع اللّٰہ'' منصوب ہے مصدر ہونے کی وجہ سے۔ ''الذی اتقن کل شیءٍ'' نے ہر چیز کا اندازہ لگایا ہے۔ ''انه خبیر بما تفعلون'' ابن کثیر، اہل بصرہ نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

﴿89﴾ ''من جاء بالحسنة'' جو ایک نیکی لائے گا اخلاص کی نیت کے ساتھ اور وہ کلمہ شہادت ''اشھد ان لا الٰه الا اللّٰہ'' ہے۔ ابو معشر کا قول ہے کہ ابراہیم بلا استثناء قسم کھا کر کہتے تھے کہ ''الحسنة'' سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے۔ قتادہ نے کہا کہ اخلاص مراد ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ طاعت مراد ہے۔ ''فله خیر منها'' ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جو شخص خیر کی طرف آئے گا تو اس کے لیے ایک نیکی قیامت کے دن بہتر ہوگی، وہ ثواب اور عذاب سے امن کی صورت میں ہوگا۔ اگر ایمان میں کوئی بہترین چیز ہوتی تو لا الٰہ الا اللہ کے علاوہ کوئی چیز نہ ہوتی۔ بعض نے کہا کہ ''خیر منها'' سے مراد اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری ہے:"ورضوان من اللہ اکبر"محمد بن کعب اور عبدالرحمٰن بن زید نے کہا کہ من تفضیلیہ ہے۔اس سے مراد ہے دس گنا سے سات سو گنا تک ثواب اور اس سے آگے جتنا اللہ چاہے۔یہی قول بہتر ہے کیونکہ دگنا ملنا یہ کسی کسی کی خصوصیات میں سے ہے کیونکہ بندہ اپنے اعمال کے متعلق تو سوال کرتا ہے لیکن اضعاف کے متعلق سوال نہیں کرتا۔اسی وجہ سے شیطان انسان کو اس کے اعمال سے تو روکتا ہے نہ کہ اس کے اعمال کے دگنے ثواب سے۔

نیکی کرنا بندے کا حق ہے اس پر ثواب عطا کرنا خواہ ایک نیکی عطا کرے یا اس کا دس گنا یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے فضل پر ہے وہ جس پر چاہے جتنا فضل عطا فرمائے۔"وھم من فزع یومئذٍ امنون"

اہل کوفہ نے"من فزعٍ"تنوین کے ساتھ پڑھا ہے میم کے فتحہ کے ساتھ اور دوسرے قراء نے اضافت کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ یہ اعم ہے کیونکہ یہ امن تمام گھبراہٹ کے لیے ہو اس دن اور تنوین کے ساتھ ہو تو اس کا مطلب ہوگا کہ گویا کہ وہ ایک گھبراہٹ سے دوسری گھبراہٹ میں مبتلا ہو گئے اور اہل مکہ اس کو فتحہ سے موسوم کرتے ہیں۔

⑨⓪ "ومن جاء بالسیئۃ" اور جو شرک لے کر آئے گا۔"فکبت وجوھھم فی النار" ان کو آگ میں چہروں کے بل ڈالا جائے گا۔جیسا کہ کہا جاتا ہے "کبت الرجل اذا القیتہ علی وجھہ فانکب واکب" اور کہا جائے گا جہنم کے داروغے سے "ھل تجزون الا ما کنتم تعملون" دنیا میں شرک سے۔

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ⑨① وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ. فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ⑨② وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ⑨③

(ترجمہ) مجھ کو تو یہی حکم ملا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے مالک (حقیقی) کی عبادت کیا کروں جس نے اس (شہر) کو محترم بنایا ہے اور (اس کی عبادت کیوں نہ کی جائے جبکہ وہ ایسا ہے کہ (سب چیزیں اسی کی ملک ہیں اور مجھ کو یہ بھی حکم ہوا ہے کہ میں فرمانبردار رہوں اور (مجھ کو) یہ (بھی حکم ملا ہے) کہ میں قرآن (کریم) پڑھ پڑھ کر سناؤں سو (میری تبلیغ کے بعد) جو اور جو شخص گمراہ رہے گا تو آپ کہہ دیجئے کہ (میرا کوئی ضرر نہیں کیونکہ) میں تو صرف ڈرانے والے پیغمبروں میں سے ہوں اور آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ سب خوبیاں خالص اللہ ہی کے لئے ثابت ہیں وہ تم کو عنقریب اپنی نشانیاں (یعنی قیامت کے واقعات) دکھلاوے گا سو تم (وقوع کے وقت) ان کو پہچانو گے اور آپ کا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم سب لوگ کر رہے ہو۔

تفسیر ⑨① "انما امرت" اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول سے حکم فرماتے ہیں کہ کہیں کہ مجھے اللہ نے اس کا حکم دیا ہے۔ "أن اعبد رب هذه البلدة" اس سے مکہ شہر مراد ہے۔ "الذی حرمها" اللہ تعالیٰ نے اس کو حرم بنایا اور امن والا بنایا نہ اس میں کسی کا خون بہایا جائے گا اور نہ ہی اس میں کسی کے ساتھ ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی یہاں پر شکار کیا جائے گا اور نہ ہی کوئی گھاس اکھاڑی جائے گی۔ "وله كل شيء" خلق کے اعتبار سے ہو یا ملکیت کے اعتبار سے۔ "وامرت أن اکون من المسلمین"

⑨② "وأن اتلوا القرآن" اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں قرآن کی تلاوت کروں۔ "فمن اهتدى فانما يهتدى لنفسه" اگر کسی کو ہدایت کے ذریعے نفع عطا کرو گے تو اس کا فائدہ تمہیں ہی پہنچے گا۔ "ومن ضلّ" اور جس نے کسی کو ایمان سے یا ہدایت کے طریقے سے گمراہ کیا۔ "فقل انما أنا من المنذرين" آپ انہیں کہہ دیں کہ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں اور میرے اوپر صرف پہنچا دینا ہے۔ یہ آیت قتال والی آیت سے منسوخ ہے۔

⑨③ "وقل الحمدلله" ان کی نعمتوں پر "سيريكم اياته" بدر کے دن قتل ہونے، قید ہونے اور فرشتوں کا ان کے چہروں پر مارنے اور ان کی پیٹھوں پر مارنے کی نشانیاں اس کی نظیر اللہ رب العزت کے اس فرمان میں ہے "سأريكم آياتي فلا تستعجلون" مجاہد کا قول ہے کہ ہم تمہیں آسمان وزمین میں اور تمہارے اندر ہی ایسی نشانیاں پیدا کردیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "سنريهم آياتنا في الآفاق وفي انفسهم"...... "فتعرفونها" تم نشانیاں اور دلائل کو پہچان لو گے۔ "وما ربک بغافل عما تعملون" ان کے لیے وعید ہے کہ ان کے اعمال کے مطابق ان کو بدلہ دے گا۔

سُوْرَةُ الْقَصَصِ

صرف اس میں ایک آیت "الذین اٰتیناھم الکتاب" سے لے کر "لا نبتغی الجاھلین" تک مدنی ہے۔ اس سورت کی آیت "انّ الذی فرض علیک القرآن لرادّک الٰی معاد" مکہ و مدینہ کے درمیان نازل ہوئیں۔ اس میں ۸۸ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ②

ترجمہ: طسم یہ (مضامین جو آپ پر وحی کئے جاتے ہیں) کتاب واضح (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں

تفسیر: ① "طسم"...... ② "تلک آیات الکتاب المبین"

نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ③ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ④ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ⑤ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ⑥ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ. فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ⑦

ترجمہ: ہم آپ کو موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون کا کچھ قصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر (یعنی نازل کر کے) سناتے ہیں ان لوگوں کے (نفع کے) لئے جو کہ ایمان رکھتے ہیں فرعون سرزمین (مصر) میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف قسمیں کر رکھا تھا کہ ان (باشندوں) میں سے ایک جماعت (یعنی بنی اسرائیل) کا زور گھٹا رکھا تھا (اس طرح سے) کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کراتا تھا اور ان کی عورتوں (یعنی لڑکیوں) کو زندہ رہنے دیتا تھا واقعی وہ بڑا مفسد تھا (غرض فرعون تو اس خیال میں تھا) اور ہم کو یہ منظور تھا کہ جن لوگوں کا زمین (مصر) میں زور گھٹایا جا رہا تھا ہم ان پر (دنیوی و دینی) احسان کریں اور (وہ احسان یہ کہ) ان کو (دینی) پیشوا بنا دیں اور (دنیا میں) ان کو (ملک کا) مالک

بنائیں اور (ملک ہونے کے ساتھ) ان کو زمین میں حکومت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے تابعین کو ان (بنی اسرائیل) کی جانب سے وہ (ناگوار) واقعات دکھلائیں جن سے وہ بچاؤ کر رہے تھے اور (جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو) ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ تم ان کو دودھ پلاؤ پھر جب تم کو ان کی نسبت (جاسوسوں کے مطلع ہونے کا) اندیشہ ہو تو (بے خوف وخطر) ان کو دریا (نیل) میں ڈال دینا اور نہ تو (غرق سے) اندیشہ کرنا اور نہ (مفارقت پر) غم کرنا (کیونکہ) ہم ضرور ان کو پھر تمہارے ہی پاس واپس پہنچا دیں گے اور (پھر اپنے وقت پر) ان کو پیغمبر بنا دیں گے۔

تفسیر 3 "نتلوا علیک من نبأ موسیٰ و فرعون بالحق" حق سے مراد صدق ہے۔ "لقوم یؤمنون" اور وہ قرآن کی تصدیق کرتے ہیں۔

4 "ان فرعون علا" اس نے تکبر کیا، مغرور ہو گیا اور ظالم بن گیا۔ "فی الارض" مصر کی زمین میں "وجعل اھلھا شیعا" فرقے فرقے کہ سب فرعون کے تابع تھے، فرعون جو کام لینا چاہتا تھا وہ کرتے تھے۔ "یستضعف طائفۃ منھم" طائفہ سے مراد بنی اسرائیل ہے۔ پھر استضعاف کی وضاحت کر دی اور فرمایا "یذبح ابناء ھم ویستحی نساء ھم" ان کو استضعاف اس لیے فرمایا کیوں کہ یہ اس سے عاجز تھے یا اپنے آپ سے اس ظلم کو دور کرنے سے عاجز تھے۔ "انہ کان من المفسدین"

5 "ونرید أن نمن علی الذین استضعفوا فی الارض" اس سے مراد بنی اسرائیل ہے۔ "ونجعلھم آئمۃً" جو نیک راستے پر چلنے والے اور ان کی اقتداء کرنے والے۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد والیان ملک اور بادشاہ مراد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے متعلق اور آیت میں فرمایا "وجعلکم ملوکًا" مجاہد کے نزدیک دینی پیشوا اور داعیان خیر مراد ہیں۔ "ونجعلھم الوارثین" یعنی فرعون اور اس کی قوم کے گھروں اور ملک و مال کے وارث بنا دیں گے۔

6 "ونمکن لھم فی الارض" اور تمہیں ارض مصر اور شام میں ٹھکانہ عطا کر دیں گے اور تمہارے لیے مکان بنائیں گے جس میں تم ٹھہرو گے۔ "ونری فرعون" اعمش، حمزہ، کسائی نے (یری) کی یاء کے ساتھ مفتوح پڑھا ہے۔ "و ھامان و جنودھما" ان سب کو مرفوع پڑھا ہے کیونکہ یہ ان کے لیے فعل ہے۔ دوسرے قراء نے نون کے ساتھ مضموم پڑھا ہے راء کے کسرے یاء کے نصب اور اس کے مابعد کو بھی نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ "منھم ما کانوا یحذرون" حذر کا معنی ہے ضرر سے بچنا کیونکہ فرعون اور اس کے ساتھیوں کو (نجومیوں سے) اطلاع ملی تھی کہ بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی کے ہاتھوں سے اس کی تباہی ہو گی اس لیے ان کو بنی اسرائیل کی طرف سے اندیشہ لگا رہتا تھا لیکن اللہ ان کے سامنے وہی بات لے آیا جس سے وہ بچاؤ کرنا چاہتے تھے۔

7 "واوحینا الی ام موسیٰ" یہاں پر وحی سے مراد الہام ہے۔ نبوت والی وحی نہیں جو وحی انبیاء کرام پر نازل ہوا کرتی ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ ہم نے ان کے دل پر ڈال دی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام یوحابذ بنت لاوی بن یعقوب ہے۔ "أن ارضعیہ"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے موسیٰ علیہ السلام کو کتنا عرصہ دودھ پلایا

دودھ پلانے کی مدت رضاعت میں آئمہ مفسرین کرام کا آپس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ آٹھ ماہ اور بعض نے کہا چار ماہ اور بعض نے تین ماہ۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ موسیٰ علیہ السلام کو گود میں لیے دودھ پلاتی رہتی تھیں اور نہ وہ روتے تھے اور نہ حرکت کرتے تھے۔ "**فاذا خفت علیه**" اور جب اس کی طرف سے جاسوسوں کے مطلع ہونے کا خوف ہوا اور اندیشہ ہوا کہ کہیں فرعون کے کارندے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ذبح ہی نہ کردیں۔ "**فالقیه فی الیم**" الیم سے مراد سمندر ہے۔ یہاں اس سے مشہور دریائے نیل ہے۔ "**ولا تخافی**" اور اس کے غرق ہونے سے نہ ڈریں۔ بعض نے کہا کہ اس کے ضائع ہونے سے نہ گھبرائیں۔ "**ولا تحزنی**" اور اس کی جدائی کی وجہ سے غمگین نہ ہوں۔

"**انا رادوه الیک وجاعلوه من المرسلین**" عطاء اور ضحاک سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مصر میں جب بنی اسرائیل کی تعداد زیادہ ہوگئی اور لوگوں پر انہوں نے دراز دستی شروع کردی، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنے لگے، نہ بھلائی کا کسی کو حکم دیتے ہیں اور نہ گناہ سے کسی کو روکتے ہیں۔ آخر اللہ نے ان پر قبطیوں کو مسلط کردیا۔ قبطیوں نے ان کا زور توڑ دیا اور بہت زیادہ کمزور بنادیا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے قبطیوں کے تسلط سے ان کو رہا کردیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بچپن میں فرعون کے پاس کیسے پہنچے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ قریب آگیا تو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ایک دایہ کو بلوایا اور یہ دایہ انہی دائیوں میں سے تھی جو فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کے لیے مقرر تھی لیکن موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی دوست تھی، دردِ زہ ہوئی تو اسی کو بلوایا وہ آگئی اس سے کہا میری جو حالت ہے تجھے معلوم ہے آج تیری دوستی سے فائدہ حاصل کرنا ہے۔ دائی اپنے کام میں لگ گئی۔ جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوگئے اور دائی کے ہاتھوں میں آگئے تو موسیٰ علیہ السلام کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے نکلتا ہوا نور دیکھ کر دائی حیرت زدہ ہوگئی۔ اس کا ہر جوڑ لرز اُٹھا، پورے بدن میں سنسنی پیدا ہوگئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت اس کے دل میں جم گئی۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے کہنے لگی تو نے جب بلوایا تھا اور تیرے پاس آئی تھی اس وقت میرے پیچھے تیرے بیٹے کو قتل کرنے والے تھے۔ (میرا ارادہ تھا کہ تیرے بیٹے کو قتل کرنے والوں کے حوالے کردوں گی) لیکن اب میرے دل میں تیرے بیٹے کی محبت ایسی معلوم ہوتی ہے کہ ایسی محبت میں نے کسی کی نہیں پائی۔ اس لیے میں کہتی ہوں کہ اپنے بیٹے کی حفاظت رکھنا۔ پھر دائی کو موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے گھر سے نکلتے کسی جاسوس نے دیکھ لیا۔ فوراً سب دروازے پر آگئے اور اندر گھسنا چاہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن دوڑی ہوئی آئی اور کہنے لگی اماں دروازہ پر سپاہی آگئے، فوراً موسیٰ علیہ السلام کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بہن نے تنور میں ڈال دیا، تنور میں آگ روشن تھی لیکن اس

کے اوسان خطا ہو گئے، اس کو پتہ بھی نہ چلا کہ میں کیا کر رہی ہوں، سپاہی اندر آ گئے، تنور بھڑک رہا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے چہرہ پر کوئی تغیر نہیں تھا نہ چہرے کے رنگ میں کوئی فرق آیا تھا نہ دودھ اترا تھا، کہنے لگی دائی یہاں کیوں آئی تھی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا وہ میری دوست ہے ملاقات کے لیے آئی تھی۔ غرض وہ لوگ واپس چلے گئے۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو یاد آیا اور موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے پوچھا بچہ کہاں ہے؟ موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں اتنے میں تنور سے بچہ کے رونے کی آواز آئی، ماں نے جا کر دیکھا کہ تنور کی آگ موسیٰ علیہ السلام کے لیے ٹھنڈی پڑ چکی ہے اور ٹھنڈی بھی اتنی جو باعث سلامتی تھی۔ ماں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُٹھایا۔ پھر مدت کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے دیکھا کہ فرعون کو لڑکوں کی بے حد تلاش ہے ان کو اپنے بچہ کا خطرہ محسوس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ایک صندوق لے کر موسیٰ علیہ السلام کو اس میں رکھ کر دریا میں ڈال دے۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی وہ ایک بڑھئی کے پاس آئیں جو فرعون کی قوم میں سے تھا اور اس سے ایک صندوق خریدا۔ بڑھئی نے پوچھا تجھے کس کام کے لیے ضرورت ہے، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جھوٹ بولنا پسند نہیں کیا، سچ بتا دیا، میرا ایک بچہ ہے، میں صندوقچہ کے اندر اس کو چھپاؤں گی، بڑھئی نے پوچھا کیوں؟ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا فرعون کے خوف سے۔ غرض صندوقچہ خرید کر اُٹھا لائی، وہ بڑھئی کے پاس سے چلی ہی تھی کہ بڑھئی قاتلوں کو اس واقعہ کی اطلاع دینے پہنچ گیا اور کچھ بولنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے زبان روک دی اور بولنے کی طاقت سلب ہو گئی، کچھ نہ بول سکا اور ہاتھ سے اشارے کرنے لگا لیکن سپاہی کچھ نہ سمجھ سکے۔ جب اشاروں سے سمجھنے سے عاجز آ گئے تو ان کے سردار نے حکم دیا کہ اس کو مار کر نکال دو۔ بڑھئی پٹائی کھا کر اپنی جگہ پہنچا تو پھر اللہ تعالیٰ نے زبان میں گویائی عطا فرما دی، پھر مخبری کرنے کے ارادہ سے سپاہیوں کے پاس پہنچا۔ اس مرتبہ زبان بھی بند ہو گئی اور نظر بھی جاتی رہی نہ بول سکا اور نہ ہی کچھ دیکھ سکا۔ آخر پھر مار کر لوگوں نے نکال دیا۔ بڑھئی حیران پریشان گرتا پڑتا ایک وادی میں جا پہنچا اور اس نے پختہ نیت کر لی کہ اگر اللہ نے میری نگاہ اور قوت گویائی واپس کر دی تو وہ موسیٰ علیہ السلام کی نشاندہی نہیں کرے گا بلکہ موسیٰ علیہ السلام جہاں ہوں گے ان کے ساتھ رہے گا اور ان کی حفاظت کرے گا، اللہ نے اس کو سچا جانا اور بینائی اور گویائی واپس دے دی، فوراً سجدہ میں گر گیا اور دُعا کی کہ اے میرے رب! مجھے اس نیک بندہ کا پتہ بتا دے، اللہ تعالیٰ نے اس کو موسیٰ علیہ السلام تک پہنچنے کا راستہ بتلا دیا، وہ وادی سے نکل آیا اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا، وہ سمجھ گیا کہ یہ بات اللہ کی طرف سے ہے۔

وہب بن منبہ نے بیان کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ جب حاملہ ہو گئیں تو انہوں نے اپنی حالت پوشیدہ رکھی، کوئی بھی اس کے حمل سے واقف نہیں ہوا چونکہ بنی اسرائیل پر اللہ کو احسان کرنا مقصود تھا اس لیے حمل پر پردہ ڈال دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا سال وہی تھا کہ فرعون نے تفتیش کے لیے دائیوں کو بنی اسرائیل کی عورتوں پر مامور کر دیا تھا اور ایسی تفتیش کرائی تھی کہ اس سے پہلے کبھی ایسی جستجو نہیں ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کی ماں حاملہ تو ہو گئی تھی مگر پیٹ میں کوئی ابھار ہی نہیں ہوا تھا نہ رنگ بدلا تھا اور نہ ہی دودھ اُترا تھا، دائیاں اس سے کوئی تعرض ہی نہیں کرتی تھیں۔ جب شب ولادت آ گئی

تو موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے اس وقت نہ کوئی چوکیدار تھا اور نہ کوئی دائی سوائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کے۔

موسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اطلاع کسی کو نہیں ہوئی،، بہن کا نام مریم تھا، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس کو دودھ پلاتی رہ جب تجھے خطرہ ہو جائے تو اس کو دریا میں ڈال دینا۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بچہ کو تین ماہ تک گود میں چھپائے دودھ پلاتی رہیں۔ موسیٰ علیہ السلام روتے بھی نہیں تھے اور حرکت بھی نہیں کرتے تھے۔ بالآخر جب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو قوی اندیشہ ہو گیا تو انہوں نے ایک سربند صندوق بنوایا۔ بعض کا خیال ہے کہ ایک صندوقچہ لیا جس کے اندر تارکول کی پالش کر دی اور خالی جگہیں تارکول سے پُر کر دیں اور اس کے اندر بچھونا بچھا دیا اور موسیٰ علیہ السلام کو اندر رکھ کر صندوقچہ بند کر کے رات کو دریا میں ڈال دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ فرعون کی ایک لڑکی تھی اور کوئی اولا دنہیں تھی۔ لڑکی سے فرعون کو بہت محبت تھی۔ ہر روز فرعون سے وہ اپنے تین کام پورے کراتی تھی۔ اس لڑکی کو سخت برص تھا، فرعون نے اس کے علاج کے لیے مصر کے تمام اطباء اور ساحروں کو جمع کیا۔ ساحروں نے کہا کہ اس کو صحت دریا کی طرف سے ہوگی، کوئی چیز انسان کی شکل میں دریا میں پائی جائے گی۔ اس کے منہ کا لعاب لیا جائے گا اور برص کے داغوں پر لگا دیا جائے تو یہ اچھی ہو جائے گی۔ ایسا فلاں دن فلاں ساعت میں سورج نکلنے کے بعد ہوگا۔

چنانچہ دوسرا دن دوشنبہ کا تھا۔ فرعون نے نیل کے کنارے اپنے بیٹھنے کی جگہ تیار کروائی اور جا کر بیٹھا ساتھ میں اس کی بیوی آسیہ بنت مزاحم بھی تھی۔ فرعون کی لڑکی بھی اپنی خادماؤں کے ساتھ آ کر نیل کے کنارے بیٹھ گئی اور لڑکیوں کے منہ پر پانی کے چھینٹے مار مار کر کھیلنے لگی، اچانک نیل میں بہتا ہوا سامنے سے ایک صندوق نظر آیا، لہریں طمانچے مار مار کر اس کو لا رہی تھیں۔ فرعون نے کہا کہ نیل میں یہ چیز درخت سے آ گئی ہے اس کو لاؤ، ہر طرف سے کشتیوں نے جا کر اس کو گھیر لیا اور لا کر فرعون کے ساتھ رکھ دیا۔ لوگوں نے ہر چند کھولنے کی تدبیریں کیں لیکن کھول نہ سکے، پھر توڑنا چاہا تو توڑ بھی نہ سکے۔ آخر آسیہ قریب آئی اس کو صندوق کے اندر ایک نور دکھائی دیا جو کسی اور کو نہیں دکھائی دیا، کوشش کر کے اس نے صندوق کو کھول دیا، اندر ایک چھوٹا سا بچہ بچھونے پر لیٹا تھا، اس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں ایک نور تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کا رزق دونوں انگوٹھوں میں پیدا کر دیا تھا جن کے اندر سے وہ دودھ چوس رہا تھا، اللہ نے بچہ کی محبت آسیہ کے دل میں ڈال دی، فرعون بھی اس سے محبت کرنے لگا اور دل سے مہربان ہو گیا۔ صندوقچہ سے بچہ کو نکالا گیا۔ فرعون کی لڑکی بھی آ گئی اور اس نے بچہ کے منہ کا لعاب لے کر اپنے داغوں پر ملا فوراً اچھی ہو گئی۔ لڑکی نے بچہ کو چوم لیا اور سینہ سے چمٹا لیا، جادوگروں نے کہا اے بادشاہ! ہمارا خیال ہے کہ یہ وہی بچہ ہے جس سے تجھے خطرہ تھا۔ یہ بنی اسرائیل کا بچہ ہے، تیرے خوف سے اس کو دریا میں پھینک دیا گیا ہے۔ فرعون نے بچہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو آسیہ نے کہا "**قرة عين لي ولک لاتقتلوه عسٰى أن ينفعنا او نتخذه ولدًا**" یہ میری اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اس کو قتل نہ کرو، اُمید ہے کہ یہ میرے کام آئے گا یا ہم اس کو بیٹا بنا لیں گے۔ آسیہ کی اولاد نہیں ہوتی تھی۔ فرعون نے آسیہ سے کہا موسیٰ علیہ السلام کو مجھے دے دو، فرعون نے آسیہ کو موسیٰ علیہ السلام ہبہ کر دیا اور کہنے لگا مجھے اپنے لیے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اگر اس روز فرعون کہہ دیتا یہ جیسے تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ویسے ہی میرے لیے بھی تو اللہ نے جس طرح آسیہ کو ہدایت یاب کر دیا اسی طرح فرعون کو بھی ہدایت یاب کر دیتا۔ آسیہ سے کہا گیا کہ اس کا کچھ نام رکھو، آسیہ نے کہا میں نے اس کا نام موسیٰ رکھ دیا ہے کیوں کہ ہم نے اس کو پانی اور درختوں کے درمیان پایا تھا۔

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ⑧ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑨ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑩ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑪ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ⑫

ترجمہ تو فرعون کے لوگوں نے موسیٰ کو (یعنی مع صندوق کے) اٹھالیا تا کہ وہ ان لوگوں کے لئے دشمن اور غم کا باعث بنیں بلاشبہ فرعون اور ہامان اور ان کے تابعین (اس بارے میں) بہت چوکے اور فرعون کی بی بی (حضرت آسیہ) نے (فرعون سے) کہا کہ یہ (بچہ) میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک اس کو قتل مت کرو عجب نہیں کہ (بڑا ہو کر) ہم کو کچھ فائدہ پہنچا دے ہم اس کو (اپنا) بیٹا ہی بنالیں اور ان لوگوں کو (انجام کی) خبر نہ تھی اور (ادھر یہ قصہ ہوا کہ) موسیٰ کی والدہ کا دل (خیالات مختلفہ کے ہجوم سے) بے قرار ہو گیا قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا حال (سب پر) ظاہر کر دیتیں اگر ہم ان کے دل کو اس غرض سے مضبوط نہ کئے رہیں کہ یہ (ہمارے وعدہ پر) یقین کئے (بیٹھی) رہیں انہوں نے موسیٰ کی بہن (یعنی اپنی بیٹی) سے کہا کہ ذرا موسیٰ کا سراغ تو لگا سو انہوں نے موسیٰ کو دور سے دیکھا اور ان لوگوں کو (یہ) خبر نہ تھی (کہ یہ ان کی بہن ہیں اور اسی فکر میں آئی ہیں) اور ہم نے پہلے ہی سے موسیٰ پر دودھ پلانیوں کی بندش کر رکھی تھی سو وہ (اس موقع کو دیکھ کر) کہنے لگیں کیا تم لوگوں کو کسی ایسے گھرانے کا پتہ بتاؤں جو تمہارے لئے اس بچہ کی پرورش کریں اور وہ (دل سے) اس کی خیر خواہی کریں۔

تفسیر ⑧ "فالتقطعه آل فرعون" التقاط کہتے ہیں کہ چیز کو بغیر طلب کے حاصل ہو جانا۔ "لیکون لهم عدوًا وحزنًا" لام عاقبت کا ہے یا لام صیرورۃ کا ہے کیونکہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس لیے سمندر سے نہیں اُٹھایا تھا کہ وہ ان کے دشمن بنیں یا ان کو غمزدہ کریں لیکن انجام ان کا یہی ہونا تھا۔ حمزہ اور کسائی نے حزناً حاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور زاء کے سکون کے ساتھ۔ دوسرے قراء نے حاء کے فتحہ کے ساتھ اور زاء کے فتحہ کے ساتھ۔ اس میں دونوں لغات صحیح ہیں۔ "ان فرعون و هامان وجنودهما كانوا خاطئين" نافرمان گنہگار رہوں گے۔

⑨ "وقالت امرأة فرعون قرة عين لي ولك" وہب بن منبہ نے بیان کیا کہ جب فرعون کے سامنے صندوقچہ رکھا گیا

اور لوگوں نے اس کو کھولا اور اس کے اندر سے موسیٰ علیہ السلام برآمد ہوئے تو فرعون نے ان کو دیکھ کر کہا یہ تو عبرانی ہے، دشمنوں میں سے ہے، موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر اس کو غصہ آیا اور کہنے لگا یہ لڑکا کیسے بچ گیا؟ فرعون نے ایک اسرائیلی عورت سے شادی کر لی تھی جس کو آسیہ بنت مزاحم کہا جاتا تھا، یہ عورت بہت نیک تھی اور انبیاء کی نسل سے تھی، مسکینوں کے لیے تو ماں تھی ان پر بڑا ترس کھاتی تھی، بہت خیرات دیتی تھی، جب آسیہ فرعون کے پاس بیٹھی تھی تو اس نے فرعون سے کہا کہ یہ لڑکا ایک سال سے زائد کا ہے اور آپ کا حکم اس سال کے لڑکوں کو قتل کرنے کا ہے اس لیے اس کو چھوڑ دیجئے یہ میری اور تمہاری آنکھوں کے لیے ٹھنڈک بنے گا۔

"لاتقتلوہ" روایت میں آتا ہے کہ آسیہ نے کہا کہ یہ دوسرے شہر سے آیا ہے بنی اسرائیل میں سے نہیں آیا۔ "**عسٰی أن ینفعنا او نتخذہ ولدًا وھم لایشعرون**" ان کو معلوم نہیں تھا کہ ان کی ہلاکت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ہی سے ہوگی۔ فرعون نے ان کو زندہ رکھا اور ان کی محبت ان کے دل پر ڈال دی اور اس کی بیوی نے کہا کہ شاید کہ یہ ہمیں نفع دے تو فرعون نے کہا کہ مجھے اس سے نفع کی اُمید نہیں ہے۔

وہب کا بیان ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اگر اللہ کا دشمن آسیہ کی طرح موسیٰ علیہ السلام کی بابت "**عسٰی أن ینفعنا**" کہہ دیتا تو اللہ اس کو بھی فائدہ پہنچا دیتا لیکن اللہ نے اس کے لیے بدبختی لکھ دی تھی وہی بدنصیبی غالب آگئی اور اس نے انکار کر دیا۔

⑩ "**واصبح فؤاد ام موسٰی فارغًا**" ان کا دل ہر چیز کے خوف سے خالی ہوگیا، صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یاد سے غافل نہیں ہوتیں۔ اکثر مفسرین نے اس کا قول یہ نقل کیا ہے کہ حضرت حسن کا قول ہے کہ اس کا دل خالی ہوگیا، وہ اس الہام کو بھول گئی جو اللہ نے ان کے دل میں پیدا کر دیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈال دینا اور کچھ خوف وغم نہ کرنا، ہم ضرور اس کو لوٹا کر تیرے پاس پہنچا دیں گے اور اس کو پیغمبر بنائیں گے مگر شیطان نے اس سے آکر کہا کیا تجھے یہ بات تو پسند نہیں کہ فرعون تیرے بچے کو قتل کر دے اور تجھے اس کا اجر وثواب ملے اور تو خود بچہ کو قتل کرنے کے درپے ہو رہی ہے اور اس کو دریا میں ڈال کر غرق کر رہی ہے۔ جب اس کو اطلاع ملی کہ فرعون نے نیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پا لیا تو اس مصیبت نے اس کو اللہ کا وعدہ فراموش کرا دیا۔

ابوعبیدہ کا قول ہے کہ اس کا دل غم سے خالی ہوگیا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اللہ کا وعدہ ضرور سچا ہے۔ قتیبی نے کہا کہ ابوعبیدہ کی یہ تاویل غلط ہے کیونکہ اللہ نے آگے فرمایا ہے "**ان کادت لتبدی بہ لولا أن ربطنا علٰی قلبھا**" پہلا قول راجح ہے۔ "**ان کادت لتبدی بہ**" ھا ضمیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ قریب تھا کہ وہ ظاہر کر دیتی جب انہوں نے اس کو دیکھا شدت کی وجہ سے۔ عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قریب تھا کہ وہ کہہ دیتی ہائے بیٹا۔ مقاتل کا بیان ہے کہ جب اس نے صندوق کو دیکھا کہ دریا کی لہریں اس کو اوپر اُٹھا کر پھر نیچے پٹک رہی تھیں اور وہ لہروں میں پھنسا ہوا ہے تو اس کو ڈوب جانے کا خطرہ اتنا ہوا کہ قریب تھا کہ وہ چیخ پڑے۔ کلبی کا بیان ہے کہ جوان ہونے کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کا بیٹا کہا جانے لگا تو آپ کی والدہ نے بھی یہ بات سنی تو اس کو یہ بات اتنی شاق گزری کہ قریب تھا کہ وہ ظاہر کر دیتی کہ موسیٰ علیہ السلام میرا بیٹا ہے۔

بعض اہل تفاسیر کا بیان ہے کہ ھا ضمیر وحی کی طرف لوٹ رہی ہے تو اس کا یہ مطلب بیان کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل غم وفکر سے خالی ہوگیا اور اس کو اللہ کے اس وعدہ پر اتنا اعتماد تھا کہ قریب تھا کہ وہ بتادے کہ موسیٰ علیہ السلام میرا بیٹا ہے یا یہ ظاہر کردے کہ مجھے وحی سے اللہ کا یہ وعدہ معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ اس کو میرے پاس لوٹا کر ضرور لائے گا اور اس کو پیغمبر بنائے گا۔ ''لو لا أن ربطنا علی قلبها'' ہم اس کے دل کو محفوظ کر لیتے صبر اور ثابت قدمی کے ساتھ۔ ''لتکون من المؤمنین'' تا کہ تم اللہ کے وعدے کی تصدیق کرنے والے ہو جاؤ، اس وقت کو بھی یاد رکھو گے جس وقت ہم نے کہا تھا ''انا رادوہ الیک''

⑪ ''وقالت لاخته'' حضرت مریم علیہا السلام جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن تھیں ''قصیه'' اس کے پیچھے پیچھے چلی جا تا کہ تجھے اس کا علم ہو جائے۔ ''فبصرت به عن جنب'' اس کو دور سے دیکھتی رہے۔ قصہ میں آتا ہے کہ مریم الگ الگ جا رہی تھی اور نظر چرا کر دیکھتی جاتی تھی تا کہ لوگوں کو پتہ نہ چلے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہی ہے۔ ''وهم لایشعرون'' کہ یہ اس کی بہن ہے اور اس کے تعاقب میں جا رہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ فرعون کی بیوی چاہتی تھی کہ کسی طرح کسی دودھ پلانے والی کا دودھ موسیٰ علیہ السلام پی لیں۔ چنانچہ ایک کے بعد ایک دودھ پلانے والیاں آئیں مگر موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہیں پیا، موسیٰ علیہ السلام کی بہن دور کھڑی یہ کیفیت دیکھ رہی تھی، آٹھ راتیں یوں ہی گزر گئیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے کسی دودھ پلانے والی کا دودھ نہیں پیا اور چلاتے رہے۔

⑫ ''وحرمنا علیه المراضع'' تحریم سے مراد بندش کرنا، مراضع جمع مرضع کی۔ ''من قبل'' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے آنے سے پہلے جب موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ڈھونڈنے کے لیے سپاہیوں کو بھیج رہے ہیں تو انہوں نے کہا ''هل ادلکم'' کیا میں تمہیں اس پر دلالت نہ کروں۔ ''فقالت'' موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا۔ ''هل ادلکم علی اهل بیت یکفلونه'' جو اس کو اپنے ساتھ چمٹائے اور ''لکم'' اس کو دودھ پلائے، وہ ایسی عورت ہے جس کے بچے کو قتل کر دیا گیا اور وہ چاہتی ہے کہ چھوٹا بچہ اس کو ملے تو وہ اس کو دودھ پلائے۔ ''وهم له ناصحون'' نصح کھوٹ کی ضد ہے۔ یعنی کسی کام کو بگاڑ اور خرابی کی آمیزش سے پاک صاف رکھنے کو نصح کہتے ہیں۔

وهم له ناصحون کی تفسیر

ابن جریج اور سدی کا قول ہے کہ ''هم له ناصحون'' کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ وہ لوگ بادشاہ کے خیر خواہ ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے ''وهم له ناصحون'' کہا تو لوگوں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تو اس کے گھر والوں کو جانتی ہے بتا وہ کون ہے؟ موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا مجھے تو اس کے گھر والے معلوم نہیں، میں نے یہ کہا تھا کہ وہ لوگ بادشاہ کے خیر خواہ ہیں۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے جب باز پرس ہوئی تو اس نے کہا کہ میں یہ بات بادشاہ کی خوشی کے لیے کہہ رہی تھی اور اس بات کو ظاہر کرنا تھا کہ ہمارا تعلق بادشاہ سے ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت

موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے "ھل ادلکم" کہا تو لوگوں نے کہا ایسا کون ہے؟ اس نے کہا میری ماں ہے۔ لوگوں نے پوچھا کیا تیری ماں کا کوئی لڑکا ہے۔ ہمشیرہ موسیٰ نے کہا ہاں ہارون ہے۔ لوگوں نے کہا تو نے ٹھیک کہا اس کو ہمارے پاس لے آ۔ لڑکی نے اپنی ماں سے جا کر پوری بات کہہ دی اور اس کو اپنے ساتھ لے آئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے جو اپنی ماں کی خوشبو سونگھی تو پستان کو منہ لگا دیا اور پینے لگے اور اتنا پیا کہ دونوں کوکھیں بھر گئیں۔ سدی کا قول ہے کہ روز کی اُجرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ایک دینار ملتی تھی اور وہ اس لیے لے لیتی تھیں کہ وہ حربی کافر کا مال تھا۔

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ⑬ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ⑭ وَدَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰى حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ ٘ هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَیْهِ ٘ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ⑮

ترجمہ: غرض ہم نے موسیٰ کو ان کی والدہ کے پاس (اپنے وعدہ کے موافق) واپس پہنچا دیا تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور تا کہ (فراق کے غم میں نہ رہیں اور تا کہ اس بات کو جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا (ہوتا) ہے لیکن (افسوس کی بات ہے کہ) اکثر لوگ (اس کا) یقین نہیں رکھتے اور جب (پرورش پا کر) اپنی بھری جوانی (کی عمر) کو پہنچے اور (قوت جسمانیہ عقلیہ سے) بادرست ہو گئے تو ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیکو کاروں کو یونہی صلہ دیا کرتے ہیں (یعنی عمل صالح سے فیضان علم میں ترقی ہوتی ہے) اور موسیٰ شہر میں (یعنی مصر میں کہیں باہر سے) ایسے وقت پہنچے کہ وہاں کے (اکثر) باشندے بے خبر (پڑے سو رہے) تھے تو انہوں نے وہاں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا ایک تو ان کی برادری میں کا تھا اور دوسرا مخالفین میں سے تھا سو وہ جوان کی برادری میں کا تھا اس نے موسیٰ سے اس کے مقابلہ میں جو کہ ان کے مخالفین میں سے تھا مدد چاہی تو موسیٰ نے اس کو (ایک) گھونسا مارا سو اس کا کام ہی تمام کر دیا موسیٰ (علیہ السلام کہنے لگے یہ تو شیطانی حرکت ہو گئی بیشک شیطان (بھی آدمی کا) کھلا دشمن ہے غلطی میں ڈال دیتا ہے۔

تفسیر: ⑬ "**فرددناہ الی امہ کیّ تقر عینھا**" موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھیں۔ "**ولا تحزن**" تا کہ تو اس پر غمزدہ نہ ہو۔ "**ولتعلم أن وعد اللّٰہ حق**" حضرت موسیٰ علیہ السلام کو واپس لوٹانے کا وعدہ حق ہے۔ "**ولکن اکثرھم لایعلمون**" اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ کیا تھا کہ وہ ضرور اس کو آپ کی طرف لوٹائیں گے۔

⑭ "**ولما بلغ أشدہ**" کلبی کا بیان ہے کہ اشد کہتے ہیں ۱۸ سے ۳۰ سال کی عمر تک مجاہد وغیرہ کا قول ہے کہ اس سے مراد ۳۳ سال کی عمر اشدہ ہے۔ "**واستوی**" جب ان کی عمر چالیس سال کی ہو گئی۔ یہی سعید بن جبیر ابن عباس کے حوالے سے نقل

کرتے ہیں۔ بعض حضرات کے نزدیک استوی کا یہ مطلب ہے کہ وہ اپنی جوانی کی انتہاء کو پہنچ گئے۔ "اتیناہ حکمًا وعلمًا" اس سے مراد سمجھ، عقل و دانش اور دین کا علم ہے۔ "و کذلک نجزی المحسنین"

۱۵ "ودخل المدینة" حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر میں داخل ہوئے۔ سدی کا قول ہے کہ شہر سے مراد ہے مدین کا شہر جو حدود مصر میں تھا۔ مقاتل کا بیان ہے کہ اس سے حابین کا قصبہ مراد ہے جو مصر سے دو فرسخ پر تھا۔ بعض نے کہا کہ شہر "مدینة الشمس" مراد ہے۔ "علی حین غفلة من اهلها" قیلولے کے وقت میں عین دوپہر کے وقت۔ محمد بن کعب قرظی نے کہا کہ مغرب وعشاء کا درمیانی وقت مراد ہے۔ اس وقت شہر میں داخل ہونے کے سبب کے متعلق آئمہ مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ سدی کا بیان ہے کہ چونکہ موسیٰ کو فرعون کا بیٹا کہا جاتا تھا۔ آپ کی سواری فرعون کی سواری کی طرح ہوتی تھی اور لباس بھی شاہانہ ہوتا تھا۔ ایک روز فرعون سوار ہو کر نکلا۔ موسیٰ علیہ السلام اس وقت موجود نہیں تھے، جب واپس آئے تو فرعون جا چکا تھا۔ آپ اس کے پیچھے سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ منف میں پہنچے تو دوپہر کا وقت ہو گیا۔ اس وقت راستوں میں کوئی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "ودخل المدینة علی حین غفلة من اهلها" محمد بن اسحاق نے کہا کہ بنی اسرائیل میں کچھ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پیرو تھے۔ آپ کی نصیحتیں سنتے اور ان پر چلتے بھی تھے۔ جب آپ کی حق پرستی ظاہر ہو گئی تو آپ نے فرعون اور اس کی قوم کے مذہب کی مخالفت کی، اس کا ذکر فرعون سے بھی کیا گیا، لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈرایا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ جس بستی میں جاتے تو چھپتے چھپاتے اور ڈرتے ڈرتے جاتے۔ ایک روز جو شہر میں گئے تو ایسی حالت میں گئے کہ لوگ بے خبر تھے، عید کا دن تھا، لوگ کھیل کود اور تفریح میں مشغول تھے۔

ابن زید کا قول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں جب فرعون کے اوپر لاٹھی اُٹھائی تو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس کی بیوی نے کہا وہ چھوٹا ہے اس کو قتل کرنے سے چھوڑ دیا اور موسیٰ علیہ السلام کو شہر سے نکالنے کا حکم دے دیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام بڑے ہو گئے اور جوانی کی عمر تک پہنچ گئے تو اپنے اہل والوں کی غفلت سے شہر کی طرف نکل پڑے۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو حکم دینے کے بعد وہ بھول گئے تھے یا ان کے حکم کو کئی دن گزر گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے "حین غفلة" کے متعلق روایت کیا ہے کہ یہ ان کے لیے عید کا دن تھا۔ وہ لوگ اپنے لہو ولعب میں مشغول تھے۔

قبطی کے قتل کا واقعہ

"فوجد فیها رجلین یقتتلان" کہ وہ جھگڑتے اور لڑتے ہیں۔ "هذا من شیعته" ان میں سے ایک بنی اسرائیل میں سے تھا۔ "وهذا من عدوه" وہ قبطی تھا۔ بعض نے کہا کہ جو بنی اسرائیلیوں میں سے تھا اس کا نام سامری تھا اور وہ موسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں میں سے تھے۔ بعض نے کہا وہ فرعون کا باورچی تھا اس کا نام فاتون تھا۔ بعض نے کہا کہ "هذا من شیعته وهذا من عدوه" سے مراد مؤمن اور کافر ہے۔ قبطی بنی اسرائیل کو یہ کہہ رہا تھا کہ یہ لکڑیوں کا گٹھا اُٹھا کر مطبخ خانے تک لیجا۔

سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے ہو گئے تو بنی

اسرائیلیوں کو بالکلیہ کسی سے چھٹکارا نہیں دلوا سکتا تھا لیکن جب موسیٰ علیہ السلام بڑے ہوئے تو لوگوں کو ظلم سے بچاتے تھے اور ان کو معلوم ہوجاتا تھا کہ یہ بنی اسرائیلیوں میں سے ہے اور فلاں قبطیوں میں سے۔ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے دیکھا، ان میں سے ایک بنی اسرائیلیوں میں سے تھا اور دوسرا فرعون کی قوم میں سے تھا۔ ''**فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی من عدوہ**'' اسرائیلی نے فرعونی کے مقابلے میں مدد طلب کی۔ استغاثہ کہتے ہیں کہ مدد کے لیے کسی کو پکارنا موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا اور بہت شدید ہوگیا۔ قبطی اسرائیلی کو پکڑے ہوئے تھا اور وہ اتنی بات جانتا تھا کہ موسیٰ بنی اسرائیل کی نظر میں محترم ہیں اور موسیٰ علیہ السلام بھی اس کی پاسداری کرتے ہیں اور عام لوگ اتنا ہی جانتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کو ایک اسرائیلی عورت نے دودھ پلایا ہے اس لیے موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیلیوں کا لحاظ رکھتے ہیں۔

آپ نے فرعون کے آدمی سے کہا کہ اس کو چھوڑ دے۔ اس نے کہا کہ ہم تو اس کو اس لیے پکڑ رہے ہیں کہ یہ لکڑیاں اُٹھا کر آپ کے والد کے باورچی خانہ میں پہنچا دے۔ موسیٰ علیہ السلام اس سے جھگڑنے لگے۔ فرعونی بولا اب تو میں نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ لکڑیاں تیرے اوپر لاد کر پہنچاؤں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام قد آور بھی تھے اور بہت زیادہ طاقت ور بھی، آپ نے اس کو ایک ہی مکا مارا وہ مرگیا۔ ''**فوکزہ موسی**''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ''**فلکزہ موسی**'' پڑھا ہے۔ دونوں کا معنی ایک ہی ہے پورے دونوں ہاتھوں سے مارنا۔ بعض نے کہا کہ (وکز) کہا جاتا ہے سینے پر مارنے کو اور (لکز) کہا جاتا ہے پیٹھ پر مارنے کو۔ فراء کا قول ہے ان دونوں کا ایک ہی معنی ہے دور کرنا۔ ابوعبیدہ کا قول ہے (وکز) کا معنی ہے انگلیوں کے سروں سے دھکا دینا۔ بعض تفاسیر میں آیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تراسی کا عقد بنا کر قبطی کے سینے پر ضرب رسید کی۔ ''**فقضی علیہ**'' اور اس کو قتل کردیا اور اس کے کام سے فارغ ہوگئے۔ ہر وہ چیز جس سے فراغت حاصل کی جائے اس کے لیے قضیت علیہ بولا جاتا ہے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ندامت ہوئی کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں کیا تھا، پھر اس کو ریت میں دفن کردیا۔ ''**قال ہذا من عمل الشیطان انہ عدوٌّ مُّضِلٌّ مبین**'' کھلی گمراہی میں ڈال دیتا ہے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۷﴾ فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ سے قصور ہوگیا آپ معاف کر دیجئے سو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا بلاشبہ وہ بڑا غفور رحیم ہے موسیٰ نے (یہ بھی) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار چونکہ آپ نے مجھ پر بڑے بڑے) انعامات فرمائے ہیں سو کبھی میں مجرموں کی مدد نہ کروں گا پھر موسیٰ کو شہر میں صبح ہوئی خوف اور وحشت کی حالت میں

کہ اچانک (دیکھتے کیا ہیں) کہ وہی شخص جس نے کل گذشتہ میں ان سے مدد چاہی تھی وہ پھر ان کو (مدد کے لئے) پکار رہا ہے موسیٰ اس سے فرمانے لگے بیشک تو صریح بدراہ (آدمی) ہے۔

تفسیر ⑯ "قال رب انی ظلمت نفسی" قبطی کو قتل کرنے کی وجہ سے کہ اس کو میرا قتل کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ "فاغفرلی فغفرله انه هو الغفور الرحیم"

⑰ "قال ربّ بما أنعمت علیّ" مغفرۃ کے ساتھ مجھ پر انعام فرما۔ "فلن أکون ظهیرًا" مددگار "للمجرمین" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، المجرمین سے مراد کافرین ہیں۔ یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس بنی اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لیے پکارا تھا وہ کافر تھا۔ مقاتل کا یہی قول ہے۔ قتادہ نے کہا آیت کا معنی یہ ہے کہ آئندہ میں کسی مجرم کا مددگار نہیں بنوں گا۔

⑱ "فاصبح فی المدینة" اس شہر میں جس شہر میں قبطی کو قتل کیا۔ "خائفًا" قبطی کو قتل کرنے کی وجہ سے وہ خوف زدہ تھے۔ "یترقب" وہ مقتول کے وارثوں کی طرف سے انتقام کا اندیشہ کر رہے تھے۔ ترقب کہتے ہیں ناپسندیدہ کام کی انتظار کرنا۔ کلبی کا بیان ہے کہ وہ منتظر تھے کہ ان کو کس وقت گرفتار کیا جائے گا۔

"فاذا الذی استنصره بالامس یستصرخه" اور اگلی صبح کے بعد وہی شخص فریاد کر رہا ہے، مدد مانگ رہا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ لوگ فرعون کے پاس آئے اور کہا کہ بنی اسرائیل نے ہمارا ایک آدمی مار ڈالا، ہمیں حق دلوایئے، فرعون نے کہا کہ قاتل کو تلاش کر واور گواہوں کو پیش کرو، بغیر شہادت کے تو فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، لوگ تلاش میں گھومنے لگے لیکن کوئی یقینی شہادت نہ مل سکی، اتفاقاً دوسرے روز موسیٰ علیہ السلام جا رہے تھے کہ کل والے اسرائیلی کو کسی فرعونی سے لڑتے دیکھا۔ اسرائیلی نے فریاد کی اور فرعونی کے خلاف موسیٰ علیہ السلام سے مدد مانگی۔ موسیٰ علیہ السلام کل کے فعل پر ہی نادم تھے کہ ان کے ہاتھ سے ایک قبطی مارا گیا تھا، اسرائیلی سے کہا تو ہی کج راہ ہے۔ تیری کج راہی کھلی ہوئی ہے، کل ایک شخص کے مارے جانے کا تو ہی سبب بنا اور آج ایک اور آدمی سے لڑ رہا ہے اور مجھ سے مدد مانگ رہا ہے۔ "قال له موسٰی" موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی سے کہا "انک لغوی مبین" بعض نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعونی سے کہا کہ تو کھلی کج روی کا سبب بنا ہے۔ پہلا زیادہ صحیح ہے کہ وہ ایک شخص فرعونی نہیں تھا اسرائیلی تھا۔

فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا. قَالَ یٰمُوْسٰٓی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًام بِالْاَمْسِ. اِنْ تُرِیْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَمَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ⑲ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی. قَالَ یٰمُوْسٰٓی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ⑳ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ㉑ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ㉒

ترجمہ: سو جب موسیٰ نے اس پر ہاتھ بڑھایا جو دونوں کا مخالف تھا وہ اسرائیلی کہنے لگا اے موسیٰ کیا (آج) مجھ کو قتل

کرنا چاہتے ہو جیسا کل ایک (آدمی) قتل کر چکے ہو (معلوم ہوتا ہے کہ) بس تم دنیا میں اپنا زور بٹھلانا چاہتے ہو اور صلح (اور ملاپ) کروانا نہیں چاہتے اور (اس مجمع میں) ایک شخص شہر کے (اس) کنارہ سے) جہاں یہ مشورہ ہو رہا تھا) دوڑے ہوئے آئے (اور) کہنے لگے کہ اے موسیٰ اہل دربار آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کر دیں سو آپ (یہاں سے) چل دیجئے میں آپ کی خیر خواہی کر رہا ہوں پس (یہ سن کر) موسیٰ وہاں سے (کسی طرف کو) نکل گئے خوف اور وحشت کی حالت میں (اور چونکہ راستہ معلوم نہ تھا دعا کے طور پر) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو ان ظالم لوگوں سے بچا لیجئے اور جب موسیٰ مدین کی طرف ہو لئے کہنے لگے کہ امید ہے کہ میرا رب مجھ کو (کسی مقام امن کا) سیدھا راستہ چلا دے گا۔ (چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مدین جا پہنچے۔

تفسیر ⑲ **"فلما أن اراد أن يبطش بالذی هو عدو لهما"** جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی کی کمزوری اور آہ و بکا کو سنا تو اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تاکہ اس کی مدد کروں اور فرعونی کو پکڑیں۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ بڑھتا دیکھ کر خیال کیا کہ موسیٰ علیہ السلام مجھے پکڑنا چاہتے ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ غصہ میں دیکھ ہی چکا تھا اور آپ کا یہ قول **"انک لغوی مبین"** بھی سن چکا تھا۔ **"قال یا موسٰی أترید ان تقتلنی کماقتلت نفسًا بالامس ان ترید"** آپ ارادہ کرتے ہیں۔ **"الا أن تکون جبارًا فی الارض"** شدت غضب کی وجہ سے بڑا قاتل۔

"وما ترید أن تکون من المصلحین" جب قبطی نے اسرائیلی کی بات کو سنا تو اس کو معلوم ہو گیا کہ کل فرعونی کو جس شخص نے قتل کیا تھا وہ یہی ہیں، وہ بھاگتا ہوا فرعون کے پاس پہنچا تاکہ اس کو خبر دے اور فرعون موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیں۔ جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے بھیجا تو انہوں نے تمام راستوں پر فوج بھیج دی۔

⑳ **"وجاء رجل"** موسیٰ علیہ السلام کی جماعت سے **"من اقصی المدینة"** شہر کے آخری حصہ کا رہنے والا اکثر اہل تفسیر نے اس کا نام حزقیل بتایا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا نام شمعون تھا۔ بعض نے کہا کہ اس کا نام سمعان تھا۔ **"یسعی"** وہ چلنے میں تیزی کے ساتھ آیا اور اس نے قریب والا راستہ اختیار کیا۔ یہاں تک کہ وہ ان سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا اور ان کو خبر دی اور کہا کہ آپ فوراً یہاں سے نکل جائیں اور کوئی راستہ اختیار کر لیں۔

"قال یا موسٰی انّ الملأ یاتمرون بک" کہ فرعون کے درباری آپ کو قتل کرنے کا مشورہ کر رہے ہیں۔ **"لیقتلوک"** زجاج کا قول ہے کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ **"فاخرج"** شہر سے نکل جائیے۔ **"انی لک من الناصحین"** نکلنے کا حکم دینے میں خیر خواہ ہوا۔

㉑ **"فخرج منها"** موسیٰ علیہ السلام نے کہا **"خائفًا یترقب"** ٹوہ لگاتے ہوئے نکلے کہ کوئی ان کے پیچھے تو نہیں آ رہا۔ **"قال رب نجنی من القوم الظالمین"** اس سے مراد کافر ہیں۔ قصہ میں آتا ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طلب میں ہر راستے پر سپاہی بھیج دیئے اور کہا کہ تمام راستوں پر چلے جاؤ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کسی راستے سے واقف نہیں۔

22 "ولما توجه تلقاء مدين" جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ زجاج کا قول ہے کہ اس راستے پر چل پڑے جو مدین پر پہنچتا تھا۔ مدین ایک بستی کا نام تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے مدین کے نام پر آباد کی گئی تھی۔ موسیٰ علیہ السلام پیدل نکلے تھے نہ سواری تھی نہ کھانے پینے کا سامان ساتھ تھا، مدین مصر سے آٹھ منزل کے فاصلے پر تھا اور فرعون کی حکومت سے خارج تھا۔

مدین کے سفر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درختوں کے سبز پتے نوش کرنے کا واقعہ

"قال عسى ربي أن يهديني سواء السبيل" مدین کے راستے کا ارادہ کیا تھا لیکن راستے سے واقفیت حاصل نہیں تھی۔ یہ اس وجہ سے کہا کہ وہ مدین جانے کا راستہ پتہ نہیں تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ الفاظ کہے کہ ایک فرشتہ بصورت انسانی ہاتھ میں چھوٹا برچھا لیے نمودار ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کو لے چلا۔ مفسرین نے لکھا کہ موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے نکلے تو کھانے کے لیے آپ کو صرف درختوں کے پتے اور سبزیاں ہی ملیں، انہی کو کھاتے کھاتے آپ کو حاجت بھی سبز ہونے لگی۔ جب مدین پہنچے تو ناخن گر چکے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کی یہ پہلی آزمائش تھی۔

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ط قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ سكتة وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ 23 فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ 24

ترجمہ: اور جب مدین کے پانی (یعنی کنوئی) پر پہنچے تو اس پر (مختلف) آدمیوں کا ایک مجمع دیکھا جو پانی پلا رہے تھے اور ان لوگوں سے ایک طرف (الگ) کو دو عورتیں دیکھیں کہ وہ (اپنی بکریاں) روکے کھڑی ہیں موسیٰ نے (ان سے) پوچھا تمہارا کیا مطلب ہے وہ دونوں بولیں کہ (ہمارا معمول یہ ہے) کہ ہم (اپنے جانوروں کو) اس وقت تک پانی نہیں پلاتیں جب تک کہ یہ چرواہے پانی پلا کر (جانوروں کو ہٹا نہ لے جاویں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں پس (یہ سن کر) موسیٰ نے ان کے لئے پانی (کھینچ کر ان کے جانوروں کو) پلایا پھر (وہاں) سے ہٹ کر سایہ میں جا بیٹھے پھر (جناب باری میں) دعا کی کہ اے میرے پروردگار (اس وقت) جو (نعمت) بھی آپ مجھ کو بھیج دیں میں اس کا (سخت) حاجتمند ہوں۔

موسیٰ علیہ السلام کا حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو کنویں سے پانی پلانے کا واقعہ

تفسیر 23 "ولما ورد ماء مدين" اور یہ ایسا کنواں تھا جس سے وہ اپنے جانوروں کو پانی پلایا کرتے۔ "وجد عليه أمة" اس پر ایک جماعت تھی۔ "من الناس يسقون" جو اپنے جانوروں کو پانی پلاتی تھی۔ "ووجد من دونهم" اس جماعت کے علاوہ دوسرے لوگ تھے۔ "امرأتين تذودان" وہ رُکی ہوئی کھڑی تھیں تاکہ لوگ پانی پلا کر فارغ ہو جائیں اور کنواں فارغ ہو جائے تو وہ

اپنے مویشیوں کو پانی پلائیں۔ حسن کا قول ہے وہ اپنے بھیڑوں کو روکے ہوئے تھے تاکہ ان کی بھیڑیں لوگوں کی بھیڑوں کے ساتھ نہ مل جائیں۔ بعض نے کہا کہ وہ اپنی بکریوں یا بھیڑوں کو روکے ہوئے تھیں تاکہ وہ بھاگ نہ جائیں۔ پہلا قول زیادہ صحیح اور راجح ہے۔

"قال" موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں عورتوں سے کہا "ماخطبکما" تمہارا کیا واقعہ ہے؟ کیا وجہ ہے کہ تم اپنے مویشیوں کو پانی سے روک رہی ہو اور مویشیوں کو لوگوں کے ساتھ پانی کیوں نہیں پلاتی ہو۔ "قالتا لاتسقی" ہم اپنے مویشیوں کو پانی نہیں پلاتیں جب تک "حتی یصدر الرعاء" ابوجعفر اور ابوعمرو اور ابن عامر "یصدر" یاء کے فتحہ دال کے ضمہ کے ساتھ۔ جب تک کہ یہ چرواہے کنویں سے چلے نہ جائیں۔ رعاء جمع راع، جیسے تاجر اور تجار ہیں۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم اس وقت تک اپنے مویشیوں کو پانی نہیں پلاتیں جب تک کہ یہ چرواہے یہاں سے چلے نہ جائیں کیونکہ ہم عورتیں طاقت نہیں رکھتیں کہ ہم اس رش میں پانی پلائیں اور نہ ہی ہمیں اتنی طاقت ہے کہ ہم لوگوں کو ہٹا سکیں تو جب وہ چلے جائیں گے تو بچا کھچا پانی ہم اپنے مویشیوں کو پلا دیں گے۔

"وابونا شیخ کبیر" وہ بوڑھے ہیں اس کی قدرت نہیں رکھتے کہ وہ آ کر ہمارے مویشیوں کو پانی پلا سکیں۔ اس لیے ہم خود ان مویشیوں کو پانی پلانے کے لیے آتی ہیں۔ ان کے والد کے نام کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

مجاہد، ضحاک، سدی، اور حسن کا قول ہے کہ ان کے والد کا نام حضرت شعیب علیہ السلام تھا۔ وہب بن منبہ وسعید بن جبیر رحمہ اللہ کے نزدیک ان کے والد کا نام بیرون بن اُخی شعیب، حضرت شعیب علیہ السلام کی وفات تو اس واقعہ سے پہلے نابینا ہونے کی حالت میں ہو چکی تھی اور آپ کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان دفن کر دیا گیا۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ ایک مرد مؤمن تھا جو حضرت شعیب پر ایمان لے آیا تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں کے کلام کو سنا تو ان دونوں پر رحم آیا، وہاں قریب ہی دوسرے کنویں پر ایک بڑی چٹان تھی جس کو اُٹھانے کی کسی شخص میں طاقت نہیں تھی اس کے پتھر کو اکھاڑ کر الگ کر دیا۔ یہ کنواں پہلے کنویں کے برابر تھا اور اس پتھر کو ایک جماعت اُٹھاتی تھی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ دس آدمی اس کو اُٹھاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ پتھر اکیلے اُٹھا کر ایک طرف کر دیا اور دونوں عورتوں کی بکریوں کو پانی پلایا اور کہا گیا کہ انہوں نے اتنے بڑے ڈول کو اکیلے کھینچا اور ان کے لیے برکت کی دُعا کی۔ اس پانی سے ان کی تمام بکریاں سیر ہو گئیں۔

24 "فسقی لهما ثم تولی الی الظل" پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام شدت گرمی کی وجہ سے درخت کے نیچے سایہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ "فقال ربّ انی لِمَا أنزلت الیّ من خیر" خیر سے مراد کھانا ہے۔ "فقیر" اہل لغت کے نزدیک لام بمعنی الی کے ہے جیسے کہا جاتا ہے "هو فقیر له و فقیر الیه" یعنی آپ میرے لیے خیر نازل فرمائیں جس کا میں سخت حاجت مند ہوں یعنی فقیر محتاج ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت بھوک کی وجہ سے کھانا طلب کیا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایک لقمہ طلب کیا جس سے اپنی کمر سیدھی کر سکیں۔

امام باقر علیہ الرحمۃ نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام اس وقت چھوہارے کے ایک ٹکڑے کے محتاج تھے۔ سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ تحقیق موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ربّ انّی لما انزلت الیّ من

خیر فقیر" اور وہ اپنی مخلوق پر مہربان تھے اور وہ کھجور کے ایک حصہ کے محتاج تھے۔

مجاہد کا قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خیر کا ہی سوال کیا۔ جب وہ دونوں اپنے والد کے پاس پہنچیں، جلدی سے اور لوگ ابھی نہیں پہنچے تھے انہوں نے اپنی بکریوں کو باندھ دیا تو ان دونوں سے پوچھا کہ آج کے دن آپ دونوں جلدی کیسے آ گئیں؟ وہ دونوں کہنے لگیں کہ ہماری آج ایک نیک شخص سے ملاقات ہوئی، اس نے ہم پر رحم کیا اور ہماری بھیڑوں کو پانی پلا دیا۔ انہوں نے ان دونوں میں سے ایک کو بھیجا، کہا کہ اس کو بلا کر لے آؤ۔

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِىْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِىْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ㉕ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِىُّ الْاَمِيْنُ ㉖ قَالَ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَىَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِىْ ثَمٰنِىَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِىْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ㉗

ترجمہ سو موسیٰ کے پاس ایک لڑکی آئی کہ شرماتی ہوئی چلتی تھی (اور آ کر کہنے لگی کہ میرے والد تم کو بلاتے ہیں تا کہ تم کو اس کا صلہ دیں جو تم نے ہماری خاطر (ہمارے جانوروں کو) پانی پلا دیا تھا سو جب ان کے پاس پہنچے اور ان سے تمام حال بیان کیا تو انہوں نے (تسلی کی اور) کہا کہ (اب) اندیشہ نہ کرو تم ظالم لوگوں سے بچ آئے (پھر) ایک لڑکی نے کہا ابا جان! آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ اچھا نوکر وہ شخص ہے جو مضبوط (ہو اور) امانت دار (بھی) ہو وہ (بزرگ موسیٰ علیہ اسلام سے) کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو تمہارے ساتھ بیاہ دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال تک میری نوکری کرو پھر اگر تم دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری طرف سے احسان ہے اور میں (اس معاملہ میں) تم پر کوئی مشقت ڈالنا نہیں چاہتا تم مجھ کو ان شاء اللہ تعالیٰ خوش معاملہ پاؤ گے

تفسیر ㉕ "فجاء ته احداهما تمشي علی استحیاء" حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ عورت بے باک نہیں تھی کہ بے جھجک مردوں میں گھستی پھرتی بلکہ موسیٰ کے پاس دبتی، لجتی، کرتے کی آستین منہ میں ڈالے شرماتی ہوئی آئی۔ "قالت ان ابی یدعوک لیجزیک اجر ما سقیت لنا" ابو حازم سلمہ بن دینار کا بیان ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ بات سنی تو جانے کا ارادہ نہیں کیا لیکن بھوک لگی ہوئی تھی مجبوراً جانا پڑا، عورت آگے آگے چلی اور موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے پیچھے ہوا کے جھونکے سے عورت کی پنڈلی سے کپڑا ہٹ جاتا تھا اور پنڈلی کھل جاتی تھی، موسیٰ علیہ السلام کو یہ بات بری محسوس ہوئی، آپ نے عورت سے کہا کہ تم میرے پیچھے چلو، اگر راستے سے ہٹ جاؤں تو بتلا دینا، عورت نے ایسا ہی کیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو اس وقت شام کے کھانے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا جوان بیٹھو اور کھانا

کھاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ شعیب علیہ السلام نے کہا کیوں کیا بھوک نہیں لگی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیوں نہیں مگر مجھے اندیشہ ہے کہ یہ کھانا اس نیکی کی مزدوری ہو جو میں نے عورتوں کے مویشیوں کو پانی پلانے کی شکل میں کی تھی اور میں ایسے خاندان کا فرد ہوں جو آخرت والے اعمال میں سے کسی عمل کے کرنے سے دنیا میں اس کا بدلہ نہیں طلب کرتے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا نہیں جوان، بخدا یہ بات نہیں ہے بلکہ میرے اور میرے باپ دادا کا معمول ہی یہ ہے کہ ہم مہمان کی میز بانی کرتے اور کھانا کھلاتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام بیٹھ کر کھانے لگے۔

”**فلما جاء ہ وقص علیہ القصص**“ جو پورا واقعہ ان کے ساتھ پیش آیا تھا وہ سارا بیان کر دیا۔ قبطی کا قتل ہونا، پھر فرعون کا ان کے قتل کے درپے ہونا۔ ”**قال لاتخف نجوت من القوم الظالمین**“ فرعون اور اس کی قوم۔ یہ اس وجہ سے فرمایا کہ فرعون کی حکومت اہل مدین پر نہیں تھی۔

㉖ ”**قالت احداھما یا ابت استاجرہ**“ ان کو اجیر رکھ دیں تا کہ یہ ہمارے مویشیوں کو چرائے۔ ”**ان خیر من استاجرت القوی الامین**“ یعنی جس کو آپ کام پر رکھیں اس کا کام پورا کرنے کی طاقت رکھنا اور امانت دار ہونا ضروری ہے، اس لڑکی سے اس کے باپ نے پوچھا تجھے اس کی قوت وامانت کا حال کیسے معلوم ہوا؟ لڑکی نے کہا کنویں کے منہ سے اتنا بھاری پتھر اُٹھا دیا جس کو دس آدمیوں سے کم (یا چالیس سے کم) نہیں اُٹھاتے یہ تو اس کی طاقت ہے اور امین ہونے کا یہ ثبوت ہے کہ اس نے مجھ سے پیچھے پیچھے رہنے کو کہا تھا تا کہ ہوا کی وجہ سے میری کھلی پنڈلی پر اس کی نظر نہ پڑے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں کے نام کے متعلق مختلف اقوال

㉗ ”قال“ ان کے پاس حضرت شعیب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”**انی ارید أن انکحک احدی ابنتی ھاتین**“ ان دونوں میں سے ایک کا نام صفوراء ہے اور دوسری کا نام لیّا ہے۔ شعیب جبائی کا قول یہی ہے۔ ابن اسحاق نے صفورہ اور شرقا نام ذکر کیے ہیں۔ بعض نے کہا کہ بڑی صفراء اور چھوٹی صفیراء تھی۔ بعض نے کہا کہ بڑی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نکاح میں آئی اور اکثر مفسرین کے نزدیک چھوٹی کے ساتھ آپ علیہ السلام کا نکاح ہوا اور اس کا نام صفوراء تھا۔ یہ وہ عورت تھیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گھر بلانے کے لیے گئی تھیں۔ ”**علی أن تاجرنی ثمانی حجج**“ یہ کہ آپ آٹھ سال ہماری ملازمت کریں۔ فراء کا قول ہے کہ نکاح کے عوض تم آٹھ سال میرا کام کرو یعنی اس نکاح کے عوض آٹھ سال تم میری بکریاں چراؤ۔

حجج سالوں کو کہتے ہیں اور اس کا واحد حجۃ ہے۔ ”**فان اتممت عشرًا فمن عندک**“ اور اگر تم اس کے بعد دس سال پورے کر دو گے تو یہ تمہاری طرف سے تبرع (حسن سلوک) ہوگا۔ البتہ یہ دو سال آپ پر لازم نہیں۔ ”**وما ارید أن اشق علیک**“ اور تم پر دس سال پورے کرنا لازم نہیں مگر یہ کہ وہ تبرع ہے۔ ”**ستجدنی ان شاء اللہ من الصالحین**“ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یعنی حق صحبت کی نگہداشت اور قول کے وفا میں تم مجھے صالح پاؤ گے۔

قَالَ ذٰلِکَ بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ ط اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ ط وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْلٌ ㉘

ترجمہ: موسیٰ (علیہ السلام رضامند ہو گئے اور) کہنے لگے کہ (بس تو) یہ بات میرے اور آپ کے درمیان (پکی) ہو چکی ان دونوں مدتوں میں سے جس (مدت) کو بھی پورا کر دوں مجھ پر کوئی جبر نہ ہوگا اور ہم جو (معاملہ کی) بات چیت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا گواہ (کافی) ہے۔

بکریاں چرانے کو نکاح کا مہر مقرر کرنا

تفسیر: ㉘ "قال" موسیٰ علیہ السلام نے کہا "ذلک بینی و بینک" یہ ہمارے اور آپ کے درمیان معاملہ طے پایا، وہ ٹھیک ہے جو حق آپ نے مقرر کیا ہے وہ میں ادا کروں گا اور جو میرا حق آپ نے مقرر کیا ہے وہ آپ ادا کریں۔ پھر فرمایا "ایما الاجلین قضیت" ما صلہ ہے یعنی پورا کرنا۔ ان دونوں مدتوں میں سے کوئی ایک پوری کر دوں۔ "فلاعدوان علیّ" جب یہ مدت پوری ہو جائے تو اس سے زائد مدت کام کرنے پر مجھے مجبور نہ کریں۔ "واللہ علی ما نقول وکیل" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مقاتل کا بیان ہے وہ ہمارے درمیان گواہ ہے اور بعض نے کہا کہ وہ ہماری حفاظت کرنے والا ہے۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے اہل الحیرہ سے پوچھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں مدتوں میں سے کون سی مدت پوری کی؟ انہوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ حبر العرب کے پاس جو عرب کے بڑے عالم ہیں ان سے پوچھ کر بتاؤں گا، ان کے پاس آئے اور اس سے اس کے متعلق پوچھا تو وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تھے اور اس کے بارے میں پوچھا تو فرمایا انہوں نے اکثر مدت اچھی طرح پوری کی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب کسی سے پوچھا جائے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی دونوں مدتوں سے، کونسی مدت پوری کی تو تم ان کے بارے میں بہتر بات کہو اور ان کو اس بات سے بری کر دے اور جب تم سے پوچھا جائے کہ ان دونوں عورتوں میں سے کون سی عورت نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکاح کیا تو کہنا کہ ان میں سے چھوٹی نے نکاح کیا، یہ وہی تھیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گھر بلانے کے لیے گئی تھیں اور کہا تھا "یا ابت استاجرہ" تو انہوں نے ان کی شادی چھوٹی بہن سے کر دی تھی اور اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔ وہب کا قول ہے کہ بڑی سے شادی ہوئی تھی۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاٹھی عطا کرنا

حضرت شداد بن اوس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شعیب علیہ السلام اتنا روئے کہ بینائی جاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ بینائی عطا فرمائی، پھر بھی اتنا روئے کہ آنکھیں جاتی رہیں۔ اللہ نے پھر بینائی عطا کر دی اور فرمایا کہ اس رونے کی کیا وجہ ہے؟ کیا جنت کے شوق میں روتے ہو یا دوزخ کے خوف سے؟ شعیب علیہ السلام نے عرض کیا نہیں اے میرے رب! بلکہ تیرے دیدار کے شوق میں روتا ہوں، اللہ نے وحی بھیجی کہ اگر یہ بات ہے تو میرا دیدار تم کو مبارک ہو۔ اے شعیب! میں نے تمہارے کام کے لیے موسیٰ علیہ السلام کو تمہارا خادم بنا دیا ہے۔

لاٹھی کہاں سے آئی تھی

سدی کا بیان ہے کہ ایک فرشتہ نے آدمی کی شکل میں آکر وہ لاٹھی حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس امان رکھی تھی۔ جب حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی لڑکی کو لاٹھی لانے کا حکم دیا تو لڑکی وہی لاٹھی اُٹھالائی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: یہ لاٹھی واپس لے جاؤ، دوسری لاکر دو۔ لڑکی نے وہ لاٹھی لے جا کر ہاتھ سے ڈال دی اور دوسری اُٹھانی چاہی مگر سوائے اس کے اور کوئی لاٹھی ہاتھ میں نہ آئی۔ آخر اسی کو اُٹھالائی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے پھر واپس کردی۔ یہ لوٹنا پھیرنا تین مرتبہ ہوئی۔ بالآخر حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہی لاٹھی دے دی اور آپ اس کو لے کر چلے آئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو اس کے بعد پشیمانی ہوئی اور آپ نے کہا: وہ تو ایک شخص کی امانت تھی، میں نے یہ کیا حرکت کی؟ یہ خیال آتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے گئے اور ان سے لاٹھی واپسی مانگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دینے سے انکار کردیا کہ یہ لاٹھی تو میری ہو چکی۔ دونوں میں اختلاف ہوا، آخر دونوں اس بات پر راضی ہوگئے کہ جو شخص بھی سامنے سے آئے گا اس کے فیصلہ کی ہم دونوں پابندی کریں گے۔ ایک فرشتہ بصورت انسانی سامنے سے آیا۔ اس شخص نے فیصلہ کیا کہ اس لاٹھی کو زمین پر پھینک دو پھر جو اُٹھالے لاٹھی اسی کی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی زمین پر ڈال دی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اس کو (اُٹھا) لینے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اُٹھالیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے وہ لاٹھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چھوڑ دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کچھ بکریاں عنایت کرنا

اس کے بعد جب موسیٰ علیہ السلام نے مدت مقررہ پوری کردی اور حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی لڑکی ان کو دے دی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بی بی سے کہا کہ تم اپنے والد سے کہو کہ کچھ بکریاں ہم کو دے دیں۔ بیوی نے جا کر اپنے باپ سے بکریاں طلب کیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: اس سال جو دورنگا بچہ ہوگا وہ تم دونوں کا ہوگا۔ حضرت شعیب موسیٰ علیہ السلام کو حسن خدمات کا بدلہ دینا چاہتے تھے اور اپنی لڑکی پر بتقاضاء خون مرحمت کرنے کے خواہش مند تھے، اسی لیے اپنی لڑکی سے فرمایا: اس سال جو نر مادہ چت کبریٰ (ابلق دورنگے) بچے پیدا ہوں گے وہ میں نے تم کو دیئے۔ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو خواب میں بتادیا کہ بکریوں کے پانی پینے کی جگہ پر لاٹھی ماریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیدار ہوکر پانی میں لاٹھی ماری، پھر بکریوں کو وہی پانی پلایا جس جس بکری نے وہ پانی پیا اس کا بچہ ابلق ہی پیدا ہوا۔ حضرت شعیب علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ خداداد نصیب ہے، اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ رزق بھیجا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنا قول پورا کیا (اور سب ابلق بچے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دے دیئے)۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ㉙ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ

شَاطِیءِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ⑳

ترجمہ: غرض جب موسیٰ اس مدت کو پورا کر چکے اور (باجازت شعیبؑ کے) اپنی بی بی کو لے کر (مصر یا شام) کو روانہ ہوئے تو ان کو کوہ طور کی طرف سے ایک (روشنی بشکل) آگ دکھلائی دی انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم (یہاں ہی) ٹھہرے رہو میں نے ایک آگ دیکھی ہے (میں وہاں جاتا ہوں) شاید میں تمہارے پاس وہاں سے (رستہ کی) کچھ خبر لاؤں یا کوئی آگ کا (دہکتا ہوا) انگارا لے آؤں تاکہ تم سینک لو سو وہ جب اس آگ کے پاس پہنچے تو ان کو اس میدان کی داہنی جانب سے (جو کہ موسیٰ علیہ السلام کی داہنی جانب تھا) اس مبارک مقام میں ایک درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں اللہ رب العالمین ہوں۔

تفسیر ㉙ "فلما قضٰی موسٰی الاجل" جب موسیٰ علیہ السلام نے مقررہ مدت پوری کی اور اپنی مزدوری سے فارغ ہوگئے "وسار باهله" مجاہد کا بیان ہے کہ جب وہ مدت پوری ہوگئی تو اس کے بعد اپنے سسر کے پاس دس سال اور قیام پذیر رہے۔ کل بیس سال رہے۔ اس کے بعد مصر کو واپس جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اجازت دے دی اور آپ روانہ ہوگئے۔

"انس" انہوں نے دیکھا "من جانب الطور نارًا" اور رات تاریک تھی اور سردیوں کی راتیں تھیں، شدید سردی تھی۔

"قال لاهله امكثوا انى انست نارًا لعلى آتيكم منها بخبر" تاکہ راستہ معلوم کر آؤں کیونکہ وہ راستہ بھول چکے تھے۔

"او جذوة من النار" کوئی آگ کا ٹکڑا یا آگ کا شعلہ اس میں تینوں لغات درست ہیں۔ "جَذْوَةٍ" جیم کے فتحہ کے ساتھ حمزہ نے "جُذْوَةٍ" پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے "جِذْوَةٍ" جیم کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

قتادہ اور مقاتل کا بیان ہے کہ جذوۃ اس جلتی ہوئی لکڑی کو کہتے ہیں جس کا کچھ حصہ جل چکا ہو اس کی جمع جذیٰ آتی ہے۔

"لعلكم تصطلون" تاکہ تم اس سے گرمی حاصل کرسکو۔

⑳ "فلما أتاها نودى من شاطئ الوادى الايمن" اس وادی کی جانب جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دائیں جانب تھی۔

"فى البقعة المباركة" موسیٰ علیہ السلام کے لیے بڑی مبارک جگہ ہے۔ یہیں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اللہ نے کلام کیا اور اسی جگہ پیغمبری عطا فرمائی۔ عطاء کا قول ہے کہ مبارکہ سے مراد ہے مقدس "من الشجرة" درخت وادی کے کنارے پر۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا یہ ایک سرسبز درخت تھا جو چمک رہا تھا۔ قتادہ، کلبی اور مقاتل کا بیان ہے کہ یہ عوسجہ کا درخت تھا۔ وہب کا بیان ہے کہ یہ علیق کا درخت تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ عذب کا درخت تھا۔ "أن يا موسٰى انى انا الله رب العالمين"

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰۤی اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ㉛ اُسْلُكْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ وَّاضْمُمْ اِلَیْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا

قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٣٢﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿٣٣﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿٣٤﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا بِاٰيٰتِنَآ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿٣٥﴾

ترجمہ اور یہ (بھی آواز آئی) کہ تم اپنا عصا ڈال دو سوانہوں نے جب اس کو لہراتا ہوا دیکھا جیسا پتلا سانپ (تیز) ہوتا ہے تو پشت پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (حکم ہوا کہ) اے موسیٰ (علیہ السلام) آگے آؤ اور ڈرو مت تم (ہر طرح) امن میں ہو تم اپنا ہاتھ گریبان کے اندر ڈالو (اور پھر نکالو) وہ بلا کسی مرض کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا اور خوف (رفع کرنے) کے واسطے اپنا (وہ) ہاتھ (پھر) اپنے (گریبان اور بغل) سے (بدستور سابق) ملا لینا سو یہ (تمہاری نبوت کی) دو سندیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس جانے کے واسطے (جس کا تم کو حکم کیا جاتا ہے کیونکہ) وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں نے ان میں سے ایک آدمی کا خون کر دیا تھا سو مجھ کو اندیشہ ہے کہ (کہیں اول ہی وہلہ میں) وہ لوگ مجھ کو قتل کر دیں اور میرے بھائی ہارونؑ کی زبان مجھ سے زیادہ رواں ہے تو ان کو بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ رسالت دید یجئے کہ وہ میری (تقریر کی تائید اور) تصدیق کریں گے کیونکہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ لوگ (یعنی فرعون اور اس کے درباری میری تکذیب کریں ارشاد ہوا کہ (بہتر ہے) ہم ابھی تمہارے بھائی کو تمہارا قوت بازو بنائے دیتے ہیں (ایک درخواست تو یہ منظور ہوئی) اور ہم تم دونوں کو ایک خاص شوکت (وہیبت) عطا کرتے ہیں جس سے ان لوگوں کو تم پر دسترس نہ ہوگی (پس) ہمارے معجزے لے کر جاؤ تم دونوں اور جو تمہارے پیرو کار ہوگا (ان لوگوں پر) غالب رہو گے۔

تفسیر ﴿٣١﴾ "وأن الق عصاک فلما راھا تھتز" وہ حرکت میں آ گیا۔ "کانھا جان" گویا کہ وہ چھوٹا سا سانپ ہے جو سریع الحرکت ہے۔ "ولّی مدبرًا" اس سے خوف کھا کر بھاگ گئے۔ "ولم یعقب" وہ نہیں لوٹے یہاں تک کہ ان کو آواز دی گئی۔ "یا موسٰی اقبل ولا تخف انک من الامنین"

﴿٣٢﴾ "اسلک" داخل کیجئے۔ "یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء" بغیر کسی بیماری کے یعنی کوئی برص وغیرہ کی بیماری نہیں ہوگی اور وہ چمکتا ہوئے سورج کی طرح ہوگا۔ "واضمم الیک جناحک من الرھب" اہل کوفہ شام نے راء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور ھاء کے سکون کے ساتھ اور راء کے فتحہ کے ساتھ حفص رحمہ اللہ نے پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے ان دونوں کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ ان تمام لغات میں اس کا معنی خوف ہی آتا ہے۔ یہ ایک نشانی ہے۔ جب آپ اپنے بازو کی چمک دیکھیں اور اس کو واپس اپنی حالت پر جب لانا چاہیں تو دوبارہ بغل میں داخل کیجئے تو وہ اپنی حالت پر آ جائے گا۔ جناح کا لفظ پورے ہاتھ پر بولا جاتا ہے۔

بعض نے کہا کہ اس کا معنی بازو ہے۔ عطاء نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنا ہاتھ اپنے سے ملالو تا کہ خوف دور ہو جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا موسیٰ کے بعد جو خوف زدہ آدمی بھی اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیتا ہے اس کا ڈر جاتا رہتا ہے۔ مجاہد کا بیان ہے کہ جو شخص بھی اپنے دونوں جناح اپنے بدن سے ملالے گا اس کا خوف دور ہو جائے گا اور جناح پورا ہاتھ ہے۔ بعض نے کہا ضم جناح سے بطور استعارہ مراد ہے سکون ثبات، استقامت اور جرأت، پرندہ خوف کے وقت اپنے دونوں بازو پھیلا دیتا ہے اور امن و اطمینان کے وقت سمیٹے رکھتا ہے۔ "واخفض لهما جناح الذل من الرحمة" اس سے مراد نرمی ہے اور ان کا فرمان "واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنين" ان کے ساتھ نرمی اختیار کرو اور ان کے لیے پہلو جھکالو۔ فراء کا قول ہے کہ جناح سے مراد عصا ہے یعنی اپنی لاٹھی کو اپنے پاس جمع کر لو۔ بعض اہل لغت نے کہا قبائل حمیر کے محاورہ میں وہب کا معنی آستین ہے۔ اصمعی کا بیان ہے کہ میں نے بعض عربوں سے سنا "اعطنی مافی رھبک" جو کچھ تمہاری آستین میں ہے مجھے دے دو۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آستین سے ہاتھ نکال کر اپنے بدن سے چمٹا لو کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت آستین میں ہاتھ ڈالے اور ہاتھ میں لاٹھی پکڑے ہوئے تھے۔ "فذانک" یہ دونوں نشانیاں عصا اور ید بیضا۔ "برھانان" دونوں نشانیاں ہیں۔ "من ربک الی فرعون وملائه انهم کانوا قومًا فاسقين"

㉝ "قال ربّ انی قتلت منهم نفسا فاخاف ان يقتلون"

㉞ "وأخی هارون هو افصح منی لسانًا" یہ اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ بچپن میں انہوں نے جلتا ہوا انگارہ منہ میں رکھ لیا تھا۔ "فارسله معی ردءً" بمعنی مددگار۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "ردآته ای اعنتهٗ" میں نے اس کی مدد کی "ردءً" دال کے فتحہ کے ساتھ تخفیف کے ساتھ۔ باقی قراء نے دال کے سکون کے ساتھ۔ "يصدقنی" ابن عمر، عامر اور حمزہ نے رفع کے ساتھ قاف پر حال ہونے کی وجہ سے اور دوسرے قراء نے مجزوم پڑھا ہے۔ جواب الدعا ہے حضرت ہارون علیہ السلام کی تمام باتوں میں تصدیق کی۔ مقاتل کا بیان ہے کہ "يصدقنی" کی ضمیر فرعون کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو میرے ساتھ ہارون کو پیغمبر بنا کر بھیج دے گا۔ "انی اخاف أن يكذبون" یعنی فرعون اور اس کی قوم۔

㉟ "قال سنشد عضدک بأخیک" اور ہم آپ کو مضبوط کریں گے۔ آپ کے بھائی کے ساتھ اور اس وقت آپ کے بھائی ہارون مصر میں تھے۔ "ونجعل لكما سلطانًا" حجت اور برہان۔ "فلا يصلون اليكما بآياتنا" فرعون اور اس کی قوم والے تم دونوں کو ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔ بعض نے کہا کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے، تقدیری عبارت یوں ہے "ونجعل لكما سلطانًا بآياتنا بما نعطيكما من المعجزات فلا يصلون اليكما" ...... "انتما ومن اتبعكما الغالبون" فرعون اور اس کی قوم والے تم دونوں کو ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔

فَلَمَّا جَآءَهُم مُّوسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ㊱ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ

الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾

(ترجمہ) غرض جب ان لوگوں کے پاس موسیٰ (علیہ السلام) ہماری صریح دلیلیں لے کر آئے تو ان لوگوں نے (معجزات دیکھ کر) کہا کہ یہ تو محض) ایک جادو ہے کہ (خواہ مخواہ) خداتعالیٰ پر افترا کیا جاتا ہے اور ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سنی کہ ہمارے اگلے باپ دادوں کے وقت میں بھی ہوئی ہو اور موسیٰ (علیہ السلام) نے (اس کے جواب میں فرمایا کہ میرا پروردگار اس شخص کو خوب جانتا ہے جو صحیح دین اس کے پاس سے لے کر آیا ہے اور جس کا انجام اس عالم سے اچھا ہونے والا ہے (اور) بالیقین ظالم لوگ کبھی فلاح نہ پاویں گے اور (دلائل موسویہ دیکھ سن کر) فرعون کہنے لگا کہ اے اہل دربار مجھ کو تو تمہارا اپنے سوا کوئی خدا معلوم نہیں ہوتا تو اے ہامان تم ہمارے لئے مٹی (کی اینٹیں بنوا کر ان) کو آگ میں (پزاوہ لگا کر) پکواؤ پھر ان پختہ اینٹوں سے) میرے واسطے ایک بلند عمارت بنواؤ تاکہ میں) (اس پر چڑھ کر) موسیٰ کے خدا کو دیکھوں بھالوں اور میں تو (اس دعویٰ میں کہ میرے سوا کوئی اور خدا ہے) موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں اور فرعون اور اس کے تابعین نے ناحق دنیا میں سر اٹھا رکھا تھا اور یوں سمجھ رہے تھے کہ ان کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا نہیں ہے۔

(تفسیر) ⑯ "**فلما جاء هم موسٰی بایاتنا بینات**" واضح دلائل۔ "**قالوا ما هذا الا سحرٌ مفتری**" گھڑا ہوا تراشیدہ "**وما سمعنا بهذا**" جس کو تم پکارتے ہو۔ "**فی آباء نا الاوّلین**"

⑰ "**وقال موسٰی**" مکی نے بغیر واؤ کے پڑھا ہے۔ اسی طرح ان کے مصاحف میں بھی مذکور ہے۔ "**ربی اعلم بمن جاء بالهدیٰ من عنده**" وہی جانتا ہے کہ میں حق پر ہوں اور تم لوگ باطل پرست۔ "**ومن تکون له عاقبة الدار**" آخرت میں اچھا گھر۔ "**انه لایفلح الظالمون**" ظالم سے مراد کافر ہیں۔

⑱ "**وقال فرعون یایها الملاء ما علمت لکم من الله غیری فاوقدلی یا هامان علی الطین**" اس مٹی کی میرے لیے اینٹیں بنوا۔ بعض نے کہا کہ سب سے پہلے جس نے اینٹیں پکوائیں وہ فرعون ہی تھا۔ "**فاجعل لی صرحًا**" بلند محل اور بعض نے کہا کہ منارہ تیار کروائیں۔ اہل تفسیر کا قول ہے کہ جب فرعون نے حکم دیا اپنے وزیر ہامان کو کہ میرے لیے محل تیار کرو، ہامان نے بکثرت راجوں اور مزدوروں کو جمع کیا یہاں تک کہ مزدوروں کے علاوہ پچاس ہزار معمار اکٹھے ہوگئے، اینٹیں پکانے والے چونہ تیار کرنے والے، لکڑی کا کام کرنے والے، کیلیں بنانے والے اور دوسرے کارگزاران کے علاوہ تھے۔ چنانچہ سب نے مل کر اتنی مضبوط اور اونچی عمارت بنادی کہ کسی شخص کی عمارت اتنی اونچی نہیں بنی تھی، اللہ ان لوگوں کی آزمائش کرنا چاہتا تھا، عمارت سے فارغ ہو کر فرعون اور اس کے ساتھی اوپر چڑھ گئے۔ فرعون نے اوپر پہنچ کر تیر اندازوں کو حکم دیا کہ اوپر کی طرف تیر برسائیں۔ تیر اندازوں

نے اوپر کی طرف تیر پھینکے تو تیر خون آلود ہو کر واپس لوٹے، فرعون بولا میں نے موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو قتل کر دیا۔ (نعوذ باللہ) فرعون کو خچر پر سوار کر کے اوپر چڑھایا گیا تھا، اللہ نے غروب آفتاب کے وقت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا، جبرئیل علیہ السلام نے اپنا ایک پر خچر پر مار کر اس کے تین ٹکڑے کر دیئے، ایک ٹکڑا فرعون کے لشکر میں گرا جس سے لاکھوں آدمی مارے گئے، ایک ٹکڑا سمندر میں جا کر گرا اور ایک ٹکڑا مغرب میں جن جن لوگوں نے عمارت بنانے میں کچھ بھی کام کیا تھا سب ہی ہلاک ہو گئے۔ **لعلی اطلع الی اللہ موسٰی**" اس کی طرف نظر کریں کہ وہ کیسے ہے۔ "**وانی لاظنہ**" موسیٰ علیہ السلام "**من الکاذبین**" ان کے گمان کے مطابق زمین میں سچے نہیں یعنی اس کا دعویٰ جھوٹا کہ آسمان وزمین میں ایک خالق ہے اور یہ اس کا رسول ہے۔

㊴ "**واستکبر ھو وجنودہ فی الارض بغیر الحق وظنوا أنھم الینا لایرجعون**" نافع، حمزہ، کسائی، یعقوب نے یاء پر فتحہ پڑھا ہے اور جیم کے کسرہ کے ساتھ اور باقی قراء نے یاء کے ضمہ کے ساتھ اور جیم کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ. فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًی وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَآ اِلٰی مُوْسَی الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَیْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِیًا فِیْٓ اَهْلِ مَدْیَنَ تَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمہ: تو ہم نے (تکبر کی سزا میں) اس کو اور اس کے تابعین کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا (یعنی غرق کر دیا) سو دیکھئے ظالموں کا کیا انجام ہوا اور ہم نے ان لوگوں کو ایسا رئیس بنایا تھا جو (لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے رہے اور (اسی واسطے) قیامت کے روز ایسے بیکس رہ جاویں گے کہ) کوئی ان کا ساتھ نہ دے گا اور (یہ لوگ دونوں عالم میں مبتلائے خسران ہوئے چنانچہ) دنیا میں بھی ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن بھی وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اگلی امتوں (یعنی قوم نوح وعاد وثمود) کے ہلاک کے پیچھے کتاب (یعنی توریت) دی تھی جو لوگوں کے (یعنی بنی اسرائیل کے) لئے دانشمندیوں کا سبب اور ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ (اس سے) نصیحت حاصل کریں اور آپ (طور کی) مغربی جانب میں موجود نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو احکام دیئے تھے اور (وہاں خاص تو کیا موجود ہوتے) آپ (تو) ان لوگوں میں سے (بھی) نہ تھے جو (اس زمانہ میں) موجود تھے (لیکن بات یہ ہے کہ) ہم نے (موسیٰ کے بعد) بہت سی نسلیں پیدا کیں پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا اور آپ اہل مدین بھی قیام پذیر نہ تھے کہ آپ (وہاں کے حالات دیکھ کر ان حالات کے متعلق) ہماری

آیتیں ان لوگوں کو پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہوں (لیکن ہم ہی (آپ کو) رسول بنانے والے ہیں۔

تفسیر ⑩ "فاخذناہ وجنودہ فنبذناهم" پس ہم نے ان کوڈال دیا۔ "فی الیم فانظر کیف کان عاقبة الظالمین"

⑪ "وجعلناهم أئمة" ان کے پیشوا اور رئیس "یدعون الی النار ویوم القیامة لا ینصرون" ان سے عذاب کو کوئی بھی روک نہیں سکے گا۔

⑫ "واتبعنا هم فی هذه الدنیا لعنةً" رسوائی اور عذاب۔ "ویوم القیامة هم من المقبوحین" ملعونین سے دور، ابوعبیدہ کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے ہلاکت والے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے چہرے کالے ہوں گے، آنکھیں ان کی نیلی ہوں گی، عرب کہتے ہیں، قبحہ اللہ، اللہ نے اس کی صورت بگاڑ دی اور ہر بھلائی سے اگر کسی کو دور کر دیا گیا ہو تو عرب کہتے ہیں "قبحة، قبحا و قبوحًا" جب وہ ہر بھلائی اور خیر سے دور ہو۔

⑬ "ولقد اٰتینا موسٰی الکتاب من بعد ما اهلکنا القرون الاولٰی" اس سے مراد قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور اس کے علاوہ جو موسیٰ علیہ السلام سے پہلے آئیں۔ "بصائر للناس" تاکہ وہ اس کتاب کو دیکھیں اور اس سے ہدایت حاصل کریں۔ "وهدًی" گمراہی سے ہدایت جو اس پر عمل کرے۔ "ورحمة" جو اس پر عمل کرے گا اور اس پر ایمان لائے گا۔ "لعلهم یتذکرون" جو کچھ اس میں نصائح ہیں ان پر خوب غور و فکر کر۔

⑭ "وما کنت" اے محمد! "بجانب الغربی" مغرب کی جانب پہاڑی۔ یہی قتادہ اور سدی کا قول ہے۔ کلبی کا بیان ہے غرب کی جانب وادی میں، ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے اس سے مراد موسیٰ علیہ السلام کا اپنے رب سے مناجات کرنا ہے۔ "اذ قضینا الی موسٰی الامر" یعنی ہم نے ان کی طرف عہد کیا اور ہم نے ان کو فرعون کی طرف رسالت کا پیغام دے کر بھیجا اور اس کی قوم کی طرف۔ "وما کنت من الشاهدین"

⑮ "ولکنا انشأنا قرونًا" ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد اُمم کو پیدا کیا۔ "فتطاول علیهم العمر" اس پر مہلت طویل ہوگئی، اللہ تعالیٰ کے عہد کو بھول گئے اور اس کے حکم کو بھول گئے اور کیونکہ اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عہد کیا اور ان کی قوم سے عہد کیا کہ اگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پالیں گے تو ان پر ایمان لے آئیں گے لیکن جب ان کی عمریں طویل ہوگئیں، ان کے بعد دوسرے زمانے والے لوگ آ گئے تو یہ اپنا عہد بھول گئے اور اس کو پورا کرنے سے ہٹ گئے۔ "وما کنت ثاویا" اور وہ قیام کرنے والے نہیں تھے۔ "فی اهل مدین" حضرت شعیب علیہ السلام کے ملک میں تھے کہ وہاں آپ ہماری آیات کو پڑھ پڑھ کر سنا رہے تھے۔ "تتلوا علیهم آیاتنا" تمہیں وعد اور وعید یاد دلاتے تھے۔ مقاتل نے کہا کہ تم اہل مدین میں موجود نہ تھے کہ ان کی خبر اہل مکہ کو پڑھ کر سنا رہے ہو۔

"ولکنا کنا مرسلین" ہم نے آپ کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جس میں پہلی قوموں کی خبریں موجود تھیں تو آپ ان پر پڑھیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو تم ان کے واقعات ان لوگوں کو نہ سنا سکتے۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ أَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَآ أَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ أُوْتِيَ مِثْلَ مَآ أُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ أَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ أُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۟ وَقَالُوْٓا إِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمہ اور (اسی طرح) آپ طور کی جانب (مغربی مذکور) میں اس وقت (بھی) موجود تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو پکارا تھا (لیکن اس کا علم بھی اسی طرح حاصل ہوا کہ آپ اپنے رب کی رحمت سے نبی بنا لئے گئے تا کہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نبی) آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا (نبی) نہیں آیا کیا عجب ہے کہ نصیحت قبول کریں اور ہم رسول نہ بھی بھیجتے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان پر ان کے کرداروں کے سبب (جو کہ عقلاً قبیح ہیں) کوئی مصیبت (دنیا میں یا آخرت میں) نازل ہوتی تو یہ کہنے لگتے کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا تا کہ ہم آپ کے احکام کا اتباع کرتے اور (ان احکام اور رسول پر) ایمان لانے والوں میں ہوتے سو جب ہماری طرف سے ان لوگوں کے پاس امر حق پہنچا (تو اس میں شبہ نکالنے کے لئے یوں) کہنے لگے کہ ان کو ایسی کتاب کیوں نہ ملی۔ جیسی موسیٰ (علیہ السلام) کو ملی تھی کیا جو کتاب موسیٰ کو ملی تھی اس کے قبل یہ لوگ اس کے منکر نہیں ہوئے یہ لوگ تو یوں کہتے ہیں کہ دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کے موافق ہیں اور یوں بھی کہتے ہیں کہ ہم دونوں میں سے کسی کو نہیں مانتے۔

تفسیر ﴿۴۶﴾ **"وما كنت بجانب الطور"** اور نہ ہی آپ اس وقت کوہ طور پر موجود تھے کہ آپ نے ان کا کلام سنا ہے۔ **"اذ نادينا"** کہا گیا ہے کہ جب ان کو آواز دی کہ کتاب کو مضبوطی سے تھام لو۔ وہب کا بیان ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرا دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم ہرگز وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ اگر تم چاہو تو میں ان کی اُمت کو پکاروں اور ان کی آواز تم کو سنا دوں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا بہت خوب، اللہ نے فرمایا، اے اُمت محمد! اُمت والوں نے اپنے باپوں کی پشت میں لبیک کہا۔

ابوزرعہ، عمرو بن جریر کا قول ہے کہ اللہ نے ندا دی، اے اُمت محمد! اس کے کہ تم مجھ سے دُعا کرو، میں نے تمہاری دُعا قبول کر لی اور مانگنے سے پہلے تم کو دے دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ نے فرمایا، اے اُمت محمد! لوگوں نے باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے رحموں سے جواب دیا: **"لبيك اللهم لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لك لاشريك لك"** اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے اُمت محمد! میری رحمت، میرے غضب سے اور میری معافی میرے عذاب سے آگے ہے، میں نے مانگنے سے پہلے تم

کو دے دیا اور دُعا کرنے سے پہلے تمہاری دُعا قبول کرلی اور گناہ کرنے سے پہلے تمہاری مغفرت کردی جو شخص قیامت کے دن یہ گواہی لے کر آئے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے بندے اور رسول ہیں، وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگوں سے بھی زیادہ ہوں۔ "ولکن رحمة من ربک" لیکن ہم نے تمہارے اوپر رحمت کی، تجھے اپنا محبوب بندہ بنا کر اور تجھ پر وحی بھیج کر اور تجھ پر ماقبل انبیاء کی خبریں نازل کرکے۔ "لتنذر قومًا ما اتاھم من نذیر من قبلک" اس سے مراد اہل مکہ ہیں۔ "لعلھم یتذکرون"

⑰ "ولولا أن تصیبھم مصیبة" یعنی عذاب اور سزا۔ "بما قدمت ایدیھم" کفر اور نافرمانی کے بسبب "فیقولوا ربنا لولا" بمعنی ھلا کے ہے۔ "أرسلت الینا رسولاً فنتبع آیاتک ونکون من المؤمنین" جواب لولا محذوف ہے۔ "ای لعاجلنا بالعقوبة" اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ بدکاری کی وجہ سے نازل ہونے والی مصیبت کے وقت یہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا گیا کہ ہم ایمان لاتے اور احکام کا اتباع کرتے تو ہم کوئی پیغمبر نہ بھیجتے۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے آپ کی طرف رسول نہ بھیجے ہوتے تو پھر تم عذر خواہی کرتے لیکن پھر ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجے تاکہ ان پیغمبروں کی بعثت کے بعد لوگوں کو کفر و معصیت کا کوئی عذر پیش کرنے کا موقع باقی نہ رہے۔

⑱ "فلما جاء ھم الحق من عندنا" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم "قالوا" کفار مکہ کہنے لگے "لولا" بمعنی ھلا کے ہے۔ "اوتی" محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں نہیں دیئے گئے۔ "مثل ما اوتی موسیٰ" جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا اور عصا کا معجزہ دیا گیا، اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزات کیوں نہ دیے گئے اور کفار مکہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو ایک ہی بار کتاب عطا کی گئی اسی طرح آپ پر ایک بار کیوں نازل نہیں کی گئی؟ "اولم یکفروا بما أوتی موسیٰ من قبل" انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کیا تھا جس طرح آپ کے معجزات کا انکار کررہے ہیں۔ "قالوا سحران تظاھرا" اہل کوفہ نے (سحران) پڑھا ہے۔ اس سے مراد توریت اور قرآن لیا ہے۔ تظاھرا یعنی محمد اور موسیٰ علیہما السلام دونوں متفق ہوگئے ہیں۔ ایک کی کتاب دوسرے کی کتاب کی تائید کررہی ہے۔

کلبی کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے مدینہ کے علماء یہود کے پاس کچھ آدمی بھیجے۔

تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق اور کذب ہونے کو پہچان سکیں۔ یہودیوں نے بتایا کہ پیغمبر آخر الزمان یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف توریت میں موجود ہیں، قاصدوں نے واپس آکر مکہ والوں سے یہودیوں کا جواب نقل کردیا لیکن انہوں نے اس جواب کو بھی نہیں مانا اور جو کتاب موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی اس کا بھی انکار کردیا اور کہنے لگے "سحران تظاھرا" اور دوسرے قراء نے (ساحران) پڑھا ہے۔ اس سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں میں۔ "وقالوا انا بکل کافرون"

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَا اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿49﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿50﴾ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿51﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿52﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿53﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اچھا تو (علاوہ توراۃ وقرآن کے) تم کوئی اور کتاب اللہ کے پاس سے لے آؤ جو ہدایت کرنے میں ان دونوں سے بہتر ہو میں اسی کی پیروی کرنے لگوں گا اگر تم (اس دعویٰ میں) سچے ہو پھر (اس احتجاج کے بعد) اگر یہ لوگ آپ کا (یہ) کہنا نہ کرسکیں تو آپ سمجھ لیجئے کہ یہ لوگ محض اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں اور ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بدوں اس کے کہ منجانب اللہ کوئی دلیل (اس کے پاس) ہو (اور) اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا اور ہم نے اس کلام (یعنی قرآن) کو ان لوگوں کے لئے وقتاً فوقتاً یکے بعد دیگرے بھیجا تاکہ یہ لوگ (بار بار تازہ بتازہ سننے سے) نصیحت مانیں اور جن لوگوں کو ہم نے قرآن سے پہلے (آسمانی) کتابیں دی ہیں (ان میں جو منصف ہیں) وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں اور جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بیشک یہ حق ہے (جو) ہمارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے (اور) ہم تو اس (کے آنے) سے پہلے بھی مانتے تھے۔

تفسیر ﴿49﴾ "قل" کہہ دیجئے اے محمد! "فأتوا بكتاب من عند الله هو اهدى منهما" یعنی توریت اور قرآن۔ "اتبعه ان كنتم صادقين"

﴿50﴾ "فان لم يستجيبوا لك". آپ جو ان سے ایسی کتاب پیش کرنے کی کہہ رہے ہیں وہ یہ کتاب ہرگز نہیں لاسکتے۔ "فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ"

آیت ولقد وصلنا لهم القول کی تفسیر

﴿51﴾ "ولقد وصلنا لهم القول" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "وصلنا" کا ترجمہ "بیّنا" سے کیا ہے۔ ہم نے اس کو کھول کر بیان کردیا ہے یعنی بعض آیات دوسری آیت کے مضمون کو کھول کر بیان کرنے والی ہیں۔ فراء نے کہا کہ یعنی ہم نے قرآن کی آیات یکے بعد دیگرے اُتاریں۔ قتادہ نے کہا کہ اس قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بار بار بیان کیا ہے کہ گزشتہ لوگوں سے کیا سلوک کیا گیا۔ مقاتل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ہم نے کفار مکہ کے لیے قرآن میں گزشتہ اُمتوں کے واقعات بیان

کردیئے اور بتا دیا کہ تکذیب و کفر کی وجہ سے ان پر کیسے عذاب آئے گا۔ ابن زید نے کہا کہ ہم نے خبر دُنیا کے ساتھ خبر آخرت کو ملا لیا۔ اس قدر کہ گویا انہوں نے دُنیا میں آخرت کا معائنہ کرلیا۔ "لعلهم يتذكرون"

آیت کا شانِ نزول

⑫ "الذين اتيناهم الكتاب من قبله" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے۔ بعض نے کہا کہ قرآن سے پہلے۔ "هم به يؤمنون" یہ آیت اہل کتاب کے مؤمنوں پر نازل ہوئی، اس سے مراد عبداللہ بن سلام اور اس کے ساتھی ہیں۔ مقاتل کا بیان ہے بلکہ اس سے اہل الانجیل مراد ہیں جو حبشہ سے آئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ حبشہ سے ہجرت کر کے آنے والے چالیس افراد تھے۔ وہ جعفر کے ساتھ حبشہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے مسلمانوں کی حالت زار دیکھی تو کہنے لگے آپ ہمیں اجازت دیں ہم ان کو اپنا مال لاکر مسلمانوں کی مالی ہمدردی کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ وہ اپنا مال لے کر آگئے اور ان کو دے دیا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ "الذين اتيناهم الكتاب" سے لے کر "مما رزقنهم ينفقون" تک۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ آیت اسی (۸۰) اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی۔ بیس نجرانی تھے، بتیس حبشی اور آٹھ شامی تھے۔ اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے مؤمنین کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

⑬ "واذا يتلى عليهم" اور جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے۔ "قالوا أمنا به انه الحق من ربنا" یہ اس وجہ سے تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات توریت اور انجیل میں موجود تھیں۔ "انا كنا من قبله مسلمين" قرآن سے پہلے بھی مخلصین مؤمنین تھے کہ اللہ کا ایک ہونا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا پیغمبر ہونا برحق ہونے پر ایمان رکھتے تھے۔

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٥٤﴾ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَٰلُنَا وَلَكُمْ أَعْمَٰلُكُمْ سَلَٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَٰهِلِينَ ﴿٥٥﴾ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾ وَقَالُوا إِن نَّتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا ۚ أَوَلَمْ نُمَكِّن لَّهُمْ حَرَمًا ءَامِنًا يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّن لَّدُنَّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾

ترجمہ: ان لوگوں کو ان کی پختگی کی وجہ سے دوہرا ثواب ملے گا اور وہ لوگ نیکی (اور تحمل) سے بدی (اور ایذا) کا دفعیہ کردیتے ہیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور جب (کسی سے اپنی نسبت) کوئی لغوبات سنتے ہیں تو اس کو (بھی) ٹال جاتے ہیں اور (سلامت روی کے طور پر) کہہ دیتے ہیں کہ (ہم کچھ جواب نہیں دیتے) ہمارا کیا ہمارے سامنے آوے گا اور تمہارا کیا تمہارے سامنے آوے گا (بھائی) ہم تم کو سلام

کرتے ہیں ہم بے سمجھ لوگوں سے الجھنا نہیں چاہتے آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے اور ہدایت پانے والوں کا علم (بھی) اسی کو ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر (اس دین کی) ہدایت پر چلنے لگیں تو فی الفور اپنے مقام سے مار کر نکال دیئے جاویں کیا ہم نے ان کو امن وامان والے حرم میں جگہ نہیں دی وہاں ہر قسم کے پھل کھنچے چلے آتے ہیں جو ہمارے پاس (یعنی ہماری قدرت اور رزاقی سے) کھانے کو ملتے ہیں (لیکن ان میں اکثر لوگ (اس کو) نہیں جانتے۔

دوہرا اجر ملنے والے افراد

تفسیر ⑭"اولئک یؤتون اجرھم مرتین" پہلے نازل ہونے والی کتاب پر ایمان لائے اور قرآن پر بھی ایمان لائے۔ "بما صبروا" اپنے دین پر ثابت قدمی کے ساتھ رہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ یہ آیات اہل کتاب کے ان افراد کے بارے میں نازل ہوئیں جو ایمان لائے، پھر ان کو اذیت دی گئی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تین اشخاص وہ ہیں جن کو دُہرا اجر دیا جاتا ہے۔ ایک وہ شخص جس کے پاس باندی ہو تو اس کی تادیب کرے اور اچھی تادیب سکھائے، پھر اس کو آزاد کر کے اس کی شادی کروادے۔

دوسرا وہ شخص جو اہل کتاب میں ہو، وہ اپنے نبی کی کتاب پر بھی ایمان لایا ہو اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا ہو۔ تیسرا وہ غلام جس نے اللہ کی خوب عبادت بھی کی اور اپنے آقا کو نصائح بھی کیے اس کا کہنا بھی مانا۔ "ویدرؤن بالحسنة السیئة" ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دے کر شرک کو دفع کرتے ہیں۔ مقاتل کا بیان ہے مشرکوں کی طرف سے گالیاں اور برا بھلا سن کر عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔ "ومما رزقنھم ینفقون" اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں خرچ کرتے ہیں۔

⑮"واذا سمعوا اللغو" اس سے مراد بیہودہ بات ہے۔ "اعرضوا عنه" مشرکین مؤمنین اہل کتاب کو گالیاں دیتے اور کہتے تھے کہ تم مرو کہ تم نے اپنا مذہب چھوڑ دیا، مؤمن ان سے منہ پھیر لیتے، ان کو کوئی جواب نہیں دیتے تھے۔ "وقالوا لنا اعمالنا ولکم اعمالکم" ہمارا دین ہمارے لیے اور تمہارا دین تمہارے لیے۔ "سلام علیکم" اس سے سلام تحیہ مراد نہیں بلکہ اس سے سلام متارکہ مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم گالیاں نہیں دیں گے برا نہیں کہیں گے، تم کو جواب نہیں دیں گے۔ "لانبتغی الجاھلین" یعنی ہم جاہلوں کے دین کو نہیں چاہتے جس دین پر تم ہو اس دین کو ہم پسند نہیں کرتے۔ بعض حضرات نے کہا کہ ہم جاہلوں کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے۔ یہ مسلمانوں کو قتال کرنے سے پہلے کا حکم تھا۔

⑯"انک لاتھدی من احببت" جس کو ہدایت یاب کرنا آپ پسند کریں یا جن کی قرابت داری کی وجہ سے آپ کو محبت ہو۔ "ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلم بالمھتدین" مجاہد اور مقاتل کا بیان ہے یعنی ان لوگوں کو اللہ ہی خوب

جانتا ہے جن کے لیے ہدایت مقرر کردی گئی ہے۔ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی، ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں تاکہ میں قیامت کے دن آپ کے لیے گواہی دے سکوں۔ ابوطالب نے کہا اگر قریش مجھے عار نہ دلاتے کہ کہیں خوف سے ابوطالب نے کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھ ٹھنڈی کردی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

57 "وقالوا ان نتبع الهدى معك نتخطف من ارضنا" اس سے ارض مکہ ہے۔ یہ حارث بن عثمان بن نوفل عبد مناف کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ اس وجہ سے حارث نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ بھی لائے ہیں ہم جانتے ہیں جو کچھ آپ لائے ہیں یہ حق ہے لیکن اگر ہم آپ کے کہنے پر چلیں گے تو ہم کو اندیشہ ہے کہ عرب ہم کو مکہ کی سرزمین سے نکال دیں گے۔ "نتخطف من ارضنا" کا یہی مطلب ہے۔ "اختطاف" جلدی سے چھیننا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اولم نمكن لهم حرمًا أمنًا" دور جاہلیت میں عرب باہم قتل و غارت کیا کرتے تھے، لوٹ مار کا عام دستور تھا، کسی جگہ امن نہ تھا لیکن مکہ والے حرمت کی وجہ سے امن و چین سے رہتے تھے۔ مشہور بات ہے کہ ہرن بھیڑیوں سے اور کبوتر شکاری چیلوں سے محفوظ رہتے۔ حرم کے اندر کوئی جانور بھی کسی جانور کا شکار نہیں کرتا تھا۔ "يجبى" قراء اہل مدینہ اور یعقوب نے "تجبى" تاء کے ساتھ پڑھا ہے کثرت پھلوں کی وجہ سے۔ دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ "اليه" کہا جاتا ہے۔ "جبيت الماء في الحوض أي جمعته" کہ پانی کھینچا گیا حوض میں یہاں تک کہ اس میں جمع ہوگیا اس کو حرم کے لیے لادا جاتا ہے۔ "ثمرات كل شى رزقًا من لدنا ولكن اكثرهم لايعلمون" جو وہ کہتے ہیں وہ حق ہے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ م بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْ م بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ط وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ 58 وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ 59 وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ 60 اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ 61

ترجمہ: اور ہم بہت سی ایسی بستیاں ہلاک کر چکے ہیں جو اپنے سامان عیش پر نازاں تھے (سو دیکھ لو) یہ ان کے گھر (تمہاری آنکھوں کے سامنے پڑے) ہیں کہ ان کے بعد آباد ہی نہ ہوئے مگر تھوڑی دیر کے لئے اور آخرکار (ان کے سامانوں کے) ہم ہی مالک رہے اور آپ کا رب بستیوں کو (اول ہی بار میں) ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک کہ ان (بستیوں) کے صدر مقام میں کسی پیغمبر کو نہ بھیج لے کہ وہ ان لوگوں کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور ہم ان بستیوں کو ہلاک نہیں کرتے مگر اسی حالت میں کہ وہاں کے باشندے بہت ہی شرارت کرنے لگیں اور جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا ہے وہ محض (چند روزہ) دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے اور یہیں کی (زیب و زینت) ہے اور جو (اجر و

ثواب) اللہ کے یہاں ہے وہ بدر جہا اس سے بہتر ہے اور زیادہ (یعنی ہمیشہ) باقی رہنے والا ہے سو کیا تم لوگ (اس تفاوت کو نہیں سمجھتے بھلا وہ شخص جس سے ہم نے ایک پسندیدہ وعدہ کر رکھا ہے پھر وہ شخص اس (وعدہ کی چیز کو) پانے والا ہے کیا اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیوی زندگانی کا چندروزہ فائدہ دے رکھا ہے پھر وہ قیامت کے روز ان لوگوں میں ہوگا جو گرفتار کر کے لائے جاویں گے۔

تفسیر ⑤⑧ "**وکم اھلکنا من قریة**" اسی بستی والوں کو "**بطرت معیشتھا**" ان کی معیشت میں۔ عطاء کا قول ہے ان کو خوب عیش وعشرت حاصل ہوئی، اللہ کا رزق کھایا اور بتوں کی پوجا کی۔ "**فتلک مساکنھم لم تسکن من بعدھم الا قلیلا**" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ان کھنڈروں میں ایک دن یا ایک گھنٹہ کے لیے مسافر اور راہ گیر ٹھہرے اور کوئی ان میں نہ رہا۔ بعض نے کہا کہ کوئی شخص بھی سوائے تھوڑے سے لوگوں میں وہاں نہیں رہا اور یہ ان کے گناہوں کی نحوست کا نتیجہ ہے۔ "**وکنا نحن الوارثین**" یہ اس آیت کی طرح ہے "**انا نحن نرث الارض ومن علیھا**"

⑤⑨ "**وما کان ربک مھلک القری**" کافروں کی بستی اور اس کے رہنے والے۔ "**حتّٰی یبعث فی امھا رسولاً**" یعنی ان کی بستی بڑی تھی اور بڑے پیغمبر تھے، اس کو اعظم اس لیے کہا کیونکہ اس میں نبی کو مبعوث کیا گیا چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی اشراف لوگوں کی طرف بھیجے جاتے ہیں اور اشراف لوگ ایسے ہی شہروں میں سکونت اختیار کرتے ہیں اور سردار لوگ عام طور پر بڑے شہروں میں ہی رہتے ہیں اور مرکزی مکانات ہی ان کے مکان ہوتے ہیں۔ "**یتلوا علیھم ایاتنا**" مقاتل اور محمد بن کعب قرظی کا قول ہے کہ اس آیت کا نزول حضرت حمزہ اور ابوجہل یا حضرت علی یا ابوجہل کے حق میں ہوا۔ بعض نے کہا کہ حضرت عمار اور ولید بن مغیرہ کے متعلق اس کا نزول ہوا۔ "**وما کنا مھلکی القری الا واھلھا ظالمون**" ظالم سے مراد مشرکین ہیں، ان کو ان کے ظلم کے بسبب ہلاک کر دیا گیا۔

⑥⓪ "**وما اوتیتم من شیءٍ فمتاع الحیوة الدنیا وزینتھا**" یعنی دُنیاوی سامان ہے جس کو تم برتتے ہو اور دُنیاوی سجاوٹ ہے جس سے زندگی بھر زینت حاصل کرتے ہیں۔ "**وما عنداللّٰہ خیر وابقی أفلا تعقلون**" جو باقی رہنے والا ہے وہ فنا ہونے والے سے بہتر ہے۔ عام قراء نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابوعمرو تاء اور یاء کے درمیان اختیار دیتے ہیں۔

⑥① "**أفمن وعدناہ وعدًا حسنًا**" اس سے مراد جنت ہے۔ "**فھو لاقیه**" وہ مصیبت کے مطابق اس کو پائے گا۔ "**کمن متعناہ متاع الحیوة الدُنیا**" اور وہ عنقریب زائل ہونے والا ہے۔ "**ثم ھو یوم القیامة من المحضرین**" اس سے مراد آگ ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد مؤمن اور کافر ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ اس کا نزول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اور ابوجہل کے حق میں ہوا۔ محمد بن کعب کا قول ہے کہ اس آیت کا نزول حمزہ اور ابوجہل کے متعلق ہوا۔ سدی کا قول ہے کہ اس آیت کا نزول عمار اور ولید بن مغیرہ کے بارے میں ہوا۔

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ⑥② قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ

رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿63﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿64﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿65﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿66﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿67﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿68﴾

ترجمہ اور (وہ دن قابل یاد کرنے کے ہے) جس دن خدا تعالیٰ ان کافروں کو (تو بے جا) پکار کہے گا کہ وہ میرے شریک کہاں ہیں جن کو تم (ہمارا شریک) سمجھ رہے تھے جن پر بوجہ گمراہ کرنے کے) خدا کا فرمودہ (یعنی استحقاق عذاب) ثابت ہو چکا ہو گا وہ بول اٹھیں گے کہ اے ہمارے پروردگار بیشک یہ وہی لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکایا ہم نے ان کو ویسا ہی (بلا جبر و کراہ) بہکایا جیسا ہم خود بہکے تھے اور ہم آپ کی پیشی میں ان (کے تعلقات) (سے دستبرداری کرتے ہیں اور یہ لوگ درحقیقت) ہم کو نہ پوجتے تھے اور (اس وقت ان مشرکین سے تحکما) کہا جاوے گا کہ (اب) اپنے شرکاء کو بلاؤ چنانچہ وہ (فرط حیرت سے بالاضطرار) ان کو پکاریں گے سو وہ جواب بھی نہ دیں گے اور (اس وقت) یہ لوگ (اپنی آنکھوں) عذاب کو دیکھ لیں گے اے کاش یہ لوگ (دنیا میں) راہ راست پر ہوتے (تو یہ مصیبت نہ دیکھتے) اور جس دن ان کافروں سے پکار کر پوچھے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا سو اس روز ان (کے ذہن) سے سارے مضامین گم ہو جاویں گے تو وہ (نہ خود سمجھیں گے اور) آپس میں پوچھ پاچھ بھی نہ کر سکیں گے البتہ جو شخص کفر اور شرک سے دنیا میں) توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کیا کرے تو ایسے لوگ امید ہے کہ (آخرت میں) فلاح پانے والوں میں سے ہوں گے اور آپ کا رب جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جس حکم کو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے ان لوگوں کو تجویز (احکام) کا کوئی حق (حاصل) نہیں اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔

تفسیر ﴿62﴾ "ویوم ینادیھم فیقول أین شرکاء ی الذین کنتم تزعمون" دُنیا میں کہ وہ ان کے شریک ہیں۔

﴿63﴾ "قال الذین حق علیھم القول" ان پر عذاب واجب ہو چکا اور وہ گمراہوں کے سردار ہیں۔ "ربنا ھولاء الذین اغوینا" یعنی ان کو ہم غی کی طرف بلائیں گے اور وہ ان کے تابع داروں میں سے ہوں گے۔ "أغویناھم کما غوینا" یہ وہی لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکا دیا تھا۔ "کما غوینا" جس طرح ہم بہک گئے تھے، خود اپنے اختیار سے گمراہی میں پڑ گئے تھے۔ "تبرأنا الیک" وہ ان میں سے "ما کانوا ایانا یعبدون" وہ اس وقت بعض بعض سے برأت اختیار کریں گے اور وہ ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "الاخلاء یومئذٍ بعضھم لبعض عدوٌّ"

﴿64﴾ "وقیل" کفار کے لیے کہا۔ "ادعو کم شرکاء کم" وہ بتوں کو پکاریں گے تا کہ ان کو عذاب سے چھٹکارا حاصل

کرائیں۔ "فدعوهم فلم یستجیبوا لهم" وہ ان کو جواب نہیں دیں گے۔ "ورأوا العذاب لو انهم کانوا یهتدون" جواب "لو" محذوف ہے۔ تقدیری عبارت یوں ہوگی "لو انهم کانوا یهتدون فی الدنیا مارأ وا العذاب" یعنی اگر یہ لوگ آپ کو دُنیا میں ہدایت دے سکتے تو اس وقت وہ عذاب کو نہ دیکھتے۔

65 "ویوم ینادیهم" اس دن کفاران سے سوال کریں گے۔ "فیقول ماذا اجبتم المرسلین"......

66 "فعمیت" جواب دینے میں وہ اندھوں کی طرح ہو جائیں۔ "علیهم الانباء" اس سے مراد اخبار اور ان مشرکین و کفار کا ایمان نہ لانے کے اعذار۔ مجاہد نے کہا کہ ان کے پاس دلائل نہیں ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کچھ بھی نہ کر سکیں گے اور کوئی دلیل پیش نہیں کر سکیں گے کیونکہ ان کے پاس کوئی دلیل ہی نہیں ہوگی۔ "یومئذٍ" اس دن ان کے پاس نہ کوئی عذر ہوگا اور نہ ہی کوئی دلیل۔ "فهم لا یتساء لون" ان کو جواب نہیں دیں گے۔ قتادہ کا بیان ہے وہ دلائل نہیں دے سکیں گے۔ بعض نے کہا کہ وہ خاموش رہیں گے، وہ ایک دوسرے سے سوال نہیں کر سکیں گے۔

67 "فاما من تاب و آمن و عمل صالحًا فعسی ان یکون من المفلحین" نیک بخت، نجات یافتہ لوگوں میں سے ہوں گے۔

68 "وربک یخلق مایشاء ویختار" یہ آیت مشرکین کے جواب میں نازل ہوئی۔ جب انہوں نے یہ کہا تھا کہ یہ قرآن دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اُتارا گیا یعنی ولید بن مغیرہ پر یا عروہ بن مسعود ثقفی پر، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا کہ تمہارے اختیار سے اللہ تبارک وتعالیٰ رسول نہیں بھیجتے۔ "ما کان لهم الخیرة" بعض نے کہا کہ ما اثبات کے لیے ہے اس کا معنی یہ ہے کہ بندوں کے لیے جس چیز میں بہتری ہوتی ہے اللہ اس کو اختیار کرتا ہے۔ بعض نے کہا کہ ما نفی کے لیے ہے یعنی ان پر اختیار نہیں یا ان کو اللہ تعالیٰ پر کوئی اختیار حاصل نہیں کہ یہ لوگ جو چاہیں کروائیں جیسا کہ ارشاد باری ہے "وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللّٰه ورسوله أمرًا أن یکون لهم الخیرة" خیرہ اسم ہے اختیار سے اور یہ مصدر کے قائم مقام ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے محمد "خیرة اللّٰه من خلقه" اللہ کی مخلوق میں اللہ کی طرف سے برگزیدہ کیے ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر اپنی ذات کو ان سب چیزوں سے پاک کیا اور ارشاد فرمایا: "سبحان اللّٰه وتعالٰی عمّا یشرکون"

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿69﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿70﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿71﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿72﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿73﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ

الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿74﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿75﴾

ترجمہ: اور آپ کا رب سب چیزوں کی خبر رکھتا ہے جو ان کے دلوں میں پوشیدہ رہتا ہے اور جس کو یہ ظاہر کرتے ہیں اور اللہ وہی (ذات کامل الصفات) ہے اس کے سوا کوئی معبود (ہونے کے قابل) نہیں حمد (وثنا) کے لائق دنیا و آخرت میں وہی ہے اور حکومت (قیامت میں) بھی اسی کی ہوگی اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے آپ (ان لوگوں سے) کہیئے کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک رات ہی رہنے دے تو خدا کے سوا وہ کونسا معبود ہے جو تمہارے لئے روشنی کو لے آوے تو کیا تم (توحید کے ایسے دلائل کو) سنتے نہیں آپ کہیئے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک دن ہی رہنے دے تو خدا کے سوا وہ کونسا معبود ہے جو تمہارے لئے رات کو لے آوے جس میں تم آرام پاؤ کیا تم (اس شاہد قدرت کو) دیکھتے نہیں اور (وہ منعم ایسا ہے کہ) اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا تا کہ تم رات میں آرام کرو اور تا کہ (دن میں) اس کی روزی تلاش کرو اور تا کہ (ان دونوں نعمتوں پر) تم (اللہ کا) شکر کرو اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکار کر فرما دے گا کہ جن کو تم میرا شریک سمجھتے تھے وہ کہاں گئے اور ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ نکال کر لائیں گے پھر ہم (ان مشرکین سے) کہیں گے کہ (اب) اپنی (کوئی) دلیل (صحت شرک کے دعویٰ پر) پیش کرو سو (اس وقت) ان کو معلوم ہو جاوے گا کہ سچی بات خدا ہی کی تھی۔

تفسیر ﴿69﴾ "وربک یعلم ما تکن صدورھم وما یعلنون" وہ ظاہر ہیں۔

﴿70﴾ "وھو اللہ لا الٰہ الا ھو لہ الحمد فی الاولی والاخرۃ" مؤمن دُنیا میں بھی اس کی حمد کرتے ہیں اور آخرت میں بھی کریں گے (جنت میں)......"ولہ الحکم" مخلوقات کے درمیان وہ فیصلہ کرنے والا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اہل طاعت کے لیے اس کا حکم مغفرت اور گناہ گاروں کے لیے فیصلہ بدبختی نافذ ہے۔ "والیہ ترجعون"

﴿71﴾ "قل ارأیتم" اے اہل مکہ خبر دیں۔ "ان جعل اللہ علیکم اللیل سرمدًا" ہمیشہ "الی یوم القیامۃ" قیامت تک سورج نہیں نکلے گا۔ دن نہ آئے بلکہ رات ہی رات ہو۔ "من الٰہ غیر اللہ یأتیکم بضیاء" کون ہے جو دن کی روشنی لائے جس میں وہ اپنی معیشت روزگاری تلاش کریں۔ "افلا تسمعون" ایسا سننا جو اس کے لیے سننا اور قبول کرنا بھی ہو۔

﴿72﴾ "قل ارأیتم" خبر دیجئے اے اہل مکہ! "ان جعل اللہ علیکم النھار سرمدًا الی یوم القیامۃ" ان کے پاس قیامت کے دن کوئی دلیل نہیں ہوگی۔ "من الٰہ غیر اللہ یأتیکم بلیل تسکنون فیہ افلا تبصرون" تم خطاء پر ہی ہو، تمہیں کچھ بھی سمجھ نہیں آتی۔

﴿73﴾ "ومن رحمتہ جعل لکم اللیل والنھار لتسکنوا فیہ" رات میں "ولتبتغوا من فضلہ" دن میں اپنا فضل تلاش کرو۔ "ولعلکم تشکرون"

⑭ "ویوم ینادیھم فیقول أین شرکاء ی الذین کنتم تزعمون" یہاں پر مشرکین کو بار بار ندا کی گئی، ان کی توبیخ اور تقریع کے لیے۔

⑮ "ونزعنا" ہم نکال کر لائیں گے۔ "من کل أمة شهیدًا" ہر اُمت سے ایک ایک گواہ یعنی پیغمبر جو ان کے خلاف شہادت دیں گے۔ "فقلنا ھاتوا برھانکم" تمہارے لیے کوئی دلیل کہ اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں تو پھر تم کیوں شریک کرتے تھے، اگر ہے دلیل تو پیش کرو۔ "فعلموا أن الحق" توحید حق ہے۔ "للّٰہ وضل عنھم ما کانوا یفترون" دُنیا میں۔

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ. وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ⑯ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ⑰

ترجمہ: سو وہ (کثرت مال کی وجہ سے) ان لوگوں کے مقابلہ میں تکبر کرنے لگا۔ اور (اس کے مال کی کثرت یہ تھی کہ) ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیئے تھے کہ ان کی کنجیاں کئی کئی زور آور شخصوں کو گرانبار کر دیتی تھیں جبکہ اس کو اس کی برادری نے (سمجھانے کے طور پر) کہا کہ تو (اس مال وحشمت پر) اترامت واقعی اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور (یہ بھی کہا کہ) تجھ کو خدا تعالیٰ نے جتنا دے رکھا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) فراموش مت کر اور جس طرح خدا تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی (بندوں کے ساتھ) احسان کیا کر اور دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو بیشک اللہ تعالیٰ اہل فساد کو پسند نہیں کرتا۔

قارون کا مختصر تعارف

تفسیر: ⑯ "ان قارون کان من قوم موسیٰ" قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا کا بیٹا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باپ کا نام عمران تھا اور قارون کا باپ یصہر تھا' عمران و یصہر دونوں قاہت بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا اور عمران کا بھائی تھا اور قارون و عمران دونوں یصہر بن قاہت کے بیٹے تھے اور بنی اسرائیل میں کوئی بھی قارون سے زیادہ توریت کا قاری نہیں تھا مگر سامری کی طرح یہ بھی منافق ہو گیا۔ "فبغی علیھم" بعض نے کہا کہ یہ فرعون کی طرف سے قوم بنی اسرائیل پر عامل تھا، وہ ان پر سرکشی اور ظلم کرتا تھا۔ قتادہ کا بیان ہے کہ یہ کثرت مال کی وجہ سے ان پر ظلم کرتا تھا۔ ضحاک کا بیان ہے کہ قارون نے شرک کر کے قوم کے خلاف بغاوت کی۔ شہر بن حوشب کا بیان ہے کہ غرور و تکبر کا مظاہرہ کرنے کے لیے قارون نے اپنے کپڑوں کی لمبائی (دوسرے لوگوں کے مقابلے) میں ایک بالشت لمبی رکھی تھی۔

حضرت ابن عمر راوی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنا کپڑا تکبر سے کھینچ کر چلتا ہے اللہ اس کی طرف نظر نہیں کرے گا۔ بعض نے کہا کہ اس نے سرکشی، تکبر کیا بلندی کے باعث۔ "**وآتیناه من الکنوز ما ان مفاتحه**" یہ مفتح کی جمع ہے یہ وہ ہے جس کے ذریعے سے دروازہ کھولا جاتا ہے۔ یہ قول قتادہ مجاہد اور ایک جماعت کا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کے خزانوں کی کنجیاں مراد ہیں۔ جیسا کہ کہا گیا "**وعنده مفاتح الغیب**" اس کے خزانے "**لتنوء بالعصبة اولی القوة**" ان کے ثقل کے باعث اور اس کی طرف مائل ہونے کے سبب، ابوعبیدہ کا قول ہے کہ آیت میں ترکیب مقلوب ہے۔ اصل عبارت یوں تھی "**ان العصبة لتنوء لها**" جیسا کہ عرب کہتے ہیں "**فاء فلان بکذا**" فلاں شخص اس بھاری بوجھ کرلے کر اُٹھا۔

عصبہ کی تعیین میں مختلف اقوال

عصبہ کی عددی تعیین میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ مجاہد کا قول ہے دس سے پندرہ تک کی جماعت کو عصبہ کہتے ہیں۔ ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بیان کیا ہے کہ تین سے دس تک عصبہ ہوتا ہے اور قتادہ کا قول ہے کہ دس سے چالیس تک کی جماعت عصبہ ہے اور بعض نے کہا کہ چالیس افراد پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ بعض نے ستر افراد تک مراد لیے ہیں۔

قارون کے خزانے کی کنجیاں اٹھانے والے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس کی کنجیاں چالیس قوی ترین آدمی اُٹھایا کرتے تھے۔

جریر بن منصور خیثمہ کا قول ہے کہ خیثمہ نے کہا کہ میں نے انجیل میں دیکھا تھا کہ قارون کے خزانوں کی کنجیاں سات خچروں کا بوجھ ہوتی تھیں، کوئی کنجی ایک انگلی سے بڑی نہ تھی اور ہر کنجی ایک خزانے کی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے قارون جہاں بھی جاتا تھا اپنے خزانوں کی کنجیاں اپنے ساتھ اُٹھا کر لے جاتا تھا اور وہ کنجیاں لوہے کی تھیں۔ جب زیادہ بوجھ ہونے لگا تو اس نے لکڑی کی کنجیاں بنوالیں، پھر ان کنجیوں کا بار بھی زیادہ ہونے لگا تو گائے کے چمڑے کی کنجیاں ایک ایک انگلی کے برابر تیار کرالیں، یہ کنجیاں بھی بھاری ہوگئیں، اس کے ساتھ چالیس خچروں پر لاد کر جاتی تھیں۔ "**اذ قال له قومه**" قارون نے ان کی قوم بنی اسرائیل سے کہا "**لاتفرح**" نہ اتنا اکڑ اور نہ ہی اتنا پھول اور نہ ہی اتنا تکبر کر۔ "**ان اللّٰه لایحب الفرحین**" جو دُنیا کی پُر فریب لذتوں سے خوش ہوتے اور غرور وتکبر کرتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے، اللہ ان کو پسند نہیں کرتا۔

77 "**وابتغ فیما اتاک اللّٰه الدار الاخرة**" اللہ نے جو دُنیاوی نعمتیں تجھے عطا فرمائی ہیں ان خداداد نعمتوں کا شکر کرو اور ان کو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے راستے میں خرچ کرو۔ "**ولا تنس نصیبک من الدنیا**" مجاہد اور ابن زید کا قول ہے کہ دُنیا کے اندر آخرت کے لیے اعمال کرنے کو مت چھوڑ تاکہ تم آخرت کے عذاب سے بچ جاؤ۔ انسان کو دُنیا میں کچھ حصہ اس لیے ملا کہ وہ آخرت کے لیے عمل کرے۔ سدی کا قول ہے کہ اس سے مراد خیرات دینا کنبہ پروری کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ

عنہ نے فرمایا اپنی صحت، قوت، جوانی اور مال داری کو آخرت کے حصول کے لیے صرف کرنے کو ترک نہ کر۔

عمرو بن میمون ازدی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو، اپنی زندگی کو مرنے سے پہلے، اپنی صحت کو بیماری سے پہلے، اپنی فرصت کو مشغولیت سے پہلے، اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور اپنی مال داری کو افلاس سے پہلے۔

حسن کا قول ہے کہ حکم دیا گیا تھا کہ ضرورت سے زائد جو چیز ہے اس کو راہِ خدا میں پیش کر دے اور بقدر کفالت روک لے۔

"واحسن کما احسن اللّٰہ الیک" اللہ کی طاعت اچھی طرح کر جیسے کہ اس نے تیرے اوپر اچھی نعمت کی۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم لوگوں کے ساتھ اچھائی کرو۔ جیسا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ اچھائی کی۔ **"و لا تبغ"** اور نہ تلاش کر **"الفساد فی الارض"** جس نے اللہ کی نافرمانی کی وہ زمین میں فساد کا طلب گار رہا۔ **"انّ اللّٰہ لایحب المفسدین"**

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۷۸﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾

ترجمہ قارون (یہ سن کر) کہنے لگا کہ مجھ کو تو یہ سب کچھ میری ذاتی ہنر مندی سے ملا ہے کیا اس (قارون) نے (اخبار متواترہ سے) یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے گذشتہ امتوں میں سے ایسے ایسوں کو ہلاک کر چکا ہے جو قوت (مالی) میں (بھی) اس سے کہیں بڑھے ہوئے تھے اور مجمع (بھی) ان کا اس سے زیادہ تھا اور اہل جرم سے ان کے گناہوں کا (تحقیق کرنے کی غرض سے) سوال نہ کرنا پڑے گا پھر (ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ وہ اپنی آرائش (اور شان) سے اپنی برادری کے سامنے نکلا جو لوگ (اس کی برادری میں) دنیا کے طالب تھے (گو مومن ہوں) کہنے لگے کیا خوب ہوتا کہ ہم کو بھی وہ ساز و سامان ملا ہوتا جیسا قارون کو ملا ہے واقعی وہ بڑا صاحب نصیب ہے۔

تفسیر ﴿۷۸﴾ "قال" قارون نے کہا **"انما اوتیتہ علی علم عندی"** قارون نے اپنی قوم والوں کی طرف سے تردیدی جواب دیا کہ یہ جو مجھے ملا ہے یہ میرے علم و فضل کی وجہ سے ملا ہے۔ یعنی مجھے بھی ایسے ہی مال ملا ہے جیسے تمہیں مال ملا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے میرے ساتھ کوئی احسان نہیں کیا، مجھے اس کا استحقاق تھا، اس کی کوئی مہربانی نہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ علم سے مراد ہے کیمیا گری۔ سعید بن المسیب کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کیمیا بنانا جانتے تھے۔ آپ نے علم کیمیا کا ایک حصہ یوشع بن نون کو سکھا دیا اور ایک تہائی حصہ کالب بن یوقنا کو اور ایک تہائی قارون کو۔ قارون نے یوشع اور کالب کو فریب دے کر وہ حصہ بھی معلوم کر لیا جو انہوں نے سیکھا تھا۔ اس طرح پورا علم کیمیا اس کو حاصل ہو گیا۔ اس کی مالداری کا یہی گُر تھا۔ بعض نے کہا کہ قارون نے جو علم کا لفظ بولا تھا، اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ میں تجارت کے گُر جانتا

ہوں، کاشتکاری کے فن سے خوب ماہر ہوں اور کمائی کے دوسرے راستے مجھے معلوم ہیں۔

''اولم یعلم انّ اللّٰہ قد اھلک من قبلہ من القرون'' کافر قوموں کو ہلاک کر دیا۔''من ھو اشد منہ قوۃ واکثر جمعًا'' اس سے مراد اموال ہیں۔''ولا یسئل عن ذنوبھم المجرمون'' قتادہ کا قول ہے کہ ان کو دوزخ میں بغیر حساب کے اور بغیر سوال کے داخل کیا جائے گا۔ مجاہد کا قول ہے کہ ان سے فرشتے سوال نہیں کریں گے کیونکہ وہ ان کی علامات سے پہچانتے ہوں گے۔ حسن کا قول ہے کہ دریافت حال اور تحقیق کے لیے ان سے نہیں پوچھا جائے گا بلکہ توبیخ اور زجر کی غرض سے باز پرس کی جائے گی۔

79 ''فخرج علی قومہ فی زینتہ'' ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا کہ قارون اور اس کی قوم والے سبز اور سرخ لباس پہن کر نکلے۔ ابن زید نے کہا کہ قارون ستر ہزار آدمیوں کو جو زعفرانی لباسوں میں تھے، ساتھ لے کر نکلا۔ مجاہد کا قول ہے کہ قارون اپنے ساتھیوں کو جو زعفرانی لباسوں اور سفید خچروں پر سوار تھے جن پر ارغوانی رنگ کی زینیں کسی ہوئی تھیں ساتھ لے کر نکلا۔ مقاتل کا بیان ہے کہ قارون سفید خچر پر نکلا، خچر پر سنہری ارغوانی زین تھی، چار ہزار سوار تھے، ان سواروں کے گھوڑے ارغوانی تھے، تین سو باندیاں بھی سفید خچروں پر ساتھ سوار تھیں، باندیاں گوری گوری، زیور اور سرخ لباس سے آراستہ تھیں۔ ''قال الذین یریدون الحیوۃ الدنیا یلیت لنا مثل ما اوتی قارون انہ لذو حظ عظیم'' یعنی قارون کے مال کی طرح ہم کو بھی دولت مل جاتی۔ وہ لوگ اس بات کی خواہش رکھتے تھے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا. وَلَا يُلَقّٰهَا اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ 80 فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ 81 وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَوْلَا اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ 82

ترجمہ: اور جن لوگوں کو (دین کی) فہم عطا ہوئی تھی وہ (ان حریصوں سے) کہنے لگے ارے تمہارا ناس ہو تم اس دنیا پر کیا للچاتے ہو) اللہ تعالیٰ کے گھر کا ثواب (اس دنیاوی کروفر) سے ہزار درجہ بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے کہ ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور پھر) پھر وہ (ثواب کامل طور پر) انہی کو دیا جاتا ہے جو (دنیا) کی حرص و طمع سے) صبر کرنے والے ہیں پھر ہم نے اس قارون کو اور اس کے محل سرائے کو اس کی شرارت (بڑھ جانے) سے زمین میں دھنسا دیا سو ایسی کوئی جماعت نہ ہوئی جو اس کو اللہ کے (عذاب) سے بچا لیتی اور نہ وہ خود ہی اپنے آپ کو بچا سکا اور کل (یعنی پچھلے قریب زمانہ میں) جو لوگ اس جیسے ہونے کی تمنا کر رہے تھے وہ (آج اس کو زمین میں دھنستا دیکھ کر) کہنے لگے بس جی یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے زیادہ روزی دے دیتا ہے اور (جس کو چاہے) تنگی دینے لگتا ہے اگر ہم پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی نہ ہوتی تو ہم کو بھی دھنسا دیتا بس جی معلوم ہوا کہ کافروں کو فلاح نہیں ہوتی۔

تفسیر 80 "وقال الذین اوتوا العلم" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے بنی اسرائیل کے بڑے بڑے علماء مراد ہیں۔ مقاتل کا بیان ہے کہ "اوتوا العلم" سے مراد وہ ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں کیا ہے وہ ان لوگوں کے سامنے یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہمیں بھی قارون کی طرح مال دیا جاتا جس طرح دُنیا میں قارون کو دیا گیا۔ "ویلکم ثواب اللہ خیر" اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو ثواب واجر پایا گیا وہ خیر ہے۔ "لمن امن" اور اللہ کی توحید کو سچا جانا۔ "وعمل صالحا" جتنا قارون کو دُنیا میں دیا گیا۔

"ولا یلقاھا الا الصابرون" مقاتل کا بیان ہے کہ ان کو نہیں عطا کیا گیا، نیک اعمال کی توفیق ان کو نہیں دی گئی۔ کلبی نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ ان کو آخرت کے دن نہیں دیا جائے گا۔ بعض نے کہا کہ ان کو یہ کلمہ نہیں دیا گیا اور وہ کلمہ یہ ہے کہ "ویلکم ثواب اللہ خیر الا الصابرون" اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر اور دُنیاوی زندگی کی زینت سے۔

قارون حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے بعد سب سے بڑا قاری تھا اس کی سرکشی نے اس کو تباہ کر دیا

81 "فخسفنا بہ وبدارہ الارض" اہل علم نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے بعد قارون سب سے بڑا عالم اور توریت کا سب سے بڑا قاری تھا۔ سب سے زیادہ حسین آواز اور مالدار بھی تھا لیکن اس نے سرکشی کی اور حدود خداوندی سے آگے بڑھ گیا۔ سرکشی اور نافرمانی کی ابتداء اس واقعہ سے ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اپنی قوم کو حکم دے دو کہ ہر شخص اپنی چادر کے چاروں کونوں پر ایک ایک نیلا آسمانی رنگ کا دھاگہ باندھ لیں تا کہ دھاگہ کو دیکھ کر آسمانی رنگ انکی نظروں کے سامنے آجائے اور آسمانی رنگ کو دیکھ کر آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائیں اور ان کو یاد ہو جائے کہ اس آسمان سے اللہ نے اپنا کلام اُتارا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! کیا تیرا حکم اس طرح پورا نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنی پوری چادریں نیلے رنگ میں رنگ لیں کیونکہ بنی اسرائیل ان دھاگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے۔ فرمایا موسیٰ! میرا چھوٹا حکم بھی چھوٹا نہیں ہوتا اگر وہ میرا چھوٹا حکم بھی نہیں مانیں گے تو بڑا حکم بدرجہ اولیٰ نہیں مانیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جمع کیا اور فرمایا کہ اللہ کا حکم ہے کہ تم اپنی چادروں پر آسمانی رنگ کے دھاگے باندھ لیا کرو تا کہ ان کو دیکھ کر تم کو اپنے رب کی یاد ہو جائے۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کی تابع داری کی اور قارون نے حکم نہیں مانا اور غرور سے کہنے لگا ایسا عمل تو آقا اپنے غلاموں کے ساتھ کرتے ہیں تا کہ اس کے غلام دوسرے غلاموں سے الگ معلوم ہو جائیں۔ قارون کی نافرمانی اور سرکشی کا یہی آغاز تھا۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر دریا کے پار پہنچ گئے تو بنی اسرائیل کی ساری قربانیوں کی نگرانی حضرت ہارون کے سپرد کر دی اور ان کو قربانی کا افسر بنا دیا۔

بنی اسرائیل باری باری اپنی قربانیاں حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس لاتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام ان

قربانیوں کو قربانی کی جگہ رکھ لیتے۔ پھر آسمان سے ایک آگ آکر کھا جاتی۔ قارون کو حضرت ہارون کی اس سرداری سے بھی بہت رنج ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر کہنے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام تمہارے لیے تو رسالت ہوگئی اور ہارون کے لیے قربانی کی ذمہ داری اور میں جو توریت کا سب سے بڑا قاری ہوں مجھے کچھ نہیں ملا، میں اس بات پر صبر نہیں کر سکتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے ہارون کو از خود یہ عہدہ نہیں دیا بلکہ اللہ نے ان کو یہ عہدہ دیا ہے۔ قارون نے کہا میں تو تمہاری بات اس وقت تک سچ نہیں مانوں گا جب تک تم اس کا ثبوت مجھے دکھا نہ دو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ ہر شخص اپنی اپنی لاٹھی لے کر آئے اور اس خیمہ کے اندر لاکر درخت کی طرح گاڑ دے۔ حسب الحکم سب لوگوں نے اپنی اپنی لاٹھیاں مقررہ خیمہ کے اندر لاکر کھڑی کر دیں۔ رات یوں ہی گزر گئی، صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ حضرت ہارون کی لاٹھی ایک سرسبز درخت کی صورت اختیار کر گئی اور اس میں ہرے بھرے پتے نکل آئے۔ قارون کہنے لگا موسیٰ جو جادو تم بناتے رہے ہو اس سے زیادہ تعجب آفریں جادو نہیں ہے۔ اس کے بعد قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے الگ ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام قرابت کی وجہ سے اس سے نرمی کا سلوک کرتے رہے مگر وہ ہر وقت آپ کو دُکھ ہی دیتا رہا۔ اس کی سرکشی، دشمنی اور نافرمانی بڑھتی گئی اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے الگ ہو کر ایک مکان تعمیر کیا جس کا دروازہ سونے کا بنوایا اور دیواروں پر سونے کی پتریں لگوائیں۔ بنی اسرائیل کے بڑے بڑے آدمی روزانہ صبح شام اس کے پاس آتے اور باتیں کرتے، ہنسی مذاق کرتے اور قارون سب کو کھانا کھلاتا۔

قارون کی تباہی کا آغاز زکوۃ نہ دینے کا عزم کیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ حکم بنی اسرائیل کو سنایا تو قارون نے ماننے سے انکار کر دیا۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک فی ہزار کی شرط پر قارون سے مصالحت کر لی۔ قارون نے وعدہ کر دیا کہ ہزار دینار میں ایک دینار ہزار درہم میں ایک درہم اور ہزار بکریوں میں ایک بکری زکوۃ میں ادا کرے گا۔ جب قارون اس اقرار کے بعد اپنے گھر پہنچا اور حساب لگایا تو بڑی رقم ہوگئی اور اس کے دل نے اتنی کثیر رقم دینے کی اجازت نہیں دی۔

آخر اس نے سوچ بچار کے بعد بنی اسرائیل کو جمع کیا اور سب سے خطاب کر کے کہا، لوگو موسیٰ علیہ السلام نے جو حکم بھی تم کو دیا تم نے اس کی تعمیل کی۔ اب وہ تمہارے مال بھی لے لینا چاہتا ہے۔ بنی اسرائیل نے کہا کہ آپ ہمارے بڑے ہیں جو آپ کی منشاء ہو، حکم دیجئے، قارون نے کہا میں حکم دیتا ہوں کہ تم فلاں زانیہ عورت کو لے آؤ، ہم کچھ معاوضہ دے کر اس سے طے کر لیں گے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے ساتھ زنا کرنے کی تہمت لگائے، اگر اس نے ایسا کر لیا تو بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ دیں گے اور اس کے حلقے سے باہر نکل آئیں گے۔ چنانچہ لوگوں نے اس عورت کو بلوایا، قارون نے ایک ہزار درہم معاوضہ دینا منظور کر لیا۔ بعض روایات میں ہزار دینار اور بعض روایات میں سونے کا ایک طشت دینا طے کیا۔ بعض اہل روایات نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ قارون نے اس سے

کہا ہے تجھے مال دار بنادوں گا اور تجھے اپنی بیویوں میں شامل کرلوں گا۔ بشرطیکہ کل صبح بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے پاس جمع ہوں تو موسیٰ علیہ السلام کو اپنے ساتھ زنا کرنے پر تو متہم کردے۔ جب دوسرا دن ہوا تو قارون نے بنی اسرائیل کو جمع کیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا بنی اسرائیل آپ کے برآمد ہونے کا انتظار کررہے ہیں، آپ باہر آکر ان کو وعظ ونصیحت کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام باہر آئے۔ بنی اسرائیل اس وقت کھلے میدان میں جمع تھے۔ آپ تقریر کرنے کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

اے بنی اسرائیل! (سنو!) جو چوری کرے گا ہم اس کا ہاتھ کاٹ دیں گے جو کسی پر زنا کی تہمت لگائے گا ہم اس کو کوڑے ماریں گے اور جو زنا کرے گا ہم اس کو بھی کوڑے ماریں گے۔ بشرطیکہ اس کی بیوی نہ ہو اور اگر بیوی ہوتے ہوئے زنا کرے گا تو ہم پتھر مار مار کر اس کو ہلاک کردیں گے قارون بولا خواہ تم بھی ایسے ہو (نعوذ باللہ)...... (تب بھی اپنے کو یہی سزا دو گے) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خواہ میں ہی ہوں۔ قارون کہنے لگا، بنی اسرائیل کا خیال ہے کہ تم نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، اس کو بلواؤ، اگر وہ یہ بات کہہ دے تو اس کی بات صحیح مانی جائے گی۔ عورت آئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس عورت سے کہا، اے عورت! کیا میں نے تیرے ساتھ ایسا کیا ہے، یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس الزام کا بڑا تاثر لیا اور اس کو خدا کا واسطہ دیا جس نے بنی اسرائیل کے لیے دریا کو پھاڑ دیا اور توریت نازل فرمائی اور فرمایا کیا تو سچ نہیں کہے گی؟ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کا خیال پلٹ دیا اور اس نے اپنے دل میں خیال کیا آج توبہ کرلینا اللہ کے رسول کو دُکھ دینے سے بہتر ہے۔ کہنے لگی نہیں یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں بلکہ قارون نے مجھے معاوضہ دینا طے کیا تھا کہ اگر میں آپ پر زنا کی تہمت لگادوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سنتے ہی سجدہ میں گرگئے اور رورو کر کہنے لگے اے اللہ! اگر میں تیرا رسول ہوں تو میری وجہ سے اس پر غضب نازل فرما، اللہ نے وحی بھیجی کہ زمین کو تمہارے زیر حکم کردیا گیا تم جو حکم چاہو اس کو دو۔ یہ آپ کے حکم کی تعمیل کرے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے قارون کا زمین میں دھنس جانا

اے بنی اسرائیل! اللہ نے جس طرح مجھے فرعون کے پاس بھیجا تھا اسی طرح قارون کی طرف بھی بھیجا تھا۔ اب جو اس کے ساتھ رہنا چاہے وہ اس کے پاس ٹھہرا رہے اور جو میرا ساتھ دینا چاہے وہ اس کے پاس سے الگ ہوجائے۔ یہ سنتے ہی سب لوگوں نے قارون کا ساتھ چھوڑ دیا۔ سب اس کے پاس سے ہٹ گئے صرف دو آدمی اس کے پاس رہ گئے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا اے زمین! ان کو لے لے، زمین نے ان کے قدم کھینچ لیے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ اپنے تخت اور فرش پر اس طرح موجود تھا زمین نے اس کے تخت کو نگل لیا، پھر آپ نے زمین کو حکم دیا کہ لے لے، زمین نے گھٹنوں تک اس کو نگل لیا، پھر آپ نے فرمایا ان کو لے، زمین نے ان کو کمر تک نگل لیا۔ پھر آپ نے فرمایا زمین ان کو لے۔ زمین ان کو گلے تک نگل گئی۔ قارون اور اس کے ساتھی برابر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منت وزاری کرتے رہے اور قارون برابر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا اور قرابت کا واسطہ دیتا رہا یہاں تک کہ ستر بار اس نے واسطہ دیا لیکن شدت غضب کی

وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی طرف کوئی التفات نہیں کیا اور زمین کو حکم دیا کہ ان کو لے، غرض زمین نے سب کو نگل لیا۔
اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی اور فرمایا، تمہارا دل بھی کیسا سخت ہے۔ قارون نے ستر بار تم سے فریاد کی مگر تم نے ایک بار بھی اس کی فریاد رسی نہیں کی، قسم ہے اپنی عزت وعظمت کی اگر وہ مجھ سے ایک بار بھی فریاد کرتا تو میں اس کی فریاد رسی ضرور کرتا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ اللہ نے فرمایا، آئندہ میں زمین کو کسی کے حکم کا تابع نہیں بناؤں گا۔
قتادہ کا بیان ہے کہ زمین نے قارون کو اپنے اندر دھنسالیا اور وہ ہر روز بقدر آدم زمین کے اندر دھنس رہا ہے اور یونہی دھنستا رہے گا مگر قیامت تک انتہائی گہرائی کو نہ پہنچ سکے گا۔ قارون کے زمین میں دھنس جانے کے بعد بنی اسرائیل آپس میں کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام نے قارون کے لیے بددعا صرف اس لیے کی کہ خود اس کی جگہ اور اس کا مکان اور خزانہ اور سارا مال ومتاع لے لیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی کہ اللہ نے اس کے ساتھ اس کے گھر، خزانوں اور مال ومتاع کو بھی زمین میں دھنسا دیا جائے۔ یہی مطلب ہے اس آیت "**فخسفنا به وبداره الارض فما كان له من فئة ينصرونه من دون الله**" کا۔ یعنی جو اللہ سے قارون کے عذاب کے روکے۔ "**وما كانوا من المنتصرين**" جو اس پر عذاب نازل ہوا اس کو زمین میں دھنسنے سے روک دیتے۔
㊷ "**واصبح الذين تمنوا مكانه بالامس**" اور جو لوگ قارون کی طرح اللہ تعالیٰ سے مال ورزق اور زینت کی تمنا کر رہے تھے وہ اس بات پر ندامت کرنے لگے۔
عرب لوگ اس کی تعبیر اضحیٰ، امسی اور اصبح سے کرتے ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے "**اصبح فلان عالمًا**" کہ فلاں شخص نے صبح کی عالم ہونے کے ساتھ "**واضحى معدمًا**"......اور چاشت کے وقت وہ محروم رہا "**وامسى حزينًا**" اور شام کی غمگینی کی حالت میں۔ "**يقولون ويكأنّ الله**" اس لفظ کے معنی میں آئمہ مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ مجاہد نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ تو نہیں جانتا۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے کیا تو نے نہیں دیکھا۔ فراء نے کہا یہ کلمہ تقریر ہے جیسے کوئی کہے "**اما ترى الى صنع الله واحسانه**" کیا اللہ کے حسن سلوک اور احسان کو تو نہیں دیکھ رہا، یعنی ضرور دیکھ رہا ہے۔
فراء نے کہا میں نے خود سنا کہ ایک بدوی عورت نے اپنے شوہر سے کہا بیٹا کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: "**ويكانه وراء البيت**"، یعنی کیا دیکھ نہیں رہی کہ وہ گھر کے پیچھے ہے۔ حسن نے کہا کہ "ویک" کلمہ ابتدائیہ ہے۔ اس کی تقدیری عبارت یوں ہے "**الله يبسط الرزق**" بعض نے کہا کہ یہ کلمہ تنبیہ ہے۔ قطرب نے کہا "ویک" اصل میں "ویلک" تھا۔ دونوں کا معنی ایک ہی ہے لام حذف کر دیا گیا ہے۔ خلیل نحوی کا قول ہے لفظ "وَیْ" اسم فعل ہے تعجب اور ندامت کے اظہار کے لیے اس کا استعمال کیا گیا ہے۔ وہ لوگ اپنی پچھلی تمنا پر پشیمان ہوئے تھے اور انہوں نے پشیمان ہو کر ایسا کہا تھا اور "کأنّ" کا معنی ہے ایسا اندازہ ہوتا ہے، ایسا خیال ہوتا ہے، ایسا لگتا ہے۔

"یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ ویقدر" وہ رزق کو وسیع کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔ "لو لا أنّ من اللہ علینا لخسف بنا" حفص اور یعقوب نے خاء کے فتحہ کے ساتھ اور سین کے فتحہ کے ساتھ۔ عام قراء نے خاء کے ضمہ کے ساتھ اور سین کے کسرہ کے ساتھ۔ "ویکأنہ لایفلح الکافرون"

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿83﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿84﴾ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ط قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿85﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿86﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿87﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ م لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ط لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿88﴾

ترجمہ: یہ عالَم آخرت ہم ان ہی لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے جو شخص (قیامت کے دن) نیکی لے کر آوے گا اس کو اس سے بہتر (بدلہ) ملے گا اور جو شخص بدی لے کر آوے گا سو ایسے لوگوں کو جو کہ بدی کے کام کرتے ہیں اتنا ہی بدلہ ملے گا جتنا وہ کرتے تھے جس خدا نے آپ پر قرآن (کے احکام اور اس کی تبلیغ) کو فرض کیا ہے وہ آپ کو (آپ کے) اصلی وطن (یعنی مکہ) میں پھر پہنچا دے گا آپ (ان سے) فرما دیجئے کہ میرا رب خوب جانتا ہے کہ (اللہ کی طرف سے) کون سچا دین لے کر آیا ہے اور کون صریح گمراہی میں (مبتلا) ہے اور آپ کو (اپنے نبی ہونے کے قبل) یہ توقع نہ تھی کہ آپ پر یہ کتاب نازل کی جاوے گی مگر محض آپ کے رب کی مہربانی سے اس کا نزول ہوا سو آپ ان کافروں کی ذرا تائید نہ کیجئے اور جب اللہ کے احکام آپ پر نازل ہو چکیں تو ایسا نہ ہونے پاوے (جیسا اب تک بھی نہیں ہونے پایا) کہ یہ لوگ آپ کو ان احکام سے روک دیں اور آپ (بدستور) اپنے رب (کے دین) کی طرف لوگوں کو بلاتے رہئے اور ان مشرکین میں شامل نہ ہو جایئے اور (جس طرح آپ شرک سے معصوم ہیں اسی طرح آئندہ بھی) اللہ کے ساتھ کسی کو معبود نہ پکارنا اس کے سوا کوئی معبود (ہونے کے قابل) نہیں (اس لئے کہ)

سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے اسی کی حکومت ہے (جس کا ظہور کامل قیامت میں ہوگا) اور اسی کے پاس سب کو جانا ہے) پس اس کو ان کے کیے کی جزا دے گا۔

تفسیر ⑧③"**تلک الدار الاخرة نجعلها للذین لایریدون علوًا فی الارض**" مقاتل اور کلبی نے کہا یعنی جو لوگ ایمان سے غرور کی وجہ سے تکبر نہیں کرتے۔ عطاء کا قول ہے کہ لوگوں پر جبر اور چیرہ دستی نہیں کرتے اور ان کو حقیر نہیں جانتے۔ حسن کا قول ہے کہ حاکموں اور سرداروں کے پاس عزت و مرتبہ کے طلبگار نہیں ہوتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس آیت کا نزول ان حاکموں کے متعلق ہوا جو باوجود قدرت کے تواضع کرتے ہیں۔ آپ کا مقصد یہ ہے کہ جو حاکم اور صاحب قدرت متواضع ہوتا ہے وہ ملک میں خود اونچا اُٹھنے کا خواستگار نہیں ہوتا۔ "**ولا فسادًا**" کلبی نے کہا کہ فساد سے مراد اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کی طرف بلانا۔ عکرمہ کا قول ہے کہ ناحق لوگوں کا مال لینا مراد ہے۔ ابن جریج اور مقاتل نے کہا کہ گناہ کرنا مراد ہے۔ "**والعاقبة للمتقین**" عاقبت سے مراد محمود ہے جو اس سے ڈرا، مطلب اچھا انجام (جنت) ہے جو شخص اللہ کے اوامر اور نواہی پر عمل کرے اور گناہوں سے بچے۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد متقین کے لیے جنت ہے۔

⑧④"**من جاء بالحسنة فله خیر منها ومن جاء بالسیئة فلا یجزی الذین عملوا السیئات الا ما کانوا یعملون**"

⑧⑤"**انّ الذی فرض علیک القرآن**" یعنی جس نے آپ پر قرآن نازل کیا۔ یہی اکثر مفسرین کا قول ہے۔ عطاء کا قول ہے کہ جس نے آپ پر قرآن کی تلاوت، تبلیغ اور اس کے مطابق عمل فرض کیا ہے۔ "**لرادک الی معاد**" اس سے مراد مکہ ہے۔

معاد کی تفسیر میں مختلف اقوال

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ اس وعدہ کے مطابق اللہ نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں لوٹا بھی دیا۔ مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ قتیبی کا قول ہے کہ کسی شخص کا معاد اس کا شہر ہوتا ہے جہاں وہ لوٹ کر آتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف جانے کے لیے غارِ (ثور) سے نکلے تو تعاقب کے اندیشہ سے عام راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چل دیئے۔ پھر جب کوئی اندیشہ نہ رہا تو اصل راستہ پر آگئے اور جحفہ کے مقام پر پہنچے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے۔

جہاں سے مکہ اور مدینہ دونوں طرف کو راستہ جاتا ہے۔ مکہ کی جانب والا راستہ دیکھ کر آپ کو مکہ کا شوق پیدا ہوا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ کے دل میں اپنے شہر اور جس شہر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی، اس کا اشتیاق پیدا ہوگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جی ہاں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "**انّ الذی فرض علیک القرآن لَرَادُّک الی معادٍ**" فتح مکہ کے دن اللہ نے آپ کو لوٹا کر مکہ پہنچا دیا۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ معاد سے مراد موت ہے۔ زہری اور عکرمہ نے کہا کہ معاد سے مراد قیامت ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے جنت مراد ہے کیونکہ اللہ نے جب صراحت فرمادی کہ عاقبت یعنی اچھا انجام متقیوں کے لیے خاص ہے۔ "قل ربی اعلم من جاء بالھدیٰ" وہ جانتا ہے جو ہدایت لے کر آئے۔ یہ کفار مکہ کے جواب میں نازل ہوئی کیونکہ کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ تم کھلی گمراہی میں ہو۔ اس پر اللہ رب العزت نے یہ ارشاد فرمایا "قل لھم ربی اعلم من جاء بالھدیٰ"...... "ومن ھو فی ضلال مبین" اس سے مراد مشرکین ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دونوں فریقوں کے متعلق بہتر جانتے ہیں۔

㉖ "وما کنت ترجوا أن یلقی الیک الکتاب" ان کی طرف قرآن وحی کیا گیا۔ "الا رحمةً مِنْ ربک" فراء کا قول ہے کہ اس جگہ استثناء منقطع ہے اور "الاَّ" کا معنی ہے لیکن۔ معنی یہ ہوگا لیکن آپ کے رب نے اپنی رحمت سے آپ کو قرآن عطا کردیا۔ "فلاتکونن ظھیرًا للکافرین" ان کے دین کے مددگار نہ بنیں۔ مقاتل کا بیان ہے کہ کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین آباء واجداد اختیار کرنے کی دعوت دی تھی اس کے جواب میں اللہ نے آپ کو اپنی نعمتیں یاددلائیں اور کافروں کی پشت پناہی اور امداد سے روک دیا۔

㉗ "ولایصدنک عن آیات اللّٰہ" آیات سے مراد قرآن ہے۔ "بعد اذ انزلت الیک وادع الی ربک" یعنی اس کی معرفت اور اس کی توحید کی طرف دعوت دو۔ "ولا تکونن من المشرکین" ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ بظاہر خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر مراد اس سے دین والے ہیں نہ کفار کے ساتھ رہو اور نہ ہی ان کی موافقت اختیار کرو۔

㉘ "ولا تدع مع اللّٰہ الٰھا اٰخر لا الٰہ الا ھو کل شیءٍ ھالک الا وجھہ" صرف وہی ذات مبارکہ ہے۔ بعض نے کہا کہ سب کی بادشاہت ختم ہوجائے گی مگر اللہ تعالیٰ کی بادشاہت ختم نہیں ہوگی۔ ابوالعالیہ کا قول ہے کہ مگر وہ شخص جو اللہ کی رضامندی چاہے۔ "لہ الحکم" اسی کا حکم ہے اور اسی کا فیصلہ ہے۔ "والیہ ترجعون" تم لوگ آخرت کی طرف لوٹائے جاؤ گے، وہی تم کو تمہارے اعمال کی سزا اور جزا دے گا۔

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْت

مکی سورت ہے۔اس کی ۶۹ آیات ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ❶ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ❷ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ❸ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ❹

ترجمہ: الٓمّٓ (بعضے مسلمان جو کفار کی ایذاؤں سے گھبرا جاتے ہیں تو) کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جاویں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو (قسم قسم کے مصائب سے) آزمایا نہ جاوے گا اور ہم تو (ایسے واقعات سے) ان لوگوں کو بھی آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے (مسلمان) ہو گزرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو (ظاہری علم سے) جان کر رہے گا جو (ایمان کے دعویٰ میں) سچے تھے اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا ہاں کیا جو لوگ بڑے بڑے کام کر رہے ہیں وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم سے کہیں نکل بھاگیں گے ان کی یہ تجویز نہایت ہی بیہودہ ہے۔

تفسیر: (❶-❷)......"الم احسب الناس"لوگوں نے یہ گمان کیا۔"أن يتركوا"بغیر امتحان اور بغیر آزمائش کے ان کو چھوڑ دیا جائے گا۔"أن يقولوا" صرف اتنا کہہ دینے سے "امنا وهم لا يفتنون"کہ ان کو ان کے اموال کی آزمائش میں اور ان کے نفسوں کی آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا ہرگز نہیں بلکہ ضرور بالضرور ان سے امتحان لیا جائے گا تاکہ مخلص اور منافق کے درمیان جانچ پڑتال ہو جائے، جھوٹے اور سچے انسان میں فرق واضح ہو جائے۔

آیت کے مختلف شان نزول

اس آیت کے سبب نزول میں مختلف اقوال ہیں۔امام شعبی کا قول ہے کہ یہ آیت مکہ میں رہنے والے مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی۔مدنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے مکی مسلمانوں کو یہ آیت لکھ کر بھیج دی اور کہا کہ تمہارا اسلام لانا اس وقت تک قابل قبول نہیں سمجھا جائے گا یہاں تک کہ وہ ہجرت نہ کرلیں۔مسلمانوں نے وہاں سے ہجرت کردی، راستے میں مشرکین سے جھڑپ

ہوئی، کچھ مسلمان شہید ہوگئے اور کچھ مسلمان بچ کر مدینہ پہنچ گئے۔ ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ "الناس" سے مراد مکہ میں رہ جانے والے مسلمان سلمہ بن ہشام، عیاش بن ربیعہ، ولید بن ولید، عمار بن یاسر وغیرہ ہیں۔ ابن جریج کا قول ہے کہ اس آیت کا نزول عمار بن یاسر کے متعلق ہوا، آپ کو اللہ کی راہ میں سخت دُکھ دیئے جاتے تھے۔

مقاتل کا قول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت مہجع بن عبداللہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس اُمت میں آپ پہلے شخص ہوں گے جن کو جنت کے دروازے کی طرف بلایا جائے گا۔ حضرت مہجع یوم بدر میں سب سے پہلے شہید ہونے والے صحابی تھے۔ ان کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "سید الشهداء مهجع بن عبدالله" جب آپ کے والدین اور بی بی بے تابی کے ساتھ گریہ وزاری کرنے لگے تو ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض نے کہا "وهم لايفتنون" سے اوامر اور نواہی مراد ہیں کہ شروع میں اللہ تعالیٰ نے صرف ایمان کا حکم دیا تھا۔ پھر نماز، زکوٰۃ اور دوسرے قوانین فرض کیے۔ بعض لوگوں کو اس کی تعمیل میں دُشواری ہوگئی اور ان پر یہ حکم شاق ہوا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

③ "ولقد فتنا الذين من قبلهم" یعنی انبیاء اور مؤمنین کی سخت آزمائش ہم کر چکے ہیں۔ بعض انبیاء کو آروں سے چیرا گیا، بعض کو قتل کیا گیا، بنی اسرائیل کو فرعون بدترین عذاب دیتا رہا۔ "فليعلمن الله الذين صدقوا" ان کے قول "امنا" کہ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے وعدے میں سچے ہیں۔ "وليعلمن الكاذبين" اللہ ان کے امتحان لینے سے پہلے ہی جانتا ہے، آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ سچوں کو جھوٹوں سے الگ کر کے ظاہر کردے تاکہ اللہ کے ازلی علم کا فعلی ظہور ہو جائے۔ مقاتل نے علم کا ترجمہ دکھانا کیا ہے کہ اللہ دکھا دے گا۔ بعض نے اس طرح معنی بیان کیے کہ اللہ ناپاک کو پاک سے الگ کردے گا۔

④ "ام حسب الذين يعملون السيئات" اس سے مراد شرک ہے۔ "أن يسبقونا" کہ وہ ہمیں عاجز کردیں گے اور وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے اور ہم ان سے انتقام لینے پر قادر نہیں ہوں گے۔ "ساء مايحكمون" بُرا ہے وہ فیصلہ جو یہ لوگ کر رہے ہیں اور جو انہوں نے گمان کیا۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑤ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ⑥ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑦ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑧

(ترجمہ) جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہو سو (اس کو تو ایسے ایسے حوادث سے پریشان نہ ہونا چاہئے کیونکہ) اللہ تعالیٰ (سے ملنے) کا وہ معین وقت ضرور آنے والا ہے) جس سے سارے غم غلط ہو جائیں گے اور وہ سب سنتا سب کچھ جانتا ہے اور جو شخص محنت کرتا ہے وہ اپنے ہی (نفع کے) لئے محنت کرتا ہے (ورنہ) تمام جہان والوں میں کسی

کی حاجت نہیں اور (وہ نفع جو طاعت سے پہنچتا ہے اس کا بیان یہ ہے کہ) جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں ہم ان کے گناہ ان سے دور کر دیں گے اور ان کو ان کے (ان اعمال (ایمان و اعمال صالحہ) کا (استحقاق سے) زیادہ اچھا بدلہ دیں گے اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور (اس کو ساتھ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ) اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس (کے معبود ہونے) کی کوئی (صحیح) دلیل تیرے پاس نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا تم سب کو میرے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے سو میں تم کو تمہارے سب کام (نیک ہوں یا بد) جتلا دوں گا۔

تفسیر ⑤ "من كان يرجوا لقاء الله" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس جگہ رجاء کا معنی ہے خوف یعنی جو شخص حشر نشر، حساب فہمی اور عذاب خدا سے ڈرتا ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا کہ رجاء بمعنی طمع ہے یعنی جو شخص ثواب کا خواہش مند ہے۔ "فان اجل الله لات" یعنی جو اللہ نے ثواب اور عقاب کا وعدہ کیا۔ مقاتل نے کہا کہ اس سے مراد ہے قیامت کا دن یعنی قیامت کا دن ضرور آئے گا اس لیے آدمی پر لازم ہے کہ ایسے کاموں کی طرف پیش قدمی کرے جن سے ثواب کا حصول ہو جس کی اس کو خواہش ہے اور عذاب سے نجات مل جائے جس کا اس کو ڈر ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ہے "فمن كان يرجوا لقاء ربه فليعمل عملاً صالحًا ولا يشرك بعبادة ربه أحدًا"......"وهو السميع العليم"

⑥ "ومن جاهد فانما يجاهد لنفسه" اس کے لیے ثواب ہے۔ جہاد کا معنی کیا ہے شدت اور سختی پر صبر کرنا اور یہ جنگ کے وقت ہوتا ہے اور کبھی کبھار مخالفت نفس پر بھی ہوتا ہے۔ "ان الله لغنی عن العالمین" ان کے اعمال اور ان کی عبادات سے لاپرواہ ہے۔

⑦ "والذين امنوا وعملوا الصالحات لنكفرن عنهم سيئاتهم" نیکیوں کے ذریعے سے برائیوں کو دور کر دیں گے۔ گویا کہ اس نے برائی کی ہی نہیں ہوگی، تکفیر کہا جاتا ہے برائی کو نیکی کے ذریعے سے مٹانا۔

"ولنجزينهم احسن الذين كانوا يعملون" "احسن اعمالهم" سے مراد طاعت ہے۔ بعض نے کہا کہ ہم ان کے اعمال سے زیادہ جزاء ان کو دیں گے، دس گنا سے سات سو گنا تک اور اس سے زائد جتنا اللہ چاہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "من جاء بالحسنة فله عشر امثالها"

⑧ "ووصينا الانسان بوالديه حسنًا" ان دونوں کے ساتھ نیکی کرنے کی وصیت فرمائی۔ معنی اس کا یہ ہے کہ ہم نے انسان کو یہ وصیت کی ہے کہ وہ والدین کے ساتھ وہی سلوک کرے۔ جیسا کہ اس کے والدین نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

آیت ووصينا الانسان بوالديه کا شان نزول

اس آیت کا نزول اور سورۃ لقمان کی آیت کا نزول اور احزاب کی آیت کا نزول سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا کہ سعد بن مالک اور ان کی ماں حمنہ بنت ابی سفیان بن عبدالشمس نے کہا تو نے یہ کیا نئی بات نکال رکھی ہے۔ جب تک تو

اس کا انکار نہیں کرے گا اس وقت تک بخدا میں نہ کھانا کھاؤں گی نہ پانی پیوں گی۔ یہاں تک کہ یونہی مرجاؤں گی۔ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں جب تک اس مذہب سے جس پر تو قائم ہے لوٹ نہیں جائے گا، میں کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی، یونہی مرجاؤں گی، پھر ہمیشہ تجھے لوگ اس کی عار دلاتے رہیں گے کہ یہ ماں کا قاتل ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ایک روایت میں اس طرح واقعہ لکھا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت سعد کی ماں نے ایک دن رات یا تین دن بغیر کھائے پیے گزار دیئے۔ سعد ماں کے پاس گئے اور کہا اماں اگر تیری سو جانیں ہوں اور ایک ایک جان نکل جائے تب بھی میں اپنا مذہب نہیں چھوڑوں گا۔ تیرا دل چاہے کھا اور نہ چاہے تو نہ کھا۔ جب ماں نا اُمید ہوگئی تو اس نے کھانا پینا شروع کر دیا۔ اسی پر یہ آیت نازل فرمائی کہ والدین کے ساتھ نیکی اور ان دونوں کے احسان کرو، ہاں شرک میں ان دونوں کی اطاعت نہ کرو۔

"**وان جاهداک لتشرک بی مالیس لک به علم فلا تطعهما**" حدیث شریف میں آتا ہے "**لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق**" خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی فرمانبرداری جائز نہیں۔ "**الی مرجعکم فأنبئکم بما کنتم تعملون**" تمہیں تمہارے اعمال کی خبر دیں گے اور برے اعمال کا بدلہ بھی دیں گے اور نیک اعمال کا بدلہ نیکی سے دیں گے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ⑨ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ⑩ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ⑪ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑫

ترجمہ اور (تم میں) جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور نیک عمل کئے ہوں گے ہم ان کو نیک بندوں (کے درجہ) میں (کہ بہشت ہے) داخل کر دیں گے اور بعضے آدمی ایسے ہیں جو کہہ دیتے ہیں کہ اللہ پر ایمان لائے پھر جب ان کو راہ خدا میں کچھ تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو لوگوں کی ایذا رسانی کو ایسا (عظیم) سمجھ جاتے ہیں جیسے خدا کا عذاب اور اگر (کبھی) کوئی مدد (مسلمانوں کی) آپ کے رب کی طرف سے آ پہنچتی ہے تو (اس وقت) کہتے ہیں کہ ہم تو (دین وعقیدے میں) تمہارے ساتھ تھے کیا اللہ تعالیٰ کو دنیا جہان والوں کے دلوں کی باتیں معلوم نہیں ہیں (یعنی ان کے دل ہی میں ایمان نہ تھا) اور (یہ واقعات اس لئے ہوتے رہتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کو معلوم کر کے رہے گا اور منافقوں کو بھی معلوم کر کے رہے گا اور کفار مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ (دین میں) ہماری راہ پر چلو اور (قیامت میں) تمہارے گناہ ہمارے ذمہ حالانکہ یہ لوگ ان کے گناہوں میں سے ذرا بھی نہیں لے سکتے یہ بالکل جھوٹ بک رہے ہیں۔

تفسیر ⑨ "**والذین اٰمنوا وعملوا الصالحات لندخلنهم فی الصالحین**" صالحین کے زمرہ میں داخل کر دیں

گے اور وہ انبیاء، اولیاء ہیں۔ یعنی ہم نیکوکار مؤمنوں کو انبیاء، اولیاء وغیرہ کے ساتھ شامل کردیں گے۔ بعض نے کہا کہ ان کے ساتھ ان کو جنت میں داخل کردیں گے اور جنت میں سب ساتھ ہو جائیں گے۔

⑩ **"ومن النّاس من یقول امنا باللہ فاذا اوذی فی اللہ"** لوگوں کی طرف سے ان کو بلا اور آزمائش پہنچی۔ **"جعل فتنة الناس کعذاب اللہ"** کچھ لوگوں کو دُکھ کافروں کی طرف سے پہنچتا ہے اور ان کو عذاب پہنچتا ہے۔ جیسا کہ آخرت میں عذاب دیا جاتا ہے۔ یعنی یہ لوگ کافروں کی طرف سے دیئے گئے عذاب پر صبر نہیں کرتے بلکہ جزع فزع کرتے ہیں اور اسلام چھوڑ دیتے ہیں جس طرح کہ مسلمان اللہ کے عذاب آخرت کے خوف سے کفر و معصیت کو ترک کردیتے ہیں۔ یہ قول سدی اور ابن زید کا ہے۔ یہ منافق کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب اس کو تھوڑی سی اذیت دی جاتی ہے تو وہ اسلام چھوڑ دیتا ہے اور کفر اختیار کرلیتا ہے۔

"ولئن جاء نصرٌ من ربّک" جب مسلمانوں کو فتح اور مال غنیمت حاصل ہوتا ہے۔ **"لیقولن"** تو اس وقت یہ منافق کہتا ہے کہ ہم مؤمنین ہیں۔ **"انا کنا معکم"** تمہارے دشمن کے مقابلے میں ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ہم پکے مسلمان ہیں۔ **"اولیس اللہ بأعلم بما فی صدور العالمین"** ایمان اور نفاق سے۔

⑪ **"ولیعلمن اللہ الذین آمنوا"** انہوں نے تصدیق کی اور اسلام پر ثابت قدم رہے مصیبت کے وقت۔ **"ولیعلمن المنافقین"** اور منافقین کو بھی جانتے ہیں۔ جنہوں نے مصیبت کے وقت اسلام کو ترک کردیا۔ اس آیت کے نزول کے بارے میں اختلاف ہے کہ مجاہد نے کہا کہ کفار مکہ نے یہ بات کہی تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت کا نزول ان لوگوں کے متعلق ہوا کہ جو زبان سے ایمان لائے لیکن جب ان کو مصیبت پہنچی تو وہ اسلام سے پھر گئے۔

عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ مکہ کے کچھ لوگ تو مسلمان ہوگئے تھے مگر وہ اپنے ایمان پوشیدہ رکھتے تھے، بدر کی لڑائی میں مشرک ان کو اپنے ساتھ لے گئے، ان میں سے کوئی مارا گیا تو مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ لوگ تو مسلمان تھے، مجبوراً ناگواری کی حالت میں مشرکوں کے ساتھ آئے جو لوگ مارے گئے ان کے لیے دُعائے مغفرت کردیجئے۔ اس پر سورۃ نساء کی آیت **"ان الذین توفھم الملائکة ظالمی انفسم الایة"** آخر تک نازل ہوئی۔

قتادہ کا بیان ہے کہ یہ سورۃ ان مؤمنین کے حق میں نازل ہوئی جو مکہ سے ہجرت کرکے آرہے تھے، انہیں مشرکین نے واپس مکہ لوٹنے پر مجبور کیا۔ شعبی کا بیان ہے کہ آغاز سورت سے یہاں تک دس آیات مدنی ہیں اور اس سے آگے اخیر سورت تک ساری آیات مکی ہیں۔

⑫ **"وقال الذین کفروا للذین اٰمنوا اتبعوا سبیلنا"** مجاہد کا قول ہے کہ کفار مکہ نے یہ بات کہی تھی جو لوگ ایمان لائے تھے ان کو۔ کلبی اور مقاتل کا بیان ہے کہ ابوسفیان نے مؤمنوں سے کہا تھا کہ ہمارے دین پر اور ہمارے باپ دادا کے دین پر چلو، کفر کو اختیار کرنے کی جرأت پیدا کرنے کے لیے انہوں نے ایسا کہا تھا۔ **"ولنحمل خطیاکم"** تمہارا بوجھ بھی اپنے اوپر ڈال دیں گے۔

فراء نے کہا کہ **"ولنحمل"** لفظ کے اعتبار سے امر کا صیغہ ہے لیکن معنی کے لحاظ سے جزاء ہے یعنی اگر ہماری راہ پر چلو گے تو ہم تمہارے گناہ اپنے اوپر اُٹھالیں گے۔ دوسری آیت میں بھی اسی طرح آیا ہے۔ فرمایا ہے **"فلیلقه الیم بالسّاحل"** پھر دریا

کو چاہیے کہ اس کو ساحل پر پھینک دے یعنی دریا اس کی لاش کو ساحل پر پھینک دے گا۔ بعض نے کہا کہ یہ امر مجزوم ہے، گویا کہ انہوں نے اپنے آپ کو حکم دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی۔ "وماهم بحاملين من خطاياهم من شيء انهم لكاذبون" یعنی جو اپنے گناہوں کے ساتھ ساتھ دوسرے کے گناہوں کو اٹھانے کی خبر دے رہے ہیں۔ یہ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔

وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ⑬ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ⑭ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ⑮ وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑯ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑰ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑱

ترجمہ: اور (البتہ یہ ہوگا کہ) یہ لوگ اپنے گناہ اپنے اوپر لدے ہوں گے اور اپنے (ان) گناہوں کے ساتھ (ہی) کچھ گناہ اور (بھی لادے ہوں گے) اور یہ لوگ جیسی جیسی جھوٹی باتیں بناتے تھے قیامت میں ان سے باز پرس (اور پھر سزا) ضرور ہوگی اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا سو وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار برس رہے اور قوم کو سمجھاتے رہے) پھر (جب اس پر بھی وہ باز نہ آئے تو) ان کو طوفان نے آدبایا اور وہ بڑے ظالم لوگ تھے پھر (اس طوفان آنے کے بعد) ہم نے ان کو اور کشتی والوں کو (اس طوفان سے) بچالیا اور ہم نے اس واقعہ کو تمام جہان والوں کے لئے موجب عبرت بنایا اور ہم نے ابراہیم کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے (جو کہ بت پرست تھے) فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر محض بتوں کو پوج رہے ہو اور (اس کے متعلق) جھوٹی باتیں تراشتے ہو تم خدا کو چھوڑ کر جن کو پوج رہے ہو وہ تم کو کچھ بھی رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے سو تم لوگ رزق خدا کے پاس سے تلاش کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر کرو اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور اگر تم لوگ مجھ کو جھوٹا سمجھو تو (میرا کچھ نقصان نہیں کیونکہ) تم سے پہلے بھی بہت سی امتیں (اپنے پیغمبروں کو) جھوٹا سمجھ چکی ہیں اور پیغمبروں کا کچھ بھی نقصان نہیں ہوا وجہ اس کی یہ ہے) کہ پیغمبروں کے ذمہ تو صرف (بات کا) صاف صاف طور پر پہنچا دینا ہے۔

تفسیر: ⑬ "وليحملن اثقالهم" یعنی دوسروں کو گمراہ کرنے کا بار مگر اس سے گمراہ ہونے والوں کا بار ہلکا نہ ہو سکے گا۔ "واثقالاً مع اثقالهم" یعنی وہ بوجھ جو دوسروں کا گمراہ کرنے کا تھا اور ان کو سیدھے راستے سے روکا، ساتھ ان کے

بوجھوں کے اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان "لیحملوا أوزارھم کاملة یوم القیامة ومن اوزار الذین یضلونھم بغیر علم" ...... "ولیسئلن یوم القیامة عما کانوا یفترون" یہ سوال بطور توبیخ اور تقریع کے لیے ہے۔

⑭ "ولقد ارسلنا نوحًا الی قومه فلبث فیھم ألف سنة الا خمسین عامًا فأخذھم الطوفان" طوفان نے ان کو غرق کر ڈالا۔ "وھم ظالمون" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ مشرکوں سے کیا ہے کہ وہ مشرک تھے۔

⑮ "فانجیناہ و اصحاب السفینة" غرق ہونے سے اصحاب سفینہ کو بچالیا۔ "وجعلناھا" اور ہم نے بنایا اس کشتی کو "ایة" عبرت کے لیے نشانی "للعالمین" تمام جہانوں کے لیے، وہ کشتی دراز مدت تک جودی پہاڑ پر ٹھہری رہی اور بعض نے کہا کہ کشتی کو غرق ہونے والوں کے لیے عبرت کا نشان بنائے رکھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ چالیس سال کی عمر میں حضرت نوح علیہ السلام کو نبوت ملی، پھر ساڑھے نو سو برس قوم کو ہدایت کرتے رہے اور طوفان کے بعد ساٹھ برس زندہ رہے۔ جب لوگوں کی نسلیں بڑھ گئیں اور پھیل گئیں اور آپ کی عمر ایک ہزار پچاس سال کی ہوگئی تو آپ کی وفات ہوگئی۔

⑯ "وابراھیم" پھر ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ "اذ قال لقومه اعبدوا اللّٰہ واتقوہ" اس کی اطاعت کرو اور اس سے ڈرو۔ "ذلکم خیرلکم ان کنتم تعلمون"

⑰ "انماتعبدون من دون اللّٰہ أوثانًا" اس سے مراد بت ہیں۔ "وتخلقون افکًا" اور تم لوگ جھوٹ گھڑتے ہو۔ مقاتل کا بیان ہے کہ وہ بتوں کو اپنے ہاتھوں سے تراشتے تھے، پھر ان کو اپنے الٰہ کہلاتے تھے۔ "ان الذین تعبدون من دون اللّٰہ لایملکون لکم رزقًا" وہ اس بات پر قادر نہیں کہ وہ تمہیں رزق دیں۔ "فابتغوا" پس تم طلب کرو۔ "عنداللّٰہ الرزق واعبدوہ واشکروا له الیه ترجعون"

⑱ "وان تکذبوا فقد کذب أمم من قبلکم" جیسے قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ نے انبیاء کو جھٹلایا اور پھر ان قوموں کو ہلاک کر دیا گیا۔ "وما علی الرسول الا البلاغ المبین"

اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰہُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ ط اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ ⑲ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰہُ یُنْشِئُ النَّشْاَۃَ الْاٰخِرَۃَ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ⑳ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ وَاِلَیْہِ تُقْلَبُوْنَ ㉑ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ㉒ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَلِقَآئِہٖ اُولٰٓئِکَ یَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ وَاُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ㉓ فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِہٖ اِلَّا اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْہُ اَوْحَرِّقُوْہُ فَاَنْجٰہُ اللّٰہُ مِنَ النَّارِ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ㉔

ترجمہ کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مخلوق کو اول بار پیدا کرتا ہے (کہ عدم محض سے وجود میں لاتا ہے) پھر وہی دوبارہ اس کو پیدا کردے گا یہ اللہ کے نزدیک بہت ہی آسان ہے آپ (ان لوگوں سے) کہیئے کہ تم لوگ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو کس طور پر اول بار پیدا کیا ہے پھر اللہ پچھلی بار بھی پیدا کرے گا بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے جس کو چاہے عذاب دے گا (یعنی جو اس کا مستحق ہوگا) اور جس پر چاہے رحمت فرماوے گا (یعنی جو اس کا اہل ہوگا) اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے اور تم نہ زمین میں (چھپ کر خدا کو) ہرا سکتے ہو اور نہ آسمان میں (اڑ کر) اور خدا کے سوا نہ تمہارا کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار اور جو لوگ خدا تعالیٰ کی آیتوں کے اور (بالخصوص) اس کے سامنے جانے کے منکر ہیں وہ لوگ (قیامت میں) میری رحمت سے ناامید ہوں گے اور یہی ہیں جن کو عذاب دردناک ہوگا سو (ابراہیمؑ کی اس تقریر دلپذیر کے بعد) ان کی قوم کا (آخری) جواب بس یہ تھا کہ (آپس میں) کہنے لگے کہ ان کو یا تو قتل کر ڈالو یا ان کو جلا دو (چنانچہ جلانے کا سامان کیا) سو اللہ نے ان کو اس آگ سے بچالیا بیشک اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے جو کہ ایمان رکھتے ہیں کئی نشانیاں ہیں۔

تفسیر ⑲ "اولم یروا کیف یبدی اللہ الخلق" کیسے اللہ رب العزت نے انسان کی تخلیق ابتداء سے کی۔ شروع میں وہ نطفہ کی شکل، پھر لوتھڑا، پھر گوشت کا ٹکڑا۔ "ثم یعیدہ" پھر آخرت میں دوبارہ اس کو زندہ کیا جائے گا۔ "ان ذلک علی اللہ یسیر"

⑳ "قل سیروا فی الارض فانظروا کیف بدأ الخلق" ان کے گھروں اور ان کے مکانات کو دیکھو اور دیکھو کہ اللہ نے ان کو کیسا پیدا کیا۔ "ثم اللہ ینشئی النشأۃ الاخرۃ" پھر وہ ذات ان کو آخرت میں دوبارہ زندہ کرے گی موت کے بعد۔ جیسا کہ اللہ کو پہلی مرتبہ پیدا کرنا متعذر نہیں تھا تو اسی طرح دوبارہ پیدا کرنا بھی متعذر نہیں ہوگا۔ یہ قرأت ابن کثیر، ابوعمرو کی ہے۔ "النشأۃ" شین کے فتحہ اور مد کے ساتھ اور دوسرے قراء نے شین کے سکون کے ساتھ۔ اس کی مثال "الرأفۃ والرأفۃ" ہے۔ "انّ اللہ علی کل شیٔ قدیر"

㉑ "یعذب من یشاء ویرحم من یشاء والیہ تقلبون" اور اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

㉒ "وما انتم بمعجزین فی الارض ولا فی السماء"

سوال: ۔ کیا جائے کہ آیت میں فی الارض کی قید تو درست ہے لیکن فی السماء کی قید درست نہیں کیونکہ خطاب تو صرف آدمیوں کو ہے اور آدمیوں کا ٹھکانا زمین ہے نہ کہ آسمان؟

جواب: فراء نے اس کا یہ جواب دیا کہ "ولا فی السماء" کا معنی ہے "ولا من فی السماء" یعنی اللہ کے ان ملائکہ کو بھی عاجز نہیں بنا سکتے جو آسمان میں ہیں۔ جیسا کہ حسان بن ثابت کا شعر ہے:

فمن یھجو رسول اللہ منکم . ویمدحہ وینصرہ سواءٌ

تم میں سے جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کریں اور وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور مدد

کریں، دونوں فریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے برابر ہیں۔
مراد اس سے وہ شخص جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کرے اور وہ شخص جو ہجو کرے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ معنی یہ ہوا کہ جوز مین والے زمین والوں کو عاجز نہیں کر سکتے تو وہ آسمان والوں کو بھی عاجز نہیں کر سکتے۔
قطرب نے اس کا مطلب یہ بیان کیا کہ تم اہل زمین والوں کو عاجز نہیں کر سکتے اور آسمان والوں کو بھی عاجز نہیں کر سکتے۔ اگر تم آسمان میں رہنے والوں میں سے ہو۔ "ومالكم من دون الله من ولي ولا نصير" نہ تو ان کا کوئی مددگار ہوگا جو ان کو مجھ سے روکے اور نہ ہی کوئی مددگار ہوگا جو میرے عذاب سے ان کی مدد کرے۔

۲۳ "والذين كفروا بايات الله ولقائه" اللہ کی آیات سے مراد قرآن پاک اور قیامت کے دن دوبارہ جی اُٹھنے پر یقین۔ "اولئك يئسوا من رحمتي" رحمت سے مراد جنت ہے۔ "واولئك لهم عذاب اليم" یہ تمام آیات اہل مکہ کے تذکرہ پر ہیں اور ان کو ڈرانے کے لئے ہیں۔ یہ جملہ معترضہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کلام کے درمیان ذکر کر دیا گیا اور اس کے بعد پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کی طرف رجوع کیا۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

۲۴ "فما كان جواب قومه الا أن قالوا اقتلوه أو حرقوه فانجاه الله من النّار" اور ہم نے اس آگ کو آپ پر ٹھنڈی اور سلامت والی بنادی۔ "انّ في ذلك لايات لقوم يؤمنون"

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا. ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا. وَمَاْوٰكُمُ النَّارُ وَمَالَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۲۵ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ م وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ط اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۲۶ وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۲۷ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۲۸ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ط فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۲۹

ترجمہ: اور ابراہیم (علیہ السلام) نے (وعظ میں یہ بھی) فرمایا کہ تم نے جو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو (معبود) تجویز کر رکھا ہے بس یہ تمہارے باہمی دنیا کے تعلقات کی وجہ سے ہے پھر قیامت میں (تمہارا یہ حال ہوگا کہ) تم میں ایک دوسرے کا مخالف ہو جاوے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا اور (اگر تم اس بت پرستی سے باز نہ آئے تو) تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور تمہارا کوئی حمایتی نہ ہوگا سو (اتنے وعظ دلپذیر کو بھی ان کی قوم نے نہ مانا اور) صرف لوط (علیہ

السلام) نے ان کی تصدیق فرمائی اور ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میں اپنے پروردگار کی (بتلائی ہوئی جگہ کی) طرف ترک وطن کر کے چلا جاؤں گا بیشک وہ زبردست حکمت والا ہے اور ہم نے (ہجرت کے بعد) ان کو اسحاقؑ (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عنایت فرمایا اور ہم نے ان کی نسل میں نبوت اور کتاب (کے سلسلہ) کو قائم رکھا اور ہم نے ان کا صلہ ان کو دنیا میں بھی دیا اور آخرت میں بھی (بڑے درجہ کے) نیک بندوں میں ہوں گے اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں نہیں کیا کیا تم مردوں سے فعل کرتے ہو (وہ بے حیائی کا کام یہی ہے) اور تم ڈاکے ڈالتے ہو اور (غضب یہ ہے کہ) اپنی بھری مجلس میں نامعقول حرکت کرتے ہو سوان کی قوم کا (آخری) جواب بس یہ تھا کہ تم ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ اگر تم (اس بات میں) سچے ہو (کہ یہ افعال موجب عذاب ہیں)

تفسیر ㉕ **"وقال"** حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا **"انما اتخذتم من دون الله اوثانًا مودة بينكم"** ابن کثیر اور کسائی نے ابوعمرو یعقوب نے **"مودةٌ"** رفع کے ساتھ بغیر تنوین کے پڑھا ہے۔ **"بينكم"** اضافت کے ساتھ۔ معنی یہ ہوگا کہ جن لوگوں نے بتوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے دُنیاوی فائدے کے لیے۔ **"فی الحیوة الدنیا"** پھر یہ فائدے دُنیا میں ختم ہو جائیں گے۔ آخرت میں کچھ فائدہ نہیں دیں گے۔

حمزہ اور حفص نے **"مودة"** نصب کے ساتھ پڑھا ہے بغیر تنوین کے اضافت کی وجہ سے۔ دوسرے قراء نے منصوب تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ انہوں نے اپنے بتوں کو دُنیاوی زندگی کی عیش وعشرت کے لیے معبود بنا رکھا ہے ان پر عبادت کرنے کے لیے بار بار لوٹتے ہیں اور دُنیا میں ان سے فوائد کی اُمید رکھتے ہیں۔ **"ثم یوم القیامة یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضًا"** اس دن یہ بتوں کی عبادت کرنے سے برأت اختیار کر لیں گے اور باہم ایک دوسرے کی اتباع کے منکر ہو جائیں گے اور ہر ایک دوسرے پر لعنت بھیجے گا۔ **"ومأواکم"** ان سب کا ٹھکانا یعنی عبادت کرنے والوں کا اور معبودوں کا۔ **"النار ومالکم من ناصرین"**

㉖ **"فامن له لوط"** حضرت لوط علیہ السلام نے ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لے آئے۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران کے بیٹے تھے۔ **"وقال"** اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا **"انی مهاجر الی ربی"** یعنی اللہ نے مجھے جہاں چلے جانے کا حکم دیا وہاں چلا جاؤں گا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوثی علاقہ کوفہ سے حران کی طرف ہجرت کی، پھر حران سے شام کو چلے گئے۔ حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کی بیوی حضرت سارہ دونوں آپ کے ساتھ تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے ہی وہ شخص تھے جنہوں نے اپنے آبائی گاؤں سے ہجرت کی۔ مقاتل کا بیان ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر پچھتر (۷۵) سال تھی۔ **"انه هو العزیز الحکیم"**

㉗ **"ووهبنا له اسحاق ویعقوب وجعلنا فی ذریته النبوة والکتاب"** کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی نبی ایسا نہیں

جو ابراہیم علیہ السلام کے بعد انہی کی نسل میں سے نہ ہو۔ "و آتیناہ أجرہ فی الدنیا" وہ ہے اچھی تعریف۔ اس وجہ سے ہر ادیان والے اپنے دین کو دین ابراہیمی سے موسوم کرتے ہیں۔ سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس سے مراد نیک اولاد ہے۔ بعض نے کہا کہ انہوں نے دُنیا میں اپنا مکان جنت کے اندر دیکھ لیا تھا۔ "وانہ فی الاخرۃ لمن الصالحین" حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شمار اہل صلاح میں سے ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کا شمار ہوگا۔

28 "ولوطا اذ قال لقومہ انکم" ابو عمرو، حمزہ اور کسائی اور ابو بکر نے "أئنکم" استفہام کے ساتھ پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے بغیر استفہام کے پڑھا ہے۔ انہوں نے دوسرے استفہام پر قیاس کیا۔ "لتأتون الفاحشۃ" فاحشہ سے مراد مردوں کے پاس آنا برائی کے لیے۔ "ماسبقکم بھا من احد من العالمین"

29 "أئنکم لتاتون الرجال وتقطعون السبیل" یہ اس وجہ سے کہ جو شخص بھی ان کے راستے سے گزرتا مسافرین میں سے۔ پھر لوگوں نے وہاں سے گزرنا ترک کر دیا۔ بعض نے کہا کہ "تقطعون" سے مراد نسل کا قطع کرنا ہے کہ جب عورتوں کے پاس آنے کے بجائے مردوں کے پاس آئیں گے تو توالد تناسل نہیں ہوگا؟ تو نسل قطع ہو جائے گی۔ "وتاتون فی نادیکم المنکر" النادی والندی والمنتدی اس مجلس کو کہتے ہیں جس میں اہل مجلس موجود ہوں۔

ابو صالح نے اُم ہانی کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت اُم ہانی نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت "وتأتون فی نادیکم المنکر" کے متعلق دریافت فرمایا اور عرض کیا کہ وہ بری بات کونسی تھی جو قوم لوط والے اپنی مجلسوں میں کرتے تھے۔ فرمایا وہ لوگ آنے جانے والوں کے غلے مارتے اور ان کا مذاق بناتے تھے۔ روایت میں آتا ہے کہ قوم لوط والے اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے ہر شخص کے پاس ایک پیالے میں کچھ پتھریاں ہوتی تھیں، کوئی مسافر اِدھر سے گزرتا تو وہ آپس میں کہتے تھے۔ لو چنانچہ ہر شخص مسافر کو نشانہ بنا کر کنکری مارتا تھا جس کی کنکری مسافر کو لگ جاتی وہی مسافر کا مستحق قرار پاتا تھا۔ پہلے اس کا سب سامان چھین لیتا، پھر اس کے ساتھ بدفعلی کرتا تھا اور تین درہم اس کو دے کر چلتا کر دیتا تھا، اس کا سربراہ تین درہم دینے کا فیصلہ کرتا تھا۔

قاسم بن محمد نے کہا وہ جلسوں میں بیٹھ کر آواز کے ساتھ ریاح خارج کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا ایک دوسرے پر تھوکتے تھے۔ مکحول کا بیان ہے قوم لوط کی بری حرکتوں میں سے یہ باتیں بھی تھیں کہ وہ علک چباتے، مہندی سے انگلیاں رنگتے، لنگیاں کھول دیتے تھے، سیٹیاں بجاتے، کنکریاں مارتے اور بدفعلیاں کرتے تھے۔ "فما کان جواب قومہ" جب حضرت لوط علیہ السلام کے منع کرنے کے باوجود ان بری حرکتوں سے نہ رکے۔ "الا أن قالوا" تو وہ بطور استہزاء یہ کہنے لگے "ائتنا بعذاب اللہ ان کنت من الصادقین" کہ ہم پر عذاب نازل کرا گر تو اپنی نبوت میں سچا ہے۔

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿30﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ﴿31﴾ قَالَ اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ۚ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا.

لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ. كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: لوط (علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے میرے رب مجھ کو ان مفسد لوگوں پر غالب (اور ان کو عذاب سے ہلاک) کردے اور ہمارے (وہ) بھیجے ہوئے فرشتے جب ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس بشارت لے کر پہنچے تو (اثناء گفتگو میں) ان فرشتوں نے (ابراہیمؑ سے) کہا کہ ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں (کیونکہ) وہاں کے باشندے بڑے شریر ہیں ابراہیمؑ نے فرمایا کہ وہاں تو لوط (علیہ السلام بھی موجود) ہیں فرشتوں نے کہا کہ جو جو وہاں (رہتے) ہیں ہم کو سب معلوم ہیں ہم ان کو اور ان کے خاص متعلقین کو بچالیں گے بجز ان کی بی بی کے کہ وہ عذاب میں رہ جانے والوں میں سے ہوگی۔ (یہ گفتگو ابراہیمؑ سے ہوئی) اور (پھر وہاں سے فارغ ہوکر) جب ہمارے فرستادے لوطؑ کے پاس پہنچے تو لوط (علیہ السلام) ان (کے آنے) کی وجہ سے مغموم ہوئے اور ان کے سبب تنگدل ہوئے اور (فرشتوں نے جو یہ حال دیکھا تو) وہ فرشتے کہنے لگے (کسی بات کا) آپ اندیشہ نہ کریں اور نہ مغموم ہوں ہم آپ کو اور آپ کے خاص متعلقین کو بچالیں گے بجز آپ کی بی بی کے کہ وہ عذاب میں رہ جانے والوں میں ہوگی۔

تفسیر: ﴿۳۰﴾ "قال" حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو کہا "رب انصرنی علی القوم المفسدین" ان پر عذاب کا آنا یہ اس کے مستحق ہیں۔ ﴿۳۱﴾ "ولما جاء ت رسلنا ابراهیم بالبشریٰ" جب اللہ کی طرف سے ان کو خوشخبری دینے والے فرشتے آئے اور ان کو اسحاق و یعقوب علیہما السلام کی خوشخبری دی۔ "قالوا انا مهلکوا اهل هذه القریة" قوم لوط اور قریہ سدوم کو ہلاک کرنے کے لیے آئے ہیں۔ "ان اهلها کانوا ظالمین"

﴿۳۲﴾ "قال" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا "انّ فیها لوطا قالوا" فرشتوں نے جواب دیا۔ "نحن اعلم بمن فیها لننجینه" حمزہ، کسائی، یعقوب نے اس کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے اس کو تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ "واهله الا امرأته کانت من الغابرین" یہ لوگ عذاب سے بچ کر رہنے والے ہوں گے۔

﴿۳۳﴾ "ولما جاء ت رسلنا لوطًا" انہوں نے یہ گمان کیا کہ یہ انسان ہیں۔ "سئ بهم" ان کو دیکھ کر غمگین ہوئے۔ "وضاق بهم" اور ان کے آنے کی وجہ سے ان کے دل میں گھٹن محسوس ہوئی (کہ ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچادے)۔ "ذرعا وقالوا لاتخف" اپنی قوم سے ہمارے بارے میں خوف نہ کھائیے۔ "ولا تحزن" اور ہمارا ان کو ہلاک کردینا تمہیں غمگین نہ کرے۔ "انا منجوک واهلک الا امرأتک کانت من الغابرین" ابن کثیر، حمزہ، کسائی، ابوبکر، یعقوب نے "منجوک" تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔

اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا

مِنْهَا اٰيَةً ۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَعَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمہ (اور آپ کو مع متعلقین اس سے بچا کر) ہم اس بستی کے (بقیہ) باشندوں پر ایک آسمانی عذاب ان کی بدکاریوں کی سزا میں نازل کرنے والے ہیں اور ہم نے اس بستی کے کچھ ظاہر نشان (اب تک) رہنے دیئے ہیں ان لوگوں (کی عبرت) کے لئے جو عقل رکھتے ہیں اور مدین والوں کے پاس ہم نے ان (کی برادری) کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا سو انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو (اور شرک چھوڑ دو) اور قیامت سے ڈرو اور سرزمین میں فساد مت پھیلاؤ سو ان لوگوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا پس زلزلہ نے ان کو آ پکڑا پھر وہ اپنے گھروں میں اوندھے گر کر رہ گئے اور ہم نے عاد اور ثمود کو بھی (ان کے عناد و خلاف کی وجہ سے) ہلاک کیا اور یہ ہلاک ہونا تم کو ان کے رہنے کے مقامات سے نظر آ رہا ہے (اور حالت ان کی یہ تھی کہ) شیطان نے ان کے اعمال (بد) کو ان کی نظر میں مستحسن کر رکھا تھا اور (اس ذریعہ سے) ان کو راہ (حق) سے روک رکھا تھا اور وہ لوگ (ویسے) ہشیار تھے اور ہم نے قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی (ان کے کفر کے سبب) ہلاک کیا اور ان (تینوں) کے پاس موسیٰ (علیہ السلام) کھلی دلیلیں (حق کی) لے کر آئے تھے پھر ان لوگوں نے زمین میں سرکشی کی اور (ہمارے عذاب سے) بھاگ نہ سکے تو ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کی سزا میں پکڑ لیا سو ان میں سے بعضوں پر تو ہم نے تند ہوا بھیجی اور ان میں بعضوں کو ہولناک آواز نے آ دبایا اور ان میں بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں بعضوں کو ہم نے (پانی میں) ڈبو دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن یہی لوگ (شرارتیں کر کے) اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے

تفسیر ㉞ ''انا منزلون'' ابن عامر نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسرے قراء نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ ''علی اهل هذه القرية رجزًا'' اس سے مراد عذاب ہے۔ ''من السماء'' مقاتل کا بیان ہے کہ اس سے خسف اور حصب مراد ہے۔ ''بما كانوا يفسقون''

㉟"ولقد ترکنا منها" حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں میں سے۔ "اية بينة" ظاہری عبرت "لقوم يعقلون" قرآن کی آیات کی تدبیر کرنے والی قوم وہی تدبیر کرسکتی ہے جو ذوی العقول میں سے ہو یعنی عقل وشعور والی ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک "آية بينة" سے مراد ہے قوم لوط کی بستیوں کے ویران کھنڈر۔ قتادہ کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ پتھر ہیں جو ان پر برسائے گئے تھے، اللہ نے وہ پتھر باقی رکھے، اس اُمت کے ابتدائی دور تک وہ پتھر موجود تھے اور اگلے لوگوں نے ان کو دیکھا تھا۔ مجاہد کا قول ہے کہ زمین کے اندر سے سیاہ پانی برآمد کرنا "آية بينة" سے مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ ان کے قصہ کی شہرت مراد ہے۔ یعنی ہم نے قوم لوط کی تباہی کے قصہ کو ایک نشانی کر کے چھوڑ دیا۔

㊱"والی مدين اخاهم شعيبًا" اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ "فقال ياقوم اعبدوا الله وارجوا اليوم الاخرة" اور آخرت کے دن سے، اللہ سے ڈرو۔ "ولاتعثوا في الارض مفسدين"

㊲"فكذبوه فاخذتهم الرجفة فأصبحوا في دارهم جاثمين"

㊳"وعاداً و ثمود" اور ہم نے قوم عاد اور قوم ثمود کو ہلاک کر دیا۔ "وقد تبين لكم" اے اہل مکہ ہم نے تمہارے لیے سب کچھ کھول کر بیان کر دیا۔ "من مساكنهم" ان کے کچھ مقامات سکونت یا یہ مطلب ہے کہ جب ان کے ویران مقامات کی طرف جاتے اور اُدھر سے گزرتے ہو تو ان کے کھنڈروں سے تم پر ان کو تباہ ہو جانا واضح ہو جاتا ہے۔ "وزين لهم الشيطان أعمالهم فصدهم عن السبيل" سیدھے راستے سے۔ "وكانوا مستبصرين" مقاتل، قتادہ اور کلبی نے اس جملہ کی تشریح میں کہا کہ وہ لوگ اپنے مذہب کو اور حق سے گمراہ ہونے کو پسند کرتے تھے اور اپنے آپ کو راہِ راست پر خیال کرتے تھے۔ اس تشریح کی بناء پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنی نظر میں بڑے ہوشیار تھے۔ فراء نے مستبصر ہونے کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ وہ لوگ اہل دانش اور ہوش تھے بصیرت مند تھے، غور وفکر کر سکتے تھے لیکن انہوں نے غور وفکر سے کام نہیں لیا۔

㊴"وقارون و فرعون و هامان" اور اسی طرح ہم نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔

㊵"ولقد جاء هم موسٰى بالبينات" واضح دلیلیں دے کر "فاستكبروا في الارض وما كانوا سابقين" وہ ہمارے عذاب سے بچ نہ سکے۔

㊶"فكُلًّا اخذنا بذنبه فمنهم من ارسلنا عليه حاصبًا" یہ قوم لوط تھی جن پر ہم نے پتھر برسائے۔ حاصب اس ہوا کو کہتے ہیں جس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے پتھر بھی ہوں۔ "ومنهم من اخذته الصيحة" اس سے مراد ثمود ہے۔ "ومنهم من خسفنا به الارض" قارون اور اس کے دوست احباب "ومنهم من اغرقنا" قوم نوح فرعون اور اس کی قوم "وما كان الله ليظلمهم ولكن كانوا أنفسهم يظلمون"

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ. اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ط وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ م لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ㊶ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ط

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾
خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: جن لوگوں نے خدا کے سوا اور کارساز تجویز کر رکھے ہیں ان لوگوں کی مثال مکڑی کی سی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا اور کچھ شک نہیں کہ سب گھروں میں زیادہ بودا مکڑی کا گھر ہوتا ہے اگر وہ (حقیقت حال کو) جانتے تو ایسا نہ کرتے اللہ تعالیٰ (تو) ان سب چیزوں (کی حقیقت اور ضعف) کو جانتا جس جس کو وہ لوگ خدا کے سوا پوج رہے ہیں (پس وہ چیزیں تو نہایت ضعیف ہیں) اور وہ (اللہ تعالیٰ) زبردست حکمت والا ہے اور ہم ان (قرآنی) مثالوں کو لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے بیان کرتے ہیں اور ان مثالوں کو بس علم والے لوگ ہی سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو مناسب طور پر بنایا ہے ایمان والوں کے لئے اس میں (اس کے) استحقاق عبادت کی) بڑی دلیل ہے۔

تفسیر ﴿۴۱﴾ "مثل الذین اتخذوا من دون اللّٰہ اولیاء" اس سے مراد بت ہیں کہ جو لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں وہ انہی سے مدد اور نفع مانگیں گے۔ "کمثل العنکبوت"

"اتخذت بیتا" اپنے لیے وہ جالا بناتی ہے تاکہ اس میں ٹھکانا اختیار کرے۔ بے شک اس کا گھر ضعیف اور کمزور ہوتا ہے وہ جالا نہ تو اس کو سردی سے بچاتا ہے اور نہ ہی گرمی سے۔ یہی مثال بتوں کی ہے کہ وہ اپنے عبادت گاروں کے نہ نفع کے مالک ہیں اور نہ ہی نقصان کے مالک۔ "وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون"

﴿۴۲﴾ "انّ اللّٰہ یعلم ما یدعون من دونہ من شیٍٔ وھو العزیز الحکیم" قراء اہل بصرہ اور عاصم نے ان کو یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ مراد اس سے ماقبل کی اُمتیں ہیں اور دوسرے قراء نے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

﴿۴۳﴾ "وتلک الامثال" اس سے مراد مشابہ ہے۔ مثل کہا جاتا ہے پورے کلام کو دوسرے کلام کے ساتھ تشبیہ دینا۔ قرآن پاک نے اس اُمت کے کفار کے احوال کو ماقبل اُمتوں کے کفار کے احوال کے ساتھ تشبیہ اور تمثیل بیان کی۔ "نضربھا" ہم ان کو بیان کریں گے "للناس" عطاء اور مقاتل کا بیان ہے کہ اس سے مراد کفار مکہ ہے "وما یعقلھا الا العالمون" ان امثال کو عقل والے ہی جانتے ہیں یعنی علماء۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی "وتلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا الا العالمون" اور فرمایا عالم وہ ہے جس کو اللہ کی طرف سے سمجھ ملی ہو اور سمجھنے کے بعد وہ اللہ کی اطاعت کرے اور اس کی نافرمانی سے پرہیز رکھے۔

﴿۴۴﴾ "خلق اللّٰہ السموات والارض بالحق" حق کے لیے یا اظہار حق کے لیے۔ "انّ فی ذلک" اس کے پیدا کرنے میں "لآیۃ" نشانی ہے۔ "للمؤمنین" اس کی قدرت اور توحید پر۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿45﴾

ترجمہ: جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے آپ اس کو پڑھا کیجئے اور نماز کی پابندی رکھیئے بیشک نماز (اپنی وضع کے اعتبار سے) بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو جانتا ہے۔

نماز بے حیائی اور برائی سے بچاتی ہے

تفسیر: 45 "اُتل ما اوحی الیک من الکتاب" اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ "واقم الصلٰوۃ انّ الصلٰوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر" فحشاء وہ بُری بات جس کی برائی شرعاً اور عقلاً کھلی ہوئی ہو۔ بعض نے کہا کہ فحشاء وہ ہے جو اعمال میں قبیح ہو اور منکر وہ اعمال جن کو شریعت میں نہ پہچانا گیا ہو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نماز میں گناہوں سے بازداشت اور روک دینے کی طاقت ہے اس لیے جس کی نماز اس کو بھلائی کا حکم نہ دے اور بُری باتوں سے نہ روکے اس کی نماز اللہ سے دوری ہی پیدا کرتی ہے۔ حسن اور قتادہ کا قول ہے کہ جس کی نماز اس کو فحشاء اور برائی سے نہ بچا سکے تو اس کی نماز اس پر وبال ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری جوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پانچوں نمازیں پڑھتا تھا لیکن اس کے باوجود کوئی کھلا ہوا گناہ ایسا نہ تھا جس کا وہ ارتکاب نہ کرتا ہو۔ اس کی یہ حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی دن اس کی نماز اس کو ان گناہوں سے روک دے گی۔ چنانچہ کچھ ہی مدت کے بعد اس نے توبہ کر لی اور اس کی حالت ٹھیک ہو گئی۔

ابن عون نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ نماز روکتی ہے اس کے پڑھنے والے کو فحشاء اور منکر سے جب تک کہ وہ نماز میں مسلسل رہتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اس "صلوۃ" سے مراد قرآن ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ولا تجھر بصلاتک" اس سے مراد قرأت ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد نماز میں قرآن کی قرأت کرنا ہے۔ قرآن اس کو برائی اور بے حیائی سے بچاتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی کہ ایک آدمی رات میں قرآن پڑھتا ہے اور صبح کو چوری کرتا ہے۔ فرمایا عنقریب اس کا قرآن پڑھنا اس کو روک دے گا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) فلاں شخص دن میں نماز پڑھتا ہے اور رات کو چوری کرتا ہے، فرمایا عنقریب نماز اس کو روک دیگی۔

ذکر اللہ کے فضائل

"ولذکر اللہ اکبر" اللہ کا ذکر تمام نیکیوں میں افضل ہے۔ حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا، کیا میں تم کو ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمہارے مالک کے نزدیک سارے اعمال سے بہتر اور پاکیزہ اور ہر عمل سے زیادہ اونچے درجے پر پہنچنے والا، سونے چاندی کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے تمہارے لیے بہتر اور بھی تمہارے لیے افضل ہے جس میں دشمن کے مقابلے میں تم دشمنوں کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا، کیوں نہیں، فرمایا، اللہ کا ذکر۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا بندہ سب سے افضل اور اللہ کے نزدیک اعلیٰ مرتبے والا ہے۔ فرمایا بکثرت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا مجاہد فی سبیل اللہ سے بھی افضل ہے؟ فرمایا اگر مجاہد اپنی تلوار سے کافروں کو اتنا مارے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور خون سے رنگین ہو جائے تب بھی اللہ کی بکثرت یاد کرنے والے اس سے افضل درجے والے ہیں۔

ایک اعرابی سے مروی ہے، فرمایا اے اللہ کے رسول! کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا کہ تو دُنیا سے جدا ہو اس حال میں کہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستے پر جا رہے تھے، ایک پہاڑ کی طرف سے گزرے۔ اس پہاڑ کا نام حمدان تھا۔ فرمایا چلے چلو، یہ حمدان ہے۔ اہل تفرید آگے بڑھ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اہل تفرید سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں۔

ابو اسحاق سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے الاغر سے سنا فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ کوئی قوم جو بیٹھتی ہے اور اللہ کا ذکر کرتی ہے تو ان کو فرشتوں کی جماعت ڈھانپ دیتی ہے اور ان پر رحمت اور سکینہ ڈال دی جاتی ہے اور ان لوگوں پر جو ان کے پاس اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور بعض قوم نے کہا کہ "ولذكر الله اكبر" کا معنی یہ ہے کہ اللہ جو تمہارا ذکر کرتا ہے وہ اس ذکر سے زیادہ افضل ہے جو تم اس سے کرتے ہو۔ یہی قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے اور مجاہد، عکرمہ اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ کا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مرفوعاً تفسیر نقل کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم خدا کی یاد میں کمی نہ کرو کیونکہ جب تم خدا کو یاد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا ذکر کرے گا اور اللہ جب تمہارا ذکر کرے تو اس کا درجہ تمہارے ذکر خدا کرنے سے بہت بڑا ہے۔ "والله يعلم ما تصنعون" عطاء کا قول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس سے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰـهُنَا وَاِلٰـهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿٤٧﴾

ترجمہ: اورتم اہل کتاب کے ساتھ بجز مہذب طریقہ کے مباحثہ مت کروہاں جوان میں زیادتی کریں اور یوں کہو کہ ہم اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی اوران کتابوں پر بھی جوتم پر نازل ہوئیں (اور یہ تم بھی تسلیم کرتے ہوکہ) ہمارااورتمہارا معبود ایک ہے اور ہم تواس کی اطاعت کرتے ہیں اوراسی طرح ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی سوجن لوگوں کو ہم نے کتاب (کی نافع سمجھ) دی ہے وہ اس (آپ والی) کتاب پرایمان لے آتے ہیں اوران (اہل عرب مشرک) لوگوں میں بھی بعض ایسے (منصف) ہیں کہ اس کتاب پرایمان لے آتے ہیں اور ہماری آیتوں سے بجز (ضدی) کافروں کے اورکوئی منکر نہیں ہوتا۔

تفسیر: ㊻ "ولا تجادلوا اھل الکتاب" یعنی نہ جھگڑو۔ "الا بالتی ھی احسن" قرآن اورآیات قرآنیہ کے ذریعہ سے اللہ کی طرف آنے کی دعوت دواورقرآن کے پیش کردہ دلائل پر متنبہ کرو۔ یہ حکم جزیہ کے نافذ ہونے سے پہلے کا ہے۔ "الا الذین ظلموا منھم" وہ جزیہ دینے سے انکارکردیں توان سے لڑو، یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوجائیں یاذلیل ہوکر جزیہ عطا کریں۔ مجازاً آیت یوں ہوگی "الا الذین ظلموکم" چونکہ یہ سب کفرکی وجہ سے ظالم ہیں۔

سعید بن جبیر نے کہا کہ اس سے مراد اہل حرب ہیں اوروہ لوگ جن کے ساتھ کوئی عہد وغیرہ نہیں ہوا۔ قتادہ اورمقاتل اس آیت کومنسوخ قراردیتے ہیں۔ اس آیت سے "قاتلوا الذین لایؤمنون باللّٰہ"...... "وقولوا امنا بالذی انزل الینا وانزل الیکم" اگران میں سے کوئی ایک تمہیں اس بات کی خبردے جوجزیہ سے پہلے تھی اوران کی کتابوں میں موجود تھی پھران کے ساتھ اس معاملے میں جھگڑامت کرو۔ یعنی نہ توتم ان کی تصدیق کرواورنہ ہی تکذیب کرواوران کوتم کہوکہ ہم اس پرایمان لائے جوہم پرنازل کی گئی اورجوتم پرنازل کی گئی۔

"والھنا والھکم واحد ونحن لہ مسلمون" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل کتاب عبرانی زبان میں توریت پڑھتے تھے اورمسلمانوں کے سامنے اس کی تشریح عربی میں کرتے تھے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایاتم اہل کتاب کی نہ تصدیق کرونہ تکذیب اورکہوہم ایمان لائے اس کتاب پرجوہماری طرف اُتاری گئی اوراس پرجوتمہاری طرف اُتاری گئی۔

حضرت ابونملہ انصاری کابیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہواتھا کہ ایک یہودی آیااور اسی وقت ایک جنازہ بھی ادھرسے گزرا۔ یہودی نے کہااے محمد! یہ میت کیاکلام کرتی ہے؟ حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایامجھے معلوم نہیں۔ یہودی بولایہ کلام کرتی ہے اس کے بعدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا، اہل کتاب اگرتم سے کچھ بیان کریں توتم نہ ان کی تصدیق کرونہ تکذیب اورکہو "امنا باللّٰہ وکتبہ ورسلہ" اب اگروہ بات صحیح ہے توتم نے اس کی تکذیب نہیں کی اوراگروہ بات غلط ہے توتم نے اس کی تصدیق نہیں کی۔ (اس لیے مجرم نہیں ہوگے)

㊼ "وکذلک" ایسے ہی آپ پرکتاب نازل کی جس طرح آپ سے پہلے کتابیں نازل کیں۔ "انزلنا الیک الکتاب فالذین اتیناھم الکتاب یؤمنون بہ" اس سے مرادمؤمن واہل کتاب مراد ہیں۔ عبداللہ بن سلام اوران کے ساتھی۔ "ومن ھولاء"

یعنی مکہ والے "من یؤمن به" اس سے مراد مکہ کے مؤمنین ہیں۔ "وما یجحد بایاتنا الا الکافرون" یہ اس وجہ سے کہ یہود اور اہل مکہ اس بات سے جان گئے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی برحق اور قرآن بھی حق ہے۔ پھر انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔ قتادہ کا بیان ہے کہ جحود کسی چیز کے پہچاننے کے بعد اس کا انکار کر دینا۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمہ اور آپ اس کتاب سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھے ہوئے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے کہ ایسی حالت میں یہ ناحق شناس لوگ کچھ شبہ نکالتے بلکہ یہ کتاب خود بہت سی واضح دلیلیں ہیں ان لوگوں کے ذہن میں جن کو علم عطا ہوا ہے اور ہماری آیتوں سے بس ضدی لوگ انکار کئے جاتے ہیں اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کے پاس سے نشانیاں کیوں نہیں نازل ہوئیں آپ یوں کہہ دیجئے کہ وہ نشانیاں تو خدا کے قبضہ میں ہیں اور میں تو صرف ایک صاف صاف ڈرانے والا ہوں کیا ان لوگوں کو یہ بات کافی نہیں ہوئی کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو ان کو سنائی جاتی رہتی ہے بلاشبہ اس کتاب میں ایمان لانے والے لوگوں کے لئے بڑی رحمت اور نصیحت ہے آپ یہ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اس کو سب چیز کی خبر ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور جو لوگ جھوٹی باتوں پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کے منکر ہیں تو وہ لوگ بڑے زیاں کار ہیں اور یہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں اور اگر (علم الٰہی میں عذاب آنے کی) میعاد معین نہ ہوتی تو ان پر عذاب آ چکا ہوتا اور وہ عذاب ان پر دفعۃً آ پہنچے گا اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔

تفسیر ⑱ "وما کنت تتلوا" اے محمد! "من قبله من کتاب" اس سے پہلے جو ان پر کتاب نازل فرمائی۔ "ولا تخطه بیمینک" وہ اس کو نہیں لکھتے تھے اور اس وقت نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی لکھتے تھے، وحی سے پہلے۔ "اذا لارتاب المبطلون" اگر آپ اس کو لکھو گے یا پڑھو گے وحی سے پہلے مشرکین اہل مکہ شک وشبہات میں پڑ جائیں گے اور وہ کہیں گے کہ یہ

تو ماقبل اُمتوں کے قصے کہانیاں ہیں ان کو منسوخ کردیا گیا ہے۔ قتادہ نے یہی تفسیر بیان کی ہے کہ کافروں کو اہل باطل کفر سے یا شک میں پڑنے کی وجہ سے کہا گیا حالانکہ بکثرت معجزات کی کثرت کی موجودگی میں کفر میں یا شک میں پڑنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

مقاتل کا بیان ہے کہ مبطلون سے مراد ہے اہل کتاب یعنی اہل کتاب چونکہ اپنی کتاب میں نبی آخرالزمان کی صفت امی پاتے ہیں اس لیے ان کو کوئی شک نہ تھا اس مطلب پر اہل کتاب کا مبطل ہونا واقعی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمی تھے اور ان کی کتابوں میں آخری نبی کا امی ہونا ہی لکھا ہے۔

⑲ "بل هو آيات بينات" حسن کا قول ہے کہ اس سے مراد آیات بینات ہیں۔ "في صدور الذين أوتوا العلم" مؤمنین جنہوں نے قرآن کو اُٹھایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کا بیان ہے "بل هو" یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور "الذين اوتوا العلم" سے مراد ہیں اہل کتاب یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت انہی واضح علامات کی حامل ہے جو اہل کتاب کے سینوں میں محفوظ ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اوصاف ان کی کتابوں میں مذکور ہیں اور اہل کتاب ان سے واقف ہیں وہ اوصاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں موجود ہیں۔ "وما يجحد باياتنا الا الظالمون"

⑳ "وقالوا لولا انزل عليه اية من ربه" جیسا کہ ماقبل انبیاء پر ہم نے نشانیاں اُتاریں۔ یہ قرأت ابن کثیر، حمزہ، کسائی، ابوبکر کے ہاں ہے، اللہ کی توحید پر ایک نشانی ہے۔ دوسرے قراء نے اس کا معنی بیان کیا کہ یہ سب رب کی طرف سے نشانی ہے۔

جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے "قل انما الايات عندالله" اور وہ پیغمبروں کو رسول بنا کر بھیجنے پر قادر ہے جب وہ چاہے۔ "وانما انا نذير مبين" اہل معصیت کو آگ سے ڈرایا اور یہ ڈرانا ان کے پاس نہیں۔

㉑ "اولم يكفهم" یہ ان کے اس کلام کا جواب ہے۔ "لولا انزل عليه اية من ربه" تو فرمایا "أولم يكفهم أنا انزلنا عليك الكتاب يتلى عليهم" کیا یہ آیات تمہارے لیے کافی نہیں کہ تمہارے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ "انّ فی ذلک" قرآن کے نازل کرنے میں "لرحمة وذكرى لقوم يؤمنون" یہ نصیحت ہے اس شخص کے لیے جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے۔

㉒ "قل كفى بالله بيني وبينكم شهيدًا" کہ یہ رسول خدا ہیں اور قرآن ان کی کتاب ہے۔ "يعلم مافى السموات والارض والذين امنوا بالباطل" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ باطل سے مراد اللہ کے علاوہ پر ایمان لانا۔ قتادہ کا بیان ہے کہ شیطان کی عبادت کرنا "وكفروا بالله اولئک هم الخاسرون"

㉓ "ويستعجلونک بالعذاب" اس آیت کا نزول نضر بن حارث کے متعلق ہوا جب اس نے کہا تھا "اللّهم ان كان هذا هو الحق من عندک فأمطر علينا حجارة من السماء" اے خدا!! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر اوپر سے پتھروں کی بارش کردے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

"ولولا اجل مسمى" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ سے میرا وعدہ نہ ہوتا کہ آپ کی قوم کو عذاب نہیں دوں گا اور اس کی جڑ نہیں اُکھاڑوں گا بلکہ قیامت تک کے لیے ان کے عذاب کو ملتوی رکھوں گا، تو

عذاب آ چکتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "بل الساعة موعدهم" بلکہ قیامت کی گھڑی ان کے عذاب کے لیے مقرر ہے۔
یعنی جب وہ مرجائیں گے تو عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد جنگ بدر ہے۔ "لجاء هم العذاب وليأتينهم" اس سے مراد عذاب ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد اجل ہے۔ "بغتة وهم لايشعرون" جب ان پر عذاب آئے گا تو یہ کچھ شعور نہیں رکھیں گے۔

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۣ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾

ترجمہ یہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ جہنم ان کافروں کو گھیر لے گا جس دن کہ ان پر عذاب ان کے اوپر سے اور ان کے نیچے سے گھیر لے گا اور حق تعالیٰ فرماوے گا کہ جو کچھ کرتے رہے ہو (اب اس کا مزہ) چکھو اے میرے ایماندار بندو میری زمین فراخ ہے سو خالص میری ہی عبادت کرو ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر تم سب کو ہمارے پاس آنا ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ہم ان کو جنت کے بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کام کرنے والوں کا کیا اچھا اجر ہے جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر توکل کیا کرتے تھے اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے اللہ ہی ان کو (مقدر) روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی اور وہ سب کچھ سنتا ہے سب کچھ جانتا ہے۔

تفسیر ﴿۵۴﴾ "يستعجلونك بالعذاب" دوبارہ اعادہ کرنا تاکید کے طور پر ہے۔ "وان جهنم لمحيطة بالكافرين" ان سب کو جمع کرنے والا ہے، ان میں سے کوئی ایک بھی باقی نہیں رہے گا جو اس میں داخل نہ ہو جائے۔

﴿۵۵﴾ "يوم يغشاهم" جب ان کو عذاب پہنچ جائے گا۔ "العذاب من فوقهم ومن تحت ارجلهم" یعنی جب ان کو عذاب جہنم ڈھانپ لے گا۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے ان کے لیے فرمایا "لهم من جهنم مهاد ومن فوقهم غواش" ...... "ويقول ذوقوا" نافع اور اہل کوفہ نے "ويقول" یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ جہنم کا داروغہ ان سے کہے گا چکھو جہنم کا عذاب اور دوسرے قراء نے (نقول) کے ساتھ پڑھا ہے کیونکہ جب بھی وہ کسی کام کا حکم کرتے ہیں تو اس کو اپنی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ "ماكنتم تعملون" بدلہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

﴿۵۶﴾ "يا عبادى الذين آمنوا انّ ارضى واسعة فاياى فاعبدون"

آیت کا شان نزول

مقاتل اور کلبی نے کہا اس آیت کا نزول ان کمزور مسلمانوں کے حق میں ہوا جو کمزوری کی وجہ سے مکہ میں رہ گئے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ مکہ کے اندر رہ کر اگر تم ایمان کا اظہار نہیں کر سکتے ہو تو وطن چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جاؤ جہاں آزادی کے ساتھ اظہار ایمان کر سکتے ہو جیسے مدینہ وغیرہ کیونکہ میری زمین تنگ نہیں ہے۔

مجاہد کا قول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری زمین وسیع ہے ترک وطن کر کے چلے جاؤ اور وہاں پہنچ کر جہاد کرو۔

سعید بن جبیر نے کہا کہ جب کسی بستی میں گناہ کیے جاتے ہوں تو وہاں سے نکل جاؤ، میری زمین وسیع ہے۔

عطاء نے کہا کہ جب تم کو اپنی سرزمین میں گناہوں کا حکم دیا جاتا ہو تو وہاں سے بھاگ جاؤ، میری زمین وسیع ہے، اگر کسی ایسی بستی میں ہو جہاں گناہ کیے جاتے ہوں اور گناہوں سے بندش ممکن نہ ہو تو اس جگہ کو چھوڑ کر کسی ایسے مقام پر چلا جانا واجب ہے جہاں اللہ کی عبادت کی تیاری کی جا سکے۔

بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ اس آیت کا نزول ان لوگوں کے حق میں ہوا جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی، مکہ میں ہی رہ گئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ اگر ہم ہجرت کر جائیں گے تو بھوکے مر جانے کا خوف ہے۔ اللہ نے ان کا یہ عذر قبول نہیں فرمایا۔ مطرف بن عبداللہ نے کہا کہ زمین فراخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ میرا رزق وسیع ہے تم وطن چھوڑ دو۔

57 "کل نفس ذائقة الموت" ان کو موت کا خوف دلایا تا کہ ان کے لیے ہجرت کرنے میں مشکل نہ آئے۔ یعنی ہر ایک شخص کو مرنا ہے جہاں کہیں بھی ہو۔ لہٰذا تم موت کے خوف سے شر کے مقام میں نہ پڑے رہو۔ "ثم الینا ترجعون" پھر ہم تمہارے اعمال کا بدلہ دیں گے۔ ابوبکر نے "یرجعون" پڑھا ہے۔

58 "والذین امنوا وعملوا الصالحات لنبوّئنهم" حمزہ اور کسائی نے ثاء ساکنہ کے ساتھ بغیر ہمزہ کے پڑھا ہے اور فرمایا "ثوی الرجل اذا اقام واثوبته" جب وہ کسی پڑاؤ کی جگہ اُترتے ہیں اور دوسرے قراء نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور فتحہ کے ساتھ واؤ کی تشدید اور اس کے بعد ہمزہ کے ساتھ۔ "ای لَنُنْزِلَنَّهُمْ"

"من الجنة غرفًا" وہ بلند ہوں گے۔ "تجری من تحتها الانهار خالدین فیها نعم اجر العاملین"

59 "الذین صبروا" وہ لوگ جنہوں نے سختیوں اور مصائب میں صبر اختیار کیا اور اپنے دین کو ترک نہیں کیا۔ "وعلی ربهم یتوکلون" اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

60 "وکاین من دابة لاتحمل رزقها" یہ اس وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمنین کے لیے فرمایا جو مکہ میں رہتے تھے (ان کو مشرکین اذیتیں دیتے تھے) کہ وہاں سے ہجرت کر کے مدینہ آ جاؤ، وہ مؤمنین کہتے کہ ہم کس طرح مدینہ کی طرف نکلیں نہ وہاں ہمارے لیے کوئی مال ہے اور نہ ہی گھر اور کوئی نہیں وہاں جو ہمیں کھانا کھلائے اور پلائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے

یہ آیت نازل فرمائی۔ ”وکاین من دابۃ“ اپنی حاجت کے لیے صبح نکلتے ہیں۔ ”لاتحمل رزقھا“ نہ تو وہ اپنے ساتھ رزق اُٹھاتے ہیں اور نہ ہی وہ ذخیرہ کرتے ہیں دوسرے دن کیلئے، جیسے چوپائے اور پرندے ہیں۔

”اللہ یرزقھا وایاکم“ جہاں کہیں بھی وہ ہوتے ہیں۔ ”وھو السمیع“ وہ ان کی باتوں کو سننے والے ہیں کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں پاتے کہ مدینہ میں ہم پر کون خرچ کرنے والا ہے۔ ”العلیم“ وہ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ سفیان بن علی بن ارقم نے کہا سوائے انسان اور چوہے اور چیونٹی کے اور کوئی مخلوق روزی جمع کر کے نہیں رکھتی۔

لاتحمل رزقھا کی تفسیر

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انصار کے باغات میں سے ایک باغ میں گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے کھجوریں چن چن کر کھانے لگے اور فرمایا ابن عمر! تم بھی کھاؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے خواہش نہیں ہے۔ فرمایا مجھے تو کھانے کی خواہش ہے۔ یہ چوتھی رات کی صبح ہے چار دن ہو گئے کہ میں نے کھانا نہیں کھایا نہ مجھے ملا۔ میں نے کہا ”انا للہ، اللہ المستعان“ فرمایا، ابن عمر! اگر میں اپنے رب سے مانگتا تو وہ مجھے کسریٰ اور قیصر کے ملک سے بھی کتنے ہی زیادہ عنایت کر دیتا لیکن میں ایک دن بھوکا رہتا ہوں اور ایک دن پیٹ بھرتا ہوں اور ایک دن نہیں کھاتا۔ ابن عمر! اگر یہ تمہاری عمر ہوئی تو اس وقت تمہاری حالت کیا ہوگی؟ جب تم ایسے لوگوں میں رہو گے جو سال بھر کا رزق چھپا کر رکھیں گے اور ان کا یقین کمزور ہوگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ”وکاین من دابۃ لاتحمل رزقھا“

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے دن کے لیے کچھ جمع کر کے نہیں رکھتے تھے اور ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اگر تم اللہ پر توکل رکھو جیسا کہ توکل رکھنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایسے رزق عطا فرمائیں گے جیسے پرندوں کو رزق دیتے ہیں کہ وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو لوٹتے ہیں پیٹ بھرے ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی چیز تم کو جنت سے قریب کرنے والی اور دوزخ سے دور رکھنے والی ایسی نہیں رہی کہ میں نے اس کو کرنے کا تم کو حکم نہ دے دیا ہو اور کوئی چیز دوزخ سے قریب کرنے والی اور جنت سے دور رکھنے والی ایسی نہیں رہی کہ اس کو کرنے کی تم کو ممانعت نہ کر دی ہو۔ روح القدس نے میرے دل میں یہ بات پھونک دی ہے کہ کوئی شخص بھی جب تک اپنا رزق پورا نہ کرلے گا ہرگز نہیں مرے گا۔ پس تم لوگ متنبہ ہو جاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور رزق کی طلب میں اچھائی اختیار کرو۔ رزق ملنے میں دیر ہو جانے سے تم کو گناہوں کے راستہ سے تحصیل رزق پر آمادہ نہ ہو جانا چاہئے کیونکہ اللہ کے پاس جو چیز ہے اس کو بغیر ان کی طاعت کے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿61﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿62﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ ۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿63﴾ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۚ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿64﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿65﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ وَلِيَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿66﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۚ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿67﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ۚ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿68﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿69﴾

ترجمہ: اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ وہ کون ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور جس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے تو وہ لوگ یہی کہیں گے کہ وہ اللہ ہے پھر کدھرا لٹے چلے جا رہے ہیں اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ کر دیتا ہے بیشک اللہ ہی سب کے حال سے واقف ہے اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ وہ کون ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کو بعد اس کے کہ خشک پڑی تھی تر و تازہ کر دیا تو وہ لوگ یہی کہیں گے کہ وہ بھی اللہ ہی ہے آپ کہیئے کہ الحمد للہ بلکہ ان میں اکثر سمجھتے بھی نہیں اور یہ دنیوی زندگی (فی نفسہ) بجز لہو ولعب کے اور کچھ بھی نہیں اور اصل زندگی عالم آخرت ہے اگر ان کو اس کا علم ہوتا تو ایسا نہ کرتے پھر جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو وہ فوراً ہی شرک کرنے لگتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے جو نعمت ان کو دی ہے اس کی ناقدری کرتے ہیں اور یہ لوگ چندے اور حظ حاصل کر لیں پھر قریب ہی ان سب کو سب خبر ہوئی جاتی ہے کیا ان لوگوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم نے امن والا حرم بنایا ہے اور ان کے گرد و پیش میں لوگوں کو نکالا جا رہا ہے پھر کیا یہ لوگ جھوٹے معبود پر تو ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں اور اس شخص سے زیادہ کون ناانصاف ہوگا جو اللہ پر جھوٹ افترا کر کے اور جب سچی

بات اس کے پاس پہنچے تو وہ اس کو جھٹلا دے کیا ایسے کافروں کا جہنم میں ٹھکانا نہ ہوگا اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے (قرب وثواب یعنی جنت کے) راستے ضرور دکھائیں گے اور بیشک اللہ تعالیٰ (کی رضا و رحمت) ایسے خلوص عمل والوں کے ساتھ ہے۔

تفسیر ⑥١ "ولئن سالتهم" اس سے مراد کفار مکہ ہیں۔ "من خلق السموات والارض وسخرالشمس والقمر ليقولن الله فانّى يؤفكون"

⑥٢ "الله يبسط الرزق لمن يشاء من عباده ويقدر له انّ الله بكل شيءٍ عليم"

⑥٣ "ولئن سالتهم من نزل من السماء ماءً فأحيا به الارض من بعد موتها ليقولن الله قل الحمدلله" یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے، اہل مکہ اس کے مقرب ہیں۔ "بل اكثرهم لايعقلون" بعض نے کہا کہ "قل الحمدلله" تا کہ ان کے اقرار پر حجت تام ہوجائے۔ وہ توحید کے منکر ہیں حالانکہ انہوں نے اس کا اقرار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے یہ سب اشیاء پیدا کی ہیں۔

⑥٤ "وما هذه الحيوة الدنيا الا لهو ولعب" لهو کہتے ہیں دُنیاوی لذات کو سننا۔ اور لعب عبث (بے کار) کو کہتے ہیں۔ اس کو یہ نام اس لیے موسوم کیا کیونکہ یہ فانی ہیں۔ "وانّ الدار الاخرة لهي الحيوان" دائمی حیات جو ہمیشہ کے لیے ہے۔ حیوان حیاۃ سے ہے وہاں ہیشگی والی زندگی ہے۔ "لو كانوا يعلمون" کہ دُنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔

⑥٥ "فاذا ركبوا في الفلك" اور ان کو غرق ہونے کا خوف لاحق ہوتا ہے۔ "دعوا الله مخلصين له الدين" اور بتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ "فلما نجاهم الى البر اذا هم يشركون" ان کے عناد کی خبر دے رہے ہیں کہ وہ سختیوں کے وقت اس کا اقرار کر لیتے ہیں کہ ہمیں اس مشکل سے دور کرنے والا اللہ قادر مطلق ہے۔ جب ان سے وہ مشکل دور ہو جاتی ہے تو وہ دوبارہ کفر کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔

عکرمہ کا بیان ہے کہ دور جاہلیت والے جب سمندر میں سفر کرتے تھے تو اپنے بتوں کو ساتھ رکھتے تھے لیکن جب ہوا میں طوفان آتا تھا تو بتوں کو سمندر میں پھینک دیتے تھے اور پکارتے تھے اے رب! اے رب! مطلب یہ کہ سخت مصائب کے وقت تو خالص طور پر دل سے اللہ کے اطاعت گزار ہو جاتے تھے اور شرک چھوڑ دیتے تھے اور نجات پا جاتے تو شرک کی طرف لوٹ آتے تھے۔

⑥٦ "ليكفروا بما اتيناهم" یہ لام امر ہے، یہ معنی بطور تہدید اور وعید کے لیے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "اعملوا ماشئتم" وہ اللہ کی نعمتوں کا انکار کر رہے تھے "وليتمتعوا" حمزہ اور کسائی نے لام ساکن کے ساتھ پڑھا ہے اور باقی قراء نے کسرہ کیساتھ پڑھا ہے اس صورت میں اس کا عطف لیکفروا پر ہوگا (فسوف يعلمون) بعض نے کہا کہ جنہوں نے لام کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے وہ اس لام کو لام "کی" کہتے ہیں اور اسی طرح "ليكفروا" میں لام ہے۔ اس کا

معنی یہ ہوگا کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے میں کوئی فائدہ نہیں مگر کفر میں اضافہ ہوگا اور دنیاوی زندگی میں فائدہ حاصل کرتے ہیں آخرت کی زندگی کے بدلے میں۔

⑥⑦ "اولم یروا أنا جعلنا حرما اٰمنًا ویتخطف النّاس من حولهم" اور وہ بعض بعض سے قتل وقید سے امن میں نہیں ہیں اور اہل مکہ امن میں ہیں۔ "افبالباطل" اس سے مراد بت اور شیطان ہیں۔ "یؤمنون وبنعمة اللّٰہ" محمد اور دین اسلام "یکفرون"

⑥⑧ "ومن اظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذبًا" انہوں نے گمان کیا کہ اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں اور یہ کہ ان کو برائی کا حکم دیا۔ "او کذب بالحق" محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مراد ہے۔ "لما جاء ہ ألیس فی جهنم مثوی للکافرین" یہ استفہام بمعنی تقریر کے ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ان کاذب کافروں کا ٹھکانہ تو جہنم ہی ہے۔

⑥⑨ "والذین جاهدوا فینا" وہ لوگ جنہوں نے مشرکین کے ساتھ جنگ کی، دین کی مدد کے لیے "لنهدینهم سبلنا" ہم ان کو ان راستوں پر ثابت قدم رکھ دیتے ہیں جس راستے پر وہ قتال کرتے ہیں اور بعض نے کہا کہ ہم ان کے لیے مزید ہدایت کے راستے آسان کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ہے "ویزید اللّٰہ الذین اهتدوا هدی" سفیان بن عیینہ نے کہا کہ جن لوگوں میں اختلاف ہو تو تم سرحد والوں کو دیکھو کیونکہ اللہ نے فرمایا "والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا"۔ بعض نے کہا کہ مجاہدہ طاعات پر صبر کرنے کا نام ہے۔ حسن نے کہا سب سے اعلیٰ جہاد نفسانی خواہشات کی مخالفت ہے۔

فضیل بن عیاض نے کہا جن لوگوں نے طلب علم میں جہاد کیا ہم ان کو علم کے مطابق عمل کرنے کے راستے بتا دیتے ہیں۔ سہیل بن عبداللہ نے کہا جن لوگوں نے سنت قائم کرنے کی کوشش کی ہم ان کو اپنے ثواب کے راستے بتا دیتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جن لوگوں نے ہماری طاعت کی کوشش کی ہم ان کو اپنے ثواب کے راستے بتا دیتے ہیں۔

"وان اللّٰہ لمع المحسنین" یعنی دُنیا میں اللہ کی مدد واعانت اور آخرت میں ثواب اور مغفرت نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

الحمدللہ تفسیر بغوی کی چوتھی جلد مکمل ہوئی۔ پانچویں جلد سورہ روم سے شروع ہے۔

اضافہ مفیدہ از ناشر

الدرر النظیم فی فضائل القرآن والآیات والذکر الحکیم

قرآن کریم کے فضائل اور حیرت انگیز خواص

از امام ابومحمد عبداللہ بن اسد یافعی رحمہ اللہ

فضائل وخواص سورہ مریم تا سورہ عنکبوت

آٹھویں صدی کے معروف عالم اور جماعت اولیاء کے فرد فرید ہیں ان کے دست مبارک سے لکھی ہوئی مستند کتب میں سے الدرر النظیم بھی ہے جو قرآن کریم کے انوار و برکات اور فضائل وخواص اور اس کے روحانی وجسمانی فیوض اور تیر بہدف مجرب عملیات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بطور اضافہ جزو کتاب بنایا جارہا ہے

سورۂ مریم

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص سورۂ مریم اور سورۂ طٰہٰ پڑھتا ہے اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جتنا مہاجرین کو ہجرت کرنے سے اور انصار کو نصرت کرنے سے ملا ہے۔

② جو شخص سورۂ مریم کو لکھ کر شیشی میں بند کر کے رکھ چھوڑے اس گھر میں خیر و برکت ہوتی ہے اور اس خوشحالی آتی ہے۔

③ اگر کوئی خوف زدہ آدمی اس سورۃ کو پانی میں گھول کر پی لے تو اس کا خوف جاتا رہتا ہے۔

④ اگر اس سورۃ کو لکھ کر گھر کی دیوار پر لگایا جائے تو وہ گھر آفتوں سے محفوظ رہتا ہے۔

کھیعص

جو آدمی جمعرات کے دن پہلی ساعت میں چاندی کی انگوٹھی کے نگینہ پر **کھیعص** اور **حمعسق** اور باقی حروف مقطعات کندہ کرا کے پہن لے اس کی سب ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور سب لوگ اس سے محبت کرتے ہیں۔

خاصیت آیت ۲۵، ۲۶

وَهُزِّيٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا

تین کھجور کے تین مختلف رنگوں کے زرد، سبز اور سرخ لے کر ہر پتہ پر لوہے کے قلم سے ان آیتوں کو لکھے اور ہر ایک پتہ کو ایک کھجور کی ٹہنی سے باندھ دے تو ان کھجوروں کو بہت زیادہ اور عمدہ پھل لگے گا۔

سورئہ طٰہٰ

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جنت میں جنتی صرف طٰہٰ اور یٰسٓ کی تلاوت کریں گے۔

② جو شخص کہیں شادی کرنا چاہتا ہو تو ریشم کے سبز کپڑے پر اس سورۃ کو لکھ کر اپنے پاس رکھ کر ان کے پاس جائے تو وہ رشتہ کی درخواست منظور کریں گے۔

③ اگر اس طرح لکھی ہوئی سورۃ طٰہٰ کو پاس رکھ کر لڑنے والے لوگوں کے پاس صلح کے لئے جائے تو صلح کر لیں گے۔

④ اگر اسے لے کر ظالم بادشاہ کے پاس جائے تو وہ بھی نرمی کرے گا۔

خاصیت آیت ۱۰۵ تا ۱۰۷

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا

اگر کسی کے جسم پر پھوڑے ہوں تو وہ کسی پاک صاف برتن میں فارسی سیاہی سے اس آیت کو لکھ کر روغن بنفشہ سے دھوڈالے اور پھر اسی روغن کو ان پھوڑوں پر لگائے تو پھوڑے ختم ہو جائیں گے۔

خاصیت آیت ۱۰۸ تا ۱۱۲

يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ. وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ. وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا

① اس آیت کو ہرن کی کھال پر لکھ کر تانبے کے تعویذ میں بند کر کے بچہ کے گلے میں ڈالیں تو بچہ روئے گا نہیں اور اس کا رنگ وروپ اور زبان اچھی ہو جائے گی۔

② جو شخص اس آیت کو لکھ کر اپنے بازو پر باندھے اس کے دشمن کی زبان اس کے خلاف بند ہو جائے گی اور وہ اس سے ڈرے گا۔

خاصیت آیت ۱۳۱ تا ۱۳۲

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا. لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ. وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا. لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا. نَحْنُ نَرْزُقُكَ. وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى

یہ آیات لکھ کر جس کے گلے میں پہنائی جائے اگر وہ رنڈوا ہے تو اس کی شادی ہو جائے گی اگر اسے نسیان کی بیماری ہے تو جاتی رہے گی جو بھی مرض ہے اس سے شفا ملے گی۔ اگر فقیر ہے تو مالدار ہو جائے گا۔

سورہ انبیاء

خاصیت آیت ۸۷

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو آدمی سورۂ انبیاء پڑھتا رہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا حساب جلدی سے لے لیں گے اور جن انبیاء کا اس سورۃ میں نام آیا ہے وہ اسے سلام کریں گے۔

لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ. اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرت ذوالنون علیہ السلام کی دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں مانگی تھی۔ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ. اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ہے جو مسلمان اس سے دعا مانگے اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتے ہیں۔

② کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ارشاد فرمائیں اس کے طلب کرنے میں کس چیز کو وسیلہ بناؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنی کسی حاجت کی درخواست کرنا چاہتا ہو اسے چاہئے کہ وضو کر کے سجدہ کرے اور چالیس بار اپنی انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پڑھے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ. اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ تو اس کی دعا قبول ہوگی۔

③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جس کی برکت سے دعا قبول ہوتی ہے اور جو مانگا جائے ملتا ہے وہ یونس بن متی کی دعا ہے۔ صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ دعا یونس بن متی کے ساتھ خاص ہے یا تمام مسلمان اس سے دعا مانگ سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یونس بن متی کے لئے خاص ہے اور تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے وہ جس وقت چاہیں اس سے دعا مانگ سکتے ہیں۔ کیا تم نے سنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "جب یونس نے تہہ بہ تہہ تاریکی میں ان کلمات سے ہم کو پکارا تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات بخشتے ہیں"۔ پس یہ دعا مانگنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ہے۔

④ ایک روایت میں ہے جو مریض ان کلمات کو چالیس دفعہ پڑھ کر ہر بار ساتھ دعا مانگے وہ اگر اس مرض میں مر جائے تو اسے ایک شہید کا ثواب ملے گا اگر تندرست ہو جائے تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

⑤ جو شخص اس آیت کو ہرن کی کھال میں لکھ کر کمر سے باندھ کر سو جائے تو جب تک یہ نہ کھولیں گے وہ بیدار نہ ہوگا۔ یہ عمل اس آدمی کیلئے ہے جو بیماری' ڈر یا فکر کی وجہ سے سو نہ سکا ہو۔

خاصیت آیت ۳۰

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ

① جب عورت وضع حمل کے وقت بہت تکلیف میں مبتلا ہو اور بچہ پیدا نہ ہو رہا ہو تو اس آیت کے ساتھ یہ لکھے۔

مَرْيَمُ وَلَدَتْ عِيْسٰى سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا اَللّٰهُمَّ كَمَا شَقَقْتَ الْاَرْضَ بِالنَّبَاتِ وَالسَّمَآءَ بِالْمَطَرِ فَكَذٰلِكَ يَسِّرْ لِفُلَانَةِ بِنْتِ فُلَانَةٍ الْوَضْعَ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ .... شَقًّا

اور گھول کر اسے پلا دے۔ (خط کشیدہ جگہ پر عورت اور اس کی ماں کا نام لکھے)

② جو عورت دردِ زہ میں مبتلا ہو اس کے لئے مذکورہ بالا آیت یؤمنون تک پڑھ کر اس کے شکم پر اور پیٹھ کے نیچے کی طرف پھونک دے۔

خاصیت آیت ۸۷، ۸۸

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِيْنَ

جو آدمی کسی دنیاوی کام سے غمناک ہو اور کامیاب نہ ہو رہا ہو تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر توبہ کرے ۷۰ بار استغفار پڑھے۔ درود شریف بھی پڑھے پھر وضو کر کے دو رکعتیں پڑھے اور جہاں سے چاہے ان میں قرآن کریم پڑھے سلام پھیر کر پہلے کی طرح استغفار اور درود شریف پڑھے پھر سجدہ میں جا کر یہ پانچ آیتیں پڑھے اور غم کی دوری کی دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے سب غم اور آفتیں دور کر دے گا۔ وہ پانچ آیتیں یہ ہیں۔

قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۔ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ. اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ. وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ. اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

❷ جو شخص غم یا تنگی میں مبتلا ہو یا کسی اور مصیبت میں تو ان کلمات کو کاغذ پر لکھ کر جاری پانی میں چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کا غم اور تنگی وغیرہ دور کر دے گا۔ کلمات یہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنَ الْعَبْدِ الْفَقِيْرِ الذَّلِيْلِ اِلَى الرَّبِّ الْجَلِيْلِ رَبِّ اِنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ بِحُرْمَةِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَكْشِفْ ضُرِّيْ وَ هَمِّيْ وَ فَرِّجْ عَنِّيْ غَمِّيْ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ اَلَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا......... كُلٌّ اِلَيْنَا رَاجِعُوْنَ .

اگر حاملہ عورت کو چالیس دن سے پہلے پہلے ان آیتوں کو لکھ کر گلے میں ڈال دے تو لڑکا پیدا ہوگا اور جب بچہ پیدا ہو جائے تو یہ تعویذ بچہ کے گلے میں پہنا دیں تو بچہ ہر قسم کی آفتوں سے محفوظ رہے گا۔

خاصیت آیت ۱۰۱ تا ۱۰۳

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا. وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ

❶ اگر کسی کو بخار ہو یا کوئی اور بیماری تو کسی پاک برتن میں ان آیتوں کو روشنائی سے لکھ کر اس کنوئیں کے پانی سے جس پر دھوپ نہ پڑتی ہو دھولے اور مریض کو تین گھونٹ پلائے اور باقی اس کی پیٹھ پر چھڑک دے تین دن اسی طرح کرے مریض تندرست ہو جائے گا۔

❷ اگر کسی کی کمر میں یا پیٹھ میں یا گھٹنے میں درد ہو تو اس آیت کو پاک برتن میں لکھ کر روغن بابونہ سے مٹا کر درد کی جگہ پر وہ روغن لگائے درد جاتا رہے گا۔

سورة الحج

خاصیت آیت ۴۴ تا ۴۶

ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا. فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ

اگر کسی ظالم فرعون کو ہلاک کرنا مقصود ہو تو درخت مدار کے ۷ پتے چاند کے آخری ہفتہ میں لانا شروع کرے ہر روز سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے ایک پتہ لائے پھر ان پتوں کو سایہ میں سکھائے ان کے سوکھنے سے پہلے ان کے اوپر اندر باہر دونوں طرف یہ آیتیں لکھے۔ جب وہ پتے سوکھ جائیں تو انہیں اچھی طرح کوٹے کوٹتے وقت اس ظالم اور اس کی ماں کا نام لے جب کوٹ لے تو اس سفوف کو اس گھر میں ڈال دے جس میں اس ظالم کی آمد و رفت ہے۔ ظالم ذلیل و ہلاک ہو جائے گا۔

خاصیت آیت ۴۳،۴۷

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ

① یہ آیت بھی ظالم کو پریشان کرنے کے لئے مفید ہے۔ خرنوب کی لکڑی کے برتن میں اس پانی سے جس میں شکر حل کی گئی ہو۔ ہفتہ کے دن سورج نکلنے سے پہلے لکھے اور کسی بے کار و ویران کنوئیں کے پانی سے دھو کر اس ظالم کے بیٹھنے کی جگہ میں چھڑک دے ظالم ہلاک ہو جائے گا۔

② اگر کوئی شخص پوری سورۃ الحج ہرن کی باریک کھال میں لکھ کر اس پیالہ میں دھوئے جو کہ اس جہاز کی لکڑی سے بنایا گیا ہو جسے ہواؤں نے چاروں طرف سے گھیر کر غرق کر دیا ہو۔ پھر اس پانی کو ظالم بادشاہ کی جگہ میں چھڑک دے وہ ظالم جب تک اس جگہ میں رہے گا پریشان و بدحال رہے گا۔

سُورة المؤمنون

اس سورۃ کو اگر رات کے وقت سفید کپڑے کے ٹکڑے میں لکھ کر شرابی کے گلے میں ڈال دیا جائے تو وہ ہمیشہ کے لئے شراب چھوڑ دے گا۔

خاصیت آیت ۱۲ تا ۱۴

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا

الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا. ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ

① اگر کسی عورت کو حمل نہ ہوتا ہو تو یہ آیت ریحان کے سات پتوں پر لکھ کر عورت کو یکے بعد دیگرے ہر ایک پتہ نگلوا کر اوپر سے ہر ایک پتہ کے ساتھ زرد رنگ کی گائے کے دودھ کا ایک گھونٹ پلوائے۔ تین دن تک اسی طرح کرے، بہت جلد اس عورت کو امید ہو جائیگی۔

② اگر اس آیت کو روئی کے کپڑے پر توت کے شیرہ سے لکھ کر مرد اپنی پگڑی میں اور عورت اپنی اوڑھنی کے نیچے رکھے تو ہر ایک کے ہاں اسے قبولیت اور عزت ملے گی۔

خاصیت آیت ۲۸، ۲۹

فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِىْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ

دریا میں کشتی کی روانگی کے وقت تین بار سورۂ فاتحہ اور تین بار ان آیتوں کو پڑھ کر یہ دعا تین بار پڑھے۔

یامن فلق البحر لموسیٰ بن عمران و نجی یونس من بطن الحوت و سخر الفلک والعالم بعدد قطر البحر ورماله و خالق اصنافه وعجائبه الکفایة یا کافی من استکفاه یا مجیب من دعا و یامقبل و من رجاه انت الکافی لاکافی الاانت

تین دن تک اسی طرح کرے تو کشتی یا جہاز ہر قسم کی دریائی آفت اور حادثہ سے محفوظ رہے گی۔

خاصیت آیت ۶۳ تا ۶۵

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِىْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ

اگر یہ آیت اس کنوئیں کے پانی پر پڑھ کر دم کی جائے جس کنوئیں پر دھوپ نہ پڑتی ہو اور وہ پانی ہفتہ کے دن دشمن کے دروازے اور اس کے اس بستر پر جس پر وہ سوتا ہے چھڑک دے تو دشمن ذلیل وخوار ہوگا وہ راستہ بھول جائے گا۔

خاصیت آیت ۱۱۵، ۱۱۶

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ

اگر یہ آیت مصیبت زدہ کے کان میں پڑھی جائے تو اس کی مصیبت جاتی رہے گی۔

سورۃ نور

① اگر اس سورۃ کو لکھ کر آب زمزم کیساتھ دھو کر پی لی جائے تو جماع کی شہوت ختم ہو جائیگی۔

خاصیت آیت ۱۶ تا ۱۸

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ. وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

اگر کوئی آدمی جھوٹ بولتا ہو غیبت کرتا ہے یا کسی کی ہجو کرنے والا شاعر ہے تو ان آیتوں کو سفید انگوروں کے شیرہ پر پڑھ کراس میں کچھ شکر ملائے اوراس سے حلوہ یا کوئی اور میٹھی چیز بنا کر کھلا دے پھر ان آیتوں کو اس شہد سے جس کو آگ کی حرارت نہ پہنچی ٹھیکری پر لکھ کر اور پانی سے دھو کر وہ پانی اس آدمی کو پلا دے۔

خاصیت آیت ۳۳، ۳۴

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا. وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ م بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ

جو شخص زنا کا عادی ہو تو خالص صاف پانی پر ان آیتوں کو پڑھ کر اس پانی سے آٹا گوندھ کر روٹی پکائے ۷ روز تک اسی طرح پکا کر کھائے تو وہ آدمی یہ عادت چھوڑ دے گا۔

خاصیت آیت ۳۵ تا ۳۸

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ. اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ. اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ. نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ. يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ. وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ. وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ. وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

① جو آدمی چاہے کہ اسے لوگوں میں عزت اور قبولیت ہو یا رزق وافر حاصل ہو یا عقل و سمجھ بڑھ جائے یا اچھا مذہب ہاتھ آئے تو وہ پاک صاف ہو کر جمعرات اور جمعہ کو روزہ رکھے اور جمعہ کے دن نماز عصر سے پہلے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر سورۃ یٰسین پڑھے پھر ان آیتوں کو ہرن کی کھال پر کسی باعمل نیک آدمی کی دوات کی روشنائی سے لکھ کر لپیٹ دے اور نماز عصر پڑھ کر سورۃ کہف پڑھے اور پڑھتے وقت پہلے لکھے ہوئے کو کھول کر ہاتھ میں رکھے پھر لپیٹ لے اور ہمیشہ اسے اپنے پاس رکھے تو اس کا مقصود حاصل ہو جائے گا۔

② اور اگر کسی کی آنکھیں دکھنے لگیں تو پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ دَخَلَ الرَّمَةُ بِسَلَامِهٖ وَيَخْرُجُ بِسَلَامِهٖ وَانْكَفَّتِ اللَّمْعَةُ وَانْجَلَتِ الْحُمْرَةُ وَارْتَحَلَتِ

النِّقْمَةُ وَنَزَلَتِ الرَّحْمَةُ بِاَلْفِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ...... نُوْر تک ہر صبح کے وقت ۳ بار پڑھ کر دم کرے رمد جاتی رہے گی۔

❸ جو شخص اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی تکسیر بنا کر اپنے پاس رکھے اس کا سینہ کھل جائے گا اور رزق بے شمار ہو جائے گا۔

سورۂ فرقان

❶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص سورۂ فرقان پڑھتا ہے وہ بغیر حساب کے بہشت میں داخل ہوگا۔

❷ جو شخص اس سورۃ کو تین بار لکھ کر اپنے گلے میں ڈال لے پھر وہاں جائے جہاں سانپ یا اور کوئی موذی جانور ہوں تو وہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں گے۔ بلکہ وہ موذی جانور وہ جگہ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔

خاصیت آیت ۴۸، ۴۹

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًا ۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ. وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا

اگر کوئی یہ چاہے کہ درختوں کو بہت پھل آئے یا کنوئیں میں پانی بہت ہو جائے تو بہتی نہر کے نیچے سے ریت لے کر اس پر ان آیتوں کو پڑھے پھر اس کو جہاں چاہے درخت کی جڑ میں یا کنوئیں میں پھینک دے تو برکت و کثرت ہو جائے گی۔

سُورۃ شعراء

❶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی صبح شام اپنے گھر سے نکلتے ہوئے آیت اَلَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے نیک اعمال کی توفیق دیتا ہے اور جب وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے رزق آسان عطا فرماتا ہے اور جب وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ پڑھے تو اگر اس کی موت نہیں آئی تو اللہ تعالیٰ اسے ہر مرض سے شفاء دیں گے اور اس کی اس مرض کو گذشتہ گناہوں کا کفارہ بنا دیتے ہیں اور جب وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے شہیدوں کی موت دیتا ہے اور نیک بختوں کی سی زندگی عطا کرتا ہے اور جب وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ پڑھے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی بخشش فرما دیں گے اگر چہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایسا کر دے گا گویا آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور جب رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں اس کا ایمان لکھ دیتا ہے پھر وہ اس کا ایمان عرش کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے اور کہہ دیا جاتا ہے کہ صادقین میں سے فلاں شخص روز جزا کی تصدیق کرتا ہے اس کے بعد وہ ہمیشہ سچ بولنے کا شیوہ اختیار کر لیتا ہے اور جب وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ پڑھے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جنت میں ایک خاص جگہ عنایت فرمائے

گا اور فرشتے اسے مل کر کہیں گے اے بندے تو جنت میں داخل ہو جا اپنے قول وعمل کے سبب جن کے عوض تجھے وہ ملے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

② جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر ایک سفید رنگ کے گنجے مرغے کے گلے میں جس کے سر کے اوپر سے تاج اتر گیا ہو ڈال کر چھوڑ دے تو وہ مرغا اسی جگہ پر جا کھڑا ہوگا جہاں جادو مدفون ہو۔

خاصیت آیت ۱ تا ۵

طٰسٓمّٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ

اگر دشمن کو ذلیل ورسوا کرنا مقصود ہو تو یہ آیت ایسی زمین کی مٹھی بھر مٹی پر پڑھ کر دم کرے جس زمین پر دھوپ نہ پڑی ہو اور دشمن کے منہ کی طرف پھینک دے دشمن ذلیل ومقہور ہو جائے گا۔

خاصیت آیت ۷۸ تا ۸۹

اَلَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ

اگر کوئی آدمی وضو یا تیمم کر کے دو رکعت نفل نماز پڑھے اور ۷ بار یا ۲۱ بار یا ۲۸ بار اس آیت کو پڑھے تو اس کی بھوک پیاس مٹ جائے گی۔ راستہ بھول گیا ہے تو راستہ مل جائے گا اگر وحشت طاری ہے تو وہ دور ہو جائے گی اور اس عمل سے وہ بھاگنے میں نہیں تھکے گا۔

خاصیت آیت ۱۹۲ تا ۱۹۷

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

اگر کوئی خزینہ یا دفینہ معلوم کرنا ہو تو ایک سفید گنجا مرغا یا نیلگوں مرغا لے کر اور ان آیات کو کیلے کے پتے پر لکھ کر نابالغ کنواری لڑکی کے کپڑے کے ٹکڑے میں کپڑے کے تار سے باندھ کر اس مرغے کے بازو سے باندھ دے اور جہاں خزانہ کا شبہ ہو اتوار کے دن سورج ڈھلے اس مرغے کو چھوڑ دے جہاں خزانہ ہوگا مرغا وہیں جا کر کھڑا ہوگا اور اس جگہ کو اپنے پاؤں اور چونچ سے کریدنے لگے گا اگر جادو کے دفن کی جگہ معلوم کرنی ہو تو بھی یہی طریقہ ہے۔ اسی مقصد کے لئے آیت

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ بھی مفید ہے۔

سورۃ نمل

جو شخص اس سورۃ کو لکھ کر فوراً رنگی ہوئی ثابت کھال میں جس سے کوئی ٹکڑا کاٹا نہ گیا ہو ڈال کر صندوق میں بند کر دے جس مکان میں وہ صندوق ہوگا اس کے قریب کوئی سانپ بچھو نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی اور موذی جانور درندہ وغیرہ آئے گا۔

خاصیت آیت ۱۰ تا ۱۴

يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ. اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَىَّ الْمُرْسَلُوْنَ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًام بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِىْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ فِىْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ. اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا. فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ اور لَّا تَخَفْ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى اور قَالَ لَا تَخَفْ. نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اور قَالَ لَاتَخَافَآ اِنَّنِىْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى اور قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى

جو شخص ان آیات کو انگوٹھی کے عقیقی نگینہ پر رجب کے مہینے کے پہلے جمعہ کے دن کندہ کرا کر پہنے تو لوگ اسے اپنا دوست بنائیں گے اس کی ناراضگی سے ڈریں گے اور مرد و عورت سب اس کی عزت کریں گے۔

خاصیت آیت ۷۴ تا ۸۱

وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِىْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ. اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ. اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ

اگر کسی مرد یا عورت سے اس کا کوئی راز معلوم کرنا ہو اور وہ نہ بتاتا ہو تو اس آیت کو مرغی کی پوٹ میں بارش کے پانی اور گلاب و زعفران سے لکھے جب وہ آدمی سویا ہوا ہو تو اس کے سینہ پر رکھ دے تو اس شخص نے جو کام کیا ہوگا بتانے لگے گا مگر خود اسے اس کا کوئی علم نہ ہوگا۔

خاصیت آیت ۹۳

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا. وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اگر کسی چیز کا کھرا یا کھوٹا ہونا معلوم نہ ہوتا ہو تو اس آیت کو اس چیز پر پڑھے اور اسے الٹا پلٹا کر غور سے دیکھے تو اس کی حقیقت واضح نظر آنے لگے گی۔

سورہ قصص

❶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو شخص سورۂ قصص پڑھے فرشتے اس کے صدق کی گواہی دیتے ہیں۔

❷ جو شخص سفر پر نکلے اور اس کے پاس کڑوے بادام کی لاٹھی ہو اور وہ ان آیتوں کو پڑھے۔

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ. وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ. وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ. قَالَ لَا تَخَفْ. نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ. فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ. وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ

اللہ تعالیٰ اسے ہر ظالم درندے اور چور ڈاکو اور زہریلے موذی جانور سے گھر واپس ہونے تک محفوظ رکھے گا۔ اور جب وہ اس سفر سے واپس گھر کی طرف لوٹتا ہے تو ستر فرشتے اس کے ساتھ ہوتے ہیں جو اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ گھر پہنچ جاتا ہے اور شیطان اس کے بالکل قریب نہیں آتا۔ ❸ اگر اس آیت کو لکھ کر اس آدمی کے گلے میں لٹکایا جائے جو پیٹ یا تلی یا جگر کی کسی بیماری میں مبتلا ہو یا پیٹ میں درد ہو تو اسے شفا ہو جائے گی۔ اور اگر اسے لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر پلائے مریض کی ہر بیماری اور درد اور ورم اور پیاس جاتی رہے گی۔

خاصیت آیت ۲۳ تا ۲۵

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ. وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ. وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ. قَالَ لَا تَخَفْ. نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

علوم حاصل کرنے اور دل میں یقین بٹھانے اور حافظہ کو بڑھانے کے لئے مہینہ کی نوچندی جمعرات سے تین دن روزے رکھے اور ان آیتوں کو شیشہ کے پیالہ میں لکھ کر جاری نہر کے پانی سے دھو کر اس میں ہر رات سورج طلوع ہونے سے پہلے اور ایک نسخہ میں ہے کہ طلوع فجر سے پہلے پی لیا کرے۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ. وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اگر جج، حاکم یا افسر کے پاس جانا ہو اور اندیشہ ہو کہ وہ کوئی سخت حکم سنائے گا یا دشمن وہاں جھوٹی گواہی دے گا یا ناحق سزا کا خطرہ ہو تو اس کے پاس جانے سے پہلے ان آیات کو سات بار پڑھ لے اس کے بعد تین بار یہ پڑھے وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائیں گے۔

خاصیت آیت ۶۸ تا ۷۰

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ط مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا

تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ. وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

اگر جج، حاکم یا افسر کے پاس جانا ہو اور اندیشہ ہو کہ یہ وہ کوئی سخت حکم سنائے گا یا دشمن وہاں جھوٹی گواہی دے گا یا ناحق سزا کا خطرہ ہو تو اس کے پاس جانے سے پہلے ان آیات کو سات بار پڑھ لے اس کے بعد تین بار یہ پڑھے۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائیں گے۔

سورہ عنکبوت

خاصیت آیت ۶۸ تا ۷۰:- ❶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس سورۃ کو پڑھتا ہے اسے دس نیکیاں یا مسلمانوں کی تعداد کے برابر نیکیاں ملتی ہیں۔ ❷ اگر اس سورۃ کو لکھ کر اور دھو کر بخار کے مریض کو پلایا جائے تو بخار اتر جائے گا۔ دل میں فرحت و راحت محسوس ہو گی۔ سستی و کاہلی جاتی رہے گی۔

وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ اور سورہ روم کی آیت فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا. وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ

اگر کسی مریض کے مرض کی پہچان نہ ہو سکے تو ان آیات کو کوڑیالوبان پر تین رات اور دن تک ہر روز رات کو ۶۳ یا ۷۳ بار پڑھے جب چوتھی رات آئے تو مریض کو سحری کے وقت آسمان کے نیچے لٹا کر اس لوبان کو ایک ہی انگوری لکڑی پر چار انگیٹھیوں کو رکھ کر ایک انگیٹھی اس کے سر کے پاس ایک اس کے پاؤں کے پاس ایک اس کے دائیں طرف اور ایک اس کے بائیں طرف سلگائے حتیٰ کہ جب سحری کا وقت گزر جائے تو اسے اپنی جگہ پر لے آئیں۔ بیماری جو بھی ہے ختم ہو جائے گی اور اگر جادو ہو تو ان آیات کو کثرت سے ہمیشہ پڑھا جائے تو جادو کا اثر ختم ہو جائیگا۔

”تفسیر میرٹھی“ سے منتخب آیات کے فضائل وخواص

فضیلت سورہ طٰہٰ:- فضائل۔ سورہ طٰہٰ الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ طٰہٰ مجھ کو موسیٰ علیہ السلام کی الواح توریت سے جوز برجد کی تھیں عنایت ہوئی ہے۔

سورہ طٰہٰ آیت 25 تا 28 کی خاصیت

خواص۔ رب اشرح لی سے قولی تک کشادگی سینہ اور تیزی ذہن کے واسطے سات بار ہر روز پڑھے اور جس کی زبان میں لکنت ہو اس کو اس آیت مقدس کا ورد کثرت سے کرنا مفید ہے اور چاہیے کہ ایک چھوٹی کنکر اپنے منہ میں ڈالے رکھے۔

سورہ انبیاء آیت 87 کی خاصیت

خواص۔ لا الٰہ الخ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اسم اعظم ہے جس کے وسیلے سے دعا مقبول ہوتی ہے اور بندہ

جو کچھ مانگتا ہے رب العزت سے فوراً ملتا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقدس آیت کی فضیلتیں بیان فرمائیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ اسم اعظم کیا خاص حضرت یونس علیہ السلام کے لئے ہے یا اور مسلمان کے لئے بھی ہے؟ آنحضرت نے فرمایا کہ یونسؑ کے لئے خاص نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے ہے جو کوئی درماندہ اور مبتلا اس تسبیح کو پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس دردو آفت سے نجات دیتا ہے۔ مشائخ رحمۃ اللہ اس کے پڑھنے کو اندوہ وغم کے لئے تریاق مجرب فرماتے ہیں۔ اس کے پڑھنے کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ ایک مجلس یا تین مجلسوں میں چند آدمی متفق ہو کر اس آیت کو سوالاکھ مرتبہ پڑھ لیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خود وہ حاجتمند مصیبت زدہ بعد نماز عشاء تنہا اکیلے اندھیرے گھر میں باوضو روبقبلہ بیٹھ کر ایک پیالہ پانی کا اپنے پاس رکھ لے اور تھوڑی دیر کے بعد اس پانی میں ہاتھ ڈال کر اپنے بدن یا منہ پر پھیرتا رہے۔ اس طرح تین سو مرتبہ پڑھے اور تین روز یا سات روز یا چالیس روز برابر پڑھے اور اول وآخر درود شریف دونوں طریقوں میں گیارہ بار یا اکیس بار پڑھے اور درمیان میں گفتگو نہ کرے۔ اور شرائط وآداب دعا کو ملحوظ رکھے۔

سورہ مومنون خاصیت آخری چار آیات

خواص۔ افحسبتم الخ کسی مبتلا کے کان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کچھ پڑھ کر دم کر دیا فوراً ہی اس کو افاقہ ہو گیا سرور عالم نے دریافت فرمایا کہ اے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کیا پڑھا تھا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور افحسبتم سے لے کر آخر سورہ تک پڑھ کر دم کر دیا تھا۔ سرور عالم نے فرمایا کہ اگر سچے دل سے اس آیت کو پہاڑ پر پڑھا جاوے تو وہ بھی یقیناً اپنی جگہ سے ٹل جاوے۔ ثابت ہوا کہ یہ آیت معظم ہر مرض، ہر مصیبت، رنج غم، تکلیف، صدمہ امید حاجت کے لئے تیر بہدف ہے۔ البتہ خلوص نیت اور یقین وصدق دل شرط ہے۔

فضیلت سورہ نمل:۔ فضائل۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جن سورتوں کے شروع میں طٰسٓ ہے وہ مجھ کو الواح موسیٰؑ سے عطا ہوئی ہیں۔

سورہ نمل خاصیت آیت 62:۔ خواص۔ امن یجیب الخ ہر مشکل امر اور مصیبت نازلہ کے لئے اول وآخر درود شریف اکتالیس بار اور یہ آیت بارہ ہزار مرتبہ پڑھے نہایت مجرب ہے۔

اغلاط نامہ جلد چہارم

معذرت:۔۔۔ طباعت سے پہلے تصحیح کا اہتمام کرنے کے باوجود

بعض اغلاط طباعت کے بعد نظر آئیں جو پیش خدمت ہیں

صفحہ نمبر	غلط	صحیح
34	وما تتنزل	وما تتنزل
45	ولا تعجل	فلا تعجل
61	بنی اسرائیل	بنو اسرائیل
73	لَهُمْ هٰرُوْنَ	لَهُمْ هٰرُوْنُ
114	وارادو	وارادوا
148	السجل اللكتب	السجل للكتب
225	كان فريقًا	كان فريقٌ
238	باللّٰه ان	باللّٰه انه
279	ويخلق اللّٰه	يخلق اللّٰه
299	نورًا كثيره	نورًا كثيرا
299	انتم اضللتهم	انتم اضللتم
304	ونتنزل الملائكة	ونزل الملائكة
317	فيها فاكهة	فيهما فاكهة
405	شَآءَ اللّٰهِ	شَآءَ اللّٰهُ
425	قالتا لاتسقى	قالتا لانسقى
453	وما كانوا	وما كان
469	كُلًّا اَخَذْنَا	وَكُلًّا اَخَذْنَا